قیامت کب آئے گی؟

archive.org/details/@minhaj-us-sunnat

یوسف بن عبداللہ الوابل

ترجمہ

محمد مقیم بن حامد فیضی

قیامت کب آئے گی؟

تالیف

یوسف بن عبد اللہ الوابل حفظہ اللہ

ترجمہ

محمد مقیم بن حامد فیضی

اریب پبلیکشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23282550، 23284740

نام کتاب	:	قیامت کب آئے گی؟
مصنف	:	یوسف بن عبداللہ الوابل حفظہ اللہ
ناشر	:	اریب پبلیکیشنز
صفحات	:	496
سن اشاعت	:	2014
قیمت	:	

Qayamat Kab Ayegi

Yusuf bin Abdullah Alwabil Hifzullah

اریب پبلیکشینز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23284740،23282550

فہرست مضامین





بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَ بَعْد!

اسلام دین کامل واکمل ہے اس میں انسانیت کی روحانی وجسمانی اور مادی ومعنوی ہر حالت کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس میں ذرہ برابر ظلم وناانصافی کی ادنیٰ گنجائش بھی روا نہیں رکھی گئی ہے۔ دنیا کو ہوش وحواس کے ساتھ برتنے والے اس بات سے واقف ہیں کہ دنیا انسان کو صحیح حق دینے اور ہر مظلوم کو حق دلانے اور ہر ظالم کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے ناکافی ہے۔ عدالت کے ایوانوں میں جو انصاف کا خون دانستہ ہوتا رہا ہے اس سے قطع نظر بہت سی عدالتیں اپنی انصاف پسندی کے باوجود حق کو پہچاننے سے قاصر ہیں۔ اس کی وجہ عدالتوں کی اپنی خامی نہیں بلکہ انسان کی وہ کمزوری اور لاچاری ہے جس سے عہدہ برآ ہونا اس کے بس کا روگ نہیں۔ وہ اپنے محدود وسائل اور کوتاہ علم کی وجہ سے تمام اشیاء کا احاطہ اور ہر بات کا ادراک اور معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ مخلوقات میں سیدالاولین والآخرین، اکمل الکاملین اور شرف انسانیت حضرت محمد ﷺ جن پر انصاف و عدل گیری کی انتہا ہوگئی۔ جب دو فریق کے نزاع کا فیصلہ فرماتے ہوئے یہ فرمائیں کہ:

انكم تختصمون الى و لعل بعضكم ان يكون الحن بحيجته من بعض فأقضى له على نحو من ما أسمع منه فمن قطعت له من حق أحيه شيئا فلا يأخذه فانما أقطع له به قطعة من النار" و فى رواية "انما أنا بشر" (صحيح مسلم، ج ۱۳۳۷،۳/ (۱۷۱۳)، صحيح الجامع الصغير، ج ۱/ ٤٦٣، حديث رقم : ۲۳٤۳)

''تم اپنے مقدمات میں فیصلہ کے لیے میرے پاس آتے ہو اور میں ایک بشر ہوں اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک فریق دوسرے سے دلیل و حجت کے اعتبار سے اقوی اور باتوں کو پیش کرنے میں زیادہ ماہر اور چرب زبان ہو' چنانچہ میں اس کی باتوں اور (ظاہری) دلیلوں کے پیش نظر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اور کسی مسلمان کا حق اسے دے دوں' تو وہ اسے ہرگز نہ لے۔ کیوں کہ وہ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہے' چاہے تو اسے لے لے یا چھوڑ دے۔''

پس جب نبی ﷺ نے اپنی بابت یہ بات کہی ہے تو ہمہ شما کا کیا حال ہوگا؟ بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاکم اور قاضی کا فیصلہ ظاہری دلیلوں پر مبنی ہوتا ہے' لہٰذا حاکم کے فیصلہ کو بنیاد بنا کر دوسروں کی چیزیں اپنے لیے حلال نہیں کرنی چاہئیں۔

اسی لیے اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس دنیا کے علاوہ ایک اور دنیا کے بارے میں ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے جو اس کے مقابلہ میں زیادہ پائیدار اور ابدی ہے اور جہاں ہر کیئے ہوئے کا انجام سامنے آ جائے گا۔ عقیدہ ایمان بالآخرت نے انسان کو اس دنیا میں جہاں اطمینان کی زندگی عطا فرمائی ہے وہیں اس نے دنیا کے بے شمار شر و فساد سے اسے نجات دلا دی ہے۔

الغرض قیامت پر ایمان و یقین سے انسان کی دنیوی زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے اور آخرت سنور جاتی ہے۔ اسی لیے اسلام میں ایمان بالآخرۃ اور روز قیامت پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کے بغیر بندہ کا ایمان صحیح نہیں ہوسکتا۔ قیامت کی اہمیت اسلام میں مسلم ہے۔ چنانچہ کتاب وسنت میں اس کی بہت سی نشانیاں بتائی گئی ہیں جب وہ نشانیاں ظاہر ہونے لگیں تو قرب قیامت کا پتہ چلتا ہے۔ اور مومن بندے ان نشانیوں سے عبرت و موعظت حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن کی ہولناکی اور اس دن کی جزا و سزا کے احساس سے اپنے ایمان کی حفاظت کرتے اور خود کو معاصی اور سیئات سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلام میں اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر یہ زمانہ کے مؤلفین نے اپنی کتابوں میں



نیز بہت سے علماء اسلام نے اس موضوع پر مستقل اور متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ کی ایک اہم کتاب "أشراط الساعة "فضیلۃ الشیخ یوسف بن عبداللہ الوابل حفظہ اللہ کی ہے۔ جو اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع اور محقق و مدلل ہے اس میں قیامت کی نشانیوں کے علاوہ اس پر ایمان لانے کے فوائد اور انسانی زندگی پر اس کے بہتر ثمرات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اسی بات نے فاضل گرامی رفیق مکرم جناب مولانا محمد مقیم فیضی وفقہ اللہ کو آمادہ کیا کہ وہ اس کتاب کو اردو کا جامعہ پہنا کر اردو داں طبقہ کو استفادہ کا موقع فراہم کریں۔ فجزاه الله احسن الجزاء۔

اصغر علی امام مہدی سلفی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ أَمَّا بَعْدُ!

موجودہ دور میں کثرت مفاسد اور قلت علم کے سبب دین بیزاری اور اخروی امور سے غفلت کا دور دورہ ہے' بعث بعد الموت اور سزا و جزا کا تصور بہت کمزور پڑ گیا ہے' مادہ پرستی' خود غرضی' اور ہر چیز کو دنیاوی سود و زیاں کے پیمانے سے جانچنے کا چلن عام ہو گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ اور غیر اقوام کی تقلید نے مسلمانوں میں نت نئے فتنے کھڑے کر دیئے ہیں۔ جدید نسل کی مرعوبیت نئے نئے گل کھلا رہی ہے' پورا اسلامی معاشرہ بھیانک تاریکی کی لپیٹ میں ہے' اور اسلام کی روشن شاہراہ سے دور جا پڑا ہے' ایسے سنگین ماحول میں نبی کائنات رسول گرامی جناب محمد ﷺ کی مبنی برحقیقت پیشین گوئیوں اور حیات بخش تعلیمات سے استفادے کی اہمیت دو چند ہو گئی ہے' بالخصوص تصور آخرت اور علامات قیامت سے متعلق خبروں کی معلومات تحریک عمل کا بہت بڑا ذریعہ بن سکتی ہے۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلہ کی اہم کتاب ہے' اس پر اچانک میری نظر ایک صاحب کے کتابوں کے کباڑ خانے میں پڑی جہاں وہ گرد میں اٹی پڑی تھی' میں نے اسے اٹھا کر جھاڑا پونچھا اور اس کی ورق گردانی شروع کر دی اور جوں جوں ورق الٹتا گیا اس کتاب سے میری دلچسپی بڑھتی گئی' بالآخر ان صاحب سے میں نے فرمائش کی کہ وہ یہ کتاب مجھے دے دیں اور انہوں نے بصد شوق اسے میرے حوالے کر دیا' فجزاہ اللہ خیرا۔ میں نے اسے پڑھا تو اپنے موضوع پر حسن ترتیب' تحقیق مآخذ اور صحت مواد کے اعتبار سے بے نظیر پایا اور اب تک جتنی کتابیں اس موضوع پر پڑھی تھیں ان میں سب سے نمایاں اور ممتاز حیثیت کی حامل لگی۔ اگرچہ یہ کتاب ایم اے کا ایک مقالہ ہے اور

انہیں رعایتوں کی پابند ہے جو اس طرح کی تحریروں میں لازم ہوتی ہیں' تاہم عام قارئین بھی اس سے بھر پور استفادہ کر سکتے ہیں' لہٰذا میں نے افادۂ عام کی خاطر اسے اردو کا جامہ پہنانے کے لئے کمر ہمت کس لی اور بھانت بھانت کی مصروفیتوں کے باوجود بالآخر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اپنی بے بضاعتی کے باوجود خالص اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیاب ہو گیا۔ اب اس کا حق کہاں تک ادا ہو سکا ہے اس کا فیصلہ تو معزز قارئین ہی کریں گے۔ (واضح رہے کہ قرآنی آیات کے معانی کا ترجمہ مولانا محمد صاحب جونا گڑھی رحمہ اللہ کا ہے)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دے اور ان تمام احباب کو بہترین بدلہ عنایت فرمائے جنہوں نے اسے تکمیل کے مراحل تک پہنچا کر آپ کے ہاتھوں تک لے جانے میں کسی بھی طرح کا تعاون فرمایا ہو۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ مؤلف کے ساتھ ساتھ مترجم اور اس کے والدین کو بھی اپنی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

أَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَأَسْتَغْفِرُاللّٰه لِيْ وَ لَكُمْ وَ لِسَآئِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلَّمَ.

محمد مقیم فیضی



مقدمہ مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ : فَلَا هَادِيَ لَهٗ.

وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران : ۱۰۲)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝﴾

(النساء : ۱)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ، يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝﴾[1] (الاحزاب : ۷۰ ـ ۷۱)

---

(۱) یہی وہ خطبہ حاجت ہے جسے نبی ﷺ اپنے صحابہ کو سکھایا کرتے تھے۔ دیکھئے: ''خطبة الحاجة'' شیخ ناصر الدین البانی کی کتاب جو مکتب اسلامی سے شائع ہوئی ہے۔
''سنن ابن ماجہ'' کتاب النکاح' باب خطبة النکاح' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' (۱/۶۰۹ ـ ۶۱۰)
تحقیق محمد فواد عبدالباقی نے کی ہے' دار الاحیاء التراث الاسلامی سے ۱۳۹۵ھ میں طبع ہوئی ہے۔
امام احمد نے اس کی روایت کی ہے (۵/۲۷۲) تحقیق احمد شاکر۔ اور کہا ہے کہ اس کی اسناد بطریق ابوعبیدہ منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے' اور بطریق ابوالاحوص عوف بن مالک ابن نضلہ اتصال کی وجہ سے صحیح =

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روبرو حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا' اور انہوں نے کسی خیر کو تشنہ ارشاد و رہنمائی نہیں چھوڑا' اپنی امت کو سب کا پتہ دے دیا' اسی طرح ہر شر کی معلومات بہم پہنچا دی اور اس سے ڈرا دیا۔

چونکہ یہ امت آخری امت اور محمد ﷺ خاتم الانبیاء تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت کی نشانیوں کے ظہور کے لئے ان کی امت کو مخصوص فرمایا اور نبی ﷺ کے ذریعہ ان کی بتمام و کمال وضاحت کرا دی اور اس بات کی خبر پیشگی دے دی کہ قیامت کی نشانیوں کا ظہور بہر حال انہیں کے درمیان ہوگا' کیونکہ محمد ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آنے والا ہے جو لوگوں کے سامنے ان علامات کو بیان کرے اور انہیں ان بڑے بڑے امور کے متعلق بتائے جو تباہی عالم اور حیات نو کی ابتداء کا پیش خیمہ ہوں گے۔ جہاں ہر ایک کو اس کے کرتوتوں اور کارکردگی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ○ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ○﴾ (الزلزال:۷-۸)

چونکہ ایمان بالآخرت اور اس میں پائے جانے والے ثواب عقاب کی تصدیق کرنا ان عقائد میں سے ہے جن پر ایمان رکھنا واجب ہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ اس کی نظر اس زندگی اور اس کی متاع حقیر سے آگے نہیں بڑھتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اس کے لئے تیاری نہیں کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت سے پیشتر کچھ نشانیاں ایسی مقرر فرما دی ہیں جو اس کے برحق ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اس کے یقینی وجود کا پتہ دیتی ہیں تاکہ لوگوں میں اس کے متعلق معمولی سا شک بھی باقی نہ رہ جائے اور انہیں کوئی بھی چیز اس سے غافل نہ کر سکے۔

= ہے۔ ''المسند'' دار المعارف مصر سے ۱۳۶۷ھ میں طبع ہوئی۔ اور البانی نے دوسرے طریق کے بارے میں کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور اس خطبہ کا کچھ حصہ صحیح مسلم میں بھی وارد ہوا ہے۔ (کتاب الجمعۃ، باب خطبۃ ﷺ فی الجمعۃ، (۶/۱۵۷ مع شرح النووی) دار الفکر سے ۱۳۸۹ھ میں تیسری مرتبہ شائع ہوئی ہے۔

یہ حقیقت عیاں ہے کہ صادق ومصدوق ﷺ جب قیامت کی نشانیوں میں سے کسی چیز کا بیان کریں گے اور لوگ اس چیز کو واقع ہوتا ہوا دیکھ لیں گے تو انہیں یقینی طور پر اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ قیامت لاریب آنے والی ہے اور اس کی خاطر عمل پر کمربستہ ہو جائیں گے' اور اس دن کی تیاری پر جٹ پڑیں گے' اور وقت کے ہاتھ سے نکل جانے اور وقت مقرر کے گزر جانے سے پہلے پہلے نیکیوں کا توشہ تیار کرلیں گے۔

﴿أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَّحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ (الزمر: ٥٦ ـ ٥٨)

''ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا۔ یا عذاب کو دیکھ کر کہے کاش! کہ کسی طرح میرا لوٹ جانا ہو جاتا تو میں بھی نیکوکاروں میں ہو جاتا۔''

اور نبی اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے: ((بعثت انا والساعة كهاتين)) مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔ اور جب آپ قیامت کا تذکرہ فرماتے تو آپ کے رخسار سرخ ہو جایا کرتے تھے' آواز بلند ہو جاتی اور غضبناکی کی شدت پیدا ہو جاتی تھی۔ گویا کہ آپ کسی لشکر سے ڈرانے والے ہیں جو یہ کہتا ہو کہ صبح صبح یا سرشام ہی لشکر تمہیں آلے گا۔'' (۱)

---

(۱) صحيح مسلم' كتاب الجمعة' باب خطبته ﷺ فى الجمعة (٦/١٥٣ مع شرح النووى) و "سنن النسائى" و للفظ له 'كتاب صلاة العيدين' باب كيف الخطبة' (٣/١٨٨-١٨٩) مع شرح السيوطى و حاشية السندى) تصحيح حسن المسعودى' دارالاحیاء التراث العربی بیروت سے شائع ہوئی ہے' "سنن ابن ماجه" المقدمة' باب اجتناب البدع والجدل' (١/١٧)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس بات سے بڑا ڈر لگتا تھا کہ قیامت ان پر قائم ہو اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے اوصاف بتائے تو یہ چیز صاف طور پر ظاہر ہونے لگی جیسا کہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے:

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے دجال کا تذکرہ فرمایا اور اس میں اپنی آواز اس طرح پست و بلند فرمائی کہ ہمیں یہ گمان گزرنے لگا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ ہی میں کہیں ہے' پھر جب ہم اس کی طرف گئے تو آپ نے ہمارے اندر پیدا ہونے والی اس کیفیت کو بھانپ لیا اور پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے صبح دجال کا تذکرہ فرمایا تو آپ کی آواز کا زیر و بم ایسا تھا کہ ہمیں یہ گمان گزرنے لگا کہ وہ یہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ میں ہے' تب آپ نے فرمایا: تم پر دجال کے علاوہ کا مجھے زیادہ خوف ہے اگر وہ میری موجودگی میں نکل آیا تو تمہاری طرف سے میں اس سے نپٹ لوں گا اور اگر وہ اس حال میں نکلا کہ میں تمہارے درمیان موجود نہ رہوں تو ہر آدمی اپنے تئیں نمٹ لے گا' اور اللہ ہر مسلم پر میرا خلیفہ ہے (یعنی نگہبان اور خبر گیری کرنے والا ہے)(۱)

قیامت کی بہت سی نشانیوں کا ظہور ہو چکا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشینگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ ہر دن ان پر ایمان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور ان کی تصدیق کی صورتیں نکلتی آ رہی ہیں' کیونکہ ان کی نبوت کے دلائل اور ان کے صدق کی ایسی نشانیوں کا ظہور ہو رہا ہے جن کی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے اس دین حنیف کی پابندی واجب ہو جاتی ہے۔

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن و أشراط الساعة' باب ذکر الدجال (۱۸/ ۶۳۔۶۵۔ مع شرح النووی)

اور کیونکر ان کے ایمان میں اضافہ نہ ہو جبکہ وہ اپنی آنکھوں سے ان غیبیات کا مشاہدہ کر رہے ہیں جن کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی کہ وہ ٹھیک اسی طرح واقع ہوتی جاتی ہیں جس طرح آپ نے خبر دی تھی؟ یقیناً ان نشانیوں میں سے ہر ایک جو وجود میں آئی ہے وہ اس امت کے نبی ﷺ کا کھلا معجزہ ہے۔ لہٰذا تباہی در تباہی ہے ان منکرین کے لئے جو ان کی رسالت کا انکار کرتے ہیں' اس سے روکتے ہیں اور ان میں شکوک پیدا کرتے ہیں۔

موجودہ دور میں اس بحث کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ بعض معاصر مؤلفین نے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے ان غیبی امور کے ظاہر ہونے کے سلسلے میں شک پیدا کرنا شروع کر دیا ہے جن پر ایمان واجب ہے اور قیامت کی نشانیاں بھی اس زمرے میں شامل ہیں۔ کچھ حضرات تو ایسے ہیں جنہوں نے بعض نشانیوں کا سرے سے انکار کر دیا ہے اور کچھ لوگوں نے باطل قسم کی تاویلات کا شیوہ اپنایا ہے۔

انہیں وجوہات کی بنیاد پر میری خواہش ہوئی کہ میں ایسی بحث مرتب کروں جو قیامت کی چھوٹی اور بڑی نشانیوں پر مشتمل ہو' قرآن کریم اور سنت مطہرہ کے ثابت شدہ دلائل سے مزین ہو اور اس موضوع پر بحث آسان نہ تھی کیونکہ اس سلسلے میں احادیث کی صحت اور مختلف روایتوں کے درمیان توافق کی ضرورت تھی۔

قیامت کی نشانیوں کے متعلق بعض علماء کی تصنیفات موجود ہیں تاہم انہوں نے ثابت شدہ احادیث پر انحصار نہیں کیا ہے بلکہ شاذ و نادر حالات کو چھوڑ کر بیشتر مواقع پر حدیث کی صحت وضعف کا لحاظ کئے بغیر کثرت کے ساتھ روایتوں کا بیان کر دیا ہے۔

اس کی وجہ سے مطالعہ کرنے والا اکثر شش و پنج میں پڑ جاتا ہے اور صحیح و غیر صحیح کے درمیان تمیز نہیں کر پاتا ہے اسی طرح ان کے یہاں احادیث کی ضروری شرح کا اہتمام بھی نہیں پایا جاتا ہے' مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے انہوں

نے ہمارے لئے احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ہمیں بہت ساری جدوجہد سے بچالیا ہے۔

ان میں سے چند کتابیں درج ذیل ہیں:

① "الفتن" للحافظ نعیم بن حماد الخزاعی' المتوفی سنة ۲۲۸ھ، رحمه الله

② "النهاية" أو "الفتن والملاحم" للحافظ ابن کثیر' المتوفی سنة ۷۷٤ھ رحمه الله.

③ "الاشاعة لأشراط الساعة" للشریف محمد بن رسول الحسینی البرزنجی' المتوفی سنة ۱۱۰۳ھ رحمه الله.

④ الاذاعة لما كان و ما یکون بین یدی الساعة ، للشیخ محمد صدیق حسن القنوجی، المتوفی سنة ۱۳۰۷ھ رحمه الله.

⑤ التحاف الجماعة بما جاء فی الفتن والملاحم و أشراط الساعة' للشیخ حمود بن عبدالله التویجری النجدی رحمه الله.

ان کے علاوہ دیگر کتابیں بھی جو قیامت کے نشانیوں کے متعلق گفتگو کرتی ہیں زیر مطالعہ رہی ہیں۔

میں نے اپنے پیش رو مؤلفین سے استفادہ کیا اور اپنے لئے بحث کا ایک طریقہ متعین کیا جس کی میں پابندی کرتا رہا اور وہ یہ ہے کہ صرف وہی نشانی بیان کروں گا جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح طور پر یا دلالت النص کے طور پر بیان فرمایا ہو کہ اس کا تعلق قیامت کی نشانیوں سے ہے۔ اسی طرح میں نے اس بات کی پابندی کی ہے کہ احادیث میں سے انہیں حدیثوں کو بیان کروں گا جو صحیح یا حسن ہوں اور حدیث کی تصحیح یا تضعیف کے سلسلے میں میں نے علماء حدیث کے اقوال سے رہنمائی حاصل کی ہے۔

اور اختصار کے پیش نظر میں نے ہر نشانی کے سلسلے میں تمام صحیح احادیث کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ چند احادیث کا تذکرہ کر دیا ہے جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے یہ علامت قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

نیز ہر نشانی کے بیان میں جو غریب الفاظ آئے ہیں ان کی وضاحت کی ہے اور ان مقامات کا بیان کیا ہے جن کا تذکرہ احادیث میں آیا ہے' اسی طرح ہر علامت کے متعلق علماء کے کلام سے ماخوذ تشریحات کی ہیں یا ان احادیث کے ذریعہ وضاحت کی ہے جن کا تعلق مذکورہ علامت سے ہو' اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جنہوں نے کسی نشانی کا انکار کیا ہے یا حدیث کی دلالت کے برعکس ان کی تاویل کی ہے' اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قیامت کی نشانیوں کا تعلق ان امور غیبیہ سے ہے جن پر ٹھیک اسی طرح ایمان رکھنا واجب ہے جیسا کہ وارد ہوئی ہیں اور ان کا رد کر دینا یا انہیں خیر یا شر یا ظہور خرافات کا رمز قرار دینا جائز نہیں ہے۔ اور چونکہ قیامت کی بہت سی نشانیوں کا بیان اخبار آحاد میں آیا ہے اس لئے میں نے اس بحث کے شروع میں خبر آحاد کی حجیت بیان کرنے کے لئے ایک فصل قائم کی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کی تردید کر دی جائے جو آحاد کی حجت کا انکار کرتے ہیں اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ ان پر عقیدے کی بنیاد نہیں قائم کی جا سکتی ہے۔

مزید برآں یہ بحث ایمان باللہ' ایمان بالآخرت اور صادق و مصدوق ﷺ کی خبروں کی تصدیق کی دعوت ہے۔ جو اپنی خواہشات سے نہیں بولتے بلکہ ان کی تمام باتیں وحی پر مشتمل ہوتی ہیں۔

صلى الله عليه و آله و صحبه و سلم تسليما كثيرا۔

یہ موت کے بعد پیش آنے والے مراحل کے لئے تیاری کی بھی دعوت ہے' کیونکہ قیامت قریب آ چکی ہے اور اس کی بہت سی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں' اور جب قیامت کی بڑی نشانیوں کا ظہور ہوگا تو وہ ایسے ہی یکے بعد دیگرے واقع ہوں گی جیسے لڑی میں پروئے ہوئے دانے ٹوٹ جانے پر پے در پے بکھر جاتے ہیں' اور جب سورج مغرب

سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا' اور اعمال پر مہر لگا دی جائے گی' پھر نہ تو کسی کا ایمان فائدہ دے گا نہ تو توبہ نفع بخش ہوگی' صرف وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو اس سے پہلے ایمان لا چکے یا توبہ کر چکے ہوں گے۔

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ○﴾ (الانعام:۱۵۸)

''جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی' کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔''

اور اس دن عالم یہ ہوگا کہ:

﴿يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ○ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ وَ آثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ○ وَ أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ﴾ (النازعات : ۳۵ ـ ۴۱)

''جس دن کہ انسان اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا' اور (ہر) دیکھنے والے کے سامنے جہنم ظاہر کی جائے گی' تو جس (شخص) نے سرکشی کی (ہوگی) اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی (ہوگی) (اس کا) ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہو' تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

نسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يجعلنا من الآمنين يوم الفزع الأكبر۔ و من يظلهم في ظله يوم لا ظل الا ظله.

(اس کے بعد مؤلف نے بحث کے طور طریقوں اور مشتملات پر روشنی ڈالی ہے جو عام قارئین کے لیے چنداں مفید نہیں ہے اس لئے ہم اسے نظر انداز کر رہے ہیں)

پھر اس کے بعد مؤلف نے اس کام کی تیسیر و تسہیل پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا ہے

اور لکھا ہے کہ:

مجھے اس بات کا دعویٰ نہیں ہے کہ میں نے بحث کے تمام گوشوں کو درجہ کمال تک پہنچا دیا ہے' کیونکہ کمال تو اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے' اور کوتاہی بشر کی طبیعت کا خاصہ ہے' البتہ میں نے اپنی کوشش صرف کی ہے' چنانچہ جو کچھ اس میں درست ہو وہ اللہ عزوجل کی توفیق سے ہے' اور جو اس کے برعکس ہو میں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

وَ هُوَ حَسْبِیْ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل وَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ' وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ' وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَ صَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰی عَبْدِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّد اِمَام الْمُتَّقِیْنَ' وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ مَنِ اهْتَدٰی بهدیه اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مبحث اوّل

یوم آخرت پر ایمان لانے کی اہمیت اور سلوک انسانی پر اس کے اثرات

یوم آخرت پر ایمان لانا ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن اور اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بعد یوم آخرت میں اٹھائے جانے کا فیصلہ ہی وہ فیصلہ ہے جس پر عقیدہ کی بنیاد قائم ہے۔

یوم آخرت میں پیش آنے والی چیزیں اور اس کی علامات پر ایمان رکھنا ایمان بالغیب کا حصہ ہے۔ اس کا ادراک عقل کے ذریعہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی وحی کے نصوص کے علاوہ اس کی معرفت کا کوئی ذریعہ ہے۔

اس یوم عظیم کی اہمیت کے پیش نظر ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کو یوم آخرت پر ایمان لانے سے وابستہ کر رکھا ہے' جیسا کہ اس ذات باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (البقرہ:١٧٧)

''مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی اچھائی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جس کا اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے''۔

اور فرمایا ﴿ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ (الطلاق:۲)

''یہی ہے وہ جس کی نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے چھٹکارے (عذاب سے بچنے) کی شکل نکال دیتا ہے''۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

اور قرآن میں شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ہوگا جس میں یوم آخرت اور اس میں متعین کردہ ثواب وعتاب کے متعلق کوئی بات پیش نہ کی گئی ہو۔

اسلامی تصور کے مطابق حیات کوتاہ ومحدود دنیاوی زندگی کا نام نہیں ہے اور نہ ہی یہ انسان کی مختصر ومحدود عمر کا نام ہے۔

اسلامی تصور کے مطابق تو زندگی بے پایاں ہے اور اس کی مدت قیامت کے دن تک دراز ہے اور اس کا سلسلہ اس جگہ تک پھیلتا ہے جہاں دوسرا گھر ہے، جنت جس کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے، یا دوزخ جو اپنے اندر سالہا سال سے زمین کے سینے پر آباد ہونے والی بہت سی نسلوں کو سمو لینے کی وسعت رکھتی ہے۔ (۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (الحدید:۲۱)

''آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے' یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ

دیکھو: ''الیوم الآخر فی ظلال القرآن'' (ص۴،۳) جمع وترتیب: احمد فائز، طابع خالد حسن الطرابیشی، طبع اول، ۱۳۹۵ھ۔

دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَئْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴾ (ق: ۳۰)

"جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر چکی؟ تو وہ جواب دے گی کیا کچھ اور مزید بھی ہے۔"

خیر کے راستوں پر انسان کے چلانے کا حقیقی محرک دراصل اللہ اور یوم آخرت اور اس میں پوشیدہ ثواب وعتاب پر ایمان ہی ہے ورنہ بشری قوانین میں سے کوئی قانون ایسا نہیں ہے جو انسانی سلوک کے اندر اس طرح راستی واستقامت پیدا کر دے جس طرح یوم آخرت پر ایمان پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے بڑا فرق ہے اور بہت دوری ہے اس شخص کے سلوک میں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور یہ جانتا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اعمال صالحہ آخرت کا توشہ ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ، وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى، وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ (البقرہ: ۱۹۷)

"حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے، تم جو نیکی کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفرخرچ لے لیا کرو سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔"

اور جیسا کہ صحابی جلیل عمیر بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (1)

(۱) عمیر بن الحمام بن الجموح بن زید الانصاریؓ، غزوہ بدر میں شہید ہوئے، یہی وہ صحابی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیش قدمی کرو ایسی جنت کی طرف جس کا طول وعرض زمین و =

رکضا الی الله بغیر زاد　　الا التقی وعمل المعاد

والصبر فی الله علی الجهاد　　کل زاد عرضة النفاد

غیر التقی والبر والرشاد (۱)

تقویٰ آخرت کا عمل اور اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد پر صبر کے توشہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف پیش قدمی نہیں ہوسکتی، تقویٰ نیکی اور رشد کے علاوہ تمام توشے ختم ہوجائیں گے۔

اس شخص کی طرز زندگی میں جس کا یہ حال ہو اور اس شخص کے اسلوب حیات میں جو اللہ، یوم آخرت اور اس میں پنہاں ثواب وعقاب پر ایمان نہیں رکھتا یہی فرق ہے، کیونکہ یوم جزا کی تصدیق کرنے والا جب کارگاہ حیات میں رواں دواں ہوتا ہے تو اس کی نظروں میں آسمان کی میزان ہوتی ہے زمین کی میزان نہیں اور اس کے عمل کا مدار حساب آخرت پر ہوتا ہے حساب دنیا پر نہیں۔ (۲) زندگی میں اس کا سلوک اچھوتا ہوتا ہے اس میں استقامت، تصور کی وسعت، اور ایمان کی قوت پائی جاتی ہے۔ اور اس میں اجر وثواب کی امید

= آسمان جیسا ہے تو یہ صحابی کھجوریں پھینک کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: واہ وا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارے واہ وا کہنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں بھی اہل جنت میں سے ہوجاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے اہل میں سے ہو، تب انہوں نے کہا کہ اگر اپنی ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تب تو لمبی زندگی ہوجائے گی، لہٰذا انہیں پھینک کر شریک جنگ ہوگئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

دیکھو: صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب ثبوت الجنة للشهید، (۱۳/۴۵-۴۶- مع شرح النووی) و" تجرید اسماء الصحابة " (۱/۴۲۲) للامام الذہبی، ط. دار المعرفہ، بیروت، و" فقه السیرة " (ص ۲۴۳-۲۴۴) للشیخ محمد الغزالی، تحقیق الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی، مطبع حسان، ناشر دار الکتب الحدیثہ، طبع سادس، (۱۹۷۶ء)

(۱)(۲) " فقه السیرة " (ص ۲۴۴) للغزالی۔

(۲) " الیوم الآخر فی ظلال القرآن " (ص ۲۰)

مشکلات میں ثبات، اور مصیبتوں پر صبر پایا جاتا ہے کیونکہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہترین اور باقی رہنے والا ہے۔

روی الامام مسلم عن صهيب رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: " عجبا لأمر المومن! ان أمره كله خير، وليس ذاك لأحد الا للمؤمن، ان أصابته سراء، شكر، فكان خيراله، وان أصابته ضراء، صبر، فكان خيرا له.[1]

امام مسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تعجب ہے مومن کی حالت پر یقیناً اس کی ہر حالت میں بھلائی ہے، اور یہ چیزیں مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں، اگر اسے خوشحالی حاصل ہوتی ہے تو شکر بجالاتا ہے؛ بس تو یہ چیز اس کے لئے بھلی ہوتی ہے اور اگر اسے تکلیف کا سامنا ہوتا ہے تو صبر کر لیتا ہے؛ تو یہ چیز اس کے لئے بھلی ہوتی ہے۔

مسلمان کا نفع بشریت تک محدود نہیں رہتا بلکہ حیوانات تک دراز ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مشہور مقولہ ہے کہ اگر عراق میں کوئی خچر گر پڑے تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے متعلق دریافت فرمائے گا کہ اے عمر تو نے اس کے لئے راستہ ہموار کیوں نہیں کیا تھا؟(۲)

یہ شعور ایمان باللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا اثر ہے اور بھاری ذمہ داری اور امانت کی عظمت کے احساس سے پیدا ہوتا ہے جسے کہ انسان نے اٹھا اور لیا تھا جب کہ آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے اسے اٹھانے سے اپنے خوف کا اظہار کیا تھا: یہ شعور

---

(۱) (صحیح مسلم کتاب الزهد ،باب فی احادیث متفرقه (۱۸، ۱۲۵، مع شرح النووی)

(۲) ابونعیم نے اس کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے: "لو ماتت شاة على شط الفرات ضائعة؛ لظننت ان الله سائلي عنها يوم القيامة ". حلية الاولياء وطبقات الاصفياء"(۱/ ۵۳)، طبع دار الكتاب العربي.

اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی اور ان کا حساب ہوگا اور انہیں کی بنیاد پر اسے بدلہ دیا جائے گا اگر اچھا ہے تو اچھا اور برا ہے تو برا۔

﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ○ ﴾ (آل عمران: ۳۰)

''جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا آرزو کرے گا کہ کاش! اس کے اور برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

﴿ وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَّلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا○ ﴾ (الکهف: ٤٩)

''اور نامہ اعمال سامنے رکھ دئے جائیں گے پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس (کی تحریر) سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ (اس میں لکھا ہوا) حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا۔''

اور جو شخص اللہ تعالیٰ، یوم آخرت اور اس میں ہونے والے حساب اور جزاء پر ایمان نہیں رکھتا وہ اپنی دنیاوی زندگی کی حاجات کی تکمیل میں تن من سے مصروف ہو جاتا ہے اور اس کی آسائشوں کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے اور دیوانہ وار ان کے حصول میں لگا رہتا ہے، وہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے واسطے سے لوگوں کا کچھ بھلا نہ ہونے پائے، اس نے دنیا کو اپنی فکر کا مرکز اور علم کی انتہا قرار دے رکھا ہے، اپنی ذاتی منفعت کے پیمانے سے

تمام چیزوں کو ناپتا ہے، اسے دوسروں کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، وہ اپنے ہم جنسوں پر بس اتنی ہی توجہ دیتا ہے جس قدر اس محدود وکوتاہ زندگی میں ان سے اس کا مفاد وابستہ ہوتا ہے، اس کی تگ ودوڑ کا میدان بس زمین اور اس عمر کے حدود ہوتے ہیں، اور یہیں سے اس کے حساب کا دائرہ بدل جاتا ہے اور اس کے پیمانے مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کی انتہا غلط نتائج پر ہوتی ہے، (۱) کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو مستبعد گردانتا ہے۔

﴿ بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يُسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ ۝﴾ (القيامة:٥-٦)

''بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا جائے، پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا۔''

اس تنگ اور محدود جاہلی تصور نے اہل جاہلیت کو خونریزی، لوٹ مار اور راہ زنی پر آمادہ کیا، کیونکہ وہ دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا وغیرہ پر ایمان نہیں رکھتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کی تصویر کشی فرمائی ہے۔

﴿ وَقَالُوْا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝﴾ (الانعام:٢٩)

''اور یہ کہتے ہیں کہ صرف یہی دنیاوی زندگی ہماری زندگی ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔''

اور جیسا کہ اسی قماش کے ایک شخص نے کہا تھا کہ: ''یہ تو رحم ہیں جو خود بخود اگلتے جارہے ہیں اور زمین نگلتی جارہی ہے۔''

صدیاں گزرتی گئیں اور تعجب خیز چیزیں ترقی پذیر ہوتی ہیں، اس سے بھی کہیں بڑھ کر انکار پیدا ہو جاتا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ محسوس ہونے والی مادی چیزوں کے سوا تمام چیزوں کا کلی طور پر انکار کیا جارہا ہے، جیسا کہ الحادیت کی حامل مارکسی اشتراکیت کا حال

(۱) دیکھو: ''الیوم الآخر فی ظلال القرآن'' (ص ۲۰)

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتی، اور حیات کے متعلق یہ کہتی ہے کہ وہ تو صرف مادہ ہے، اور محسوس مادہ کے پیچھے کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کے سردار ملحد مارکس کا خیال تو یہ ہے کہ الٰہ (معبود) کوئی نہیں ہے اور زندگی مادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حیوانات کی طرح ہیں اور اپنی غایت تخلیق اور معنیٔ حیات کے ادارک سے بے بہرہ ہیں، بلکہ ضائع و سرگرداں ہیں اور اگر ان کے یہاں کسی صورت اجتماعیت پائی بھی جاتی ہے تو وہ سطوت قانون کے خوف کے سایہ تلے ہے۔

اور اس طرح کے لوگوں کو آپ زندگی پر سب سے زیادہ حریص پائیں گے کیونکہ وہ بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور یہود وغیرہ کے وصف میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ : ۹٦)

''بلکہ اے نبی! سب سے زیادہ دنیا کی زندگی کا حریص آپ انہیں کو پائیں گے یہ حرص کی زندگی میں مشرکوں سے بھی زیادہ (آگے) ہیں ان میں سے تو ہر شخص ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے گویا یہ عمر دیا جانا بھی انہیں عذابوں سے نہیں چھڑا سکتا اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔''

مشرک تو بعث بعد الموت کی امید نہیں رکھتا اس لئے وہ لمبی زندگی کو محبوب رکھتا ہے، اور یہودی کے پاس جو علم ہے اس کی بنا پر وہ جانتا ہے کہ اس کے کرتوتوں کے سبب آخرت میں اس کے لئے کس قدر رسوائی ہے[1] چنانچہ یہ جنس اور اس کی طرح کے لوگ بدترین لوگ ہیں، آپ دیکھیں گے کہ ان کے درمیان بدترین قسم کی لالچ اور طمع کا دور دورہ ہے، قوموں کو زیر کرنا، انہیں غلام بنا لینا اور حیات دنیوی سے فائدہ حاصل کرنے

---

(۱) دیکھو: ''تفسیر ابن کثیر'' (۱۸۴/۱)، تحقیق عبدالعزیز غنیم اور ان کے دونوں دوست، مطبع ''الشعب'' القاہرہ۔

کے لالچ میں ان کی ثروتوں کو لوٹ لینا ان لوگوں کا شیوہ ہے اور اسی لئے ان کے درمیان اخلاقی گراوٹ اور بہیمانہ سلوک کا ظہور ہے۔

اور جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ جس فوری لذت کے وہ مشتاق ہیں اگر اس کے حصول میں دنیاوی زندگی کے آلام ومصائب آڑے آرہے ہیں، تو انہیں موت کو گلے لگا لینے میں کوئی باک نہیں ہوتا، کیونکہ دوسری زندگی میں باز پرس کا انہیں کوئی اندازہ نہیں رہتا ہے، لہٰذا اس زندگی سے چھٹکارا حاصل کر لینے میں ان کے نزدیک کوئی چیز مانع نہیں ہوتی ہے۔

اس لئے ایمان بالآخرۃ کے معاملے کا اسلام نے بڑا اہتمام کیا ہے اور قرآن پاک میں اس کی تاکید آئی ہے، اور بعث، حساب، اور جزا کا اثبات کیا گیا ہے اور جاہلوں نے جب اسے مستبعد گردانا تو اس کا انکار کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اس بات پر قسم کھالیں کہ وہ یقیناً حق ہے:

﴿ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ يَسِيْر ○﴾ (التغابن: ٧)

''آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ پر یہ بالکل ہی آسان ہے۔''

قیامت کے احوال، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لئے جو ثواب تیار کر رکھا ہے اور گناہگاروں کے لئے جو سزائیں مقرر ہیں ان سب کا تذکرہ فرمایا اور منکرین کی توجہ اس کی حقانیت کے دلائل کی جانب مبذول کرائی تا کہ دلوں سے شکوک کی بیخ کنی ہو جائے اور لوگ اس دن کو اور اس میں رونما ہونے والے خوف کے لمحات کو اپنا نصب العین بنالیں جو رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں تا کہ وہ اپنی اس دنیاوی زندگی میں رسول اکرمﷺ کے لائے ہوئے دین حق کی اتباع کر کے ان کے سلوک کے اندر استقامت پیدا ہو جائے۔

الف- نشأة اولی (پہلی زندگی):

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ



تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ م بَهِيجٍ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِ الْمَوْتَى وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝﴾ (الحج: ٥، ٦، ٧)

”لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے (دوبارہ زندہ کئے جانے) میں شک ہے تو سوچو ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر خون بستہ سے' پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا، یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں' پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں' پھر تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لئے جاتے ہیں اور بعض بے غرض عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے۔ تو دیکھتا ہے کہ زمین (بنجر اور) خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھر تی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔“

جو ذات متعدد اطوار میں انسان کی تخلیق پر قادر رہی ہے وہ دوسری مرتبہ اس کے اعادہ سے عاجز نہیں ہو سکتی ہے، بلکہ عقلی اعتبار سے ابتداء کے مقابلے میں اعادہ آسان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ○﴾ (۷۸،۷۹)

''اور اس نے ہمارے لئے مثال بیان کی اور اپنی (اصل) پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ جواب دیجئے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔''

ب-محسوس ہونے والے کوئی مشاہد جو بعث کے امکان پر دلالت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ○﴾ (الحج: ۵،۶،۷)

''تو دیکھتا ہے کہ زمین (بنجر اور) خشک ہے پھر جب ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے، یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا (زندہ کرتا) ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔''

بارش کے ذریعہ مردہ زمین میں زندگی کی لہر دوڑا دینا اور اس میں نباتات کا ظہور قیام قیامت اور مردوں کو زندگی بخش دینے پر بزرگ و برتر خالق کی قدرت کی دلیل ہے۔

ج-اللہ تعالیٰ کی فائق قدرت جو عظیم ترین اشیاء کی تخلیق میں متجلی ہے:

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ أَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيْمُ ○ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○﴾ (يٰس:٨١–٨٢)

''جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں، بے شک قادر ہے اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا (بینا) ہے۔ وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا اور وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔''

لہٰذا جو آسمان و زمین کی عظمت کے باوجود ان کا خالق ہے تو وہ اس چھوٹے سے انسان کے اعادۂ خلق پر بھی قادر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے۔

﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○﴾ (غافر: ٥٧)

''آسمان و زمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے لیکن (یہ اور بات ہے کہ) اکثر لوگ بے علم ہیں۔''

د- انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی عیاں حکمت جو ہر اس شخص کے لئے ضوءفشاں ہے جو غور و تدبر سے کام لے اور فکر کو تعصب اور ہوائے نفس سے پاک کر لے۔

ذات حکیم انسان کو بے کار نہیں چھوڑ سکتی، نہ اس نے انہیں بے کار یا فضول پیدا فرمایا ہے کہ نہ تو انہیں کسی بات کا حکم دیا جائے' نہ ہی کسی بات سے روکا جائے اور نہ ہی ان کے اعمال کا انہیں بدلہ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○﴾

(المومنون: ١١٥، ١١٦)

''کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے، اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے (وہ فضول چیزوں کے پیدا کرنے سے پاک و بلند ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ هُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ﴾

(الدخان: ۳۸–۳۹)

''ہم نے زمین اور آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا، بلکہ ہم نے انہیں درست تدبیر کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یہ چیز بالکل واضح ہے کہ جو ان مخلوقات کے عجائبات کے گرد نظر گھمائے گا اور ان کے اندر جو نظام اور پائیداری پائی جاتی ہے ان میں غور و تدبر کرے گا تو اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہر چیز ایک اندازے کے مطابق پیدا کی گئی ہے اور ہر چیز کی تخلیق ایک نہایت اور مدت کے تحت ہے اور اس غایت کی تحقیق کی خاطر ہر وہ چیز مہیا کی گئی ہے جو اس کے قیام اور اس کے وجود کی ضامن ہو اگر وہ اسی نہج پر چلتا رہا' جس کا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ارادہ فرمایا ہے۔

اس عظیم کائنات پر غور و فکر کرنے سے جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہمہ گیر علم اور عظیم قدرت کا پتہ چلتا ہے وہیں اس کی بے پایاں حکمت بھی نظر آتی ہے، وہ انسانوں کو اس طرح نہیں چھوڑ دیتا کہ قوی ضعیف پر دست درازی کرتا رہے اور کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہ ہو' اور نہ ان لوگوں کو اس طرح چھوڑ دینے والا ہے جو راہ حق سے منحرف ہو جاتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد جس سزا کے وہ مستحق ہیں انہیں وہ سزا نہ ملے۔ اور نہ ان لوگوں کو یوں ہی نظر انداز کر دینے والا ہے جو اپنے رب کی رضا مندی کی خاطر ہر وقت کوشش میں



لگے رہتے ہیں اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی فضل نہ حاصل ہو اور آخرت کے دن انہیں کوئی انعام نہ ملے جن کے ذریعہ انہیں یہ معلوم ہو کہ انہوں نے متاع دنیا کی جو قربانی دی ہے اور حیات دنیا میں جو مشقتیں اٹھاتی ہیں وہ جنت کے ثواب اور اس کی ان نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ جن کے متعلق تصور کیا جا سکتا ہے۔

اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی کونی سنتوں پر اور اس کی عظیم حکمت اور انسان پر اس کی تکریم وعنایت کے متعلق غور وفکر کریں تو یہ چیز انہیں یوم آخرت پر ایمان لانے پر مجبور کر دے گی اور اس وقت انانیت اپنی مبغوض صورت میں بے لگام نہیں ہوگی اور دنیاوی زندگی پر ضرورت سے بڑھی ہوئی ان کی حرص نہ صرف یہ کہ ختم ہو جائے گی بلکہ نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر تعاون بھی ہونے لگے گا۔



دوسری بحث

روز قیامت کے نام

یوم آخرت کے اہتمام کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ جہاں اس کی علامتوں کا ذکر ہوتا ہے تو وہیں قرآن پاک میں مختلف ناموں کے ساتھ اس کا بھی ذکر آیا ہے[1] ان میں سے ہر نام کی اپنی خاص دلالت ہے، ان ناموں میں سے کچھ نام یہ ہیں:

۱- **الساعة**: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا﴾ (غافر: ۵۹)

''بے شک قیامت کے قائم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔''

۲- **یوم البعث**، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الروم: ۵۶)

''اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ جواب دیں گے کہ تم تو جیسا کہ کتاب اللہ میں ہے یوم قیامت تک ٹھہرے رہے آج کا یہ دن قیامت ہی کا دن ہے لیکن تم تو (اس بات کو) یقین ہی نہیں مانتے تھے۔''

۳- **یوم الدین**۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ (الفاتحہ: ۳)

''بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے۔''

---

(۱) ابن کثیر نے اسماء قیامت کے بیان میں اسی سے زائد ناموں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ دیکھو: ''النهاية/الفتن والملاحم'' (۲۵۶-۲۵۵/۱)، تحقیق دکتور طہ زینی۔

۴- **یوم الحسرة:** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○﴾ (مريم: ٣٩)

''تو انہیں اس رنج وافسوس کے دن کا ڈر سنا دے جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے۔''

۵- **الدار الآخرہ:** فرمایا بزرگ و برتر نے:

﴿ وَاِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ○﴾ (العنكبوت: ٦٤)

''البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے، کاش! یہ جانتے ہوتے۔''

۶- **یوم التناد:** بزرگ و برتر نے فرمایا:

﴿ اِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ○﴾ (غافر: ٣٢)

''میں تمہارے لئے قیامت کے دن سے خوف کھاتا ہوں۔''

۷۔ **دار القرار:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

﴿ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ○﴾ (غافر: ٣٩)

''آخرت ہی قرار کا گھر ہے۔''

۸- **یوم الفصل:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ○﴾ (الصفٰت: ٢١)

''یہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔''

۹- **یوم الجمع:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ○﴾ (الشورىٰ: ٧)

''اور جمع ہونے کے دن سے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں (ان کو) ڈرا دیں (کہ) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا۔''



۱۰- **یوم الحساب:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هَذَا مَا تُوعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ○﴾ (ص: ۵۳)

''یہ ہے وہ جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کے لئے کیا جاتا تھا۔''

۱۱- **یوم الوعید:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذَلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ○﴾(ق: ۲۰)

''اور صور پھونک دیا جائے گا وعدۂ عذاب کا دن یہی ہے۔''

۱۲- **یوم الخلود:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ○﴾(ق: ۳۴)

''تم اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔''

۱۳- **یوم الخروج:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ○﴾(ق: ۴۲)

جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سن لیں گے یہ دن نکلنے کا ہوگا۔

۱۴- **الواقعه:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ○﴾(الواقعه:۱)

جب قیامت قائم ہو جائے گی۔

۱۵- **الحاقّة:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلْحَآقَّةُ○ مَاالْحَاقَّةُ○ وَمَا اَدْرَاكَ مَاالْحَاقَّةُ○﴾(الواقعه: ۱،۲،۳)

ثابت ہونے والی ثابت ہونے والی کیا ہے اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے۔

۱۶- **الطّامّة الکبریٰ:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَإِذَا جَآءِ تِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرَىٰ○﴾(النازعات: ۳۴)

پس جب وہ بڑی آفت (قیامت) آجائے گی۔

۱۷- **الصّاخّة:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ○﴾(عبس: ٣٣)

اس وقت جب کہ کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آجائے گی۔

١٨- **الآزفة**: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَزِفَتِ الآزِفَةُ ○﴾(النجم:٥٧)

قیامت نزدیک آگئی۔

١٩- **القارعة**: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلْقَارِعَةُ ○ مَاالْقَارِعَةُ ○ وَمَا اَدْرٰكَ مَاالْقَارِعَةُ﴾ (١)

(القارعة: ١، ٢، ٣)

''کھڑکھڑا دینے والی، کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی، تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے۔''



(١) دیکھو: ''العقائد الاسلامیہ'' (٢٦١-٢٦٤) مصنف سید سابق۔

تیسرا مبحث

عقائد میں اخبار آحاد کی حجیت

اشراط الساعۃ کے موضوع سے اس بحث کا بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ اکثر نشانیوں کا ذکر احادیث آحاد ہی میں وارد ہوا ہے[1] اور بعض اہل کلام[2] اور اصولیوں[3] کی

---

(۱) خبر ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے،
الف- متواتر: شروع سند سے آخر سند تک جماعت در جماعت راویوں کی اتنی تعداد ہو جن کا عادۃً جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔
ب- آحاد: جو متواتر کے علاوہ ہو۔
دیکھو: ''تقریب النووی'' (۲/۱۷۶- مع تدریب الراوی) و''قواعد التحدیث'' (ص ۱۴۶) للقاسمی، و'' تیسیر مصطلح الحدیث'' (ص ۱۸-۲۱) للدکتور محمود الطحان۔

(۲) جیسے معتزلہ اور ان کے پیروکار متاخرین۔ مثلاً شیخ محمد عبدہ، محمود شلتوت، احمد شلبی، عبدالکریم عثمان، وغیرہ۔
دیکھو: ''الفرق بین الفرق '' (ص ۱۸۰) تحقیق محی الدین عبدالحمید، و''فتح الباری'' (۱۳/۲۳۳)، وکتاب ''قاضی القضاۃ عبدالجبار الھمذانی '' (ص ۸۸-۹۰) للدکتور عبدالکریم عثمان، و'' رسالۃ التوحید '' (ص ۲۰۲) للشیخ محمد عبدہ، تصحیح محمد رشید رضا. اور دیکھو: '' موقف المعتزلہ من السنۃ النبویۃ '' (ص ۹۲-۹۳) لابی لبابۃ حسین، وکتاب '' المسیحیۃ: مقارنۃ الادیان '' (ص ۴۴) للدکتور احمد شلبی. اور دیکھو: '' الفتاوی '' للشیخ محمود شلتوت- میں لکھتے ہیں: (ص ۶۲): '' اور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث آحاد ایقان وعقیدہ کا فائدہ نہیں دیتی ہے اور غیبیات کے باب میں اس پر اعتماد درست نہیں ہے۔ دیکھو ان کی کتاب '' الاسلام عقیدۃ وشریعۃ '' (ص ۵۳). اور دیکھو کتاب '' المسیح فی: القرآن ، التوراۃ، والانجیل '' (ص ۵۳۹) لعبدالکریم الخطیب.

(۳) دیکھو: ''شرح الکوکب المنیر فی اصول الفقہ '' (۲/۳۵۰-۳۵۲) للعلامۃ محمد ابن احمد بن عبدالعزیز الحنبلی، تحقیق دکتور محمد الزحیلی اور دکتور نزیہ حماد۔

رائے یہ ہے کہ خبر آحاد کے ذریعہ سے عقیدہ نہیں ثابت ہوتا بلکہ وہ تو قطعی دلیل ہی کے ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے چاہے وہ قرآن کریم کی کوئی آیت ہو یا رسول اللہ ﷺ سے مروی کوئی حدیث۔

ان تمام لوگوں کا یہ قول مردود ہے اس لئے کہ جب بروایت ثقات حدیث کی حجیت ثابت ہوجائے اور وہ صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچے تو اس پر ایمان لانا واجب اور اس کی تصدیق ضروری ہوجاتی ہے خواہ وہ خبر متواتر ہو یا خبر آحاد اور بلا شبہ وہ علم یقینی کو واجب کر دیتی ہے اور یہی ہمارے سلف صالحین کے علماء کا مذہب ہے اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے جو اس نے مومنین کو دیا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (الاحزاب: ٣٦)

''اور دیکھو کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ٣٢)

''کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، (اے رسول) اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔''

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: صحابہ و تابعین کا بلا کسی نکیر کے خبر واحد پر عمل کرنا واضح طور پر ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا ان کا اتفاق قبولیت کا متقاضی ہے۔[1]

اور ابن ابی العز نے فرمایا: جب خبر واحد کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہوجائے

(۱) ''فتح الباری'' (۱۳/۲۳۴)

خواہ وہ عمل کے ذریعہ ہو خواہ اس کی تصدیق کے ذریعہ تو وہ جمہور امت کے نزدیک علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے' اور وہ متواتر کی دو قسموں میں سے ایک قسم ہے اور سلف امت کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ (۱)

اور ایک آدمی نے امام شافعیؒ سے کسی مسئلے کے متعلق سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں ایسا ایسا فیصلہ دیا ہے اس آدمی نے امام شافعیؒ سے کہا آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا سبحان اللہ! کیا تم مجھے کسی گرجا گھر میں دیکھ رہے ہو؟ کیا مرے اوپر زنار دیکھ رہے ہو میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا ہے اور تم کہتے ہو آپ کیا فرماتے ہیں؟ (۲)

امام شافعیؒ ہی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت بیان کروں اور اس پر عمل نہ کروں تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ سمجھ لو کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔ (۳)

امام صاحب نے نہ تو خبر واحد اور خبر متواتر کے درمیان کوئی تفریق کی اور نہ ہی عقیدے سے متعلق خبروں اور عملی امور سے متعلق خبروں کے درمیان کوئی تفریق کی ہے بلکہ ان تمام کے سلسلے میں مدار' حدیث کی صحت پر ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں جو کچھ بھی عمدہ سند کے ذریعہ نبی ﷺ سے مروی ہو تو ہم اس کا

---

(۱) ''شرح العقیدہ الطحاویۃ'' لعلی بن علی بن ابی العز الحنفی، (ص ۳۹۹-۴۰۰) علماء کی ایک جماعت نے اس کی تحقیق کی ہے اور اس کی احادیث کی تخریج شیخ محمد ناصر الدین الالبانی نے کی ہے، المکتب الاسلامی سے چھپی ہے، چوتھی مرتبہ بیروت سے ۱۳۹۱ھ میں چھپی۔

(۲) ''مختصر الصواعق المرسلة على الجهميه والمعطلة لابن القيم (۳۵۰/۲)''، شیخ محمد بن موصلی نے اختصار کیا ہے، توزیع رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء بالریاض.
اور دیکھو: ''الرسالۃ'' للامام الشافعی، (ص ۴۰۱) تحقیق احمد شاکر، مطبع المختار الاسلامیہ، طبع ثانی ۱۳۹۹ھ،
اور دیکھو: ''شرح الطحاویۃ'' (ص ۳۹۹) لابن ابی العز۔

(۳) ''مختصر الصواعق'' (۳۵۰/۲).

اقرار کریں گے اور اگر ہم نے رسول ﷺ کی لائی ہوئی کسی چیز کو نہیں مانا اور اسے رد کر دیا تو گویا کہ ہم نے اللہ کے حکم کو اس پر رد کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (الحشر: ۷) (۱)

''اور تمہیں جو کچھ رسول دے وہ لے لو اور جس سے وہ روکے تو اس سے رک جاؤ۔''

امام احمد نے خبر کی صحت کے سوا کوئی شرط نہیں لگائی۔

ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں: خبر جب ثابت ہو جائے تو تمام مسلمان اس کی اتباع کے وجوب پر متفق ہیں۔ (۲)

اور ابن قیم ؒ خبر واحد کی حجت کا انکار کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس کے زمرے میں وہ خبریں بھی ہیں جو صحابہؓ ایک دوسرے کو دیا کرتے تھے۔

کیونکہ جب ان میں سے کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتا تو دوسرے صحابہؓ قطعیت کے ساتھ اسے تسلیم کر لیتے تھے، اور ان میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے والے سے یہ نہیں کہا کہ تمہاری خبر خبر واحد ہے۔ اور خبر واحد علم کا فائدہ نہیں دیتی یہاں تک کہ متواتر ہو جائے؟

جب صحابہ کوئی اپنے علاوہ کسی دوسرے صحابی سے صفات کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان کرتا تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیتا اور قطعیت ویقین کے ساتھ اس کا معتقد ہو جاتا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت اور اس کی گفتگو کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے بندوں کو آواز سے پکارے گا اور دور والا بھی اسی طرح سنے گا جس طرح نزدیک والا سنتا ہے اور ہر رات آسمان دنیا کی طرف اس کے

---

(۱) ''اتحاف الجماعۃ'' (۱/ ۴)

(۲) ''مجموع الفتاوی'' (۱۹/ ۸۵) لشیخ الاسلام ابن تیمیہ، عبدالرحمٰن بن قاسم العاصمی النجدی نے جمع کیا ہے پہلی مرتبہ ۱۳۹۸ھ میں الدار العربیہ بیروت سے چھپی تھی۔

نزول اور اس کی ہنسی اور اس کی خوشی کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس بات کا عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں سے ایک انگلی پر آسمان کو روک لے گا اور اس کے لئے قدم کے اثبات کا معتقد ہے۔ جس نے بھی ان احادیث کو اس شخص سے سنا جس نے انہیں رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے یا صحابی سے بیان کیا ہے تو اس نے صادق و عادل سے مجرد ان کے سنتے ہی ان کے مقتضی کے اثبات کا اعتقاد کر لیا اور ان میں شک نہیں کیا۔

یہاں تک کہ انہوں نے احکام کی بعض احادیث میں تو تثبت سے کام لیا پر ان میں سے کسی نے احادیث صفات کی روایت میں ہرگز گواہی طلب نہ کی بلکہ تیز روی کے ساتھ ان کو قبول کر لیا، ان کی تصدیق کی اور ان کے مقتضی کا یقین کیا اور ان کے ذریعہ صفات کا اثبات فرمایا، اور جس شخص کا سنت سے ادنیٰ سا بھی لگاؤ اور اس کی طرف توجہ ہو تو وہ یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اگر اس سلسلے میں معاملہ اس قدر واضح نہ ہوتا تو ہم سو سے زیادہ مقامات کی نشاندہی کر دیتے۔

رسول اللہ ﷺ کی خبروں سے علم کی نفی کرنے والوں نے جس چیز پر اعتماد کیا ہے اس کے ذریعہ انہوں نے صحابہ کا یقینی اجماع اور تابعین اور ائمہ اسلام کا اجماع توڑ ڈالا ہے اور اس کے ذریعہ انہوں نے معتزلہ، جہمیہ، روافض اور خوارج کی موافقت کی ہے جنہوں نے اس حرمت کو چاق کر دیا ہے اور چند ہی اصولیوں اور فقہاء نے ان کی موافقت کی ہے۔ ورنہ ائمہ میں اس کے متعلق کوئی ان کا پیش رو نہیں ملے گا بلکہ ان ائمہ کی تصریحات اس قول کے خلاف ہیں جنہوں نے صریح طور پر یہ کہا ہے کہ خبر واحد علم کا فائدہ دیتی ہے مثلاً: مالکؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ کے اصحاب، داؤدؒ بن علی اور ان کے اصحاب مثل ابو محمد بن حزم وغیرہ۔[1]

خبر واحد کی حجیت کا انکار کرنے والوں کو جو شبہ[2] درپیش ہے وہ یہ ہے کہ خبر آحاد

---

(۱) ''مختصر الصواعق'' (۲/ ۳۶۱-۳۶۲)

(۲) دیکھئے: رسالۃ ''وجوب الاخذ بحدیث الآحاد فی العقیدۃ والرد علی شبہ المخالفین'' (ص۶-۷) للشیخ محمد ناصر الدین البانی، مطبع دار العلم، مصر۔

ظن کا فائدہ دیتی ہے اور وہ لوگ اس سے مراد ظن راجح لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ایک شخص کے اندر خطاء یا غفلت یا نسیان کا جواز پایا جاتا ہے اور احکام کے سلسلے میں بالاتفاق ظن راجح پر عمل واجب ہے تو مسائل اعتقادیہ میں ان کے نزدیک اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اس سلسلے میں وہ لوگ ان بعض آیات سے استدلال کرتے ہیں جو ظن کی پیروی سے روکتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴾ (النجم: ۲۸)

وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بے شک وہم (وگمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ اس آیت اور اس طرح کی دوسری آیات کو ان کا حجت بنانا مردود ہے اس لئے کہ یہاں جو ظن ہے یہ وہ ظن غالب نہیں ہے جو ان لوگوں نے مراد لیا ہے یہ تو محض شک وکذب اور تخمین وانداز ہ ہے چنانچہ ''نہایہ'' اور لسان وغیرہ لغت میں آیا ہے کہ ظن اس شک کو کہتے ہیں جو تمہیں کسی چیز میں پیش آئے پھر تم اس کی تحقیق کرو اور اس کا فیصلہ کرو۔ (۱)

ابن کثیر اس آیت '' وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ '' (انہیں اس کا کوئی علم نہیں ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی ان کے پاس علم صحیح نہیں ہے جو ان کے اقوال کی تصدیق کرے بلکہ وہ تو کذب، بہتان، افتراء پردازی اور بدترین کفر ہے۔

﴿ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴾

وہ تو محض ظن کی پیروی کر رہے ہیں اور حق کے مقابلے میں ظن کسی طرح بے نیاز نہیں کرسکتا۔

---

(۱) دیکھئے: ''النهاية في غريب الحديث والاثر'' (۳/ ۱۶۲-۱۶۳)

یعنی کچھ فائدہ مند نہیں ہے اور نہ ہی وہ کبھی حق کے برابر ہوسکتا ہے اور صحیح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا "**ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث** (۱)"(۲)

"ظن سے بچو اس لئے کہ ظن سب سے جھوٹی بات ہے۔

لہٰذا شک اور جھوٹ وہ ظن ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے اور مشرکین پر اس کا مرثیہ پڑھا ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی کرتا ہے:

﴿ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ○﴾

(الانعام:۱۱٦)

وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

چنانچہ انہیں ظن اور خرص سے موصوف کیا ہے جس کا مطلب مجرد اندازہ اور تخمین ہوتا ہے، جب اندازہ اور تخمین ہی ظن ہے تو پھر احکام میں انہیں دلیل بنانا جائز نہیں ہوگا،(۳) کیونکہ احکام کی بنا شک اور تخمین پر نہیں رکھی جاتی' اور راوی کی غفلت اور نسیان کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ اس شرط کی وجہ سے ناقابل قبول ہے جو خبر واحد کے لئے ضروری قرار دی جاتی ہے کہ ہر راوی ثقہ ہو ضبط کا وصف رکھتا ہو۔ لہٰذا حدیث کی صحت کی صورت میں راوی کی خطا کا وہم باقی نہیں رہ جاتا، ساتھ ہی یہ چیز معتاد ہے کہ ثقہ وہ ہے جو ضبط کا وصف رکھتا ہے' غفلت نہیں برتتا اور نہ ہی جھوٹ بولتا' اس لئے مجرد احتمال کی بنا پر جو عادتاً منفی ہے اس کی خبر کو رد کر دینے کی گنجائش نہیں ہے۔

---

(۱) "صحیح مسلم "کتاب البر والصلة والاداب، باب تحریم الظن والتجسس، (۱۱۸/۱٦- مع شرح النووی)

(۲) "تفسیر ابن کثیر" (۷/ ۴۳۴)

(۳) دیکھو: "العقیدة فی الله" (ص ۴۸-۴۹) لعمر سلیمان الاشقر، طبع دار النفائس بیروت، نشر مکتبۃ الفلاح الکویت، طبع ثانی، ۱۹۷۹ء

خبر واحد کی قبولیت کے دلائل:

عقائد کے سلسلے میں خبرِ واحد پر عدم حجیت کی جو بنیاد تھی جب اس کا مردود ہونا واضح ہو گیا تو اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے واجب العمل ہونے کے بہت سے دلائل ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ (التوبہ: ۱۲۲)

''اور مسلمانوں کو یہ نہیں چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں بلکہ ایسا کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ جب اپنی قوم کے پاس آئیں ان کو ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

یہ آیت مومنین کو اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور طائفہ کا اطلاق ایک اور ایک سے زائد پر ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو بھی طائفہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ (الحجرات:۹)

''اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک دوسری (جماعت) پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی

طرف لوٹ آئے اگر وہ لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

لہٰذا اگر دو آدمی آپس میں اگر قتال کریں یعنی لڑیں تو وہ آیت کے معنی میں داخل ہیں۔ (۱)

جب کوئی آدمی دینی امور کی خبر دیتا ہے تو اس کی خبر پر عمل کیا جاتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی خبر حجت ہے اور تفقہ فی الدین عقائد و احکام سب کو شامل ہے بلکہ تفقہ فی العقیدہ، تفقہ فی الاحکام سے زیادہ اہم ہے۔ (۲)

۲- ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴾ (الحجرات: ٦)

"اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ۔"

اور ایک قرأت میں ہے "فَتَثَبَّتُوا" جو ثبت سے ہے۔ (۳)

اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خبر واحد ثقہ کو قطعی جزم (یقین و اعتماد) کے ساتھ قبول کیا جائے گا اور اس کے متعلق تحقیق و تفتیش نہیں ہے، اس لئے کہ وہ فاسق میں داخل نہیں ہے اور اگر اس کی خبر علم کا فائدہ نہ دیتی تو اللہ تعالیٰ تثبت (تحقیق) کا مطلق حکم دیتا یہاں تک کہ اس کے بارے میں صحیح علم حاصل ہو جاتا۔ (۴)

---

(۱) "صحيح البخاری" كتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق، (۱۳/ ۲۳۱- مع الفتح)

(۲) دیکھو: "العقیدۃ فی اللہ" (ص ۵۱)

(۳) دیکھو: "تفسیر الشوکانی" (۵/ ۶۰)

(۴) "وجوب الاخذ بحديث الآحاد فی العقيدة" (ص ۷) لمحدث الشام محمد ناصر الدین الالبانی۔

۳- ﴿يَـا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذَالِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا٥﴾ (النساء: ۵۹)

''اے ایمان والو فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ (ﷺ) کی اور اپنے میں سے اختیار والوں کی' پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔''

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں ان کی ذات کی طرف رجوع کیا جائے اور ان کی موت کے بعد ان کی سنت کی طرف اور اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ اس لوٹانے کی فرضیت ان کی موت سے ساقط نہیں ہوتی' لہٰذا ان کی متواتر و آحاد خبریں اگر علم و یقین کا فائدہ نہیں دیتیں تو پھر ان کی طرف لوٹانے کی کوئی صورت نہیں رہ جاتی ہے۔[۱]

جہاں تک سنت کے لئے دلائل کا معاملہ ہے تو یہ بہت زیادہ ہیں میں یہاں صرف چند دلائل کا ذکر کر رہا ہوں:

۱- كان النبي صلى الله تعالى عليه و اله وسلم يبعث رسله الى الملوك واحدا بعدواحد ، وكذلك أمراء ه على البلدان، فيرجع الناس اليهم فى جميع الاحكام العملية والاعتقادية، فبعث ابا عبيدة عامر بن الجراح الى اهل نجران،[۲] وبعث معاذ بن جبل الى اهل اليمن[۳] ، وبعث دحية الكلبى بكتاب الى

(۱)'' مختصر الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة''(۳۵۲/۲)للامام ابن القیم۔

(۲) دیکھئے:''صحيح البخاری'' ،کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق،(۲۳۲/۱۳ – مع الفتح)

(۳)دیکھو:''صحيح البخاری''کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة،(۲۶۱/۳ –مع الفتح)

عظیم بصری،[1] وغیرهم من الصحابة رضی الله عنهم.

نبی ﷺ یکے بعد دیگرے اپنے قاصدوں کو بادشاہوں کے پاس بھیجا کرتے تھے، اسی طرح اپنے امراء کو شہروں کی طرف روانہ فرمایا کرتے تھے اور لوگ تمام احکام عملیہ واعتقادیہ کے سلسلے میں انہیں کی جانب رجوع کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کو اہل نجران کی طرف بھیجا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف اور دحیہ کلبی کو خط کے ساتھ عظیم بصری کی جانب روانہ فرمایا نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف مقامات کی طرف روانہ فرمایا۔

۲- وروی البخاری عن عبدالله بن عمر قال: "بینا الناس بقباء فی صلاة الصبح،اذا جاء هم آت، ان رسول الله ﷺ قد انزل علیه اللیلة قرآن، وقد امر ان یستقبل الکعبة ، فاستقبلوها، وکانت وجو ههم الی الشام ،فاستداروا الی الکعبة"[2]

بخاری نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ مسجد قبا میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ان (نمازیوں) سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کے استقبال کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا تم سب اسی کا استقبال کرو اور اس وقت ان کا چہرہ شام کی طرف تھا چنانچہ وہ سب کعبہ کی طرف پھر گئے۔

یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ تو حکم عملی کا معاملہ ہے کیونکہ یہ حکم صحت خبر کے اعتقاد پر مبنی ہے۔

۳- وعن عمرؓ قال: "وکان رجل من الانصار اذا غاب عن رسول

---

(۱) دیکھو: "صحیح البخاری" کتاب اخبار الآحاد ، باب ما کان یبعث النبی ﷺ من الامراء والرسل واحدا بعد واحد (۲٤۱/۱۳ – مع الفتح) رواه البخاری معلقا.

(۲) "صحیح البخاری" کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق،(۲۳۲/۱۳ – مع الفتح)



الله ﷺ وشهدته، اتيته بما يكون من رسول الله ﷺ واذا غبت عن رسول الله ﷺ وشهد ،اتاني بما يكون من رسول الله ﷺ" (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک صاحب تھے جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے غائب ہوتے اور میں وہاں موجود ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جو چیزیں وقوع پذیر ہوتیں تو میں ان کی خبر انہیں دے دیتا اور جب میں غیر حاضر ہوتا اور وہ موجود ہوتے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس کی خبریں مجھ تک پہنچا دیا کرتے تھے۔

یہ صحابہ کے واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی شخص اپنے دینی امور کے سلسلے میں خبر واحد پر اکتفا کرلیا کرتا تھا خواہ وہ امور اعتقادی ہوتے خواہ عملی۔

۴-وعن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: نضر الله امرء اسمع منا حديثا، فحفظه حتى يبلغه ،فرب مبلغ اوعى من سامع" (۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ خوش وخرم رکھے اس شخص کو جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے یاد کیا یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچا دیا کیونکہ بہت

---

(۱) "صحيح البخاري"، كتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء في اجازة خبر الواحد الصدوق، (۲۳۲/۱۳ – مع الفتح)

(۲) "مسند احمد" (۹٦/٦) (ح ٤١٥٧) ، تحقيق وشرح احمد شاكر، وقد رواه الامام احمدباسنادين صحيحين.

اور دیکھو: کتاب" دراسة حديث (نضر الله امراء اسمع مقالتي) رواية و دراية" (ص ۳۳– وما بعدها) للشيخ عبدالمحسن بن محمد العباد، طبع مطابع الرشيد بالمدينة المنورة ، طبع اول ،(۱٤۰۱ھ)

سے ایسے لوگ جنہیں خبر پہنچائی جاتی ہے ان لوگوں کے مقابلے میں اسے زیادہ محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں جنہوں نے اسے (براہ راست) سنا ہوتا ہے۔

یہ بھی صرف احادیث اعمال پر منحصر نہیں ہے بلکہ عام ہے اور احادیث عملیہ اور احکام اعتقادیہ سب کو شامل ہے. اگر اخبار آحاد کے ذریعہ نبی ﷺ سے ثابت شدہ عقائد پر ایمان واجب نہ ہوتا تو نبی ﷺ کا اپنی احادیث کی مطلق تبلیغ کے حکم کا کوئی معنیٰ ہی نہ ہوتا بلکہ رسول ﷺ صاف طور پر یہ فرما دیتے کہ یہ حکم صرف احادیث عملیہ کا ہے دیگر احادیث کا نہیں ہے۔

ہاں تو یہ کہنا کہ احادیث آحاد کے ذریعہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا' یہ ایک نئی بات اور بدعت ہے دین میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی ہے اور نہ ہی کسی سے یہ بات منقول ہے' بلکہ انہیں تو اس کا گمان بھی نہیں گذرا اور اگر کوئی دلیل قطعی اس بات کی موجود ہوتی کہ احادیث آحاد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا، تو صحابہ نے یقیناً اسے جان لیا ہوتا اور اس کی تصریح کی ہوتی' اسی طرح ان کے بعد کے جو سلف صالحین ہیں تو وہ بھی صحابہ کی پیروی میں ایسا کرتے۔

پھر اس بدعتی قول کی بنیاد پر ایسا عقیدہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے نبی ﷺ سے ثابت شدہ سیکڑوں احادیث کا رد لازم آتا ہے۔(۱)

لہٰذا جو لوگ عقیدے کے سلسلے میں خبر واحد سے استدلال کرنے کے قائل نہیں ہیں انہیں بہت سے عقائد کا انکار لازم آتا ہے جو اخبار آحاد ہی کے ذریعہ ثابت ہیں، ان میں سے بعض عقائد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- تمام انبیاء و مرسلین پر ہمارے نبی محمد ﷺ کی افضلیت۔

۲- محشر میں آپ کی شفاعت عظمیٰ۔

۳- امت میں جو حضرات کبائر کے مرتکب ہیں آپ ﷺ کا ان کی شفاعت کرنا۔

۴- قرآن کریم کے علاوہ آپ کے تمام معجزات۔

---

(۱) دیکھئے: رسالۃ "وجوب الاخذ بحدیث الآحاد فی العقیدۃ" (ص ٥-٦) وکتاب العقیدۃ فی اللہ" (ص ٥٣) لعمر الاشقر.

۵- خلق کی ابتداء ملائکہ و جنات اور جنت وجہنم کی وہ صفات جو قرآن کریم میں بیان نہیں ہوئیں۔

۶- قبر میں منکر ونکیر کا سوال۔

۷- قبر میت کو دباتی ہے۔

۸- صراط، حوض کوثر اور دو پلڑوں والی میزان

۹- اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی سعادت وشقاوت اور رزق واجل اسی وقت لکھ دی ہے جب کہ وہ انسان اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔

۱۰- آپ ﷺ کی وہ خصوصیات جنہیں علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الخصائص الکبریٰ میں جمع کیا ہے مثلاً آپ کا زندگی ہی میں جنت میں داخل ہونا، جنتیوں کو دیکھنا اور ان چیزوں کا مشاہدہ فرمانا جو وہاں متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہیں اور آپ کے قرائن جن کا حق کا تابع فرمان ہو جانا۔

۱۱- اس بات کا یقین کہ عشرۂ مبشرہ جنتیوں میں سے ہیں۔

۱۲- اہل کبائر کا جہنم میں ہمیشہ نہ رہنا۔

۱۳- ہر اس حدیث پر ایمان لانا جو قیامت اور حشر ونشر کے سلسلے میں صحیح طور پر بیان ہوئی ہے اور اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی نہیں آیا۔

۱۴- قیامت کی نشانیوں کے مجموعے پر ایمان رکھنا مثلاً مہدی کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال کا نکلنا، آگ کا نکلنا، سورج کا اپنے غروب ہونے کی جگہ سے نکلنا اور دابۃ وغیرہ۔

پھر ان عقائد کے تمام دلائل جن کے متعلق ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ عقائد خبر آحاد کے ذریعہ ثابت ہیں درحقیقت ان کے دلائل خبر آحاد نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ عقائد تو ایسے ہیں جن کے دلائل متواتر احادیث ہیں مگر خبر واحد کی حجیت کا انکار کرنے والوں کی کم علمی نے ان سے ان تمام عقائد کی تردید کرادی جن کے بارے میں صحیح احادیث بیان ہوئی ہیں۔[1]

---

(۱) دیکھو رسالۃ "وجوب الاخذ بحدیث الآحاد فی العقیدۃ" (ص ۳۶ – ۳۹) وکتاب "العقیدۃ فی اللہ" (ص ۵۴ – ۵۵) لعمر الاشقر

چوتھی بحث

نبی ﷺ کا آنے والے غیبی امور کی خبر دینا

نبی ﷺ نے قیامت تک رونما ہونے والے امور کی خبر دی ہے اور یہ خبریں مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے ان غیبی امور سے متعلق ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو (پیشگی) اطلاع دے دی تھی اور اس باب میں احادیث بہت کثرت سے آئی ہیں یہاں تک کہ تواتر معنوی کی حد تک جا پہنچتی ہیں۔(۱)

انہیں میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے روایت کرنے والے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"لقد خطبنا النبی ﷺ خطبة ما ترك فيها شيئا الى قيام الساعة الا ذكره، علمه من علمه،وجهله من جهله، ان كنت لأرى الشيء قد نسيته، فأعرفه كما يعرف الرجل الرجلَ اذا غاب عنه فرآه فعرفه" (۲)

نبی کریم ﷺ نے ہمارے سامنے ایک خطبہ دیا اور اس میں قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر یہ کہ اس کا ذکر فرمایا تو جس نے جانا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا تو اس نے نہ جانا، بعض چیزیں جو میں ایسی دیکھتا ہوں کہ

(۱) "الشفا بتعريف حقوق المصطفى" (۱/ ٦٥٠) للقاضي عياض، تحقيق محمد امين قره علی وزملائه، طبع الوكالة العامة للنشر والتوزيع، موسسة علوم القران، مكتبة الفارابی، دمشق.

(۲) "صحيح البخاری"، كتاب القدر، باب وكان امر الله قدرا مقدورا، (۱۱/ ٤٩٤ — مع الفتح)، و "صحيح مسلم"، كتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/ مع شرح النووی)

جنہیں فراموش کر چکا ہوتا ہوں پھر اسے اسی طرح پہچان لیتا ہوں جس طرح ایک آدمی کسی آدمی کو پہچانتا ہے اور وہ شخص غائب ہو جاتا ہے پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اخبرنی رسول الله ﷺ بما هو كائن الى أن تقوم الساعة، فما منه شيء إلا قد سألته ،الا أنه لم أسأله: ما يخرج أهل المدينة من المدينة"؟ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے مجھے قیامت تک رونما ہونے والی تمام چیزوں کی خبر دی ہے ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے سوال نہ کیا ہو ہاں یہ بات میں نے نہیں پوچھی کہ اہل مدینہ کو مدینہ سے کون سی چیز نکالے گی۔

اور یہ چیز صرف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ نبی ﷺ نے مجمع عام میں ایک دن خطبہ دیا تھا تاکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گزشتہ اور قیامت تک وجود میں آنے والے امور کے متعلق بتلا دیں۔

چنانچہ ابوزید عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"صلينا رسول الله ﷺ الفجر، وصعد المنبر، فخطبنا حتى حضرت الظهر، فنزل ،فصلى، ثم صعد المنبر، فخطبنا حتى حضرت العصر ثم نزل، فصلى، ثم صعد، فخطبنا حتى غربت الشمس ، فأخبرنا بما كان وبماهو كائن، فأعلمنا أحفظنا". (۲)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ایک دن) فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ گئے پھر ہمیں خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا' پھر آپ منبر سے اترے اور ہمیں نماز پڑھائی، پھر (دوبارہ) آپ منبر پر چڑھے اور عصر کی نماز کا وقت ہونے تک

(۱) "صحيح مسلم"، كتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۱٦ — مع شرح النووى).

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۱٦ — مع شرح النووى)

ہمیں خطاب فرمایا پھر آپ اترے اور نماز ادا کی اس کے بعد آپ ﷺ پھر منبر پر چڑھ گئے اور سورج کے غروب ہونے تک ہم سے خطاب فرمایا، چنانچہ آپؐ نے ہمیں گزشتہ اور آئندہ واقع ہونے والے امور کے متعلق خبر دی ،لہٰذا ہم میں سب سے زیادہ وہی جاننے والا ہے جس نے سب سے زیادہ یاد رکھا۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم میں اپنے اور قیامت کے درمیان واقع ہونے والے ہر فتنے کے متعلق لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور مجھے یہ علم اس وجہ سے نہیں حاصل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے علاوہ دوسروں سے چھپا کر کوئی بات مجھے بتائی ہے، بلکہ ایک مجلس میں آپ فتنوں کے متعلق لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے اور میں اس مجلس میں موجود تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کو شمار کرتے ہوئے فرمایا: ''ان میں سے تین تو ایسے ہیں جو کسی کو نہ چھوڑیں گے اور ان میں سے کچھ موسم گرما کی ہوا کی مانند ہیں، ان میں سے کچھ چھوٹے ہیں اور کچھ بڑے''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے علاوہ وہ پوری جماعت گزر چکی ہے (جس سے آپ نے خطاب فرمایا تھا)۔[1]

یہ احادیث اس بات کے صحیح دلائل ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو قیامت تک رونما ہونے والے ان تمام امور کی خبر دے دی ہے جو اس امت کے ساتھ خاص ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قیامت کی نشانیوں کو غیبی خبروں میں ایک بڑا حصہ نصیب ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ قیامت کی نشانیوں کے متعلق بہت سی احادیث ہیں اور صحابہ میں سے بہت زیادہ نقل کرنے والوں کے سبب مختلف الفاظ میں مروی ہیں۔



(۱) "صحیح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۱٦ – مع شرح النووی).

پانچویں بحث

علم الساعة (قیامت کا علم)

قیامت کا علم ایک ایسا غیب ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا جیسا کہ اس بات پر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی دلالت موجود ہے کیونکہ قیامت کا علم ان امور میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے اور اس کی اطلاع نہ تو کسی مقرب فرشتے کو دی ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔[1] لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی یہ بات نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ اور نبی ﷺ کثرت سے قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے، لہٰذا لوگ آپ سے قیامت کے آنے کے وقت کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے' اس وقت آپ انہیں یہ بتایا کرتے تھے کہ یہ ایسا غیب ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور قرآنی آیات اس چیز کا بیان کرنے کے لئے نازل ہوا کرتی تھیں کہ قیامت کا علم ان امور میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔

انہیں آیات میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۷)

---

(۱) برزنجی نے ''اشاعۃ'' کے اندر کہا ہے کہ نبی ﷺ قیامت کے وقت کو جانتے تھے لیکن اس کی خبر دینے سے منع کیا تھا حالانکہ یہ ان کی ایک فاش غلطی ہے۔
دیکھئے : "الاشاعة لاشراط الساعة" (ص۳)



یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا' وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی' وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہوں' آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ کو یہ حکم دے رہا ہے کہ وہ لوگوں کو بتا دیں کہ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور واضح طور پر اس کے بارے میں اس کے علاوہ زمین و آسمان والوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کب قائم ہوگی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴾ (الاحزاب: ٦٣)

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے اور آپ کو کیا خبر' بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔''

اور جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ، فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ ﴾ (النّٰزعٰت: ٤٢، ٤٣، ٤٤)

''لوگ آپ سے قیامت کے واقع ہونے کا وقت دریافت کرتے ہیں، آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے۔''

چنانچہ علم قیامت کا منتہیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اسی لئے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال فرمایا جیسا کہ طویل حدیث جبرئیل میں ہے تو نبی ﷺ نے جواب



دیا: ”ما المسئول عنها بأعلم من السائل “۔ (۱)

مسئول اس کے متعلق سائل سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔

لہٰذا جبرئیل کو یہ معلوم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی اسی طرح محمد ﷺ بھی اس کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی جب کہ وہ قیامت کے قریب ہی نازل ہوں گے اور وہ خود قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ایک ہیں جیسا کہ عنقریب آنے والا ہے۔

امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"لقيت ليلة اسرى بى ابراهيم وموسى وعيسى"۔

قال: "فتذاكروا امر الساعة، فردوا امرهم الى ابراهيم، فقال: لا علم لى بها. فردوا الامر الى موسى، فقال: لا علم لى بها. فردوا الامر الى عيسى، فقال: اما وجبتها، فلا يعلمها احد الا الله ذلك ،وفيما عهد الى ربى ان الدجال خارج،قال: ومعى قضيبان، فاذا رآنى، ذاب كما يذوب الرصاص، قال: فيهلكه الله" (۲)

---

(۱) "صحيح بخارى" كتاب الايمان ، باب سوال جبريل النبى ﷺ عن الايمان والاسلام والاحسان وعلم الساعة وبيان النبى ﷺ له، (۱۱۳/۱ — مع الفتح)

(۲) "مسند احمد (۱۸۹/۵) (ح۳۵۵٦) تحقيق احمد شاكر، انہوں نے فرمایا: "اس کی سند صحیح ہے"

و "سنن ابن ماجة" (۱۳٦۵/۲) تحقيق محمد فواد عبدالباقى ، بوصیری نے زوائد میں کہا: "یہ سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

و "مستدرك حاكم" (٤۸۸/٤ — ٤۸۹) حاکم نے فرمایا: "یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے" اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے"۔

اور البانی صاحب نے اس کو اپنی کتاب "ضعیف الجامع الصغیر" میں ضعیف کہا ہے۔ (۲۰/۵۔۲۱)(ح۴۷۱۲)

معراج کی رات میں میری ملاقات حضرت ابراہیم وموسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) سے ہوئی، آپ فرماتے ہیں: سب نے آپس میں قیامت کے آنے کا تذکرہ کیا تو اپنے معاملے کو ابراہیم علیہ السلام کے سامنے رکھا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے پھر یہی بات موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھی تو انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھے اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے پھر انہوں نے یہی بات عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھی انہوں نے فرمایا کہ جہاں تک اس کے وقت کی بات ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور میرے رب نے مجھے جو بتایا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلنے والا ہے، اور میرے ہاتھ میں دو لکڑیاں ہونگی پھر جب وہ مجھے دیکھے گا، تو سیسے کی طرح پگھل جائے گا فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ رسولوں میں سے یہ اولوا العزم انبیاء کرام ہیں، انہیں بھی یہ نہیں معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی۔

"روى الامام مسلم عن جابر بن عبدالله، قال: سمعت النبي ﷺ يقول قبل ان يموت بشهر: "تسألوني عن الساعة؟ وانما علمها عند الله، وأقسم بالله ما على الأرض من نفس منفوسة تأتي عليها مئة سنة"۔[1]

امام مسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو؟ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ زمین پر سانس لینے والا کوئی نفس ایسا نہیں ہے کہ اس پر سو سال پورا ہوگا۔

یہ حدیث اس احتمال کی نفی کر دیتی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے سوال کے بعد آپ ﷺ

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب بيان معنى قوله ﷺ "على راس ماة سنة لا يبقى نفس منفوسة"، (۱۶/ ۹۰-۹۱۔ مع شرح النووي).

کو اس کا علم ہو گیا ہو گا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ نبی امی رسولوں کے سردار اور خاتم الرسل ہیں صلوات اللہ علیہ وسلامہ، نبی رحمت، نبی توبہ، جنگوں والے نبی، عاقب (اچھے جانشین) و مقفی (آخری نبی) اور حاشر ہیں جن کے قدموں پر تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا باوجودیکہ انہوں نے وہ بات کہی جو "صحیح" میں حضرت انس و سہل بن سعدؓ کی حدیث سے ثابت ہے "**بعثت انا والساعة کهاتين**"[1] "کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس حال میں بھیجا گیا کہ قیامت ان دونوں کی طرح ہے" اور اپنی شہادت کی اور اس سے متصل انگلی کو ملا دیا، ان تمام کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا کہ جب ان سے وقت قیامت کے متعلق سوال کیا جائے تو اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کی جانب لوٹا دیں چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾. (الاعراف: ١٨٧)[2]

"آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اور جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ نبی ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ قیامت کب قائم ہوگی تو وہ جاہل مطلق ہے کیونکہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اس کی تردید کرتی ہیں۔

---

(۱) "صحیح البخاری" کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ: "بعثت انا والساعة کهاتين" (۱۱/۳۴۷۔ مع الفتح)۔ (۲) "تفسیر ابن کثیر" (۳/۵۲۶)۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں بعض علم کے دعوے دار ہیں جو ڈنکے کی چوٹ پر یہ جھوٹ بولتے ہیں اور تہی دامنی کے باوجود دامن مراد کے بھر جانے کا اظہار کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ قیامت کب قائم ہوگی، اس سے کہا گیا کہ آپ نے تو حدیث جبریل میں یہ فرمایا کہ سائل اس کے متعلق مسئول سے زیادہ نہیں جانتا ہے تو کہنے لگا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اور آپ جانتے ہیں۔

اور یہ بہت بڑی جہالت اور قبیح تحریف ہے حالانکہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھی طرح علم رکھنے کی وجہ سے اس بات سے بہت بلند تھے کہ اس شخص سے جسے آپ اعرابی سمجھتے رہے یہ بات کہیں کہ میں اور آپ قیامت کے بارے میں جانتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کوئی جاہل یہ کہے کہ نبی ﷺ یہ جانتے تھے کہ وہ جبرئیل ہیں جبکہ نبی ﷺ اپنے اس قول میں صادق ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ میرے پاس جس صورت میں آئے میں انہیں پہچان گیا سوائے اس صورت کے۔[1]

اور دوسرے الفاظ میں یوں مروی ہے کہ مجھے اس مرتبہ کے علاوہ ان کے متعلق التباس نہیں ہوا۔ اور دوسرے الفاظ میں اس طرح ہے کہ اعرابی کو میرے پاس واپس لاؤ چنانچہ لوگ گئے اور انہیں تلاش کیا مگر ان کا کوئی نشان نہ ملا۔

نبی ﷺ کو تو ایک مدت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں کچھ عرصے تک ٹھہرا رہا پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا، اور یہ تحریف کرنے والا کہتا ہے کہ نبی ﷺ سوال کے وقت ہی جان گئے تھے کہ وہ حضرت جبرئیل ہیں اور صحابہ کو اس کی خبر ایک مدت گزر جانے کے بعد دی۔[2]

---

(۱) ''مسند احمد'' (۱/۳۱۴۔۳۱۵) (ح ۳۷۴) تحقیق احمد شاکر، فرماتے ہیں: ''اس کی سند صحیح ہے'' اور احمد کے الفاظ یہ ہیں: اس شکل کے علاوہ کسی ایسی شکل میں نہیں آئے جس کو میں نہیں جانتا ہوں۔

(۲) "صحیح مسلم "کتاب الایمان، امارات الساعة، (۱/۱۵۹۔مع شرح النووی)

ابن حجر فرماتے ہیں: اور بطریق فروہ نسائی کی روایت کے آخر میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے: اور وہ جبریل تھے جو دحیہ کلبی کی شکل میں آئے تھے، تو ان کا قول ''نزل فی صورة دحیه کلبی ''وہم=



پھر حدیث میں آپ کا یہ فرمانا کہ مسئول اس کے متعلق سائل سے زیادہ نہیں جانتا ہے ہر سائل و مسئول کے سلسلے میں عام ہے، لہٰذا اس (قیامت) کے متعلق ہر سائل و مسئول کا معاملہ اسی طرح ہے۔ (۱)

نیز جب سائل اس کے متعلق جانتا تھا تو اس کی نشانیوں کو ذکر کرنے اور سائل کو اس کے متعلق بتانے کا کوئی مطلب نہیں ہوتا خاص طور سے اس لئے بھی کہ سائل نے اس کی نشانیوں کے متعلق سوال نہیں کیا تھا۔

اس سے زیادہ تعجب خیز بات وہ ہے جس کے بارے میں امام سیوطی نے ''الحاوی'' میں کلام کیا ہے جو انہوں نے لوگوں کی زبان زد حدیث: ''نبیؐ اپنی قبر میں ہزار سال تک نہیں رکیں گے، کے متعلق سوال کا جواب دینے کے بعد ذکر فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں:

میرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور بیان کیا کہ انہوں نے اس کے متعلق ایک کتاب'' **الکشف عن مجاوزة هذه الامة الالف** '' کے نام سے تالیف کی ہے اور اس میں فرمایا کہ۔

اول یہ آثار جس بات پر دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس امت کی مدت ہزار سال سے زائد ہے اور یہ زیادتی پانچ سو سال تک نہیں پہنچے گی کیونکہ مختلف طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ اس دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اور نبی ﷺ کو چھٹے ہزار سال کے اواخر میں مبعوث کیا گیا۔ (۲)

= ہے اس لئے کہ دحیہ تو ان لوگوں میں معروف و مشہور تھے، اور عمر نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ان کو نہیں جانتا تھا، اور محمد بن نصر المروزی نے '' الایمان'' میں اسی طریق سے تخریج کی ہے جس سے نسائی نے تخریج کی ہے اور اس کے آخر میں بس اتنا ہی کہا ہے: تو وہ جبریل تھے جو تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے، لہٰذا یہی روایت باقی روایات کے موافق ہونے کی وجہ سے محفوظ ہے۔ ''فتح الباری'' (۱/۱۲۵)۔

(۱) ''المنار المنیف'' (ص ۸۱-۸۲) تحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، وانظر تعليق الشيخ علی كلام ابن القيم، وانظر: "مجموع الفتاوى" لابن تيميه، (۴/۳۴۱-۳۴۲)

(۲) "الحاوی للفتاوی" (۲/ ۸٦)، للسيوطی، طبع ثانی، (۱۳۹۵ھ) دار الكتب العلميه، بيروت۔

پھر چند حسابات کا ذکر کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ڈیڑھ ہزار سال تک اس مدت کا ہونا قطعی ممکن نہیں، پھر ان احادیث وآثار کا ذکر کیا ہے جن پر اس مسئلے کے متعلق انہوں نے اعتماد کیا ہے۔

انہیں میں سے وہ روایت ہے جسے طبرانی نے ''الکبیر'' میں ضحاک بن زمل الجھنی سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے ایک خواب دیکھا اور اسے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا، پھر پوری حدیث ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ اے اللہ کے رسول اچانک میں آپ کے متعلق کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک منبر پر ہیں جس کے سات زینے ہیں اور آپ سب سے اوپر والے زینے پر ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ وہ منبر جسے تو نے دیکھا کہ اس میں سات درجات ہیں اور میں اس کے سب سے بلند درجے پر ہوں تو دنیا سات ہزار سال ہے اور میں اس کی آخری ہزار سال میں ہوں۔ (۱)

انہوں نے بیان کیا کہ اس کی تخریج بیہقی نے ''الدلائل'' میں کی ہے اور سہیلی نے ذکر کیا کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے (۲) مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سندوں کے ساتھ اسے موقوفا روایت کیا گیا ہے اور طبری نے اس اصل کی تصحیح کی ہے اور آثار کے ذریعہ اسے تقویت پہنچائی ہے۔ (۳)

پھر سیوطی نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کے اس قول: ''میں آخری ہزار سال میں ہوں گا'' کا مطلب یہ ہے کہ بیشتر ملت ساتویں ہزار سال میں ہوگی تاکہ آنے والی اس روایت کے مطابق ہوجائے کہ انہیں چھٹے ہزار سال کے اواخر میں مبعوث کیا گیا، اور اگر انہیں ساتویں ہزار سال کے شروع میں مبعوث کیا گیا ہوتا تو قیامت کی بڑی نشانیاں جیسے دجال، عیسی علیہ السلام کا نزول اور مغرب سے طلوع شمس آج سے سو سال پہلے ہی وجود میں

---

(۱) "الحاوی للفتاوی" (۸۸/۲)

(۲) حدیث: الدنیا سبعة آلاف سنة، وانا فی آخرها الفا" قال الالبانی: "موضوع"، وانظر: "ضعیف الجامع الصغیر" (۱۶۰/۳) (ح ۳۰۱۳)

(۳) دیکھو "تاریخ الامم والملوك" لابی جعفر الطبری، (۱۰/۱-۵) طبع دارالفکر، بیروت.



آ چکی ہوتیں، تا کہ اس ہزار کے پورا ہوتے ہی قیامت قائم ہوجاتی حالانکہ ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی گئی چنانچہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ساتویں ہزار سال میں تین سو سال سے زیادہ باقی ہے۔(۱)

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہی ہے اور یہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی اس صراحت کے خلاف ہے کہ دنیا کی مدت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کیونکہ اگر ہم دنیا کی مدت کے متعلق جان جائیں تو ہمیں یہ معلوم ہوجائے گا کہ قیامت کب قائم ہوگی جب کہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے ذریعہ آپ کو یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ قیامت کے آنے کے وقت کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔

نیز حقیقت حال بھی اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ ہم پندرہویں صدی کی ابتداء میں ہیں اور ابھی تک نہ تو دجال کا خروج ہوا ہے نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کیونکہ سیوطیؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ دجال کا خروج صدی کی ابتداء میں وارد ہوا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوکر اسے قتل کردیں گے پھر زمین پر چالیس سال تک رہیں گے، اور لوگ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے ایک سو بیس سال تک رہیں گے اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کی مدت ہے، اس طرح دو صدیاں تو یقینی ہیں(۲) لہٰذا ان کے کلام کی بنیاد پر دجال اگر ابھی نکل آئے تو دو سو سال کی مدت ضروری قرار پاتی ہے چنانچہ قیامت ایک ہزار چھ سو سال بعد قائم ہوگی۔

اس بحث سے ہر اس حدیث کا بطلان واضح ہوجاتا ہے جو مدت دنیا کی تحدید کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے۔

امام ابن القیمؒ نے اپنی کتاب ''**المنار المنیف**'' میں ایسے امور کلیہ کا تذکرہ فرمایا ہے جن کے ذریعہ حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہوجاتا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں ان میں سے ایک ضابطہ یہ ہے کہ حدیث قرآنی صراحت کے مخالف ہو جیسے مقدار دنیا کی حدیث اور یہ کہ اس کی مدت سات ہزار سال ہے، اور ہم اس وقت ساتویں ہزار سال میں

(۱) "الحاوی" (۸۸/۲) (۲)'' الحاوی: (۸۷/۲)

ہیں، یہ بالکل واضح جھوٹ ہے اس لئے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہم میں سے ہر شخص کو یہ بات معلوم ہوتی کہ ہمارے موجودہ زمانے سے قیامت کے لئے دوسو اکیاون سال باقی رہ گئے ہیں۔ (۱)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کا زمانہ ہے اور انہوں نے یہ بات اس وقت کہی تھی، جب کہ آج ان کے کلام پر چھ سو باون سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور ابھی تک دنیا ختم نہیں ہوئی ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں اہل کتاب اور اسرائیلیوں کی کتابوں میں جو گزرے ہوئے سالوں کی ہزاریوں اور صدیوں کے ذریعہ تحدید پائی جاتی ہے بہت سے علماء نے انہیں اس سلسلے میں واضح طور پر غلطی اور خطا ٹھہرایا ہے اور وہ اسی کے لائق اور اسی کے مستحق ہیں، اور ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ دنیا آخرت کے جمعوں میں سے ایک جمعہ ہے، اس حدیث کی سند بھی صحیح نہیں ہے، اسی طرح ہر وہ حدیث جو یوم قیامت کے وقت کی معین طور پر تحدید کے سلسلے میں آئی ہے اس کی اسناد بھی ثابت نہیں ہے۔ (۲)

جس طرح کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی اسی طرح کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ قیامت کی نشانیاں کب ظاہر ہوں گی اور جو روایات میں آیا ہے کہ فلاں سال میں ایسا ہوگا اور فلاں سال میں ایسا تو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کے زمانے میں تاریخ وضع نہیں ہوئی تھی، اسے تو عمر بن خطابؓ نے اپنے اجتہاد سے وضع کیا تھا اور انہوں نے اس کی ابتدا نبی ﷺ کی ہجرت مدینہ سے رکھی تھی۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے جن فتنوں اور حادثات کے بارے میں خبر دی

---

(۱) ''المنار المنیف'' (ص۸۰) تحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدة، اور دیکھئے: ''مجموع الفتاوی'' (۳۴۲/۴) لشیخ الاسلام ابن تیمیه۔

(۲) ''النهاية/ الفتن والملاحم'' (۱۵/۱) تحقیق دکتور طه زینی۔



ہے کہ وہ واقع ہوں گے اور اس میں زمانے کی قید پائی جاتی ہے فلاں سن میں تو یہ خبر صحیح سند کی محتاج ہے جس سے عذر ختم ہو سکے، قیامت کے وقت کے متعلق تو کوئی نہیں جانتا کہ یہ کس سال اور کس مہینے میں ہے، جہاں تک یہ بات ہے کہ وہ جمعہ کے دن اس کی آخری گھڑی میں آئے گی، اور یہ وہی ساعت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تھا تو اس میں بھی بات یہ ہے کہ وہ کون سا جمعہ ہے اس دن کی تعیین کا علم اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا کسی کو نہیں اسی طرح زمانے کی تعیین کے ساتھ قیامت کی نشانیوں کا ظہور نا معلوم ہے، واللہ اعلم"۔ (۱)



(۱) "التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ" (ص۲۲۸) لشمس الدین ابی عبداللّٰہ محمد بن احمد القرطبی، نشر المکتبۃ السلفیہ، المدینۃ المنورۃ،

چھٹی بحث

قیام قیامت کا قرب

قرآن کریم کی آیات اور صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قیامت قریب اور نزدیک ہے کیونکہ قیامت کی اکثر نشانیوں کا ظہور اس کے قرب کی دلیل ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ہم دنیا کے آخری ایام میں زندگی گزار رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴾(الاحزاب: ٦٣)

''آپ کو کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔''

اور فرمایا: ﴿ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ○ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ○ ﴾(المعارج: ٦، ٧)

بے شک یہ اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں، اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔

اور فرمایا بزرگ و برتر نے:

﴿ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ ○ ﴾(القمر: ١)

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عالم دنیوی کی انتہا قریب ہے اور دوسرے گھر کی جانب جلد ہی منتقل ہونا ہے جس میں ہر عامل اپنے عمل کو سامنے پائے گا، اگر بہتر تو بہتر اور بدتر تو بدتر۔

قال صلى الله عليه وسلم "بعثت أنا والساعة كهاتين" ويشير بأصبعيه فيمدهما۔ (1)

---

(1) ''صحيح بخاری" كتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ: "بعثت انا والساعة كهاتين'' عن سهلؓ (۱۱/۳۴۷۔ مع الفتح)

نبی ﷺ فرماتے ہیں: مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے اور اپنی دونوں انگلیوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے انہیں پھیلا دیتے تھے۔

وقال ﷺ: " بعثت في نسم الساعة ".(۱)

مجھے قیامت کی آمد کے قریب بھیجا گیا ہے

قال عليه الصلاة والسلام: " انما أجلكم. في أجل من خلا من الأمم. ما بين صلاة العصر ومغرب الشمس " (۲)

نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

تمہاری عمر گزشتہ امتوں کے عمروں کے درمیان اتنی ہی رہ گئی ہے جتنا فاصلہ نماز عصر اور غروب آفتاب کے درمیان ہوتا ہے۔

وعن ابن عمر رضي الله عنهما ،قال: كنا جلوسا عند النبي ﷺ، والشمس على قعيقعان (۳) بعد العصر، فقال، " ما أعماركم في

---

(۱) البانی نے کہا: رواه الدولابي في "الكنى" (۲۳/۱) وابن منده في "المعرفة" (۲/۲۳۴/۲) عن ابی حازم عن ابی جبیرۃ مرفوعا. وہذا اسناد صحیح، اس کے سارے رجال ثقہ ہیں، اور ابی جبیرہ کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ انہیں صحبت حاصل رہی ہے، "سلسلة الاحاديث الصحيحة " (۴۶۷/۲) (ح ۸۰۸) وانظر: "تهذيب التهذيب " (۵۲/۱۲۔۵۳/الکنی) مطبع: دائرۃ المعارف فی الہند، طبع اول (۱۳۲۷ھ) و" تقریب التہذیب" (۴۰۵/۲) تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف، طبع دار المعرفۃ، طبع ثانی (۱۳۹۵ھ)

(۲) "صحيح البخاري" كتاب احاديث الانبياء، باب ماذكر عن بني اسرائيل، (۴۹۵/۶۔ مع الفتح)

(۳) "(قعیقعان) پہلے قاف کے ضمہ اور دوسرے قاف کے کسرہ کے ساتھ، تصغیر کے صیغہ کے ساتھ، جنوب مکہ میں تقریبا بارہ میل کی دوری پر ایک پہاڑ ہے، اور اس کا نام قعیقعان ہے، اس لئے کہ بنی جرہم نے جب مکہ پر حملہ کیا تھا تو وہاں ہتھیاروں کی جھنکار سے وادی گونج اٹھی تھی، اور یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ نبی کا یہ کلام حجۃ الوداع یا فتح مکہ کے وقت کا ہے، اور ابن عمران دونوں موقعوں پر صحابہ کے ساتھ حاضر تھے، وانظر: "النهاية" لابن الاثير، (۸۸/۴) و" شرح مسند احمد" (۱۷۶/۸) لاحمد شاکر۔

أعمار من مضى الا كما بقي من النهار فيما مضى منه". [1]

ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور اس وقت سورج عصر کے بعد قعیقعان پر تھا، آپ نے فرمایا کہ تمہاری عمر گزشتہ لوگوں کی عمروں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے یہ دن باقی رہ گیا ہے اور جو اس میں سے گزر چکا ہے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو باقی رہ گیا ہے وہ گزشتہ کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے مگر جو کچھ گزر چکا ہے اس کی مقدار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم ہے اور اس کے متعلق کوئی تحدید ایسی وارد نہیں ہوئی ہے کہ اس کی سند نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہو کہ اسی کو مان لیا جائے اور گزشتہ کی نسبت بقیہ کے بارے میں معلوم ہو سکے؟ ہاں البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ کے مقابلے میں کم ہے۔ [2]

قریب قیامت کے متعلق نبی ﷺ کے اس قول سے زیادہ بلیغ کوئی نص نہیں ہے کہ: مجھے اور قیامت کو یوں اکٹھا بھیجا گیا کہ قریب تھا کہ وہ مجھ پر سبقت لے جاتی۔ [3]

یہ اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ نبی ﷺ کی بعثت سے اس کی قربت شدید ہے یہاں تک کہ اس کے شدت قرب کے سبب آپ کو اس کے سبقت لے جانے کا خوف ہو گیا۔



---

(۱) "مسند احمد" (۸/۱۷۶) (ح ۵۹۶۶) شرح احمد شاکر، اور فرمایا: اس کی سند صحیح ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: "یہ سند صحیح ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ "النهاية/ الفتن والملاحم" (۱/۱۹۴) ابن حجر فرماتے ہیں: "حسن" "فتح الباری" (۱۱/۳۵۰)۔

(۲) "النهاية/الفتن والملاحم" (۱/۱۹۵)، تحقیق دکتور طہ زینی۔

(۳) "مسند احمد" (۵/۳۴۸۔ بهامشه منتخب الكنز)، و"تاريخ الامم والملوك" (۱/۸) للطبرانی۔

ابن حجر فرماتے ہیں: "اخرجه احمد، والطبري، وسنده حسن"، "فتح الباری" (۱۱/۳۴۸)

پہلا باب

قیامت کی نشانیاں

فصل اول: **اشراط الساعة** (قیامت کی نشانیوں کی تعریف)

فصل دوم: اشراط الساعۃ (علامات قیامت) کی قسمیں

فصل سوم: قیامت کی چھوٹی نشانیاں۔

فصل اوّل

اشراط الساعة (قیامت کی نشانیوں کی تعریف)

اَلشَّرَطُ حرکتوں کے ساتھ: علامت کو کہتے ہیں اس کی جمع اشراط ہے اور کسی چیز کے اشراط اس کے اوائل کو کہا جاتا ہے، اسی سے شرط السلطان ہے، اور یہ سلطان کے وہ منتخب ساتھی ہیں جنہیں وہ پورے لشکر پر مقدم رکھتا ہے اور اسی سے شرط رکھنا ہے جو لوگ ایک دوسرے پر باندھتے ہیں، چنانچہ شرط مشروط پر ایک علامت ہوتی ہے۔[1]

ساعة کا معنی لغت میں:

یہ رات اور دن کے اجزاء میں سے ایک جز ہے اس کی جمع ساعات اور ساع ہے اور دن ورات ملا کر چوبیس ساعتیں ہوتی ہیں۔

شرعی اصطلاح میں ساعة کا معنیٰ:

شرعی اصطلاح میں ساعۃ سے مراد وہ وقت ہے جس میں قیامت قائم ہوگی اور اسے اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس میں تیزی سے حساب ہوگا یا اس لئے کہ وہ ایک گھڑی میں اچانک لوگوں پر چھا جائے گی چنانچہ ساری خلقت ایک ہی چیخ میں موت سے ہمکنار ہو جائے گی۔[2]

اشراط الساعة: یہ قیامت کی وہ علامات ہیں جو اس سے پیش تر ظاہر ہونگی اور یہ اس کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور کہا گیا کہ یہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے

(۱) انظر: " النهاية فی غريب الحديث والاثر " (۴۶۰/۲)، و" لسان العرب " (۳۲۹/۷۔۳۳۰) لابی الفضل ابن منظور، طبع دار الفکر ودار صادر، بیروت.

(۲) انظر: "النهاية فی غريب الحديث" (۴۲۲/۲) و"لسان العرب " (۱۶۹/۸)، وترتيب القاموس المحيط " (۶۴۷/۲)، للاستاذ الطاهر احمد الزواوی، دار الکتب العلمية، (۱۳۹۹ھ)۔

اس کے وہ چھوٹے چھوٹے امور ہیں جنہیں لوگ منکر سمجھیں گے اور کہا گیا کہ یہ اس کے وہ اسباب ہیں جو اس کے اصل قیام اور شباب سے کمتر ہیں۔ (۱)

ساعة کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے۔

الف: ساعت صغریٰ: اس سے مراد انسان کی موت ہے لہٰذا جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی کیونکہ وہ عالم آخرت میں داخل ہو چکا ہے۔

ب: ساعت وسطیٰ: اس سے مراد ایک صدی والوں کی موت ہے اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عائشہؓ نے بیان کی ہے:

عن عائشة ؓ قالت: كان الأعراب اذا قدموا على رسول الله ﷺ، سألوه عن الساعة: متى الساعة؟ فنظر الى أحدث انسان منهم فقال: "ان يعش هذا لم يدركه الهرم، قامت عليكم ساعتكم" (۲)؛ أى موتكم وان المراد ساعة المخاطبين۔ (۳)

وہ فرماتی ہیں کہ جب اعراب (دیہاتی لوگ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہوا کرتے تو وہ آپ سے قیامت کے متعلق دریافت کرتے کہ قیامت کب ہوگی؟ اس موقع پر نبی ﷺ ان میں سب سے نوعمر کی طرف دیکھ کر فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو اس پر بڑھاپا طاری ہونے سے پہلے تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی" یعنی موت آجائے گی اور مراد مخاطب لوگوں کی قیامت ہوتی تھی۔

ج: ساعة کبریٰ: اس سے مراد حساب و جزاء کے لئے لوگوں کا قبروں سے اٹھایا جانا ہے۔ جب قرآن میں ساعت (قیامت کا لفظ) مطلق طور پر بیان ہوتا ہے تو اس سے مراد ساعۃ کبریٰ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) دیکھئے: "النهاية في غريب الحديث، (۴۶۰/۲)، و"لسان العرب" (۳۲۹/۷-۳۳۰).
(۲) "صحيح البخاري" كتاب الرقاق، باب سكرات الموت، (۳۶۱/۱۱- مع الفتح)، و"صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، باب قرب الساعة، (۹۰/۱۸- مع شرح النووي).
(۳) "فتح الباری" (۳۶۳/۱۱)

﴿ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ﴾(الاحزاب:٦٣)

لوگ آپ سے ساعۃ (یعنی قیامت) کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

اور فرمایا:

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾(القمر:١)

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔(یعنی قیامت قریب آ چکی ہے)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صغریٰ و کبریٰ دونوں قیامتوں کا ذکر فرمایا ہے اور ایک ہی سورۃ میں دونوں قیامتوں کا ذکر بھی ملتا ہے جیسا کہ سورہ واقعہ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کے شروع میں قیامت کبریٰ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ٥ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ٥ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا٥ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ٥ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا٥ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً٥﴾(الواقعہ: ١۔٧)

جب قیامت قائم ہوجائے گی جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹی نہیں وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلادی جائیگی، اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کردئے جائیں گے پھر وہ مثل پراگندہ غبار کے ہوجائیں گے اور تم تین جماعتوں میں ہوجاؤ گے۔

پھر اس کے آخر میں قیامت صغریٰ کا ذکر فرمایا ہے ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَلَوْ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ٥ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ٥ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ٥﴾ (الواقعہ: ٨٣،٨٤،٨٥)

پس جب کہ روح نرخرے تک پہونچ جائے اور تم اس وقت تک رہے ہو ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔

سورہ قیامہ میں بھی دونوں قیامتوں کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد ہے:

﴿ لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ٥﴾ (القیامۃ:١)

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔(یہاں قیامت کبریٰ مراد ہے)۔

پھر موت کا تذکرہ فرمایا ارشاد ہوتا ہے:

﴿ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ ﴾ (القيامة:٢٦)

نہیں نہیں جب روح ہنسلی تک پہنچے گی۔ (اور اس سے مراد قیامت صغریٰ ہے)

اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں بہت سی سورتیں ہیں جن کا تذکرہ کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے، ہمارا مقصد قیامت کبریٰ ہی کی وہ نشانیاں بیان کرنا ہے جن کا کتاب وسنت میں ذکر ہوا ہے۔[1]



(۱) دیکھئے: مجموع الفتاوی" (۲۶۵_۲۶۳/۴) لشیخ الاسلام ابن تیمیه، و"فتح الباری" (۳۶۴/۱۱)، و"تاج العروس من جواهر القاموس" (۳۹۰/۵)

فصل ثانی

اشراط الساعة (علامات قیامت) کی قسمیں

علامات قیامت کی دو قسمیں ہیں:

۱— **اشـراط صـغـریٰ** (چھوٹی علامتیں): یہی وہ نشانیاں ہیں جو قیامت سے پہلے مختلف زمانوں میں رونما ہونگی اور عادی قسم کی ہونگی جیسے علم کا قبض کر لینا، جہالت کا دور دورہ ہونا، شراب نوشی، عمارتوں کے سلسلے میں فخر ومباہات اور اسی طرح کی دیگر علامتیں اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بعض علامتیں بڑی نشانیوں کے ساتھ ہی ظاہر ہوں یا ان کے بعد ظہور میں آئیں۔

۲— **اشراط کبریٰ** (بڑی علامتیں) یہ وہ بڑے بڑے امور ہیں جو قیامت کے بالکل قریب وقت میں ظاہر ہونگے اور غیر عادی قسم کے ہونگے جیسے دجال کا ظہور، عیسی علیہ السلام کا نزول، یاجوج و ماجوج کا خروج اور سورج کا اپنے مغرب سے نکلنا۔[1]

اور بعض علماء نے ظہور کے اعتبار سے علامات قیامت کو تین قسموں میں منقسم کیا

---

(۱) دیکھئے: "التـذكرة" للقرطبي،(ص ٦٢٤)، و "فتح الباري"(١٣/ ٤٨٥)، وكتاب "اكمـال الـمعلم شرح صحيح مسم"(١/ ٧٠) لابـي عبـدالـله محمدبن خليفة الابي المالكي، طبع دارالكتب العلمية، بيروت،

وانظر: مقدمة كتاب" التصريح بما تواتر في نزول المسيح"(ص٩) للمحدث الشيخ مـحـمـد انـور شاه الكشميري الهندي، ترتيب تلميذه الشيخ محمد شفيع، وتحقيق وتـعـليـق الشيـخ عبـدالـفـتـاح ابـو غـدة، طبع مطبعة الاصلي، حلب، نشر مكتبة المطبوعات الاسلاميه؟ جمعية التعليم الشرعي،(١٣٨٥ھ)

ہے۔(۲)

(۱) ایک قسم جو ظاہر ہوئی اور گزر چکی۔

(۲) جو ظاہر ہوئی اور مستمر ہے اور بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

(۳) جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔

پہلی دونوں قسمیں تو قیامت کی چھوٹی علامات میں داخل ہیں اور تیسری قسم علامات کبریٰ اور بعض علامات صغریٰ کے درمیان مشترک ہے۔



---

(۲) دیکھیے: "فتح الباری" (۸۴-۸۳/۱۳) و "الاشاعة لاشراط الساعة" (ص۳) للبرزنجی، و "لوامع الانوار البهية وسواطع الاسرار الاثرية" (۶۶/۲) للعلامة محمد بن احمد السفارینی الحنبلی، تعلیق الشیخ عبدالله ابا بطین والشیخ سلیمان بن سحمان من علماء نجد، من منشورات الخافقین ومکتبتها، دمشق، طبع ثانی: (۱۴۰۲ھ).

تیسری فصل

قیامت کی علاماتِ صغریٰ

علماء نے قیامت کی جن چھوٹی علامات کا ذکر کیا ہے وہ بہت زیادہ ہیں میں نے یہاں صرف انہی کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں سنت سے یہ ثابت ہے کہ وہ قیامت کی علاماتِ صغریٰ میں سے ہیں اور میرے ناقص علم کے حدود میں جو شریعت سے ثابت نہیں ہیں انہیں ترک کر دیا ہے اور یہ کام میں نے ان احادیث پر نظر دوڑانے اور صحت وضعف کے اعتبار سے ان احادیث پر علماء کے کلام کی معرفت کے بعد کیا ہے البتہ ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی علامت ثابت ہو مگر مجھے اس کے متعلق کسی ثابت شدہ حدیث کی اطلاع نہ ہو۔

میں نے ان نشانیوں کو بلا کسی ترتیب کے بیان کر دیا ہے کیونکہ مجھے کوئی ایسی حدیث یا احادیث نہیں ملیں جو ترتیب پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ میں نے پہلے اس علامت کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا ظہور ہو چکا ہے اور یہ گزر چکی ہے، پھر میں نے باقی علامتوں کے ذکر کرنے میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ ان میں سے جو حوادث مقدم ہونے کے متقاضی تھے انہیں میں نے مقدم کر دیا ہے مثلاً، فتنوں کا ظہور قبض علم پر مقدم ہے، کیونکہ فتنے صحابہ رضوان اللہ علیہم ہی کے زمانے میں ظاہر ہو چکے تھے، اور قتال روم کو فتح قسطنطنیہ پر مقدم کیا ہے کیونکہ حدیث اسی طرح آئی ہے اور فتح قسطنطنیہ کو میں نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہود سے قتال کرنے پر مقدم کیا ہے کیونکہ اس کی فتح ظہور دجال سے قبل ہوگی اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ظہور دجال کے بعد ہوگا' اور بعض علامتوں کا تقاضا یہ تھا کہ انہیں آخر میں ذکر کیا جائے کیونکہ ان کا ظہور علامات کبریٰ کے بعد ہی ہوگا جیسے کعبہ کا حبشیوں کے ہاتھوں مسمار ہونا، اور اس ہوا کا ظاہر ہونا جو مومنین کی روحیں قبض کرے گی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کی بعض نشانیوں کے آثار عہد صحابہ رضی اللہ عنہم ہی میں ظاہر ہو چکے تھے اور یہ بڑھتے ہی چلے گئے۔ پھر کچھ مقامات پر دوسری جگہوں کے مقابلے میں ان کی کثرت رہی اور جب یہ علامتیں مکمل ہو جائیں گی تو اس کے بعد ہی قیامت آجائے گی' مثلاً قبض علم کے مقابل صرف خالص جہالت ہی ہوگی، اور اہل علم کی ایک جماعت کا پایا جانا اس سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ اس وقت اہل جہالت کے درمیان چھپے ہوئے ہوں گے، اسی پر قیامت کی دیگر نشانیوں کو بھی قیاس کر لیجئے۔ (۱)

اور اس بات سے خبردار ہونا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی چیز قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، تو وہ یقینی طور پر ممنوع ہے اور اس سے بچنا چاہئے حالانکہ یہ قاعدہ غیر مسلّم ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے حرام یا مذموم نہیں ہے اس لئے کہ چرواہوں کا عمارتوں میں فخر کرنا، مال کا انتشار و کثرت اور پچاس عورتوں کا ایک نگراں ہونا بلا شک حرام نہیں ہے، یہ تو صرف علامتیں ہیں اور علامت میں اس طرح کی کوئی شرط نہیں پائی جاتی بلکہ ان میں تو خیر وشر، مباح وحرام اور واجب وغیرہ ہر طرح کی علامتیں ہیں۔ واللہ اعلم (۲)

اب ہم قیامت کی علامات صغریٰ کا بیان شروع کر رہے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں۔

۱- نبی ﷺ کی بعثت:

نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ کی بعثت قرب قیامت کی دلیل ہے اور آپ نبی الساعۃ (قیامت کے نبی ہیں)۔

ففی الحدیث عن سهل رضی الله عنه ، قال : قال رسول الله ﷺ "بعثت أنا والساعة كهاتين" ويشير باصبعيه فيمدهما.(۳)

چنانچہ سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) انظر: "فتح الباری" (۱۶/۱۳) اور اس کا مفصل بیان "علم کا قبض اور جہل کے عام ہو جانا" کے باب میں آئے گا۔ (۲) "شرح النووی لمسلم" (۱۵۹/۱۱)

(۳) "صحيح البخاری" كتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ: "بعثت انا والساعة كهاتين" (۳۴۷/۱۱۔ مع الفتح)

فرمایا: مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے، اور اپنی دونوں انگلیوں کے ذریعہ اشارہ فرماتے پھر ان دونوں کو پھیلا دیتے۔

وعن انس ؓ ،قال: قال رسول الله ﷺ "بعثت أنا والساعة كهاتين" قال: وضم السبابة والوسطى۔[1]

اور حضرت انس ؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی کو آپس میں ملا دیا۔

وعن قيس بن ابی حازم عن ابی جبيرة مرفوعا: "بعثت فی نسم[2] الساعة" [3]

اور قیس بن ابی حازم سے روایت ہے وہ ابو جبیرہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ ''مجھے قیامت کی آمد آمد میں بھیجا گیا ہے۔

لہٰذا قیامت کی پہلی نشانی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہے، چنانچہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے' آپ کے بعد تو قیامت ہی آنے والی ہے اور قیامت آپ سے اسی طرح ملی ہوئی ہے جس طرح شہادت اور درمیانی انگلیاں ملی

---

(۱) ''صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، باب قرب الساعة، (۸۹/۱۸۔۹۰۔مع شرح النووی)

(۲) (نسم الساعة) ابن اثیر فرماتے ہیں: اس سے مراد بادنسیم سے وہ ہلکی ہلکی ہوا جو صبح کی ابتدا میں چلتی ہے، مطلب یہ ہوا کہ مجھے علامات قیامت کی ابتداء میں مبعوث کیا گیا ہے جبکہ ان کی رفتار سست ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نسمۃ کی جمع ہے، مطلب یہ ہوا کہ مجھے ایسے ذی روحوں میں بھیجا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرب قیامت سے قبل پیدا فرمایا؛ گویا یہ فرمایا کہ مجھے بنی آدم کی آخری نسل میں بھیجا گیا ہے۔ "النهاية فی غريب الحديث''(۴۹/۵۔۵۰)

(۳) رواه الدولابی فی "الكنى''(۲۳/۱) وابن منده فی "المعرفة"(۲/۲۳۴/۲) البانی کہتے ہیں: ''صحيح''. والحديث رواه الحاکم فی "الكنى" كما فی "الفتح الكبير" ولم يعزه لغيره.

ہوئی ہیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی دوسری انگلی نہیں ہے یا جس قدر ایک دوسرے سے بڑھی ہوئی ہے[1] اور اس پر ترمذی کی روایت دلیل ہے۔

"بعثت انا والساعة كهاتين – واشار ابو داؤد بالسبابة والوسطى. فما فضل احداهما على الاخرى" (٢) و في رواية مسلم: "قال شعبة: وسمعت قتادة يقول في قصصه: كفضل احداهما على الاخرى، فلا ادرى انكره عن انس او قاله قتادة" (٣)

مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے اور ابو داؤد نے سبابہ اور وسطی کی طرف اشارہ فرمایا تو ان میں سے ایک کی زیادتی دوسرے پر کیا؟ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: شعبہ نے کہا میں نے قتادہ کو اپنے بیان میں فرماتے ہوئے سنا کہ جس طرح ان میں سے ایک کی زیادتی (یعنی لمبائی) دوسرے پر ہے میں نہیں جانتا کہ یہ بات انہوں نے انسؓ سے ذکر کی ہے یا اسے قتادہ نے کہا ہے۔

قرطبی فرماتے ہیں: اس کی پہلی علامت نبی ﷺ ہیں کیونکہ وہ نبی آخر الزماں ہیں اور اس طرح انہیں مبعوث کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (٤) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(١) دیکھئے: "صحيح الجامع الصغير" (٨/٣) (ح٢٨٢٩)، و"سلسلة الاحاديث الصحيحة" (٣٦٨/٢) (ح٨٠٨) (١) انظر: "التذكرة" (ص٦٢٥-٦٢٦) و"فتح الباری" (٣٤٩/١١)، و"تحفة الاحوذی شرح الترمذی" (٣٦٠/٦)

(٢) "جامع الترمذی" باب ما جاء فی قول النبی ﷺ: بعثت انا والساعة كهاتين"، (٣٥٩/٦-٣٦٠) وقال: "هذا حديث حسن صحيح"

(٣) "صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، باب: قرب الساعة، (٨٩/١٨- مع شرح النووی)

(٤) "التذكرة فی احوال الموتی وامور الآخرة" (ص٦٢٦).

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ (الاحزاب: ٤٠)

(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے محمد ﷺ کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے۔

۲- نبی ﷺ کی وفات:

من أشراط الساعة موت النبی ﷺ ففی الحدیث عن عوف بن مالک قال، قال رسول الله ﷺ: "اعدد ستا بین یدی الساعة: موتی........." الحدیث۔ (۱)

نبی ﷺ کی وفات قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، چنانچہ حدیث میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روبرو چھ چیزوں کو شمار کرو: میری موت....(الحدیث)

نبی ﷺ کی موت مسلمانوں پر واقع ہونے والی سب سے بڑی مصیبت تھی جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کی نگاہوں میں دُنیا تاریک ہو چکی تھی۔

قال انس بن مالک: "لما کان الیوم الذی دخل فیه رسول الله ﷺ المدینة، أضاء منها کل شئ، فلما کان الیوم الذی مات فیه، أظلم منها کل شئ، وما نفضنا عن رسول الله ﷺ الأیدی، وانا لفی دفنه۔ حتی أنکرنا قلوبنا۔" (۲)

---

(۱) "صحیح البخاری" کتاب الجزیة والموادعة، باب ما یحذر من الغدر، (۶/۲۷۷۔ مع الفتح)

(۲) "جامع الترمذی"، ابواب المناقب، (۱۰/۸۷۔۸۸۔ مع تحفة الاحوذی)، وقال الترمذی: "هذا حدیث صحیح غریب"۔ وقال شعیب الارناؤوط: "اسناده صحیح"۔ وانظر: "شرح السنة" للبغوی، (۱۴/۵۰)، تحقیق شعیب الارناؤوط۔ قال ابن حجر: "قال ابو سعید فیما اخرجه البزار بسند جید: ما نفضنا ایدینا من دفنه حتی انکرنا قلوبنا"۔ "الفتح" (۸/۱۴۹)

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: جس دن رسول اللہ ﷺ مدینے میں داخل ہوئے اس کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن آپ کی وفات ہوئی ہر چیز تاریکی کی لپیٹ میں آگئی، ہم نے رسول اللہ ﷺ کی مٹی بھی ہاتھوں سے نہیں جھاڑی تھی اور ہم ان کے دفن میں لگے ہوئے تھے کہ ہمارے دل بدل گئے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں جو خلوص و محبت اور نرمی پاتے تھے ان کی کیفیت بدل گئی اس لئے کہ آپ کی طرف سے جو تعلیم و تربیت ان کو ملتی تھی وہ ختم ہوگئی۔ (۱)

نبی ﷺ کی موت کی وجہ سے آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا جیسا کہ ام ایمنؓ کے جواب میں پایا جاتا ہے جو انہوں نے اس وقت دیا تھا جب ابو بکر اور عمرؓ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان سے ملاقات کی تھی، چنانچہ جب وہ دونوں ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، ان دونوں نے ان سے کہا: آپ کیوں روتی ہیں؟ اللہ کے پاس اپنے رسول کے لئے جو کچھ ہے وہ بہت عمدہ ہے'' تو انہوں نے فرمایا'' میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں کہ مجھے یہ بات نہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے رسول کے لئے جو کچھ ہے وہ بہت عمدہ ہے بلکہ میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے اور اس بات پر ان دونوں کے آنسو بھی امڈ آئے اور ان کے ساتھ وہ دونوں بھی رونے لگے۔ (۲)

نبی ﷺ کی وفات بھی اسی طرح ہوگئی جس طرح لوگوں کی وفات ہوتی رہتی ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کے لئے اس دنیاوی زندگی میں خلود (دوام) نہیں لکھا ہے بلکہ یہ دنیا ایک گزرگاہ ہے مستقل رہنے کی جگہ نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○﴾ (الانبیاء: ۳۴،۳۵)

---

(۱) "فتح الباری" (۸/ ۱۴۹)۔ (۲) ''صحیح مسلم" کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل ام ایمنؓ، (۱۶/۹۔۱۰۔ مع شرح النووی)

آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہیشگی نہیں عطا کی، کیا اگر آپ مر گئے تو وہ ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے؟ (نہیں بلکہ) ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اس کے علاوہ بھی جو دیگر آیات ہیں وہ اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ موت حق ہے اور ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے خواہ وہ مخلوقات کے سردار اور متقیوں کے امام محمد ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔

آپ ﷺ کی موت جیسا کہ امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ قیامت کی پہلی نشانی تھی جو اسلام پر مصیبت بن کر طاری ہوئی پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ کی موت، چنانچہ نبی ﷺ کی موت سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور عربوں کے ارتداد سے شر کی ابتدا ہو گئی اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں اور آپ کی موت انقطاع خیر کا پہلا زینہ تھی اور وہیں سے خیر کے گھٹنے کی ابتداء ہوگئی۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فلتحدثن حوادث من بعده تعني بهن جوانح وصدور

آپکے بعد ایسے حوادث وجود میں آئے جو جسم وجان کے لئے نا قابل برداشت ثابت ہوئے۔

اور صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں:

لعمرك ما ابكي النبي لفقده ولكن ما اخشى من الهرج[۱] اتيا[۲]

قسم ہے تیری ذات کی میں نبی ﷺ کی موت پر نہیں روتی ہوں بلکہ جس خونریزی کا مجھے خطرہ ہے (اور) وہ آنے والی ہے (اس پر روتی اور اس وقت سے ڈرتی ہوں)۔

---

(۱) (الھرج): کے معنی ہیں قتل کے، جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔

(۲) ''التذكرة" للقرطبي، (ص ۶۲۹۔ ۶۳۰) تھوڑے سے تصرف کے ساتھ، وانظر'' الاذاعة'' لصديق حقن، (ص ۶۷۔ ۶۹)

۳- فتح بیت المقدس:

ومن أشراط الساعة فتح بيت المقدس ،فقد جاء في حديث عوف بن مالك أنه قال: قال رسول الله ﷺ: " اعدد ستا بين يدي الساعة ....(فذكر منها:) بيت المقدس "(۱)

بیت المقدس کا فتح ہونا علامات قیامت میں سے ہے. چنانچہ عوف بن مالک کی حدیث میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت سے پیشتر چھ چیزوں کوشمار کرو، پھر ان میں سے فتح بیت المقدس کا ذکر فرمایا۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں ۱۶ ویں ہجری میں بیت المقدس فتح ہوا جیسا کہ آئمہ سیر کا خیال ہے. حضرت عمرؓ بنفس نفیس وہاں تشریف لے گئے اور وہاں کے رہنے والے لوگوں سے مصالحت کی اور بیت المقدس فتح کیا اور اسے یہود ونصاریٰ سے پاک کیا اور وہاں بیت المقدس کے قبلے میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔(۲)

وروى الامام احمد من طريق عبيد بن آدم ،قال: " سمعت عمر بن الخطاب يقول لكعب الأحبار (۳): أين ترى أن أصلي ؟ فقال: ان أخذت عني ،صليت خلف الصخرة، فكانت القدس كلها بين يديك، فقال عمر: ضاهيت اليهودية، لا، ولكن أصلي

---

(۱) بخاری، اور قریب ہی اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) انظر: "البداية والنهاية" (۷/۵۵۔۵۷)

(۳) ان کا نام کعب بن ماتع الحمیری، یہ تبحر اور اہل کتاب کے کبار علماء میں سے تھے، ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں اسلام لائے اور عمرؓ کے زمانے میں مدینہ تشریف لائے، پھر شام میں سکونت اختیار کی، اور عثمانؓ کی خلافت میں وفات پائی، اور انہوں نے سو سال سے زائد عمر پائی اور ان کی زیادہ تر مرویات اسرائیلیات ہیں اور ان میں سے بھی ایک بڑی مقدار ان کی صحیح سند سے نہیں آتی، اور بخاری کے اندر ان کی کوئی روایت نہیں ہے، اور مسلم کے اندر ابو ہریرۃؓ سے ایک روایت ہے۔

انظر: " تقريب التهذيب" (۲/ ۱۳۵)، و" تهذيب التهذيب" (۸/ ٤٣٨۔٤٤٠)، و" تذكرة الحفاظ " (۱/ ۵۲)

حیث صلی رسول الله ﷺ ،فتقدم الی القبلة ،فصلی ثم جاء، فبسط رداء ه، فکنس الکناسة فی ردائه ،وکنس الناس"۔[1]

امام احمدؒ عبید بن آدم کے واسطے سے روایت کرتے ہیں: فرماتے ہیں: میں نے عمر بن خطابؓ کو کعب احبار سے فرماتے ہوئے سنا کہ تم کہاں مناسب سمجھتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: اگر آپ میری بات مانیں تو صخرہ کے پیچھے نماز پڑھیں اس طرح پورا بیت المقدس آپ کے سامنے ہوگا.عمرؓ نے فرمایا: تم نے یہودیت کی مشابہت کی ہے،نہیں، بلکہ میں تو وہیں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے، پھر قبلہ کی جانب بڑھے اور نماز ادا کی پھر آئے اور اپنی چادر کو بچھا دیا اور وہاں سے کوڑا کرکٹ جھاڑ کر اپنی چادر میں جمع کیا اور لوگوں نے جھاڑ دیا۔

۴- طاعون عمواس: [2]

جاء فی حدیث عوف بن مالك السابق قوله ﷺ:" اعدد ستا بین یدی الساعة...(فذکر منها) ثم موتان[3] یاخذ فیکم کقعاص[4] الغنم"۔[5]

---

(۱)"مسند الامام احمد"(۱/۲۶۸-۲۶۹)(ح۲۶۱) تحقیق احمد شاکر ،وقال:"اسنادہ حسن

(۲) (عمواس): فلسطین کا ایک شہر ہے جو بیت المقدس کے راستے میں رملہ سے چھ میل کی مسافت پر واقع ہے۔ دیکھو:"معجم البلدان"(۴/۱۵۷)

(۳)(موتان) میم کے ضمہ اور واو کے سکون کے ساتھ، جس میں کثرت سے موت واقع ہو۔ دیکھو: "فتح الباری"(۶/۲۷۸)

(۴) (قعاص) ضمہ کے ساتھ، اور اس کو (عقاس) بھی کہتے ہیں عین مضموم، قاف مخفف، اور سین مہملہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، ایسی بیماری جو جانوروں کو لاحق ہوتی اور ان کی ناک سے کوئی چیز بہنے لگتی ہے پھر اچانک ان کی موت واقع ہوجاتی ہے۔

انظر:"النهاية فی غریب الحدیث"(٤/٨٨)، و"فتح الباری"(٦/٢٧٨)

(۵) رواہ البخاری، اور قریب ہی اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

عوف بن مالکؓ کی سابقہ حدیث میں نبی ﷺ کا یہ قول آیا ہے کہ قیامت سے پیشتر چھ چیزوں کو شمار کرو، (پھر ان میں سے ذکر فرمایا کہ) پھر بکثرت موت واقع ہوگی اور تمہارے درمیان بکریوں کو لاحق ہونے والی بیمار پھیل جائے گی۔

ابن حجر فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں طاعون عمواس کے وقت یہ نشانی ظاہر ہوچکی ہے اور طاعون عمواس فتح بیت المقدس کے بعد واقع ہوا ہے۔[1]

جمہور علماء کے مشہور قول کی بنیاد پر آٹھویں ہجری میں عمواس نامی بستی میں ایک طاعون واقع ہوا تھا[2] پھر وہاں سے وہ ارض شام میں پھیل گیا اور اس میں صحابہؓ وغیرہ کی سب سے بڑی جماعت موت سے ہم کنار ہوئی، کہا گیا کہ مسلمانوں میں سے مرنے والوں کی تعداد پچیس ہزار تک جا پہنچی تھی اور اس وباء میں مشاہیر میں سے اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراحؓ کی وفات ہوئی۔[3]

۵- مال کی بہتات اور صدقہ سے استغناء:

عن أبي هريرة" أن رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يكثر فيكم المال، فيفيض ،حتى يهم رب المال من يقبله منه صدقة، ويدعى اليه الرجل، فيقول: لا أرب لي فيه".[4]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم میں مال کی زیادتی نہ ہوجائے، اتنی کہ اس کی بہتات ہوجائے، یہاں تک کہ صاحب مال اس شخص کی خواہش کرنے لگے جو اس سے صدقہ کو قبول کرلے اور آدمی کو اس کی طرف بلایا جائے تو وہ

---

(۱)"فتح الباری"(۲۷۸/۶)۔ (۲) انظر:"البداية والنهاية"(۹۰/۷)

(۳)انظر:"معجم البلدان"(۱۵۷/۴۔۱۵۸)،و"البداية والنهاية"(۹۴/۷)

(۴) "صحيح البخاري" كتاب الفتن، (۸۲/۱۳۔۸۲ مع الفتح)،و" صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب كل نوع من المعروف صدقة،(۹۷/۷۔مع شرح النووی)۔

جواب دے مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وعن ابی موسیٰؓ عن النبیﷺ قال: لیاتین علی الناس زمان یطوف الرجل فیہ بالصدقۃ من الذھب ،ثم لا یجد احدا یاخذھا منہ"۔(۱)

حضرت ابوموسیٰؓ نبیﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں آدمی سونے کا صدقہ لے کر گھومے گا مگر کوئی بھی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔

اور نبیﷺ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو عطا کرے گا اور ان پر زمین کے خزانوں کی منہ کھول دیگا، اس امت کی مملکت زمین کے مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی۔ چنانچہ حدیث میں ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ زوی(۲) لی الأرض ،فرأیت مشارقھا ومغاربھا ،وان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا،واعطیت الکنزین الأحمر والأبیض" (۳)

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا چنانچہ میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لئے اور یقیناً میری امت کی مملکت وہاں تک پہنچے گی جس قدر میرے لئے زمین کا حصہ سمیٹا گیا تھا، اور مجھے دونوں خزانے سرخ اور سفید دیئے گئے ہیں۔

وقالﷺ: " وانی قد أعطیت مفاتیح خزائن الأرض ،أو

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاالزکاۃ، باب کل نوع من المعروف صدقۃ، (۷/۹۶۔مع شرح النووی)۔

(۲) (زوی): یقال:زویتہ ازویہ زیا : اکٹھا کرنا، اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولﷺ کے لئے زمین کو سکوڑ دیا اور قریب کر دیا یہاں تک کہ اللہ کے رسولﷺ نے اس کے مغرب و مشرق کو دیکھا۔ انظر:"النھایۃ فی غریب الحدیث" (۲/۳۲۰۔۳۲۱)۔

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعۃ، (۱۸/۱۳۔مع شرح النووی)۔

مفاتیح الأرض".[1]

اور نبی ﷺ فرماتے ہیں: یقیناً مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔

وعن عدی بن حاتمؓ؛ قال: بینما انا عندالنبی ﷺ، اذ اتاہ رجل ، فشکا الیہ الفاقة، ثم اتاہ آخر، فشکا الیہ قطع السبیل، فقال: "یا عدی! هل رایت الحیرة"؟ قلت: لم ارها وقد انبئت عنها، قال: "فان طالت بك حیاة لترین الظعینة تر تحل من الحیرة حتی تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا اللّٰه". قلت فیما بینی وبین نفسی: فأین دعار[2] طیيء الذین قد سعروا البلاد؟! "ولئن طالت بك حیاة لتفتحن كنوز كسری". قلت: كسری بن هرمز؟! قال: "كسری بن هرمز. ولئن طالت بك حیاة لترین الرجل یخرج ملء كفه من ذهب او فضة؛ یطلب من یقبله منه،فلا یجد احدا یقبله منه..."

قال عدی: فرأیت الظعینة ترتحل من الحیرة تطوف بالكعبة لا تخاف الا اللّٰه، وكنت فیمن افتتح كنوز كسری بن هرمز ولئن طالت بكم حیاة لترون ما قال النبی ابو القاسم ﷺ : یخرج ملء كفه، [3]

---

(۱) ''صحیح مسلم''، کتاب الفضائل، باب حوض نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم وصفته،(۵۷/۱۵۔مع شرح النووی)

(۲) (دعار)اس کی مفرد(داعر) ہے،معنی ہیں خبیث اور مفسد کے، یہاں مراد رہزن ہیں۔ دیکھئے: 'النهایة فی غریب الحدیث (۱۱۹/۲)

(۳) ''صحیح بخاری'' کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام ، (۶۱۰/۶۔۶۱۱۔مع الفتح)،'' شرح السنة'' کتاب الفتن، باب ما یکون من کثرة المال والفتوح،(۳۱/۱۵۔۳۳)،تحقیق شعیب الارناؤوط۔

حضرت عدی بن حاتمؓ بیان فرماتے ہیں: اس وقت کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آ پہنچا اور اس نے فاقہ کی شکایت کی، پھر دوسرا آیا اور اس نے ڈاکہ زنی کی شکایت کی تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے تو نہیں دیکھا ہے، ہاں اس کے بارے میں مجھے خبر دی گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم زندہ رہے تو خاتون کو دیکھو گے کہ وہ حیرہ سے کوچ کرتی ہے یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرتی ہے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رکھتی ہے، میں نے اپنے جی میں کہا قبیلہ طی کے وہ ڈاکو کہاں چلے جائیں گے جنہوں نے زمین میں فساد کے شعلے بھڑکا رکھے ہیں؟ اور اگر تم (اس کے بعد بھی) زندہ رہے تو یقیناً کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے میں نے پوچھا کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا (ہاں) کسریٰ بن ہرمز: اور اگر تم (اس کے بعد پھر بھی) زندہ رہے تو دیکھو گے کہ آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر اس شخص کی تلاش میں نکلے گا جو اسے قبول کرلے مگر کسی کو اسے قبول کرنے والا نہیں پائے گا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں: میں نے خاتون کو دیکھا کہ وہ حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرتی ہے، اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رکھتی ہے اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے (پہلے دور حضرت عدی نے دیکھے پھر وہ دوسرے لوگوں سے کہتے ہیں کہ) اور اگر تم لوگ زندہ رہے تو یقیناً نبی ابوالقاسم ﷺ کا فرمان مٹھی بھر لے کر نکلنا تمہارے سامنے آئے گا۔

مخبر صادق ﷺ نے ہمیں جو خبریں دی تھیں ان میں سے بہت سی متحقق (پوری) ہو چکی ہیں، صحابہؓ کے زمانے میں جو فتوحات واقع ہوئیں اس کے سبب سے مال کی کثرت ہوگئی اور انہوں نے فارس اور روم کے اموال کو آپس میں تقسیم کیا پھر عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں مال کی بہتات ہوئی، آدمی صدقہ کا مال پیش کرتا تھا مگر کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔

اور آخری زمانے میں مال اس قدر ہو جائے گا کہ جب آدمی اپنا مال پیش کرے گا تو جس شخص کے سامنے پیش کرے گا وہ جواب دے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

اور یہ (واللہ اعلم) اشارہ ہے اس چیز کی جانب جو حضرت مہدی وعیسی علیہ السلام[1] کے زمانے میں واقع ہوگی کہ مال کی کثرت ہوگی اور زمین اپنے خزانوں اور بر کتوں کو نکال دے گی۔

ففی الحدیث عن ابی ہریرةؓ ،قال: قال رسول اللهﷺ : تقيء الأرض أفلا ذ كبدها أمثال الأسطوان من الذهب والفضة" قال: "فيجيء القاتل ،فيقول: في هذا قتلت، ويجيء القاطع فيقول: في هذاقطعت رحمي، ويجيء السارق فيقول، في هذا قطعت يدي ،ثم يدعونه فلا يأخذون منه شيئا" (۲)

چنانچہ حدیث میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمین سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو اگل دے گی آپؐ فرماتے ہیں کہ قاتل آکر کہے گا کہ اسی مال ودولت کے لئے ہی تو میں نے قتل کیا ہے اور قاطع رحم آکر کہے گا کہ اسی مال و دولت کے لئے ہی تو میں نے قطع رحمی کی ہے اور چور آکر کہے گا کہ اسی مال کے سلسلے میں تو میرا ہاتھ کاٹا گیا ہے پھر وہ سب اسے چھوڑ دیں گے اور اس میں سے کچھ نہیں لیں گے۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ لوگوں کا مال سے مستغنی ہونا اور ان کا اسے ترک کر دینا آگ کے نکلنے اور لوگوں کے حشر کے معاملے میں مشغول ہونے کے وقت ہوگا' چنانچہ اس وقت کوئی بھی مال کی طرف متوجہ نہیں ہوگا بلکہ ممکنہ حد تک ہر شخص

---

(۱) دیکھئے:"فتح الباری "(۸۷/۱۳۔۸۸)

(۲)"صحیح مسلم"،کتاب الزکاۃ،باب ك نوع من المعروف صدقة ،(۹۸/۱۵۔مع شرح النووی)، دیکھئے:" فتح الباری "(۸۸/۱۳)۔

ہلکا پھلکا ہونا چاہے گا۔

اور ابن حجر نے جو یہ ذکر فرمایا ہے کہ لوگ حشر کے معاملے میں مشغول ہونے کی وجہ سے مال سے مستغنیٰ ہو جائیں گے اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان کے استغناء کا کوئی دوسرا سبب ہو بلکہ وہ مال کی کثرت ہے جیسا کہ حضرت مہدی اور عیسیٰ کے زمانے میں ہوگا۔ اس اعتبار سے استغنا دو زمانوں میں واقع ہوگا اگر چہ ان دونوں زمانوں کے درمیان کافی لمبا فاصلہ پایا جاتا ہو اور دو مختلف اسباب کے تحت واقع ہوگا – واللہ اعلم۔

۶ – فتنوں کا ظہور:

فتن فتنہ کی جمع ہے اور اس کے معنی ابتلا و آزمائش اور امتحان کے ہوتے ہیں، پھر اس کا استعمال زیادہ تر ناپسندیدہ چیزوں کے ذریعہ آزمانے کے سلسلے میں ہونے لگا پھر اس کے بعد اس کا استعمال مطلق طور پر ہر ناپسندیدہ چیز یا ناپسندیدہ انجام کی حامل چیز کے لئے ہونے لگا۔ جیسے گناہ، کفر، قتل اور آتش زنی وغیرہ ناپسندیدہ امور ہیں۔ (۱)

اور نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ان بڑے فتنوں کا ظاہر ہونا ہے جن میں حق اور باطل خلط ملط ہو جائیں گے، چنانچہ ایمان متزلزل ہو جائے گا یہاں تک کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا، جیسے جیسے فتنے ظاہر ہوتے جائیں گے تو مومن کہے گا کہ اسی میں میری ہلاکت ہے پھر جب ایک فتنہ ختم ہوگا اور دوسرا ظاہر ہوگا تو وہ کہے گا یہی ہے یہی ہے۔ (یعنی میری ہلاکت کا باعث) اور قیامت کے آنے تک لوگوں میں فتنے ظاہر ہوتے ہی رہیں گے۔

ففي الحديث عن ابي موسى الاشعرى ؓ، قال: قال رسول الله ﷺ: ان بين يدى الساعة فتنا كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل فيها مؤمنا ويمسى كافرا، ويمسى مؤمنا ويصبح كافرا، القاعد فيها خير من القائم، والقائم فيها خير من الماشى،

(۱) دیکھئے: "لسان العرب" (۱۳/۳۱۷–۳۲۱)، و"النهاية" (۳/۴۱۰–۴۱۱) و"فتح البارى" (۱۳/۳)

والماشی فیها خیرمن الساعی، وفكسروا قسيكم ،وقطعوا أوتاركم، واضربوا بسيوفكم الحجارة، فان دخل على أحدكم، فليكن كخير ابني آدم".

رواه الامام احمد،و ابو داؤد ،وابن ماجه والحاكم فی "المستدرك"۔ (۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث میں آیا ہے؛ وہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً قیامت سے پیشتر تاریک رات کے ٹکڑوں کے مانند فتنے ہیں ان میں آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوجائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوجائے گا ،ان میں بیٹھ رہنے والا کھڑے رہنے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اوران میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ پس (ایسے حالات میں) تو تم اپنی کمان کو توڑ دینا اور اپنی کمان کے تاروں کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھر پر مار دینا اور اگر تم میں سے کسی کے گھر میں لوگ داخل ہی ہوجائیں تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے اچھے بیٹے کی طرح ہونا۔

اس کو امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

وروى الامام مسلم عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: " بادروا بالأعمال فتنا كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مومنا ويمسى كافرا، أو يمسى مومنا ويصبح كافرا، يبيع دينه

---

(۱) "مسند الامام احمد "(۴۰۸/۴-بها مشه منتخب كنز العمال)، و"سنن ابی داؤد" (۳۳۷/۱۱-مع عون المعبود)،و"سنن ابن ماجة "(۱۳۱۰/۲)،و"مستدرك الحاكم " (۴۴۰/۴)، وقال:" هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه"، وسكت عنه الذهبی۔ والحديث صححه الالبانی. انظر: "صحيح الجامع الصغير"(۱۹۳/۲) (ح۲۰٤٥)

بعرض من الدنیا" (۱)

امام مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند فتنوں کے آنے سے پہلے عمل کر گزرو کہ آدمی ان میں صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا، اپنے دین کو سامان دنیا کے عوض فروخت کر دے گا۔

وعن أم سلمة زوج النبی ﷺ رضی الله عنها: قالت: استیقظ رسول الله ﷺ لیلة فزعا، یقول: "سبحان الله! ماأنزل الله من الخزائن؟ وماذا أنزل الله من الفتن؟ من یوقظ صواحب الحجرات – یرید ازواجه – لکی یصلین؟ رب کاسیة فی الدنیا عاریة فی الآخرة" (رواه البخاری) (۲)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ رسول ﷺ سے روایت ہے؛ وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی ﷺ گھبراہٹ کے ساتھ بیدار ہوئے، فرمانے لگے سبحان اللہ! خزانوں میں سے اللہ تعالیٰ نے کیا نازل فرمایا ہے؟ اور فتنوں میں سے اللہ تعالیٰ نے کیا نازل فرمایا ہے؟ کون حجرے والیوں کو جگائے گا، اس سے مراد آپ کی بیویاں تھیں، تاکہ وہ نماز پڑھیں؟ دنیا میں بہت سی لباس پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔ (رواہ البخاری)

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: نادی منادی رسول الله ﷺ الصلاة جامعة، فاجتمعنا الی رسول الله ﷺ فقال:

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب الحث علی المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتن، (۲/۱۳۳ـ مع شرح النووی).

(۲) "صحیح البخاری" کتاب الفتن، باب لا یاتی زمان الا الذی بعده شر منه، (۲۰/۱۳ـ مع شرح النووی).

"انـه لم يكن نبی قبلی الا كان حقا عليه ان يدل أمته علی خير ما يـعـلمه لهم، وينذرهم شرمايعلمه لهم، وان أمتكم هذه جعل عـافيتهـا فـی أولهـا، وسيصيب آخرها بلاء وأمور تنكرونها، تـجـیء الـفتـنة، فيـرقـق بعضهابعضا، وتجیء الفتنة، فيقول الـمؤمن : هذه، هذه....فمن احب ان يزحزح عن النار ويدخل الـجـنة ،فلتـأ تـه منيته،وهو يؤمن بالله واليوم الآخر۔" رواه مسلم، (۱)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی الصلاۃ جامعہ (نماز جمع کرنے والی ہے) لہٰذا ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جمع ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا: مجھ سے پہلے کوئی بھی نبی نہیں گزرا مگر یہ کہ اس پر یہ واجب تھا کہ اپنی امت کی بھلائی کی جو چیزیں اسے معلوم ہوں وہ انہیں بتادے، اور جو چیزیں ان کے حق میں بری معلوم ہوں وہ بھی انہیں بتادے، اور یقیناً تمہاری اس امت کی عافیت اوائل میں مقرر ہو چکی ہے اور آخر میں آنے والوں کو کچھ بلاؤں اور منکر امور کا سامنا کرنے پڑے گا اور فتنے اس طرح آئیں گے کہ کچھ فتنے دوسرے فتنوں کو ہلکا کر دیں گے، فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا یہی ہے یہی ہے لہٰذا جسے یہ پسند ہو کہ جہنم سے بچ کر جنت میں داخل کیا جائے تو اس کی موت اس حالت میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ (رواہ مسلم)

فتنوں کے بارے میں بڑی کثرت سے احادیث آئی ہیں، نبی ﷺ نے اپنی امت کو فتنوں سے ڈرایا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ فتنوں سے پناہ مانگیں اور یہ خبر دی ہے کہ آخر میں آنے

---

(۱) "صـحـيـح مسلم "كـتـاب الامـارة، بـاب وجـوب الـوفـاء ببيعة الـخـليفة الاول فالاول، (۱۲/۲۳۲-۲۳۳۔مع شرح النووی)۔

والے امتیوں کو بلاؤں اور بڑے فتنوں کا سامنا کرنا ہوگا اوران فتنوں سے بچنے کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھے اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے، اور اہل سنت ہی وہ جماعت ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور وہ فتنوں سے دور رہے اوران سے پناہ مانگتا رہے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن"۔[۱] (رواه مسلم عن زيد بن ثابتؓ)

ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔(رواہ مسلم عن زید بن ثابتؓ)

۱- مشرق سے فتنوں کا ظہور:

امت میں ظاہر ہونے والے اکثر فتنوں کا منبع مشرق رہا ہے جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے اور یہ چیز نبی رحمت ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق ہے۔

فقد جاء في الحديث عن ابن عمرؓ أنه سمع رسول الله ﷺ وهو مستقبل المشرق يقول:" ألا ان الفتنة هاهنا ألا ان الفتنة ها هنا، من حيث يطلع قرن الشيطان"۔[۲] رواه الشيخان،[۳]

چنانچہ ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس وقت آپؐ کا رخ مشرق کی جانب تھا: (آپؐ فرما

---

(۱)" صحيح مسلم"، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب عرض مقعد الميت عليه واثبات عذاب القبر والتعوذ منه،(۲۰۳/۱۷۔مع شرح النووی)۔

(۲) (قرن الشیطان): شیطان اوراس کے پیروکاروں کی قوت، یا یہ کہ حقیقت میں آفتاب کے سینگھ ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ سورج کے طلوع ہوتے وقت شیطان اپنے سر کو سورج سے ملا دیتا ہے تا کہ سورج کا سجدہ کرنے والوں کا سجدہ اس کے لئے ہو۔ انظر:"فتح الباری"(۴۶/۱۳)۔

(۳) "صحيح البخاری" "کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ:"الفتنة من قبل المشرق "(۴۵/۱۳۔مع الفتح)، وصحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة،(۳۱/۱۸۔مع شرح النووی)۔

رہے تھے کہ) آگاہ ہو جاؤ کہ فتنہ ادھر ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ فتنہ ادھر ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔ (اسے شیخین نے روایت کیا ہے)

وفی روایة لمسلم انه قال: " رأس الکفر من ھا ھنا، من حیث یطلع قرن الشیطان" یعنی : المشرق۔[1]

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ کفر کی جڑ یہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے یعنی مشرق میں۔

وعن ابن عباس ؓ قال: دعا النبی ﷺ : " اللھم بارك لنا فی صاعنا ومدنا، وبارك لنا فی شامنا ویمننا " فقال رجل من القوم: یا نبی الله! وفی عراقنا، قال: " ان بھا قرن الشیطان، وتھیج الفتن، وان الجفاء بالمشرق"۔[2]

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ ہمارے صاع و مد میں برکت عطا فرما اور ہمارے شام و یمن میں برکت عطا فرما تو لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اور ہمارے عراق میں، آپ نے فرمایا: وہاں تو شیطان کا سینگ ہے اور فتنے ابھر رہے ہیں اور بے شک جفا تو مشرق ہی میں ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں: پہلا فتنہ مشرق ہی کی جانب سے اٹھا تھا جو مسلمانوں کے درمیان فرقت کا سبب بن گیا اور یہ چیز شیطان کے لئے خوش کن اور محبوب ہے، اسی طرح بدعتوں کی ابتدا بھی اسی طرف سے ہوئی۔[3]

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن، (۳۱/۱۸۔۳۲۔ مع شرح النووی)۔

(۲) رواہ الطبرانی، اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

"مختصر الترغیب والترھیب" (ص ۸۷) للحافظ ابن حجر، تحقیق عبدالله بن السید احمد بن حجاج، مطبع التقدم، ناشر مکتبة السلام، القاھرة، طبع رابع (۱۴۰۲ھ)

(۳) "فتح الباری" (۴۷/۱۳)۔

اوران بدعتی فرقوں مثلاً: خوارج، شیعہ، روافض، باطنیہ، قدریہ، جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ کا ظہور عراق ہی سے ہوا، اور زردشتیت[1]، مانویت[2]، مزدکیت[3]، ہندومت[4] اور بدھ مت[5] جیسے اکثر کفر مقالات کی ابتداء فارسی مجوس کے ذریعہ مشرق ہی سے ہوئی

---

(۱) (زردشتی) یہ زردشت بن پورشب کے ماننے والے ہیں، اس کا باپ آذربیجان سے تعلق رکھتا ہے، اوران کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ روشنی وتاریکی دونوں متضاد اصلیں ہیں اور دنیا کے موجودات کا منبع ہیں اور دنیا کے موجودات کی ابتدا انہیں سے ہوئی، اور زردشت کہتا ہے کہ بے شک باری تعالیٰ نور وظلمت اوران دونوں کا خالق اور وجود دہندہ ہے، اور زردشیت ایک منظم جماعت ہے اوران کے مختلف درجات ومراتب ہیں اوران کا موطن فارس ہے۔
دیکھو: ''الملل والنحل ''(۲۳۶/۱۔۲۳۷) للشهرستاني، وکتاب" وجاء دور المجوس ''(ص۲۴)للدکتورعبداللہ الغریب۔

(۲) (مانویت) یہ مجوسی فاتک بن مانی کے ماننے والے ہیں، اوران کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا دو قدیم اصلوں نور وظلمت سے پیدا ہوئی ہے۔ انظر:''الملل والنحل ''(۲۴۴/۱).

(۳) (مزدکیت) یہ مزدک بن بافداد کے ماننے والے ہیں، جس نے اباحیت اوراموال وخواتین میں لوگوں کے مشترک ہونے کی دعوت دی تھی، اورموجودہ دور کی شیوعیت مزدکیت (کمیونزم) ہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔انظر:''الملل والنحل"(۲۴۹/۱)،وکتاب"وجاء دورالمجوس ''(ص۲۷۔۲۹).

(۴) (ہندومت) فی الحال ہندوستان میں ایک کثیر جمہوریت کا مذہب ہے، اور یہ ان آریہ کی دین ہے جنہوں نے ہند کو فتح کیا، اس کا کوئی متعین بانی نہیں ہے، یہ چند عقائد کا مجموعہ ہے اوراس میں معبودوں کی بھی کثرت ہے، اور یہ اپنے ماننے والوں کو چار طبقات میں تقسیم کرتا ہے جن میں سب سے اعلی برہمن اور سب سے ادنی شودر ہیں اوراس کی مقدس کتاب کا نام ''وید'' ہے جو آریوں کی تاریخ پر مشتمل ہے اور یہ لوگ برہمنوں کے ایک طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔اور ویدوں کے اندر کچھ تعلیمات بھی پائی جاتی ہیں۔انظر:''مقارنة الادیان/ادیان الھند الکبری ''(۴۹/۴۔۴۶)لاحمد شلبی.

(۵) (بدھ مت) اس دھرم کے بانی کا نام (سدھارتھ) تھا پھرانہوں نے اپنا نام بدھ رکھ لیا۔اوران کی دعوت تکشف، زہد، اور ریاضتوں پر قائم تھی، اور یہ آواگون کے قائل تھے، اور تناسخ ہندی ادیان کی اساس ہے، اور بدھ معبود کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔اور بدھ مت ہندومت میں حل کراس میں گم ہوگیا اوراس طرح بدھ ہندوؤں کے معبودوں میں سے ایک ہوگئے۔
انظر: ''مقارنة الادیان/ادیان الھند الکبری ''(۱۳۷/۴۔۱۷۰).

اور آخر میں نہیں بلکہ اخیر میں قادیانیت[1] اور بہائیت[2] وغیرہ باطل مذاہب کا وجود بھی وہیں سے ہوا۔ نیز ساتویں ہجری میں تاتاریوں کا ظہور بھی مشرق ہی کی جانب سے ہوا تھا، ان کے ہاتھوں بڑی تباہی مچی، قتل کا بازار گرم ہوا اور بڑی بربادی ہوئی، یہ تمام واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔

اور آج تک مشرق ہی کی سرزمین برائیوں' فتنوں اور بدعت وخرافات اور الحاد کا منبع ہے، چنانچہ الحادی کمیونزم کا مرکز روس اور اشتراکی چین ہیں اور یہ دونوں ہی مشرق میں واقع ہیں، اور دجال ویاجوج ماجوج کا ظہور بھی مشرق ہی کی سمت سے ہوگا. ہم ظاہری وباطنی تمام قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اس موقع پر لوگوں کو خبردار کرنا میرے لئے ناگزیر ہے کہ بعض فتنوں کے علامات

---

(۱) (قادیانیت) اس کی نسبت اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف ہے اس کا ظہور ہندوستان میں انیسویں صدی کے آواخر میں پاکستان کے صوبہ پنجاب میں ہوا ہے، اس نے دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے اور مسیح موعود ہے، اور اس کی دعوت کے پھیلانے میں انگریزوں نے اس کی مدد کی، اور اس کی فریب کاریوں میں سے یہ ہے کہ جہاد منسوخ ہے اور برٹش حکومت کی اطاعت واجب ہے، اور عیسیٰ کا نزول نصاریٰ کی اپج ہے اور جس نے کہا کہ عیسیٰ کو وفات نہیں ہوئی ہے تو اس نے شرک کیا ۱۹۰۸ء میں اس نے وفات پائی۔ انظر: '' القادیانی معتقداته '' للشیخ منظور احمد الباكستانی ،'' القادیانیة ثورة علی النبوة والاسلام ''،'' والقادیانی والقادیانیة دراسة وتحلیل '' یہ دونوں تصانیف ابوالحسن ندوی کی ہیں۔ (اور علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کی القادیانیة اور مرزائیت اور اسلام)

(۲) (بہائیت) اس دھرم کا بانی فارس کا ایک آدمی ہے جس کا نام مرزا علی محمد الشیر ازی ہے جس نے خود اپنا لقب باب رکھا تھا، اس کو حکومت فارس نے قید کیا پھر قتل کر دیا اور اس نے اپنا ایک جانشین چھوڑا جس کا نام بہاء اللہ میرزا حسین علی تھا اور اس کے چند عقائد یہ تھے کہ قرآن منسوخ ہو گیا ہے اور کعبہ کو ڈھا دیا جائے اور حج کو باطل کر دیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس کی ایک کتاب ہے جس کا نام ''کتاب اقدس'' ہے۔ بہائیوں کا مذہب ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے دعویٰ کیا کہ بہاء معبود ہے ان کے نشرات کا نقش (اکلیشہ) ہے ''بہایاالٰہی'' بہا اے میرے معبود''۔

انظر: کتاب ''دراسات عن البهائیة والبابیة '' مجموعة رسائل لجماعة من الكتاب المسلمین، طبع المكتب الاسلامی، طبع ثانی، (۱۳۹۷ھ) دمشق۔

قیامت میں سے ہونے کے متعلق نبی ﷺ کی تصریح موجود ہے، جیسے صفین کا واقعہ اور خوارج کا ظہور، تو میں اختصار کے ساتھ کچھ بڑے فتنوں کے متعلق گفتگو کروں گا جو کہ مسلمانوں کے درمیان تفریق اور بڑے شر کے ظہور کا سبب بنے۔

ب۔ مقتل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ:

عہد صحابہ میں فتنوں کا ظہور امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے قتل کے بعد ہی ہوا، کیونکہ وہ فتنوں کے سامنے ایک مقفل (بند) دروازہ تھے جب آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا تو عظیم فتنے ظاہر ہوئے اور فتنوں کی دعوت دینے والے وہ لوگ ظاہر ہوئے جن کے دلوں پر ایمان کا سکہ نہیں جم سکا تھا۔ اور یہ لوگ ان منافقین میں سے تھے جو لوگوں کے سامنے تو خیر و بھلائی کا اظہار کرتے ہیں جبکہ ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف فریب و شر چھپا ہوتا ہے۔

ففی الصحیحین عن حذیفة رضی الله عنه ان عمر بن الخطابؓ، قال: ایکم یحفظ قول رسول الله ﷺ فی الفتنة؟ فقال حذیفة : أنا أحفظ کما قال۔ قال: هات :انك لجریء۔ قال رسول الله ﷺ : " فتنة الرجل فی أهله وماله وجاره تکفر ها الصلاة والصدقة والامر بالمعروف والنهی عن المنکر "۔ قال: لیست هذه، ولکن التی تموج کموج البحر۔ قال یا امیر المومنین !لا باس علیك منها، ان بینك وبینها بابا مغلقا۔ قال: یفتح الباب أو یکسر؟ قال: لا ، بل یکسر، قال: ذلك أحری أن لا یغلق۔ قلنا: علم الباب ؟ قال: نعم، کما أن دون غد اللیلة ، انی حدثته حدیثا لیس بالأغالیط۔ فهبنا أن نسأله، وامرنا مسروقا، فسأله ،فقال: من الباب؟ قال: عمر۔ (۱)

(۱) "صحیح البخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوة ،(۶/۶۰۳۔۶۰۴۔مع الفتح) و"صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة (۱۸/۱۶۔۱۷۔مع شرح النووی)۔

''صحیحین'' میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا: تم میں سے کون فتنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا قول یاد رکھتا ہے؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا: میں اسی طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح آپ نے فرمایا تھا، انہوں نے کہا: پیش کرو، تم بہت جری ہو تو حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز، صدقہ، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر آدمی کے اہل وعیال اور پڑوسی کے متعلق فتنے کا کفارہ بن جاتے ہیں'' اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ نہیں بلکہ وہ (فتنہ) جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہے، عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے یقیناً آپ کے اور اس کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے، سیدنا عمرؓ نے فرمایا: یہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا نہیں، بلکہ توڑ دیا جائے گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تب تو لگتا ہے کہ بند نہیں ہو سکے گا، ہم نے دریافت کیا دروازہ معلوم ہے؟ فرمایا: ہاں! ایسے ہی معلوم ہے جیسے آج رات کے بعد کل ہوگا، میں نے ان سے بے سروپا باتیں نہیں بیان کی ہیں، پھر ہمیں ان سے پوچھتے ہوئے ڈر لگا تو ہم نے مسروق سے کہا کہ ان سے پوچھ لیں، چنانچہ انہوں نے دریافت کرلیا اور عرض کیا کہ وہ دروازہ کون تھے؟ فرمایا: عمر۔

اور وہی ہوکر رہا جس کی خبر صادق ومصدوق ﷺ نے دی تھی، حضرت عمرؓ قتل کر دیئے گئے، وہ دروازہ توڑ دیا گیا اور فتنے ظاہر ہو گئے، اور بلا واقع ہوگئی، چنانچہ پہلا فتنہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا، جو شر کے ان داعیوں کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا جو مصر اور عراق سے ان پر حملہ آور ہوئے تھے اور مدینے میں گھس گئے تھے، ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر میں ہی انہیں قتل کر ڈالا۔ (۱)

نبی اکرم ﷺ حضرت عثمانؓ کو یہ بات پہلے ہی بتا چکے تھے کہ انہیں بلاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی لئے انہوں نے صبر کیا اور اپنے خلاف خروج کرنے والوں سے صحابہ

(۱) دیکھئے: اس کی تفصیل ''البدایة والنهایة'' (۷/۱۷۰۔۱۹۱)

کرام کو روک دیا تا کہ ان کی وجہ سے کوئی خونریزی نہ ہو. اللہ ان سے راضی ہو۔(۱)

ففی الحدیث عن ابی موسی الاشعریؓ قال: خرج النبی ﷺ الی حائط من حوائط المدینة... (فذکر الحدیث الی ان قال) فجاء عثمان، فقلت: کما انت، حتی استأذن لك. فقال النبی ﷺ: "ائذن له، وبشره بالجنة معها بلاء یصیبه" (۲)

حدیث میں حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے؛ وہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے، ..... (پھر حدیث کو ذکر فرمایا یہاں تک کہ فرمایا) چنانچہ حضرت عثمان آئے، میں نے کہا: آپ جہاں ہیں وہیں ٹھہر جائیں، یہاں تک کہ میں آپ کے لئے اجازت طلب کرلوں، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور جنت کی خوش خبری سنا دو کہ اس کے ساتھ ہی انہیں مصیبت لاحق ہوگی۔

نبی ﷺ نے صرف حضرت عثمانؓ ہی سے خصوصی طور پر بلا کا ذکر فرمایا حالانکہ قتل تو حضرت عمرؓ بھی ہوئے تھے، وہ اس لئے کہ حضرت عمرؓ کی اس طرح آزمائش نہیں ہوئی جس طرح حضرت عثمانؓ کو آزمایا گیا کہ ان کے اوپر وہ لوگ مسلط ہوگئے تھے جو ان سے امامت چھوڑ دینے کا مطالبہ کر رہے تھے، اور اس کا سبب اس ظلم وستم کو بتاتے تھے جو انہوں نے خود ہی ان کی جانب منسوب کیا تھا. اور یہ تمام باتیں اس وقت ہوئیں جب کہ آپ ان زیادتیوں کے متعلق انہیں اطمینان دلا کر ان کی تردید کر چکے تھے۔(۳)

حضرت عثمانؓ کے قتل سے مسلمان آپس میں تقسیم ہوگئے، صحابہ کے درمیان جنگیں

---

(۱) دیکھئے: "العواصم والقواصم" (ص۱۳۲۔۱۳۷) تحقیق وتعلیق محب الدین الخطیب۔

(۲) "صحیح البخاری" کتاب الفتن، باب الفتنة التی تموج کموج البحر (۴۸/۱۳۔مع الفتح)

(۳) انظر: "فتح الباری" (۵۱/۱۳).

واقع ہوئیں، فتنوں اور بدعتوں نے اپنا ڈیرہ جما لیا، اختلاف بڑھ گیا، آراء جدا جدا ہو گئیں اور صحابہؓ کے دور میں خون ریز معرکے چھڑ گئے۔

"وکان النبی ﷺ یعلم ما سیقع من الفتن فی زمنهم: فانه اشرف علی اطم(۱) من آطام المدینة، فقال:" هل ترون ما اری؟ قالوا: لا. قال: فانی لاری الفتن تقع خلاف بیوتکم کوقع القطر" (۲)

نبی ﷺ کو ان کے زمانے میں واقع ہونے والے فتنوں کا خوب پتہ تھا، ایک دن آپ مدینے کی ایک بلند عمارت پر چڑھ گئے اور فرمایا: کیا تم وہ چیز دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا نہیں، آپ نے فرمایا: مگر میں تو تمہارے گھروں کے درمیان اس طرح فتنوں کو واقع ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں جس طرح بارش کے قطرے نظر آتے ہیں۔

نوویؒ فرماتے ہیں: بارش کے قطرات سے تشبیہ دینے کا مقصد کثرت اور عموم کا اظہار ہے یعنی وہ کثرت سے واقع ہوں گے اور لوگ عام طور سے اس کی لپیٹ میں آئیں گے، یہ فتنے کسی ایک گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوں گے بلکہ یہ ان کے درمیان جاری ہونے والی جنگوں کی طرف اشارہ ہے جیسے معرکۂ صفین و جمل و حرہ اور مقتل عثمان و حسین رضی اللہ عنہما وغیرہ، اور اس میں نبی ﷺ کا کھلا ہوا معجزہ ہے۔ (۳)

ج۔ معرکۂ جمل:

حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کے بعد واقع ہونے والے فتنوں میں سے ایک فتنہ وہ ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ و طلحہ و زبیرؓ کے درمیان چھڑنے والے مشہور معرکۂ جمل میں واقع ہوا۔

---

(۱) (اطم): ضمہ کے ساتھ، اونچی عمارت، اور اس کی جمع: آطام، ہے اونچی عمارتیں، جیسے کہ قلعے، انظر: "النهایة" (۵۴/۱) مصنف: ابن کثیر۔

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الفتن و اشراط الساعة، (۷/۱۸۔ مع شرح النووی).

(۳) "شرح النووی لمسلم" (۸/۱۸).

واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا تو لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے، اس وقت حضرت علیؓ مدینے میں تھے، لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے تاکہ ہم آپ سے بیعت کرلیں، آپ نے فرمایا: یہ تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب لوگ مشورہ کرلیں گے. اس بات کو سن کر ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اگر لوگ اس حال میں قتل عثمان کی خبر لیکر اپنے شہروں کی طرف پلٹ گئے کہ ان کے بعد مسلمانوں کا کوئی امیر نہ ہو، تو اختلاف اور فسادامت کا خطرہ منڈلاتا رہے گا، چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ سے قبول بیعت پر اصرار شروع کر دیا اوران کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

ان بیعت کرنے والوں میں حضرت طلحہ اور زبیرؓ بھی شامل تھے، پھر یہ دونوں عمرہ کے لئے مکہ چلے گئے، وہاں ان کی ملاقات حضرت عائشہؓ سے ہوئی اور ان کے درمیان قتل عثمان کے سلسلے میں کچھ گفتگو ہوئی پھر وہ لوگ بصرہ کی جانب چل پڑے اور حضرت علیؓ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کر دیں،(۱) مگر آپ نے ان کی یہ بات قبول نہیں فرمائی، کیونکہ وہ اس بات کے منتظر تھے کہ حضرت عثمانؓ کے ورثاء خود ان سے فیصلہ لینے آئیں گے. پھر جب متعین طور پر کسی شخص کے بارے میں یہ ثابت ہوجائے گا کہ یہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے تو اس سے قصاص لے لیا جائے گا. لہٰذا اسی بنیاد پر ان کے درمیان اختلاف ہوگیا،(اور دوسری جانب) یہ ہوا کہ جن لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے قاتل نامزد کیا جارہا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف خروج کیا تھا۔ انہیں یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں یہ لوگ ہمیں قتل کرنے پر متفق نہ ہوجائیں، لہٰذا ان لوگوں نے دونوں گروہوں کے درمیان جنگ چھیڑ دی۔(۲)

---

(۱) ابوبکر بن العربی نے اپنی کتاب ''العواصم من القواصم'' میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کا بصرہ کی جانب خروج مسلمانوں کے درمیان صلح کے لئے تھا، اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اس کے علاوہ اور کوئی خبر صحیح نہیں ہے اوراس کے صحیح ہونے کی تائید میں احادیث وارد ہیں۔ انظر: ''العواصم'' (ص ۱۵۱). (۲) دیکھو اس کی تفصیل ''فتح الباری'' (۱۳/۵۴۔۵۹) میں.

وقد اخبر النبی ﷺ علیا انه سیکون بینه وبین عائشة امر ، ففی الحدیث عن ابی رافع ان رسول الله ﷺ قال لعلی بن ابی طالب: "انه سیکون بینك وبین عائشة امر" - قال :انا یا رسول الله! قال: "نعم" قال: فأنا اشقاهم یا رسول الله۔ قال :" لا؛ ولکن اذا کان ذالك، فارددها الی مأ منها۔" (۱)

نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کو یہ خبر دے رکھی تھی کہ ان کے اور حضرت عائشہؓ کے درمیان کوئی معاملہ اٹھنے والا ہے، چنانچہ حدیث میں حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب سے فرمایا کہ تمہارے اور عائشہ کے درمیان کوئی معاملہ اٹھنے والا ہے، انہوں نے فرمایا: میں اے اللہ کے رسول؟ آپ نے فرمایا: ہاں، انہوں نے کہا تب تو اے اللہ کے رسول میں ان میں سب سے بد بخت ہوں، آپ نے فرمایا نہیں مگر جب ایسا واقع ہو جائے تو انہیں ان کے ٹھکانے کی طرف واپس لوٹا دینا۔

اس بات کی دلیل کہ حضرت عائشہؓ وطلحہ وزبیرؓ جنگ کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے نکلے تھے حاکم کی وہ روایت ہے جو بطریق قیس بن ابی حازم مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ بنی عامر کے بعض محلوں تک پہنچیں تو ان پر کتے بھوکنے لگے، اس وقت انہوں نے پوچھا کہ کونسا تالاب ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ حوأب۔ کہنے لگیں: مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں لوٹنے والی ہوں، اس موقع پر حضرت زبیر نے ان سے کہا کہ ابھی نہیں آپ آگے بڑھیئے لوگ آپ کو دیکھ لیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کے باہمی معاملات کی اصلاح فرمادے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں تو بس یہی

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۳۹۳/۶۔ بحاشیہ الکنز المنتخبة) اور حدیث حسن ہے۔ دیکھو: "فتح الباری" (۵۵/۱۳)

ہیثمی نے کہا اس کو احمد، بزار، طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، "مجمع الزوائد" (۲۳۴/۷)

سمجھتی ہوں کہ میں لوٹ جانے والی ہوں: کیونکہ

"سمعت رسول الله ﷺ يقول: كيف باحداكن اذا نبحتها كلاب الحوأب" (۱)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا تھا کہ: اس وقت تم میں سے کسی ایک کا کیا ہوگا جب اس پر حوأب کے کتے بھونکنے لگیں گے۔ (۲)

وفي رواية للبزار عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال لنسائه: "ايتكن صاحبة الجمل الادبب، (۳) تخرج حتى تنبحها كلاب الحوأب، يقتل عن يمينها وعن شمالها قتلى كثيرة، وتنجو من بعد ما كادت". (۴)

---

(۱) بصرہ کے قریب ایک جگہ ہے جو زمانہ جاہلیت میں عرب کے آبی ذخیروں میں سے تھا اور یہ مقام مکہ سے بصرہ جانے کے راستے میں آتا ہے اس کا نام ابوبکر بن کلاب الحوأب یا حوأب بنت کلب بن وبرہ القضاعیۃ کی جانب نسبت کرکے رکھا گیا ہے۔
دیکھئے: "معجم البلدان" (۳۱۴/۲) اور حاشیہ محب الدین الخطیب علی "العواصم من القواصم" (ص ۱۴۸)

(۲) "مستدرك الحاكم" (۱۲۰/۳)
ابن حجر نے فرمایا: اس کی صحیح کی شرط پر ہے، انظر "فتح الباری" (۵۵/۱۳). وقال الہیثمی: احمد، بزار اور ابویعلی نے روایت کی ہے اور احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں، "مجمع الزوائد" (۲۳۴/۷).
"مسند الامام احمد" (۵۲/۶۔ بحامشه الكنز المنتخبة).

(۳) (الادبب) یعنی الادب، اسے کہتے ہیں جس کے چہرے پر کثرت سے بال ہو۔
انظر: "النہایۃ" لابن کثیر (۹۶/۲).

(۴) "فتح الباری" (۵۵/۱۳) اور ابن حجر نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔
اور امام ابوبکر بن العربی نے اپنی کتاب "العواصم من القواصم" (ص ۱۶۱)، میں حدیث حوأب کا انکار کیا ہے، اور شیخ محب الدین الخطیب نے "العواصم" کے اپنے تعلیق میں اسی کو تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ اسلام کے معتبر دواوین میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے، ذہبی اور ابن حجر نے اسے صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ گزرا، چنانچہ حافظ نے فتح الباری (۵۵/۱۳) میں حدیث حوأب پر =

اور بزار کی ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: تم میں سے کون بالوں سے بھرے چہرے والے اونٹ کی سوار ہے کہ وہ یہاں تک نکلے گی کہ حوأب کے کتے اس پر بھونکنے لگیں گے۔ اس کے دائیں اور بائیں جانب سے کثیر تعداد میں لوگ قتل ہوں گے، اور وہ ہلاک ہوتے ہوتے نجات پا جائے گی۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: حضرت عائشہؓ جنگ کے لئے نہیں نکلیں تھیں وہ تو محض اس قصد سے باہر آئی تھیں کہ مسلمانوں کے درمیان صلح ہو جائے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان کے نکلنے ہی میں مسلمانوں کا فائدہ ہے، پھر بعد میں جا کر یہ چیز ان پر واضح ہوئی کہ نہ نکلنا ہی بہتر تھا، لہٰذا جب انہیں اپنا نکلنا یاد آتا تو اس قدر روتی تھیں کہ ان کی اوڑھنی تر ہو جاتی تھی۔

اس طرح عام سابقین نے بھی اپنے جنگ میں داخل ہو جانے کی وجہ سے ندامت کا اظہار کیا ہے، چنانچہ حضرت طلحہؓ و زبیر و علیؓ ان سب نے ندامت کا اظہار فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جمل کے دن ان میں سے کسی ایک کا بھی قتال کا ارادہ نہیں تھا لیکن ان کی مرضی کے بغیر جنگ چھڑ ہی گئی کیونکہ جب حضرت علی و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم نے باہمی طور سے پیغام رسانی کا سلسلہ جاری فرمایا اور مصالحت پر اتفاق کا قصد کر بیٹھے اور یہ طے ہو گیا کہ اگر انہیں قابو مل گیا تو اہل فتنہ سے قاتلان عثمان کو طلب کر لیں گے، اور حقیقت بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ قتل عثمان پر راضی نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے اس میں کسی طرح سے حصہ لیا تھا جیسا کہ وہ با حلف فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم نہ ہی میں نے

= گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: اور اس کی تخریج احمد، ابو یعلی اور بزار نے کی ہے اور ابن حبان و حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے بخاری کی شرط پر ہے۔ اور البانی نے "**سلسلة الاحاديث الصحيحة**" میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اس حدیث کی صحت پر طعن کرتے ہیں، اور ان ائمہ کا تذکرہ بھی فرمایا ہے جنہوں نے اس کی تخریج کی ہے۔

عثمان کو قتل کیا ہے اور نہ ہی ان کے قتل میں میرا کوئی حصہ رہا ہے. اور وہ اپنی قسم میں پورے طور سے سچے اور راست باز تھے، چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر قاتلوں کو اس بات کا خوف لاحق ہو گیا کہ حضرت علیؓ قاتلان عثمان کو گرفتار کرنے پر ان کے ساتھ اتفاق کر لیں گے، لہٰذا انہوں نے طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر پر دھاوا بول دیا، اس وقت حضرت طلحہ و زبیرؓ کو یہ مغالطہ ہوا کہ حضرت علیؓ ہی نے ان پر حملہ کیا ہے، چنانچہ انہوں نے بھی اپنے دفاع میں جوابی حملہ کر دیا، اس پر حضرت علیؓ نے یہ سمجھا کہ یہ حملہ ان کی جانب سے ہوا ہے، لہٰذا وہ بھی اپنے دفاع میں شریک جنگ ہو گئے، اس طرح بے اختیاری میں یہ فتنہ واقع ہو گیا اور حضرت عائشہؓ تو سواری پر بیٹھی ہوئی تھیں نہ تو انہوں نے جنگ کی اور نہ ہی انہوں نے جنگ کرنے کا حکم دیا، تاریخ کی معرفت رکھنے والے مختلف لوگوں نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔(۱)

د۔ معرکۂ صِفّین:

جنگ جمل کے علاوہ صحابہ کرام کے درمیان واقع ہونے والے فتنوں میں سے ایک فتنہ وہ تھا جس کے بارے میں نبی ﷺ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان، يكون بينهما مقتلة عظيمة، دعواهما واحدة".(۲)

کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو بڑے گروہ آپس میں نبرد آزمانہ ہولیں، ان دونوں کے درمیان عظیم خونریزی ہوگی (جبکہ) ان دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔(اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا)

فتح الباری میں حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق یہ دونوں گروہ حضرت

---

(۱) "منهاج السنة"(۱۸۵/۲).

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الفتن، باب (بدون) (۸/۱۳-مع الفتح) و"صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۲/۱۸-۱۳-مع شرح النووي).(۳)(۸۵/۱۳).

حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کی جماعت اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کی جماعت ہیں۔(۱)

بزار نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت زید بن وہب سے تخریج کی ہے، زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے پاس تھے، انہوں نے فرمایا: تم کیسے ہو گے یعنی اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے ہی ہم مذہب نکل کھڑے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کے چہروں پر تلوار بجا رہے ہوں گے؟ لوگوں نے کہا: آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اس گروہ کی طرف دیکھنا جو حضرت علی کی حکومت کی طرف بلاتا ہو اور اس کو لازم پکڑ لینا، کیونکہ وہی حق پر ہوگا۔(۲)

ان دونوں گروہوں کے درمیان یہ جنگ ذی الحجہ ۳۶ھ میں اس مقام پر واقع ہوئی جو صفین کے نام سے مشہور ہے۔(۳)

ان دونوں گروہوں کے درمیان ستر سے زائد مقابلے ہوئے جس میں دونوں گروہوں سے ستر ہزار کے قریب اشخاص مارے گئے۔(۴)

اور حضرت علیؓ و معاویہؓ کے درمیان جو قتال واقع ہوا ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں چاہتا تھا، بلکہ دونوں لشکروں میں کچھ ایسے خواہش پرست تھے جنہیں غلبہ حاصل تھا یہی لوگوں کو جنگ پر ابھار رہے تھے، اور اس کا نتیجہ خونریز معرکوں اور حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کے ہاتھوں سے معاملے کے نکل جانے کی صورت میں ظاہر ہوا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: دونوں گروہوں میں سے جن لوگوں نے جنگ

---

(۱) فتح الباری، (۸۵/۱۳) (۲) "فتح الباری" (۸۵/۱۳).

(۳) (صفین): فرات کے کنارے مغربی جانب ایک مقام کا نام ہے رقہ کے قریب جو عراق کا آخری اور شام کا اول مقام ہے۔

دیکھئے: "معجم البلدان" (۴۱۴/۳)، تعلیق، شیخ محب الدین الخطیب علی العواصم" (ص۱۶۲).

(۴) دیکھئے: "فتح الباری" (۸۶/۱۳) و "معجم البلدان" (۴۱۴/۳-۴۱۵).

کو اختیار کیا تھا ان میں سے اکثر لوگ نہ تو حضرت علیؓ کے اطاعت گزار تھے نہ حضرت معاویہؓ کے اور حضرت علیؓ و معاویہؓ اکثر جنگ بازوں کے مقابلے میں خوں ریزی سے باز رہنے کے زیادہ طلب گار تھے، مگر وہ دونوں حالات سے مغلوب ہوگئے۔ اور فتنہ جب ابھر جاتا ہے تو حکماء اس کی آگ بجھانے سے عاجز رہ جاتے ہیں۔

اور دونوں لشکروں میں اشتر نخعی (۱) اور ہاشم بن عتبہ المرقال (۲) عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید (۳) ابو اعور سلمی (۴) اور انہیں جیسے جنگ پر ابھارنے والے لوگ موجود تھے۔ کچھ

---

(۱) ان کا پورا نام: مالک بن الحارث بن عبد یغوث بن مسلمۃ نخعی کوفی ہے، جو اشتر نخعی کے نام سے مشہور ہوئے۔ زمانہ جاہلیت پایا تھا اور حضرت عمر و علی سے حدیث بھی روایت کی ہے اور یہ حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے، جمل و صفین میں ان کے ساتھ حاضر رہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ یرموک میں بھی شریک تھے اور یہ اپنے قبیلے کے رئیس تھے اور حضرت عثمان کے زمانے میں فتنوں اور ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے میں یہ بھی شریک تھے، حضرت علیؓ نے انہیں مصر کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اور مصر کے راستے میں ۳۷ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ انظر ترجمۃ فی "تہذیب التہذیب" (۱۰/۱۱۔۱۲)، و "الاعلام" (۵/۲۵۹).

(۲) ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص الزہری، یہ مرقال کے نام سے مشہور ہیں جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے امراء میں سے تھے، ان کی ولادت نبی ﷺ کے زمانے میں ہوئی، کہا جاتا ہے کہ ان کا شمار صحابہ میں ہے، انہیں جنگ صفین میں قتل کر دیا گیا تھا، اور یہ شجاعت سے متصف تھے۔

دیکھئے ترجمۃ فی "سیر اعلام النبلاء" (۳/۴۸۶)، و "شذرات الذھب" (۱/۴۶)، و "الاعلام" (۸/۶۶)

(۳) عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید، یہ بہت سخی تھے اور جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے صاحب پرچم تھے، ۴۶ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ دیکھئے: "شذرات الذھب" (۱/۵۵).

(۴) عمرو بن سفیان بن عبد شمس بن سعد الذکوانی السلمی، اپنی کنیت سے مشہور تھے، ابن حجر نے عباس الدوری کے حوالے سے یحیٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے کہ ابو الاعور السلمی اصحاب نبی ﷺ میں سے ایک اور حضرت معاویہ کا ساتھی تھے۔ اور ابو حاتم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو الاعور نے زمانہ جاہلیت پایا تھا لیکن صحبت ثابت نہیں ہے ۲۶ ہجری میں انہوں نے قبرص میں جنگ کی اور جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ بڑا کردار نبھاتے رہے۔

دیکھئے: "الاصابۃ" (۲/۵۴۰۔۵۴۱)، حاشیہ "المنتقی من منہاج الاعتدال" (ص ۲۶۴) للامام ذہبی، تحقیق و تعلیق شیخ محب الدین الخطیب۔

ایسے بھی تھے جو حد درجہ حضرت عثمان کے طرفدار تھے اور کچھ لوگ ان سے متنفر تھے، کچھ لوگ حضرت علیؓ کے مددگار اور کچھ ان سے متنفر تھے، پھر حضرت معاویہؓ کے ساتھیوں کی جنگ صرف حضرت معاویہؓ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کے دوسرے بھی کئی اسباب تھے۔

اور فتنے کی جنگ جاہلیت کی جنگ کی طرح ہوتی ہے، ان میں شریک ہونے والوں کے مقاصد اور اعتقادات کو کسی ضابطے کی قید میں نہیں لایا جاسکتا، جیسا کہ زہری نے فرمایا: فتنہ واقع ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ خوب کثرت سے تھے پھر ان سب کا اس بات پر اجماع ہوگیا کہ ہر وہ خون یا مال یا شرمگاہ جو قرآن کی تاویل کے ذریعہ زد میں آئی وہ رائیگاں ہے (یعنی اس کا کوئی بدلہ نہیں ہے) انہیں جاہلیت کے درجے پر رکھو۔ (۱)

۵۔ خوارج کا ظہور:

حضرت علیؓ کے خلاف خوارج کا ظہور بھی انہیں فتنوں میں سے ایک ہے، اور ان کے ظہور کی ابتداء معرکۂ صفین کے خاتمے کے بعد ہوتی ہے، جب اہل عراق و شام کے دونوں گروہوں کے درمیان تحکیم پر اتفاق ہوجاتا ہے اور جب حضرت علیؓ کوفہ کی طرف پلٹ رہے ہوتے ہیں کہ خوارج ان سے جدا ہو جاتے ہیں. یہ دراصل انہیں کی فوج میں شامل ہوتے ہیں، یہ لوگ اس مقام پر پڑاؤ ڈالتے ہیں جسے حروراء (۲) کہا جاتا ہے، ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد آٹھ ہزار تک ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ سولہ ہزار تھے، پھر حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کو ان کی جانب روانہ فرمایا، انہوں نے ان سے مناظرہ کیا اور ان میں سے بعض لوگ ان کے ساتھ پلٹ آئے اور حضرت علیؓ کی اطاعت میں داخل ہوگئے۔

اور خوارج نے یہ بات پھیلا دی کہ چونکہ حضرت علی تحکیم سے تائب ہوگئے ہیں اسی لئے ان میں سے بعض لوگ ان کی اطاعت کی طرف پلٹ گئے ہیں لہٰذا حضرت علیؓ

---

(۱) ''منهاج السنة'' مصنفہ ابن تیمیہ، (۲/ ۲۲۴).

(۲) (حروراء): کوفہ سے دو میل کی مسافت پر ایک شہر ہے، جس کی جانب خوارج کی نسبت کی جاتی ہے، اور اس کو حروریہ کہا جاتا ہے۔ دیکھئے: ''معجم البلدان' (۲/ ۲۴۵)

نے کوفہ کی مسجد میں انہیں خطاب فرمایا. اس موقع پر ان لوگوں نے مسجد کے تمام گوشوں سے آواز لگائی لا حکم الا للہ فیصلہ صرف اللہ ہی کا حق ہے اور کہنے لگے کہ آپ نے شرک کیا اور لوگوں کو فیصل بنایا، کتاب اللہ کو فیصل نہیں بنایا۔

حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: ہم پر تمہارے تین حقوق ہیں، یہ کہ ہم تمہیں مساجد سے نہ روکیں نہ مال فئے سے تمہارا حصہ روکیں اور جب تک تم فساد نہ پیدا کرو تب تک ہم تمہارے ساتھ جنگ نہ شروع کریں۔

پھر یہ لوگ ایک جگہ اکٹھے ہو گئے اور جو بھی مسلمان ان کے پاس سے گزرتا اسے قتل کر دیتے، اور حضرت عبداللہ بن خباب بن ارت[1] اپنی بیوی کے ساتھ ان کے پاس سے گزرے تو ان لوگوں نے انہیں بھی قتل کر دیا اور حالت حمل ہی میں ان کی بیوی کا پیٹ چاک کر دیا، جب امیر المومنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انہوں نے پوچھا کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم سب نے (مل کر) انہیں قتل کیا ہے. اب حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ جنگ کی تیاری کی اور مشہور مقام (نہروان)[2] پر ان سے مڈبھیڑ ہوئی جہاں خوارج شرمناک شکست سے دو چار ہوئے اور ان میں سے بہت تھوڑے ہی اپنی جان بچا کر نکل پائے۔

---

(۱) عبداللہ بن خباب بن ارت التمیمی، جلیل القدر صحابی ہیں نبی ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے تو ان کا نام عبداللہ رکھا گیا اور یہ اور عبداللہ بن زبیر پہلے نونہال ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے، ان کو خوارج نے ۳۷ھ میں قتل کر دیا تھا۔

دیکھئے: "الاصابة فی تمییز الصحابة" (۲/ ۳۰۲)، "البداية والنهاية" (۷/ ۲۸۸)، و "تجريد اسماء الصحابة" (۱/ ۳۰۷)

(۲) (النہروان) یہ تین نہروں پر مشتمل یہ بغداد کے قریب عراق کا مشہور شہر ہے اسکی اصل وادی جرار ہے جو آذربیجان سے شروع ہوتا ہے اور اس سے بہت سارے شہر سیراب ہوتے ہیں اور اس کو فارسی میں جوروان کہا جاتا ہے اسلام نے اس کی تعریب کر دی تو یہ نہروان کہا جانے لگا۔

دیکھئے: "معجم البلدان" (۵/ ۳۲۴-۳۲۵).

نبی ﷺ نے پہلے ہی سے اس امت میں اس گروہ کے نکلنے کی خبر دے رکھی تھی، اس سلسلے میں متواتر طور پر احادیث آئی ہیں، حافظ ابن کثیر نے ان میں سے صحاح وسنن اور مسانید میں آنے والی تیس سے زائد احادیث کا تذکرہ فرمایا ہے۔[1]

منها ما رواه ابو سعيد الخدری ؓ :قال : قال رسول الله ﷺ : "تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين، يقتلها اولى الطائفتين بالحق."[2]

انہیں میں سے وہ روایت بھی ہے جو حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کی پھوٹ کے موقع پر ایک نکل جانے والا (گروہ) نکلے گا جنہیں دونوں جماعتوں میں سے حق کی زیادہ حقدار جماعت قتل کرے گی۔" (رواہ مسلم)

وعنه ؓ انه لما سئل عن الحرورية ؟قال: لا ادری ما الحرورية ؟ سمعت النبی ﷺ يقول: "يخرج فی هذه الامة—ولم يقل منها—قوم تحقرون صلاتكم مع صلاتهم ،يقرؤون القرآن لا يجاز حلوقهم او حناجرهم، يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية" [3]

حضرت ابوسعیدؓ ہی سے مروی ہے کہ جب ان سے حروریہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ حروریہ کیا ہے؟ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اس امت میں آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس

---

(۱) دیکھئے: "البداية والنهاية" (۲۹۰/۷۔۳۰۷)۔

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف على ايمانه، (۱۶۸/۷۔مع شرح النووی)۔

(۳) "صحیح البخاری" كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب قتل الخوارج والملحدين بعد اقامة الحجة عليهم، (۲۸۳/۱۲۔مع الفتح)

امت میں سے۔ کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جن کی نمازوں کے پہلو میں تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق یا نرخروں کو پار نہیں کرے گا، وہ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور یہ بیان فرمادیا ہے کہ ان کے قتل کرنے والے کے لئے ان کے قتل میں اجر ہے، اور یہ اس گروہ کے فساد، اس کی اسلام سے دوری اور اپنے ابھارے ہوئے فتنوں اور شرارت بازیوں کے باعث امت کے حق میں بہت زیادہ نقصان دہ ہونے کی دلیل ہے۔

ففی "الصحیحین" عن علیؓ: قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: "سیخرج قوم فی آخر الزمان، احداث الاسنان، سفهاء الاحلام، یقولون من خیر قول البریة، لا یجاوز ایمانهم حنا جرهم، یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة، فاینما لقیتموهم فلقتلوهم، فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم یوم القیامة" (۱)

صحیحین میں حضرت علیؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں کچھ ایسے نوخیز اور کم عقل نکلیں گے جو کائنات کے بہترین قول سے گفتگو کریں گے، ان کا ایمان ان کے نرخروں سے آگے نہیں جائے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، تم انہیں جہاں بھی پانا قتل کر دینا، کیونکہ ان کے قتل کرنے والوں کو ان کے قتل میں قیامت کے دن اجر ملے گا۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ اللہ کی مخلوق میں انہیں سب سے بدترین سمجھا

---

(۱) "صحیح البخاری" (۲۸۳/۱۲۔مع الفتح)، و "صحیح مسلم" کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، (۱۶۹/۷۔مع شرح النووی)۔

کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: انہوں نے کافروں کے متعلق نازل ہونے والی آیات کو لے کر مومنوں پر چسپاں کر دیا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کی وجہ سے بڑی سخت آزمائش کی صورت پیدا ہوگئی، انہوں نے اپنے فاسد اعتقاد میں وسعت پیدا کر لی، چنانچہ انہوں نے شادی شدہ لوگوں کے رجم کو باطل کر دیا، اور چور کا ہاتھ بغل سے کاٹا، اور حائضہ عورت پر حالت حیض میں نماز کو واجب قرار دیا، اور اگر کوئی شخص قادر ہونے کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دے تو اسے کافر گردانا اور اگر قادر نہ ہو تو اسے کبیرہ گناہ کا مرتکب شمار کیا اور ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کے مرتکب کا حکم وہی ہے جو کافر کا حکم ہے اور ذمیوں کے اموال اور ان سے کسی بھی طرح کی چھیڑ خانی سے مطلق طور پر رک گئے اور جو لوگ اسلام کی طرف منسوب تھے انہیں قتل لوٹ مار اور قید و بند کے ذریعہ مشق ستم بنایا۔[2]

خوارج کا ظہور برابر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ان میں کے آخری لوگ دجال کو پالیں گے۔

ففي الحديث عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ: قال: " ينشأ نشء يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم ،كلما خرج قرن؛ قطع" . قال ابن عمر: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "كلما خرج قرن قطع (اكثر من عشرين مرة) حتى يخرج في عراضهم الدجال".[3]

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب استتابة المرتدين، باب قتل الخوارج، (۲۸۲/۱۲۔مع الفتح). وقال ابن حجر نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ "فتح الباري" (۱۲/ ۲۸٦).

(۲) "فتح الباري" (۲۸۵/۱۲).

(۳) "سنن ابن ماجة" المقدمة باب ذكر الخوارج ، (٦١/۱) (ح ۱۷۴) ، اور حدیث حسن ہے۔ انظر: "صحيح الجامع الصغير" (۳٦۲/٦) (ح ۸۰۲۷) للالباني.

چنانچہ حدیث میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک نسل پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی (مگر) وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، جب جب کوئی گروہ نکلے گا کاٹ دیا جائے گا ابن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب جب کوئی گروہ نکلے گا کاٹ دیا جائے گا (بیس سے زائد بار) یہاں تک کہ انہیں کے پہلو میں دجال نکلے گا۔

و۔ معرکۂ حرہ(۱):

پھر تو اس کے بعد فتنے پے درپے واقع ہونے لگے انہیں فتنوں میں سے مشہور معرکہ حرہ بھی ہے جو یزید بن معاویہ کے عہد حکومت میں واقع ہوا تھا اور اس میں مدینۂ رسول ﷺ کو مباح کرلیا گیا تھا، اسی میں بہت سارے صحابہ کرامؓ مارے گئے تھے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں: پہلا فتنہ اٹھا تو بدریوں میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ بچا، پھر جب دوسرا فتنہ اٹھا تو حدیبیہ کے حاضرین میں سے کوئی بھی نہ رہ گیا۔

فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ تیسرا فتنہ اٹھ جاتا تو اس کے ختم ہوتے ہوتے کوئی بھلائی باقی نہ رہ جاتی۔(۲)

بغوی فرماتے ہیں: پہلے فتنے سے ان کی مراد شہادت عثمانؓ اور دوسرے فتنے سے مراد معرکۂ حرہ ہے۔(۳)

---

(۱) (الحرۃ) یہ مشرقی حرہ ہے مدینہ کے حروں میں سے ایک ہے اور اس میں اہل مدینہ اور جیش یزید بن معاویہ کے درمیان سن ۶۳ھ میں جنگ ہوئی تھی، اور اس کا سبب یہ ہوا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کو توڑ دیا تھا تو اس نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں فوج روانہ کی اور اس نے مدینہ پر حملہ کردیا اور اس میں سات سو سے زائد مہاجرین وانصار صحابہ قتل کردئے گئے اور دس ہزار لوگ ان کے علاوہ قتل کئے گئے، اسی لئے سلف نے اس کا نام مسرف رکھ دیا اور جب وہ مدینہ سے مکہ کی طرف جارہا تھا کہ راستے میں اللہ تعالیٰ کی گرفت کا شکار ہوگیا۔ انظر: "البدایة والنهایة" (۸/۲۱۷-۲۲۴)، و"معجم البلدان" (۲/۲۴۹).

(۲) دیکھئے: "شرح السنة" للبغوی، (۱۴/۳۹۶) تحقیق شعیب الارناؤوط.

(۳) "شرح السنة" (۱۴/۳۹۵).

ز۔ خلق قرآن کا فتنہ:

پھر اس کے بعد عباسیوں کے عہد حکومت میں قرآن کو مخلوق کہنے کا فتنہ کھڑا ہوا، اس قول کی پیشوائی اور نصرت خلیفہ عباسی مامون نے کی اور اس سلسلے میں اس نے معتزلہ اور جہمیہ کی پیروی کی جنہوں نے اس کے پاس اسے رواج دیا تھا۔ یہ فتنہ اس قدر بڑھا کہ اس کے سبب علماء اسلام امتحان سے دو چار ہوئے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس نے انہیں ایک لمبے عرصے تک مشغول رکھا اور اس کے سبب سے مسلمانوں کے عقیدے میں ایسی چیزیں داخل ہوگئیں جن سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ (آجکل کے احناف میں بھی بعض علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کی مخلوق ہے)

اس کے علاوہ بھی اس قدر فتنے واقع ہوئے کہ جن کا کوئی شمار نہیں کیا جا سکتا اور برابر یہ فتنے ظاہر ہو رہے ہیں اور تسلسل کے ساتھ ان میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

ان مذکورہ فتنوں اور ان کے علاوہ دیگر فتنوں کے سبب مسلمان بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ہر فرقہ اپنی طرف بلاتا ہے اور اس بات کا دعویدار ہے کہ وہی حق پر ہے اور اس کے سوا سب باطل پر ہیں، اور ہادیٔ بشیر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی خبر دے رکھی ہے کہ سابقہ امتوں کے افتراق کی طرح اس امت میں بھی فرقہ بندی ہوگی۔

ففی الحدیث عن ابی هریرة‌ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "افترقت اليهود على احدى او اثنتين وسبعين فرقة، وتفرقت النصارى على احدى او اثنتين وسبعين فرقة، وتفترق امتى على ثلاث وسبعين فرقة" رواه اصحاب السنن الا النسائی۔[1]

---

(۱) "الترمذی" (۷/۳۹۷۔ ۳۹۸۔ مع تحفة الاحوذی)، وقال "حدیث حسن صحیح"، و"سنن ابی داؤد" (۱۲/۳٤۰۔ مع عون المعبود)، و"سنن ابن ماجه" (۲/۱۳۲۱) تحقیق محمد فواد عبدالباقی۔

اور حدیث صحیح ہے۔ دیکھو: "صحیح الجامع الصغیر" (۱/۳۵۸) (ح ۱۰۹۴)، و"سلسلة الاحادیث الصحیحة" (م۱ ج۳/۱۲) (ح ۲۰۳)۔

چنانچہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، نسائی کے سوا باقی تمام اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے۔

وعن ابی عامرعبدالله بن لحی، قال: حججنا مع معاوية بن ابی سفيان ،فلما قدمنا مكة: قال حين صلى صلاة الظهر، فقال: ان رسول الله ﷺ قال: "ان اهل الكتابين افترقوا فی دينهم على اثنتين وسبعين ملة، وان هذه الامة ستفترق على ثلاث وسبعين ملة — يعني: الاهواء: كلها فی النار الا واحدة، وهی الجماعة، وانه سيخرج فی امتی اقوام تجاری بهم تلك الاهواء كما يتجاری الكلب بصاحبه لا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله". والله يا معشر العرب! لئن لم تقوموا بما جاء به نبيكم ﷺ : لغيركم من الناس احرى ان لا يقوم به. (۱)

اور ابو عامر عبداللہ بن لحی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ حج کیا، جب ہم مکہ پہنچے تو نماز ظہر کے بعد معاویہ کھڑے ہوئے اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دونوں اہل کتاب اپنے دین

---

(۱) "مسند احمد" (۱۰۲/۴۔ بحاشیہ منتخب الکنز) و"سنن ابی دائود" (۳۴۱/۱۲۔۳۴۲۔مع عون المعبود)، و"مستدرك الحاكم" (۱۰۲/۴) اور حاکم نے اس حدیث اور حدیث ابو ہریرہؓ کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ وہ اسانید ہیں جن سے اس حدیث کے صحیح ہونے میں دلیل پکڑی جاتی ہے۔

اور حدیث کو البانی نے صحیح کہا ہے اور اس کے طرق کو"سلسلة الاحاديث الصحيحة" میں جمع کیا ہے اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جنہوں نے اس حدیث پر طعن کیا ہے۔ دیکھو: "السلسلة" (م/۱۲ ج۱۴/۳۔۲۳)(ح۲۰۴)

میں بہتر ملتوں میں تقسیم ہو گئے اور یہ امت تہتر ملتوں میں تقسیم ہو جائے گی، یعنی بدعات وخواہش پرستی کے سبب سے، ان میں سے ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے، اور وہ (ایک جنت میں جانے والی) جماعت ہے۔ اور میری امت میں کچھ ایسے لوگ نکلیں گے کہ جن کے اندر خواہش پرستی اور بدعتیں اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح داء الکلب کے مریض کے اندر وہ بیماری سرایت کر جاتی ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس کے سرایت کرنے سے نہیں بچتا۔ اللہ کی قسم اے عرب والو! اگر تم لوگ اپنے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو نہیں قائم کرو گے تو تمہارے علاوہ دوسرے لوگ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ اسے قائم نہ کریں۔

ح- گزشتہ امتوں کے طور طریقوں کی پیروی:

یہود ونصاریٰ کے طور طریقوں کی پیروی اور ان کی تقلید بڑے فتنوں میں سے ہے، جبکہ بعض مسلمانوں نے کفار کی تقلید کی، ان کی مشابہت اختیار کی، ان کے اخلاق کو اپنایا اور انہیں کی روش کو پسند کیا، اور یہ چیز نبی ﷺ کی دی ہوئی خبر کے عین مطابق ہے۔

ففی الحدیث عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ أنه قال: " لا تقوم الساعة حتی تاخذ امتی بأخذ القرون قبلها شبرا بشبر، وذراعا بذراع، " فقیل: یا رسول الله ﷺ! کفارس والروم؟ فقال: " ومن الناس الا اولئك " (رواه البخاری)[1]

چنانچہ حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت سابقہ امتوں کے طور طریقوں کو بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ نہ اپنا لے، کہا گیا: اے

---

(۱) ''صحیح البخاری ' کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: "لتتبعن سنن من کان قبلکم '' (۳۰۰/۱۳۔ مع الفتح)

اللہ کے رسول! جیسے فارس اور روم؟ آپ نے فرمایا: ان کے علاوہ اور کون لوگ ہیں۔ (رواہ البخاری)

وفي رواية عن ابي سعيد :قلنا: يا رسول الله! اليهود والنصارى؟ قال: "فمن؟!" (۱)

اور ابو سعید خدریؓ کی ایک روایت میں ہے کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: تو اور کون؟۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ابن بطال فرماتے ہیں: (۲) نبی ﷺ نے یہ جتلا دیا ہے کہ ان کی امت نئی پیدا کی گئی بدعات اور خواہشات کی پیروی کرے گی جیسا کہ سابقہ امتوں میں واقع ہو چکا ہے، اور بہت سی احادیث میں اس بات سے ڈرایا ہے کہ آخری وقت (دنیا کا خاتمہ) برا ہے، اور قیامت تو بدترین لوگوں پر ہی قائم ہوگی، اور دین داری خاص لوگوں کے پاس ہی باقی رہے گی۔ (۳)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے جن چیزوں سے ڈرایا تھا ان میں سے بیش تر تو واقع ہو چکی ہیں اور جو باقی رہ گئی ہیں وہ بھی واقع ہو جائیں گی۔ (۴)

اس زمانے میں مسلمانوں کے اندر ان لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے جو شرقی اور غربی کافروں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، چنانچہ ہمارے مردان کے مردوں کی اور ہماری عورتیں ان کی عورتوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہیں اور انہیں پر فریفتہ ہیں، بعض لوگ تو یہاں تک پہنچ گئے کہ اسلام ہی سے نکل گئے اور ان کا یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے کنارہ کش ہوئے بغیر نہ تو وہ ترقی کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ مہذب

---

(۱) "صحیح بخاری" (۳۰۰/۱۳۔ مع الفتح)، و"صحیح مسلم" کتاب العلم، باب الالد الخصم، (۲۱۹/۱۶۔۲۲۰۔ مع شرح النووی)۔

(۲) یہ ہیں ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک بن بطال القرطبی، انہوں نے ابی المطرف القنازعی اور یونس بن عبد اللہ القاضی سے روایت کی ہے، اور ان کی بخاری کی ایک شرح ہے، صفر ۴۴۹ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: ترجمہ: "شذرات الذهب" (۱۸۳/۳)، و"الاعتصام" (۲۸۵/۴) للزرکلی۔

(۳و۴) "فتح الباری" (۳۰۱/۱۳۔ مع الفتح)۔

ہو سکتے ہیں، جو شخص صحیح اسلام کو جانتا ہے تو وہ یہ بھی جانتا ہے کہ قرون اخیرہ میں اسلامی تعلیمات سے دوری اور عقیدے میں انحراف کے سلسلے میں مسلمان کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ بعض لوگوں کے یہاں تو صرف اسلام کا نام ہی باقی رہ گیا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں، انہوں نے کفار کے قوانین کو فیصل مان کر اللہ کی شریعت سے دوری اختیار کر لی ہے، کفار کی نقالی اور پیروی کے سلسلے میں مسلمانوں کے متعلق نبی ﷺ نے جو وصف بیان فرمایا تھا اس سے بلیغ وصف اور کوئی نہیں ہوسکتا، آپ نے فرمایا: بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تب بھی تم ان کی پیروی کروگے۔(۱)

نووی فرماتے ہیں: بالشت، ہاتھ اور گوہ کے سوراخ سے تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ شدت موافقت کی تمثیل پیش کی جائے۔ اور مراد یہ ہے کہ یہ موافقت گناہوں اور مخالفتوں پر ہوگی کفر میں نہیں، اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا کھلا ہوا معجزہ ہے کیونکہ آپ کی بتائی ہوئی بات واقع ہوچکی ہے۔(۲)

یہ بات تو اپنی جگہ پر، مگر حقیقت یہ ہے کہ فتنوں کا کوئی شمار نہیں ہے عورتوں کا فتنہ، مال کا فتنہ، شہوتوں کی محبت، اقتدار، سرداری اور پیشوائی کی محبت، یہ سب کے سب فتنے ہیں جو انسان کو ہلاک تک کر ڈالتے ہیں اور اسے بربادی کی کھائیوں میں جھونک دیتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کے طلب گار ہیں۔

۷- مدعیان نبوت کا ظہور:

جو علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں انہیں میں سے ان جھوٹے لوگوں کا نکلنا بھی ہے جو نبوت کے دعویدار ہیں اور یہ جھوٹے تیس کے قریب ہیں، ان میں سے کچھ تو نبی ﷺ اور صحابہ کے دور ہی میں ظاہر ہو چکے تھے اور جب تک تعداد پوری نہیں ہو جاتی تو ان کا برابر ظہور ہوتا ہی رہے گا۔

---

(۱) اس سے قبل اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ (۲) "شرح النووی لمسلم" (۲۱۹/۱۶-۲۲۰)

احادیث میں ان لوگوں کی جو تعداد بیان ہوئی ہے اس سے مراد مطلق طور پر ہر مدعی نبوت نہیں ہے کیونکہ وہ تو بے شمار ہیں. بلکہ اس سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جن کو شوکت حاصل ہوئی ہو، جن کے پیروکار کثیر تعداد میں ہوتے ہیں اور جو لوگوں کے درمیان مشہور ہوں۔ (۱)

ففی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی ﷺ قال: "لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین ؛کلھم یزعم أنه رسول الله" (۲)

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس کے قریب کذاب و دجال لوگ نہ اٹھ (ظاہر ہو) جائیں ان میں سے ہر ایک یہ گمان رکھتا ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

وعن ثوبانؓ ؛ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "لا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین، حتی یعبدوا الأوثان ،وانه سیکون فی امتی ثلاثون کذابون، کلھم یزعم ا نه نبی ،وانا خاتم النبیین، لا نبی بعدی". (۳)

اور حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے جا ملیں گے اور بتوں کی پوجا کرنے لگیں گے اور میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ گمان رکھتا ہوگا کہ وہ نبی ہے (جبکہ حقیقت یہ ہے کہ) میں خاتم النبیین ہوں (اور) میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

---

(۱) دیکھئے: "فتح الباری" (۶/۶۱۷).

(۲) "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ ، (۶/۶۱۶۔مع الفتح)، و" صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۴۵۔۴۶۔مع شرح النووی).

(۳) "سنن ابی داؤد" (۱۱/۳۲۴۔مع عون المعبود)، و"ترمذی" (۶/۴۶۶۔مع تحفة الاحوذی)، وقال ہذا حدیث صحیح۔ اورالبانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: "صحیح الجامع الصغیر" (۶/۱۷۴)(ح۷۲۹۵)

ان دجالوں کے ظہور کے سلسلے میں بہت سی احادیث آئی ہیں اور ان میں سے بعض میں تو جزم کے ساتھ تیس کی تعداد بتائی گئی ہے جیسا کہ ثوبان کی حدیث میں ہے، ہو سکتا ہے کہ ثوبان کی روایت عربوں کے اس طریقے کے مطابق ہو جس میں اکائیوں کو پورے پورے دہائی بنا دیا جاتا ہے۔ (۱)

ان تیس لوگوں میں سے جن کا ظہور ہوا ایک مسیلمہ کذاب بھی ہے اس شخص نے نبی ﷺ کے آخری زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے خط و کتابت کی تھی اور اس کا نام مسیلمہ کذاب رکھا تھا، اس کے پیروکار کثیر تعداد میں ہوئے اور مسلمانوں کو اس سے بڑی تکلیف اٹھانی پڑی یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں واقع ہونے والے مشہور معرکۂ یمامہ میں صحابہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

اسی طرح اسود عنسی نامی ایک شخص یمن میں ظاہر ہوا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، نبی ﷺ کی موت کے بعد صحابہ نے اسے قتل کر دیا۔

اور ایک عورت سجاع نامی پیدا ہوئی اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مسیلمہ نے اس سے شادی کر لی پھر جب اسے قتل کر دیا گیا تو وہ اسلام کی طرف پلٹ آئی، طلیحہ بن خویلد اسدی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا پھر توبہ کر کے اسلام کی طرف پلٹ آئے تھے اور ان کے اسلام میں عمدگی پیدا ہو گئی تھی۔

پھر مختار بن عبید ثقفی کا ظہور ہوا، اس نے اہل بیت کی محبت کا اظہار کیا اور خون حسین کا طلب گار ہوا، اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھ گئی تھی اور اس نے ابن زبیر کے ابتدائی دور خلافت میں کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا تھا پھر شیطان نے اس کو اغوا کر لیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا بعد میں یہ کہنے لگا کہ جبرئیل مجھ پر نازل ہوتے ہیں۔ (۲)

ابوداؤد کی اس روایت سے بھی اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ یہ شخص بھی انہیں دجالوں میں سے ایک تھا جسے انہوں نے صحیحین میں ابو ہریرۃؓ کی کذابوں کے ذکر میں

---

(۱) دیکھئے: "فتح الباری" (۸۷/۱۳)۔ (۲) دیکھئے: "فتح الباری" (۶۱۷/۶)۔

پیش کی ہوئی حدیث کے بعد ذکر کیا ہے۔

عن ابراهيم النخعيانه قال لعبيدة السلماني[1] : أ ترى هذا منهم۔ يعني :المختار ـــ؟ قال: فقال عبيدة: اما انه من الرؤوس" [2]۔

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے عبیدہ سلمانی سے کہا: کیا آپ اسے (یعنی مختار کو) بھی انہیں میں سے سمجھتے ہیں؟ عبیدہ نے فرمایا: ارے وہ تو ان کے سرداروں میں سے ہے۔

انہیں میں سے ایک حارث کذاب ہے جو عبد الملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قتل کیا گیا تھا۔

بنی عباس کے عہد خلافت میں اس طرح کی ایک جماعت نکلی تھی۔ [3]

عصر جدید میں ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ وہی مسیح منتظر ہے اور حضرت عیسیٰؑ آسمان میں زندہ نہیں ہیں......اس کے علاوہ بھی اس نے مختلف قسم کے باطل دعوے کئے ہیں، اس شخص کو بھی بہت سے پیروکار اور مددگار ملے، اس کے مقابلے میں بہت سے علماء اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کی تردید کی اور اس بات کو واضح کیا کہ وہ ایک دجال ہے۔(اس کا مقابلہ کرنے والے حافظ ثناء اللہ امرتسریؒ ہیں۔ انہوں نے اس کے ساتھ مناظرے کیے اور تحریری طور پر بھی اس کا خوب جم کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ مرزا قادیانی عاجز آ گیا اور حافظ صاحب کو دعوت مباہلہ دے ڈالی آخر انجام کار یہ ہوا کہ مرزا قادیانی کی موت لیٹرین میں ہوئی اور وہ حافظ صاحبؒ کی زندگی میں ہی مرا جبکہ حافظ صاحب اس سے کافی عرصہ بعد پاکستان کے شہر سرگودھا میں فوت ہوئے)۔ یکے بعد دیگرے ان جھوٹوں کا خروج

---

(۱) عبیدۃ السلمانی المرادی الکوفی فقیہ اور مفتی تھے، نبی ﷺ کی زندگی میں ایمان لائے، اور علیؓ اور ابن مسعودؓ سے لقاء ثابت ہے، شعبی نے ان کے متعلق فرمایا: قضاء کے باب میں حضرت قاضی شریح کے ہم پلہ تھے۔ دیکھئے: شذرات الذهب (۱/۷۸۔۷۹)

(۲) "سنن ابی داؤد" (۱۱/۳۸۶۔ مع عون المعبود)۔ (۳) " فتح الباری "(۶/۶۱۷)۔

جاری ہے یہاں تک کہ ان میں سے آخری کانا دجال ظاہر ہوگا،

فقدروی الامام احمد عن سمرة بن جندبؓ ان رسولؐ الله قال فی خطبته یوم کسفت الشمس علی عهده: " وانه –والله– لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون کذابا ، آخرهم الاعور الکذاب " (۱)

امام احمد نے سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں اس دن فرمایا تھا جس دن (ان کے زمانے میں) سورج کو گہن لگا تھا (آپؐ نے فرمایا) اللہ کی قسم! قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال نکل (ظاہر ہو) جائیں اور ان میں کا آخری کانا جھوٹا ہوگا۔

ان کذابوں میں چار عورتیں بھی شامل ہیں،

فقد روی الامام احمد عن حذیفة رضی الله عنهان نبی الله ﷺ قال: " فی امتی کذابون ودجالون سبعة وعشرون ، منهم اربع نسوة وانی خاتم النبیین، لا نبی بعدی " (۲)

چنانچہ امام احمد نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ستائیس جھوٹے اور دجال ہوں گے اور ان میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

۸– امن وامان کا دور دورہ ہونا:

عن ابی هریرة رضی الله عنه : قال: قال رسول الله : " لا تقوم الساعة حتی یسیر الراکب بین العراق ومکة ، لا یخاف الا ضلال الطریق " . (۳)

(۱) "مسند احمد" (۱۶/۵۔ بحامشه منتخب الکنز) (۲) "مسند احمد" (۳۹۶/۵)، اور وہ صحیح ہے۔ انظر: "صحیح الجامع الصغیر" (۹۷/۴) (ح ۴۱۳۴).
اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کو احمد نے روایت کیا ہے، طبرانی نے "الکبیر" "الاوسط" میں روایت کیا ہے اور بزار نے روایت کیا ہے اور بزار کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۳۳۲/۷).
(۳) "مسند احمد" (۳۷۰/۲۔۳۷۱۔ کنز کے منتخب حواشی) ہیثمی نے فرمایا: اس کی روایت احمد نے کی ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، "مجمع الزوائد" (۳۳۱/۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ سوار عراق اور مکہ کے درمیان اس طرح سیر کرے کہ اسے راستہ بھٹکنے کے سوا کسی اور چیز کا خوف نہ ہو یہ چیز صحابہؓ کے زمانے میں واقع ہو چکی ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں کے مفتوحہ ملکوں میں اسلام اور انصاف عام ہو چکا تھا۔

اس کی تائید حضرت عدیؓ کی گزشتہ حدیث کے مضمون سے بھی ہوتی ہے جہاں نبی ﷺ نے ان سے کہا تھا:

"یا عدی! هل رأيت الحيرة؟" قلت: لم أرها، وقد أنبئت عنها، قال: "فان طالت بك حياة لترين الظعينة ترتحل من الحيرة حتى تطوف بالكعبة : لا تخالف الا الله."(۱)

اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اسے دیکھا تو نہیں ہے ہاں اس کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے، آپ نے فرمایا: اگر تمہیں لمبی زندگی ملی تو تم دیکھو گے کہ عورت حیرہ سے کوچ کرے گی یہاں تک کہ وہ کعبہ کا طواف کرے گی، اللہ کے سوا اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہوگا۔

اور یہ صورت حال حضرت مہدی وعیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں بھی ہوگی جب ظلم وستم کی جگہ عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔

۹- حجاز کی آگ کا ظاہر ہونا:

عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: "لا تقوم الساعة حتى تخرج نار من ارض الحجاز؛ تضئ اعناق الابل ببصرى(۲)"(۳).

---

(۱) اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) (بصری) باء کے ضمہ کے ساتھ آخر کے الف مقصورہ کے ساتھ، شام کا ایک مشہور شہر ہے، اور اس کو حوران بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے اور دمشق کے درمیان تین مراحل ہیں۔

انظر: "معجم البلدان" (۴۴۱/۱)، و"شرح النووی لمسلم" (۳۰/۱۸)=

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز میں ایک آگ نکلے جو بصری کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے۔

ساتویں صدی ہجری کے وسط میں ۶۵۴ ہجری میں یہ آگ ظاہر ہو چکی ہے. یہ آگ بہت عظیم تھی، جن علماء کے زمانے میں اس کا ظہور ہوا تھا انہوں نے اور ان کے بعد آنے والے علماء نے بھی اس کا وصف خوب بیان کیا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ ''ہمارے زمانے میں ۶۵۴ ہجری میں مدینہ میں ایک آگ نکلی تھی، یہ بہت ہی عظیم آگ تھی جو حرہ کے پیچھے مدینہ کے مشرقی پہلو سے نکلی تھی، پورے شام اور دیگر ممالک کے یہاں اس کا علم متواتر ہے، اور مدینہ والوں میں سے جو وہاں حاضر تھے انہوں نے مجھے خبر دی ہے''(۱)

امام ابن کثیر نے نقل فرمایا ہے کہ بہت سے اعرابیوں نے جو بصری کی آبادی میں موجود تھے سرزمین حجاز میں ظاہر ہونے والی اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں دیکھی ہیں۔(۲)

امام قرطبیؒ نے بھی اس آگ کے ظاہر ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور اپنی کتاب ''تذکرہ''(۳) میں اس کا وصف خوب بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آگ مکہ اور بصریٰ کی پہاڑیوں سے دیکھی گئی ہے۔

= و''فتح الباری''(۱۳/۸۰).

(۳) ''صحیح بخاری ''کتاب الفتن، باب خروج النار،(۱۳/۷۸۔مع الفتح)،و''صحیح مسلم''کتاب الفتن واشراط الساعة،(۱۸/۳۰۔مع شرح النووی).

(۱) ''شرح النووی لمسلم''(۱۸/۲۸).

(۲) دیکھئے:''النهاية /الفتن والملاحم'' (۱/۱۴)تحقیق دکتور طه زینی۔ دیکھو:''البداية و النهاية''(۱۳/۱۸۷۔۱۹۳).

(۳) دیکھئے''التذکرة''(ص ۶۳۶)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: مجھ پر جو چیز ظاہر ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ وہی مذکورہ آگ ہے جو مدینہ کے اطراف میں ظاہر ہوئی تھی جیسا کہ قرطبی وغیرہ نے سمجھا ہے۔[1] اور یہ آگ وہ آگ نہیں ہے جو آخری زمانے میں نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف جمع کرے گی۔[2] جیسا کہ علامات کبریٰ کے بیان میں اس پر گفتگو ہونے والی ہے۔

۱۰۔ ترکوں سے جنگ[3]:

روی مسلم عن ابی هريرة ؓ ان رسول الله ﷺ قال: " لا تقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون الترك: قوما وجوههم كالمجان المطرقة، يلبسون الشعر، ويمشون في الشعر". [4]

مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) فتح الباری" (۷۹/۱۳)

(۲) دیکھئے:" شرح النووی لمسلم" (۲۸/۱۸) و" الاذاعة" (ص ۸۵)

(۳) (ترک: ان کی اصل کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

(الف) یہ یافث بن نوح کی نسل سے ہیں جن کی نسل سے یاجوج وماجوج ہیں، لہٰذا یہ سب ان کے عم زاد ہوئے۔

(ب) یہ بنی قنطوراء سے ہیں، قنطوراء ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک لونڈی کا نام ہے جو ان کی اولاد کی ماں ہے اور انہیں کی نسل سے ترکی اور چینی پیدا ہوئے ہیں۔

(ج) ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعلق تبع کی نسل سے ہے۔

(د) ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا تعلق افریدون بن سام بن نوح کی نسل سے ہے۔

ان کے ملک کو ترکستان کہا جاتا ہے جس کا سلسلہ خراسان کے مشرقی علاقوں سے چین کے مغربی علاقوں اور ہندوستان کے شمالی علاقوں کو شامل کرتا ہوا اس معمورے کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔

دیکھئے: "النهاية في غريب الحديث" (۱۱۳/۴) و" ترتيب القاموس المحيط" (۷۰۰/۳) و" معالم السنن" (۶۸/۶) و" معجم البلدان" (۲۳/۲) و" النهاية / الفتن والملاحم" (۱۵۳/۱) تحقیق دکتور طہ زینی، و" فتح الباری" (۱۰۴/۶، ۶۰۸) و" الاشاعة" (ص ۳۵) و "الاذاعة" (ص ۸۲)

(۴) "صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، (۳۷/۱۸۔ مع شرح النووی)

قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ مسلمان ترکوں سے جنگ کریں یہ ایسے لوگ ہوں گے جن کے چہرے منڈھی ہوئی کھال کی ڈھال کی مانند ہوں گے، بالوں کا لباس پہنیں گے اور بالوں کا جوتا پہن کر چلیں گے۔

وللبخاری عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال:" لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوما نعالهم الشعر ،وحتی تقاتلوا الترصغرا الاعین، حمر الوجوه ،ذلف الانوف، وکان وجوههم المجان المطرقة" (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے بخاری کی ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم ایسے لوگوں سے جنگ کرلو جن کے جوتے بال کے ہوں گے اور ترکوں سے جنگ کرلو جو چھوٹی آنکھوں والے، سرخ چہروں والے، چھوٹی و ہموار ناکوں والے ہونگے۔ ان کے چہرے ایسے ہونگے گویا منڈھی ہوئی کھال کی ڈھالیں ہیں۔

وعن عمرو بن تغلب؛ قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: " من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوما عراض الوجوه ،کان وجوههم المجان المطرقة". (۲)

عمرو بن تغلب سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ چوڑے چہروں والوں سے تمہاری جنگ ہوگی، ان کے چہرے ایسے ہونگے گویا وہ منڈھی ہوئی کھال کی ڈھالیں ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ صحابہؓ کے زمانے ہی سے ترکوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ چل

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، (۶/۶۰۴۔مع الفتح)

(۲) "مسند احمد" (۵/۷۰) کنز کے منتخب حواشی) اور الفاظ مسند احمد کے ہیں، "صحیح بخاری" کتاب الجهاد، باب قتال الترک، (۶/۱۰۴۔مع الفتح)۔

پڑی تھی اور یہ سلسلے خلافت بنی امیہ کی ابتدا میں حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت ہی میں شروع ہو چکے تھے۔

ابو یعلی نے معاویہ بن خدیج سے روایت کی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس ہی تھا جب ان کے پاس ان کے ایک گورنر کا خط پہنچا جس میں اس نے خبر دی تھی کہ وہ ترکوں پر حملہ آور ہوا اور انہیں شکست سے دوچار کر دیا، اور قتل ہونے والوں کی کثرت اور حاصل ہونے والے مال غنیمت کی کثرت کا تذکرہ کیا تھا، اسے سن کر حضرت امیر معاویہ نے غضبنا کی کا مظاہرہ فرمایا، پھر حکم دیا کہ اسے لکھا جائے کہ قتل وغنیمت وغیرہ کے متعلق تم نے جو کچھ بھی لکھا ہے میں نے سمجھ لیا ہے مگر اب دوبارہ مجھے کوئی خبر ایسی نہ ملے کہ تم نے اس طرح کا کوئی اقدام کیا ہے اور جب تک میرا حکم نہ پہنچے تب تک ان سے جنگ نہ کرنا، میں نے عرض کیا، ایسا کیوں اے امیر المومنین! انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"لتظهرن الترك على العرب حتى تلحقها بمنابت الشيح[1] والقيصوم"[2]، فانا اكره قتالهم لذلك.[3]

ترک عربوں پر غالب آجائیں گے یہاں تک کہ انہیں شیح اور قیصوم کی سبزہ گاہوں سے ملا دیں گے، اسی لئے میں ان سے جنگ کو ناپسند کرتا ہوں۔

وعن عبدالله بن بريدة عن ابيه رضى الله عنه :قل: كنت جالسا عند النبى ﷺ، فسمعنا النبى ﷺ يقول: "ان امتى

---

(۱) شیح، ایک خوشبودار پودا ہوتا ہے اور ذات الشیح دیار بنی یربوع کی بلندی پر واقع ہے اور ذوالشیح یمامہ کا ایک مقام ہے اسی طرح جزیرہ میں بھی ایک مقام کا نام ہے۔

(۲) (القیصوم) ایک اچھی خوشبو والا پودا ہے، اس کی واحد قیصومہ ہے یہ ایک مقام ہے جو کوفہ اور مکہ کے درمیان نصف مسافت پر واقع ہے۔" معجم البلدان" (۴۲۲۲۸۲/۴)

(۳) "فتح البارى" (۶۰۹/۶). اور ہیثمی نے کہا اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے اندر غیر معروف راوی ہیں۔" مجمع الزوائد" (۳۱۲/۷)

يسوقها قوم عراض الاوجه، صغار الاعين، كان وجوههم الحجف (ثلاث مرات)،حتى يلحقوهم بجزيرة العرب، اما السابقة الاولى ، فينجو من هرب منهم،واما الثانية: فيهلك بعض و ينجو بعض، واما الثالثة ، فيصطلمون كلهم من بقى منهم"۔ قالوا: يا نبى الله! من هم؟ قال: " هم الترك"۔ قال:" اما والذى نفسى بيده؛ ليربطن خيولهم الى سوارى مساجد المسلمين"۔ قال وكان بريدة لا يفارقه بعيران او ثلاثة ومتاع السفر والاسقية بعد ذلك للهرب، مما سمع من النبى ﷺ من البلاء من امراء الترك"(۱)

---

(۱) ''مسند احمد''(۳۴۸/۵۔۳۴۹۔کنز کے منتخب حواشی)

ابوالخطاب عمر بن دحیہ فرماتے ہیں''ہذا سند صحیح''"التذكرة" للقرطبى،(ص۵۹۳)۔

ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو ابوداؤد نے اختصار سے روایت کیا ہے احمد اور بزار نے بھی اختصار سے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں،''مجمع الزوائد''(۳۱۱/۷)۔

لیکن ابوداؤد کی روایت امام احمد کی روایت سے مختلف ہے ابوداؤد کی روایت کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان ہی تین مرتبہ ترکوں کو بھگا کر جزیرہ عرب سے ملا دیں گے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ تم سے چھوٹی آنکھوں والی ایک جماعت جنگ کرے گی یعنی ترک،فرمایا تم انہیں تین مرتبہ ہانکو گے یہاں تک کہ انہیں جزیرۂ عرب سے جا ملاؤ گے...الحدیث۔''سنن ابی داؤد'' کتاب الملاحم، باب قتال الترک،(۴۱۲/۱۱۔۴۱۳۔مع عون المعبود)۔

صاحب عون المعبود کہتے ہیں کہ میرے نزدیک احمد کی روایت درست ہے اور ابوداؤد کی روایت کے متعلق ظاہر ہے کہ اس کے بعض راویوں کو وہم ہوا ہے۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی ﷺ سے امراء ترک کی جانب سے مسلط کی جانے والی بلاؤں کے متعلق سننے کے بعد حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فرار کے لئے دو یا تین اونٹ سامان سفر اور پانی کی چھاگلیں ہمیشہ تیار رہتی تھیں۔

اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابوداؤد کے بعض رواۃ نے شک کی بنیاد پر آخر حدیث میں کہا ہے''اوکما قال''مزید یہ کہ جن حوادث کا تذکرہ احمد کی روایت میں ہے وہ رونما بھی ہوئے =

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہم نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کو کچھ ایسے لوگ ہانکیں گے جو چوڑے چہرے والے' چھوٹی آنکھوں والے ہوں گے' ان کے چہرے ڈھال کی مانند ہوں گے' یہاں تک کہ انہیں جزیرہ عرب سے جا ملائیں گے' پہلے سابقے (ہلّہ) میں تو جوان سے بھاگ جائے گا وہ بچ جائے گا اور دوسرے ہلّہ میں کچھ ہلاک ہو جائیں گے اور کچھ بچ جائیں گے' مگر تیسرے ہلّہ میں ان میں سے جو بھی باقی بچ رہیں گے وہ سب صاف ہو جائیں گے' لوگوں نے پوچھا' اے اللہ کے نبی! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ترک لوگ ہیں' آگاہ رہو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ لوگ اپنے گھوڑوں کو مسلمانوں کی مساجد کے ستونوں سے باندھیں گے۔ حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد فرار کے لئے حضرت بریدہ کے پاس دو یا تین اونٹ ،سامان سفر اور پینے کے برتن ہمیشہ تیار رہا کرتے تھے اور اس کا سبب یہی تھا کہ انہیں امرائے ترک کی جانب سے نبی ﷺ سے سنی ہوئی بلاؤں کا خوف لاحق تھا۔

= ہیں۔ ''عون المعبود'' (۱۱/۴۱۴)۔

اس کے بعد ترکوں کے خروج کے متعلق قرطبی کے واسطے سے نقل فرمایا ہے: اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ تین مرتبہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے ،اور ان کے آخری حملے میں بغداد تباہ ہوا تھا ،انہوں نے مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کر دیا تھا اور علماء و امراء اور فضلاء اور لوگ مارے گئے تھے ،وہ بہت دور تک پھیل گئے تھے حتی کہ ملک شام پر بھی کچھ دنوں تک ان کا قبضہ رہا اور مصر کے علاقے تک ان کا رعب طاری تھا اور ان کا زور اس وقت ٹوٹا جب ملک مظفر (جس کا لقب قطز تھا) سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی اور عین جالوت کے معرکہ میں انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا اور جس طرح طاغوت و فتح حاصل ہوئی تو اسی طرح مسلمانوں کو ان پر فتح و ظفر حاصل ہوئی اور ان کا شیرازہ بکھر گیا اور اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ان کے شر سے نجات دی۔
انظر: ''التذكرة للقرطبى'' (ص ۵۹۲-۵۹۵)، و''عون المعبود'' (۱۱/۴۱۵-۴۱۶)

صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں یہ حدیث مشہور تھی کہ ''اتـركـوا الترك ما تركوكم ''(۱) ترکوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں۔

---

(۱) "سنن ابی دائود" كتاب الملاحم، باب فی النهی عن تهييج الترك والحبشة، (۴۰۹/۱۱۔ مع عون المعبود)۔ ابن حجر فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے حضرت معاویہ کی حدیث سے روایت کیا ہے'' (فتح الباری، ۶۰۹/۶)

عجلونی فرماتے ہیں کہ زرقانی نے کہا حدیث حسن ہے، اور اصل میں فرمایا کہ اسے ابو داؤد نے صحابہ میں سے ایک شخص کے واسطے سے روایت کیا ہے..... اسے نسائی نے روایت کیا ہے..... اسی طرح طبرانی نے ''الکبیر'' اور ''الاوسط'' میں حضرت ابن مسعودؓ سے ان الفاظ میں مرفوعا روایت کیا ہے: ''کہ ترکوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک کہ وہ تمہیں چھوڑے رکھیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جو میری امت کی بادشاہت اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت سلب کریں گے وہ بنو قنطوراء ہوں گے'' اور طبرانی نے اسے معاویہ بن ابی سفیان کے واسطے سے ایسی سندوں کے ساتھ مرفوعا روایت کیا ہے کہ ان میں کی بعض بعض کی شاہد ہیں، دیکھئے: ''كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على السنة الناس ''(۳۸/۱) للعجلونی، تعلیق احمد القلاش، طبع ومؤسسة الرسالة، بیروت۔

اور علامہ البانی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ موضوع ہے، دیکھئے ''ضعیف الجامع الصغیر'' (۸۱/۱)(ح۱۰۵)

اور علامہ سخاوی اس حدیث کی روایت کرنے والوں کا تذکرہ کرنے بعد فرماتے ہیں: ان تمام کے ساتھ اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانا مناسب معلوم نہیں ہوتا، اور حافظ ضیاء الدین مقدسی نے تو اس کے متعلق جزء ا فی خروج الترك سمعناه کے نام سے ایک کتابچہ بھی ترتیب دیا ہے، ''المقاصد الحسنة فی بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الالسنة (ص ۱۶۔۱۷) وصححه وعلق حواشيه عبدالله محمد الصديق، وقدم له عبد الوهاب عبداللطيف، طبع دار الادب العربي للطباعة ،نشر مكتبة الخانجي بمصر، عام ۱۳۷۵ھ۔

ہیثمی فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے ''الکبیر'' اور ''الاوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس میں عثمان بن یحییٰ قرقانی ہیں جن کے متعلق مجھے علم نہیں ہو سکا اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں، ''مجمع الزوائد'' (۳۱۲/۷)

لہٰذا اس حدیث کے بارے میں کم سے کم جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن =

ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک بند (رکاوٹ) سی تھی یہاں تک کہ وہ رفتہ رفتہ کھل گئی اور ان میں سے قید ہونے والوں کی تعداد بڑھ گئی اور بادشاہوں نے ان کے متعلق مقابلہ آرائی شروع کر دی کیونکہ ان کے اندر پامردی اور جنگ جویانہ صلاحیت پائی جاتی تھی یہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ معتصم (خلیفہ عباسی) کا زیادہ تر لشکر انہیں پر مشتمل تھا، پھر یہ ترک سلطنت پر غالب آ گئے اور ان لوگوں نے اس کے بیٹے متوکل کو قتل کر ڈالا، پھر یکے بعد دیگرے اس کی اولاد کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا یہاں تک کہ مملکت میں دیلم شامل ہو گئے، پھر سامانی شاہوں کا سلسلہ بھی ترکوں ہی میں سے تھا. بالآخر یہ لوگ بلاد عجم کے مالک ہو گئے، پھر ان ملکوں پر آل سبکتگین کا غلبہ ہوا، پھر آل سلجوق غالب ہوئے اور ان کی سلطنت کا دائرہ عراق اور شام اور روم تک پہنچ گیا، پھر ان کے باقی جانشین زنگیوں نے شام پر قبضہ جمایا اور ان کے جانشین ایوبی خاندان کے لوگ تھے اور ان لوگوں نے بھی ترکوں کو خوب خوب استعمال کیا، پھر انجام کار یہ ہوا کہ انہوں نے مصر وشام اور حجاز کو ان سے چھین لیا۔

= ہے، بالخصوص جب کہ ابن حجر نے بیان فرمایا ہے کہ یہ چیز صحابہ کے زمانے میں مشہور تھی، اور اس پر کوئی نقد نہیں کیا ہے، لہٰذا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث ان کے نزدیک ثابت ہے' پھر میں نے دیکھا کہ علامہ البانی نے ''**دعوا الحبشة ما ودعوكم، واتركوا الترك ما تركوكم**'' سے استشہاد کیا ہے، اور اس کی سند کے متعلق فرمایا کہ شواہد کے باب میں اس سند میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ابوسکینہ کے سوا اس کے سب رجال ثقہ ہیں، اور حافظ نے ان کے متعلق ''تقریب'' میں فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ ان کا نام محلم ہے اور ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے'' میں یعنی البانی کہتا ہوں کہ اگر ان کی صحبت کا ثبوت نہ بھی ہو تو یہ تابعی ہیں جن کا حال مستور ہے، ان سے تین اشخاص نے روایت کی ہے، لہٰذا یہ حدیث شاہد حسن ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، (۲۴/۴۱۶/ح ۷۷۲) سابق میں جو البانی صاحب نے موضوع کہا ہے۔ تو شاید ان کی مراد وہ زیادتی ہے جو حدیث کے آخر میں وارد ہوئی ہے ''**اول من يسلب امتى ملكهم و ما خولهم الله بنو قنطورا**'' اور عنقریب آئے گا کہ حافظ ابن حجر نے اس سے استشہاد کیا ہے چنانچہ وہ ان کے نزدیک ثابت ہے۔ واللہ اعلم

پانچویں صدی میں غزنامی ترکوں کی ایک قوم نے آل سلجوق پر دھاوا بول دیا اور شہروں کو ویران اور لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔

پھر تا تاریوں کی صورت میں سب سے بڑی بلا نازل ہوئی، چھٹی صدی ہجری کے بعد چنگیز خان کا ظہور ہوا اور پوری دنیا میں آگ بھڑک اٹھی خصوصا سارے مشرق میں یہاں تک کہ اس کا کوئی بھی شہر ان کے شر سے محفوظ نہیں رہا، پھر ۵۶۱ ہجری میں انہیں کے ہاتھوں بغداد تباہ و برباد اور ان کا آخری خلیفہ مستعصم قتل ہوا اس کے بعد ان کے پس ماندگان برابر آبادیوں کو ویرانوں میں تبدیل کرتے رہے اور اس سلسلے کی آخری کڑی (لنگ) کی صورت میں نمودار ہوئی اس کا معنی ہے لنگڑا، اور اس شخص کا نام تمر ہے تا کے فتحہ اور میم کے ضمہ کے ساتھ اور کبھی کبھی اشباع کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، یہ شام کے علاقوں میں وارد ہوا اور اس نے وہیں بود و باش اختیار کی، اس نے دمشق کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا اور روم و ہندوستان اور ان کے درمیان آنے والے علاقوں میں داخل ہوا، اس کی مدت کافی لمبی ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا، اس کے لڑکے مختلف ممالک میں منتشر ہو گئے تھے۔

میرے بیان کردہ ان تمام واقعات سے نبی ﷺ کے اس قول "**ان بنی قنطوراء اول من سلب امتی ملکھم**" کی صداقت ظاہر ہوگئی کہ بنی قنطوراء وہ پہلے لوگ ہوں گے جو میری امت کی بادشاہت سلب کریں گے، گویا نبی ﷺ کے قول میری امت سے مراد امت نسب ہے امت دعوت نہیں یعنی عرب مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔[1]

ان حقائق کی روشنی میں ساتویں صدی ہجری میں ظاہر ہونے والے تا تاریوں کا شمار ترکوں ہی میں ہوگا کیونکہ ترکوں کے بارے میں جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ تا تاریوں (مغلوں) پر منطبق ہوتی ہیں اور ان کا ظہور امام نووی کے زمانے میں ہوا تھا،[2] وہ ان

---

(۱) "فتح الباری" (۶/۶۰۹-۶۱۰)۔ (۲) امام نووی کی ولادت ۶۳۱ھ میں اور وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی تھی، اسی وقفہ میں تا تاریوں کا ظہور بھی ہوا تھا اور انہوں نے خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ دیکھیے: "تذکرۃ الحفاظ" (۴/۱۴۷۱-۱۴۷۳)۔

کے متعلق فرماتے ہیں کہ: نبی ﷺ کی ذکر کردہ تمام صفات کے ساتھ ان ترکوں سے جنگ کا وجود ہو چکا ہے، چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہروں والے، چھوٹی اور ہموار ناکوں والے چوڑے چہروں والے، گویا ان کے چہرے چمڑے کی منڈھی ہوئی ڈھالیں ہیں اور بالوں کے جوتوں کا استعمال کرنے والے، لہٰذا ان تمام صفات کے ساتھ یہ ہمارے زمانے میں پائے گئے اور مسلمانوں نے بارہا ان سے جنگ کی اور اب بھی ان سے جنگ چل رہی ہے۔ (۱)

بہت سے ترک اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا، انہوں نے مضبوط اسلامی حکومت کی بنیادیں استوار کیں جس سے اسلام کو عزت ملی اور ان کے عہد حکومت میں بڑی بڑی فتوحات عمل میں آئیں، انہیں فتوحات میں سے روم کے دار السلطنت قسطنطنیہ کی فتح بھی ہے، اور ظہور دجال سے قبل آخری زمانے کی فتح عظیم کا پیش خیمہ ہے جیسا کہ آئے گا اور انہیں کی وجہ سے اسلام یورپ اور بہت سے مغربی و مشرقی ممالک تک پہنچا۔

اور یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرمان کے عین مطابق ہے جیسا کہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ترکوں سے جنگ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

"وتجدون من خير الناس اشدهم كراهية هذا الامر، حتى يقع فيه، والناس معادن: خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام". (۲)

تم لوگوں میں سب سے بہتر انہیں پاؤ گے جو اس کاروبار حکومت میں پڑنے سے پہلے اس میں پڑنے کو سخت ناپسند کرتے ہوں گے، اور لوگ تو معدنوں (کانوں) کی طرح ہیں کہ جو جاہلیت میں اچھے و پسندیدہ تھے وہی اسلام میں بھی اچھے اور پسندیدہ ہیں۔

---

(۱) "شرح النووی لمسلم" (۱۸/۳۷-۳۸)

(۲) "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، (۶/۶۰۴-مع الفتح).

۱۱- عجم سے جنگ:[۱]

عن ابی ہریرۃ ؓ ان النبی ﷺ قال: " لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا خوزا،[۲] وکرمان[۳] من الاعاجم: حمر الوجوہ، فطس الانوف، صغار الاعین: کان وجوھھم المجان المطرقۃ، نعالھم الشعر"[۴]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم عجمیوں میں سے خوز اور کرمان سے جنگ کرلو، سرخ چہروں والے، چپٹی ناکوں والے، چھوٹی آنکھوں والے، گویا ان کے چہرے کھال کی منڈھی ہوئی ڈھالیں ہیں اور ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔

ترکوں کی جنگ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ان کی ان صفات کا بیان ہو چکا ہے جو ان کے ساتھ جنگ کا بیان کرنے والی احادیث میں بیان ہوئی ہیں اور یہاں اس حدیث میں خوز و کرمان کے ساتھ جنگ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ دونوں ترکی ممالک میں سے

---

(۱) (العجم) عرب کے علاوہ جو بھی لوگ ہوں، اس کا مفرد عجمی ہے جیسا کہ عربی کی جمع عرب آتا ہے۔ دیکھئے: "لسان العرب" (۳۸۵/۱۲-۳۸۶)

(۲) (خوز) پہلے کے ضمہ دوسرے کے ساکن اور آخر کے زاء کے ساتھ بلاد خوزستان اس کو خوز بھی کہا جاتا ہے اور عراق عجم میں اہواز کا ایک شہر ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ عجمیوں کی ایک صنف کو کہا جاتا ہے۔ دیکھئے: "معجم البلدان" (۴۰۴/۱)، و "فتح الباری" (۶۰۷/۶)

(۳) (کرمان): فتحہ پھر سکون، آخر میں نون ہے، کبھی کبھی کاف کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے مگر فتحہ زیادہ مشہور ہے، یہ بہت ہی وسیع علاقے پر مشتمل ہے جہاں متعدد بستیاں اور شہر ہیں اور مشہور ہے، مشرق سے اس کی حدود بلاد فارس، شمال کی جانب خراسان اور جنوب میں بحر فارس سے ملی ہوئی ہیں یاقوت کا بیان ہے کہ اس کے باشندے اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں، اور خیر وصلاح سے متصف ہیں، اور یہ حالت یقیناً اس وقت کی ہے جبکہ مسلمانوں نے اسے فتح کرلیا تھا۔ دیکھئے: "معجم البلدان" (۴۵۴/۴).

(۴) "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، (۶۰۴/۶- مع الفتح).

نہیں بلکہ بلاد عجم میں سے ہیں اس کے باوجود ان کا وصف بھی ویسے ہی آیا ہے جیسا کہ ترکوں کا بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ اس کا جواب اس طرح دیا جائے کہ یہ حدیث ترکوں کے ساتھ جنگ والی حدیث کے علاوہ ہے اور دونوں میں اشتراک بس اتنا ہی ہے کہ دونوں گروہوں کے خروج سے ڈرانا مقصود ہے۔(۱)

میں کہتا ہوں: اس کی تائید حضرت سمرہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یوشك ان یملأ الله عز وجل ایدیکم من العجم، ثم یکونون اسدا لا یفرون، فیقتلون مقاتلتکم، ویاکلون فیئکم" (۲)

قریب ہے کہ اللہ عز وجل تمہارے ہاتھوں کو عجم سے بھر دے گا پھر وہ شیر ہو جائیں گے راہ فرار اختیار نہ کریں گے، پھر تمہارے جنگیوں کو قتل کر دیں گے اور تمہارے مال غنیمت کو کھا لیں گے۔

وعن ابی هریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "یوشك ان یکثر فیکم من العجم اسد لا یفرون، فیقتلون مقاتلتکم، ویاکلون فیئکم." (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ تمہارے درمیان ایسے عجمی شیروں کی تعداد بڑھ جائے جو راہ فرار اختیار نہ کریں گے، تمہارے جنگیوں کو قتل کر ڈالیں گے اور تمہارے مال غنیمت کو کھا ڈالیں گے۔

---

(۱) "فتح الباری" (٦/٦٠٧).

(۲) "مسند احمد" (۵/۱۱۔ کنز کے منتخب حواشی کے ساتھ).
ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کو احمد بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۷/۳۱۰).

(۳) اسے طبرانی نے روایت کیا ہے "طبرانی" اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۷/۳۱۱).

لہٰذا اس بنیاد پر عجمیوں سے جنگ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

۱۲- امانت کا ضیاع:(۱)

عن ابی هريرة ؓ :قال: قال رسول الله ﷺ: " اذا ضيعت الامانة: فانتظر الساعة" قال: كيف اضاعتها يا رسول الله؟ قال: " اذا اسند الامر الى غير اهله: فانتظر الساعة" (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو، انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول اس کا ضائع کرنا کس طرح ہوگا؟ فرمایا: جب (حکومت کی) ذمہ داری (کسی) نااہل کے سپرد کی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ امانت کس طرح دلوں سے اٹھائی جائے گی اور اس کی نشانی کے سوا کچھ بھی دل میں باقی نہیں رہ جائے گا۔

روى حذيفة ؓ : قال: حدثنا رسول الله ﷺ حديثين، رأيت احداهما، وانا انتظر الآخر،

---

(۱) (امانۃ) خیانت کی ضد ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا ہے: ﴿انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فأبين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا ٥﴾ (الاحزاب:۷۲) اس کے معنی میں علماء کے چند اقوال ہیں: اور یہ سب دو قسموں کے گرد گھومتے ہیں:

اَ۔ توحید: یہ بندے کے پاس ایک امانت ہوتی ہے جو دل میں مخفی رہتی ہے۔

ب۔ عمل: اس کا تعلق شریعت کی جملہ اقسام سے ہے، اور یہ سب بندے کے پاس امانت ہوتے ہیں، چنانچہ امانت نام ہے تکلیف (مکلف ہونے) اور اوامر کے قبول کرنے اور نواہی سے پرہیز کرنے کا۔ دیکھو ابن عربی کی "احکام القرآن" (۱۵۸۸/۳-۱۵۸۹) تحقیق محمد البجاوی، و"شرح النووی لمسلم" (۱۶۸/۲) و"تفسیر ابن کثیر" (۴۷۷/۶)، و"فتح الباری" (۳۳۳/۱۱)۔

(۲) "صحيح بخاری" كتاب الرقاق، باب رفع الامانة، (۳۳۳/۱۱-مع الفتح)۔

حدثنا ان الامانة نزلت فی جذر قلوب الرجال، ثم علموا من القرآن، ثم علموا من السنة، وحدثنا عن رفعها، قال: "ینام الرجل النومة، فتقبض الامانة من قلبه، فیظل اثرها مثل اثر الوکت، ثم ینام النومة فتقبض، فیبقی اثرها مثل المجل. کجمر دحرجته علی رجلك، فنفط، فتراه منتبرا ولیس فیه شیءٌ، فیصبح الناس یتبایعون، فلا یکاد احدهم یودی الامانة، فیقال: ان فی بنی فلان رجلا امینا، ویقال للرجل: ما اعقله! وما اظرفه! وما اجلده! وما فی قلبه مثقال حبة خردل من ایمان، ولقد اتی علی زمان وما ابالی ایکم بایعت، لئن کان مسلما، رده الاسلام، وان کان نصرانیا، رده علی ساعیه فاما الیوم: فما کنت ابایع الا فلانا وفلانا". (۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے دو حدیثیں بیان کی ہیں. ان میں سے ایک تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں، آپ نے ہم سے بیان فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں نازل کی گئی پھر لوگوں نے قرآن سیکھا پھر سنت کو سیکھا، اور ہم سے اس کے اٹھا لئے جانے کے بارے میں بیان فرمایا کہ آدمی ایک دفعہ سوئے گا تو امانت اس کے دل سے قبض کر لی جائے گی اور نقطے کی طرح اس کا اثر باقی رہ جائے گا' پھر آدمی دوبارہ سوئے گا تو اسے قبض کر لیا جائے گا، اور اس کا نشان آبلے کی طرح باقی رہ جائے گا جیسے انگارے کو تم اپنے پاؤں پر ڈھلکا دو تو اس میں آبلہ پڑ جاتا ہے اور تم اسے پھولا ہوا دیکھتے ہو حالانکہ اس میں

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الرقاق باب رفع الامانة، (۱۱/۳۳۳۔مع الفتح)، وکتاب الفتن، باب اذا بقی فی حثالة من الناس، (۱۳/۳۸۔مع الفتح).

کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ لوگ خرید وفروخت کرنے لگیں گے تو تقریباً ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو امانت کی ادائیگی کرتا ہو لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ فلاں خاندان میں ایک امانت دار آدمی ہے، اور کسی آدمی کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ کیسا عقل مند کیسا دانا اور کتنا پہلوان ہے! حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت حذیفہ اور میرے اوپر ایسا زمانہ گزر چکا ہے کہ میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ تم میں سے کس کے ساتھ خرید وفروخت کروں، اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام اسے لوٹا دیتا اور اگر نصرانی ہوتا تو اس پر مقرر حاکم اسے لوٹا دیتا، مگر آج تو میں صرف فلاں اور فلاں ہی سے خرید وفروخت کروں گا۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امانت دلوں سے اٹھالی جائے گی یہاں تک کہ آدمی امانت دار ہونے کے بعد خائن ہوجائے گا۔ ایسا معاملہ اس شخص کے ساتھ پیش آئے گا جس شخص کے دل سے اللہ کی خشیت رخصت ہوگئی ہوگی، جس کا ایمان کمزور ہوگیا ہوگا اور جو خیانت کرنے والوں کے ساتھ گھل مل گیا ہوگا، لہٰذا وہ خائن ہو جائے گا کیونکہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی کا طور طریقہ اختیار کر لیتا ہے۔

امانت ضائع کرنے کے مظاہر بہت سے ہیں، جیسے لوگوں کے معاملات سے متعلق مناصب، امارت، خلافت، قضاء اور مختلف قسم کی دیگر ذمہ داریوں کو ایسے نا اہلوں کے سپرد کرنا جو ان کی انجام دہی اور حسن ادائیگی پر قادر نہ ہوں کیونکہ ایسا کرنے سے لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور ان کی مصلحتوں سے لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور ان کے درمیان طرح طرح کے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ (۱)

اگر حکمران اور ذمہ دار ہی امانتوں کو ضائع کرنے لگیں تو وہ لوگ جو کہ ان کے تابع ہوتے ہیں تو وہ بھی امانت کو ضائع کرنے میں انہیں جیسے ہو جائیں گے، لہٰذا حکمرانوں کی

---

(۱) انظر: "قبسات من هدى الرسول الاعظم ﷺ في العقائد" (ص ٦٦) العلی الشربجی، طبع اول ۱۳۹۸ھ۔ دار القلم دمشق۔

حالت کا سدھرنا رعیت کی حالت کا سدھرنا ہے اور ان کا بگاڑ رعیت کا بگاڑ ہے۔

پھر ذمہ داریوں کو نا اہلوں کے سپرد کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ لوگوں کو اپنے دین کی پرواہ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنا حکمراں ایسے لوگوں کو بنا لیتے ہیں جنہیں دین سے کوئی مطلب نہیں ہوتا، اور یہ چیز اسی وقت ہوتی ہے جب جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اور علم اٹھ جاتا ہے، اسی لئے بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی گزشتہ حدیث کو اسی کی جانب اشارہ کرنے کی غرض سے کتاب العلم میں ذکر فرمایا ہے۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: کتاب العلم میں اس متن کی مناسبت یہ ہے کہ ذمہ داریوں کو نا اہلوں کے سپرد کرنا اسی وقت ہوگا جب جہالت کا غلبہ ہوگا اور علم اٹھ جائے گا اور یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔[1]

اور نبی ﷺ نے یہ خبر دے رکھی ہے کہ کچھ سال ایسے آنے والے ہیں جو دھوکا دینے والے ہوں گے، جن میں معاملات الٹ پلٹ ہو جائیں گے، ان میں سچے کو جھٹلایا جائے گا اور جھوٹے کو سچا مانا جائے گا، امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور خائن کو امانت دار، جیسا کہ اس بیان میں یہ آنے والی حدیث ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے پست لوگوں کا بلند ہو جانا ہے۔

۱۴۔ علم کا قبض ہونا اور جہالت کا غالب ہو جانا:

ومن اشراطها قبض العلم وفشو الجهل، ففي " الصحيحين " عن انس بن مالك ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: " من اشراط الساعة ان يرفع العلم ،ويثبت الجهل " [2]

قیامت کی نشانیوں میں سے علم کا قبض ہونا اور جہالت کا پھیل جانا بھی ہے، چنانچہ صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) "فتح الباری "(۱/۱۴۳). (۲) "صحیح بخاری "کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل ،(۱/۱۷۸۔مع الفتح)،و" صحیح مسلم "کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن فی آخر الزمان،(۱۶/۲۲۲۔مع شرح النووی)

فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے علم کا اٹھالیا جانا اور جہالت کا قرار پا جانا ہے۔

و روی البخاری عن شقیق؛ قال: کنت مع عبد اللہ وابی موسی، فقالا: قال النبی ﷺ: "ان بین یدی الساعة لأیا ما ینزل فیھا الجھل، ویرفع العلم". (۱)

اور بخاری نے حضرت شقیقؒ سے روایت کی ہے کہ میں عبداللہ اور ابوموسیٰؓ کے ساتھ تھا تب ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے نزدیک کچھ ایسے ایام ہوں گے جن میں جہالت نازل کی جائے گی اور علم اٹھا لیا جائے گا۔

وفی روایة لمسلم عن ابی ھریرةؓ: قال: قال رسول اللہ ﷺ: "یتقارب الزمان، ویقبض العلم، وتظھر الفتن، ویلقی الشح، ویکثر الھرج؟". (۲)

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ قریب ہو جائے گا، علم کو قبض کر لیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے، (لوگوں کے دلوں میں) حرص و بخل ڈال دیا جائے گا اور قتل کثرت سے ہوگا۔

ابن بطال فرماتے ہیں: اس حدیث میں جتنی بھی قیامت کی نشانیاں بیان کی گئیں ہیں ان سب کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے چنانچہ علم کم ہو گیا، جہالت ظاہر ہوگئی۔ دلوں میں بخل و حرص ڈال دیا گیا، فتنے عام ہو گئے اور قتل و غارت بڑھ گئی۔ (۳)

حافظ ابن حجرؒ نے اپنے اس قول سے ابن بطال کا تعاقب کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے جو مشاہدہ کیا ہے ان میں بہت سی چیزیں آ گئی ہیں جن کے ساتھ ساتھ مقابل بھی موجود ہے اور حدیث میں مراد یہ ہے کہ یہ

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الفتن، باب ظھور الفتن، (۱۳/۱۳۔مع الفتح)۔

(۲) "صحیح مسلم" کتاب العلم، باب رفع العلم، (۱۶/۲۲۲۔۲۲۳۔مع شرح النووی)

(۳) "فتح الباری" (۱۳/۱۶)۔

صورت حال اس قدر مستحکم ہو جائے گی کہ سوائے نادر حالتوں کے اس کا مقابل باقی ہی نہیں رہے گا اور قبض علم سے تعبیر کر کے اسی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، لہٰذا صرف خالص جہالت ہی باقی رہ جائے گی اور اہل علم کے ایک گروہ کا پایا جانا اس سے مانع نہیں ہے، کیونکہ اس وقت یہ لوگ ان لوگوں میں چھپ چکے ہوں گے۔[1]

اور علم اس طرح قبض کیا جائے گا کہ علماء کو اٹھالیا جائے گا. چنانچہ حدیث میں ہے:

"ففي الحديث عن عبدالله بن عمرو بن العاصؓ؛ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول:" ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى اذا لم يبق عالما؛ اتخذ الناس رؤوسا جهالا، فسئلوا؟ فافتوا بغير علم، فضلوا واضلوا". [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں قبض کریگا کہ اسے بندوں سے یک بیک کھینچ لیگا بلکہ علماء کو اٹھا کر علم کو قبض فرمائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے پھر ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امام نووی فرماتے ہیں: یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ سابقہ مطلق احادیث میں علم کے قبض کئے جانے سے مراد اس کا حفاظ کے سینوں سے مٹا دینا نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حاملان علم مر جائیں گے اور لوگ جاہلوں کو مقرر کر لیں گے جو اپنی جہالتوں سے فیصلہ کریں گے لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔[3]

---

(۱)"فتح الباری" (۱۶/۱۳). (۲)"صحیح بخاری" کتاب العلم باب کیف یقبض العلم، (۱/۱۹۴ـمع الفتح)، و"صحیح مسلم" کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن (۱۶/۲۲۳ـ۲۲۴ـمع شرح النووی) (۳)"شرح النووی لمسلم" (۱۶/۲۲۳ـ۲۲۴).

یہاں علم سے مراد کتاب وسنت کا علم ہے وہ علم جو انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے
کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور ان کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جاتا ہے،
سنتیں مردہ ہو جاتی ہیں اور بدعتوں کا ظہور ہوتا ہے اور جہالت عام ہو جاتی ہے۔

جہاں تک دنیا کے علم کا معاملہ ہے تو اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے اور احادیث میں یہ علم مراد نہیں ہے اور اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: پھر ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے لہٰذا خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔" اور گمراہی اسی وقت ہوتی ہے جب دین کے سلسلے میں جہالت پیدا ہوتی ہے اور حقیقی علماء وہ ہوتے ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں، امت کی رہنمائی کرتے ہیں اور انہیں حق و ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں، کیونکہ عمل کے بغیر علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ ایسا علم صاحب علم کے لئے وبال بن جاتا ہے، اور بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ "**وينقص العمل**"[1] اور عمل کم ہو جائے گا۔

مؤرخ اسلام امام ذہبیؒ علماء کے ایک گروہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: انہیں تو صرف تھوڑا ہی سا علم عطا کیا گیا تھا مگر آج تو ان تھوڑے علوم میں سے بھی تھوڑا ہی رہ گیا ہے جو صرف تھوڑے ہی لوگوں کے پاس ہے، کس قدر تھوڑے ہیں وہ لوگ جو ان میں سے اس تھوڑے پر بھی عمل کرتے ہوں، **فحسبنا الله ونعم الوكيل**۔[2]

جب یہ صورت حال امام ذہبیؒ کے زمانے کی ہے تو ہمارے زمانے کا کیا حال ہوگا؟ کیونکہ جیسے جیسے عہد نبوت سے زمانے کی دوری بڑھتی جارہی ہے ویسے ویسے علم بھی کم ہوتا جاتا ہے اور جہالت بڑھتی جارہی ہے، یہ حقیقت ہے کہ صحابہؓ اس امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے پھر تابعین اور تبع تابعین کا درجہ ہے اور یہی لوگ خیر القرون تھے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل، (۱۰/۴۵٦۔مع الفتح)۔ (۲) "تذكرة الحفاظ" (۱۰۳۱/۳)۔

"خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم".[1]
بہترین لوگ میری صدی کے لوگ ہیں پھر جوان سے متصل (بعد والے) ہیں
پھر جوان سے متصل (بعد والے) ہیں۔

علم برابر گھٹتا رہے گا اور جہالت بڑھتی جائیگی یہاں تک کہ لوگوں کو اسلام کے فرائض تک کا پتہ نہیں ہوگا۔

فقد روی حذیفة ؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "یدرس الاسلام کما یدرس و شئ الثوب، حتی لا یدری ما صیام، ولا صلاة، ولا نسك، ولا صدقة؟ ویسری علی کتاب الله فی لیلة فلا یبقی فی الارض منه آیة، وتبقی طوائف من الناس: الشیخ الکبیر، والعجوز؛ یقولون: ادرکنا آباء نا علی هذه الکلمة؛ یقولون: (لا اله الا الله)، فنحن نقولها" فقال له صلة[2]: ما تغنی عنهم (لا اله الا الله) وهم لا یدرون ما صلاة، ولا صیام، ولا نسك، ولا صدقة؟ فاعرض عنه حذیفة، ثم رددها علیه ثلاثا، کل ذلك یعرض عنه حذیفة، ثم اقبل علیه فی الثالثة، فقال: یا صلة! تنجیهم من النار ثلاثا.[3]

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم، (۸۶/۱۶۔مع شرح النووی)۔

(۲) ان کا نام ابوالعلاء، یا ابوبکر، صلہ بن زفر العبسی الکوفی ہے، ثقہ، جلیل القدر اور بلند پایے کے تابعی تھے، عمار بن یاسر حذیفہ بن یمان ابن مسعود، علی اور ابن عباس سے روایت کی ہے، ستر کی دہائی میں وفات پائی۔
دیکھئے ان کا ترجمہ: "تهذیب التهذیب" (۴۳۷/۴)، و"تقریب التهذیب" (۳۷۰/۱) میں

(۳) "سنن ابن ماجه" کتاب الفتن باب ذهاب القرآن والعلم، (۱۳۴۴/۲۔۱۳۴۵)، والحاکم فی "المستدرك" (۴۷۳/۴)، اور کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ =

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام اس طرح مٹ جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش ونگار مٹ جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ بھی پتہ نہیں ہوگا کہ نماز کیا ہے روزے کیا ہیں، حج کیا ہے اور صدقہ کیا ہے؟ اور راتوں رات کتاب اللہ کو اٹھالیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی ایک بھی آیت زمین پر باقی نہیں رہ جائے گی، لوگوں کے کچھ گروہ بچ رہیں گے جو بہت بوڑھے اور عاجز ہوں گے، وہ لوگ کہیں گے ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی کلمہ پر پایا ہے، وہ کہا کرتے تھے "**لا اله الا اللّٰه**" لہٰذا ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت صلہ نے ان سے کہا: **لا الـه الا الـلّٰه** انہیں کیا فائدہ پہنچائے گا جب کہ وہ یہی نہیں جانتے ہوں گے کہ نماز کیا ہے، روزہ کیا ہے، حج کیا ہے اور صدقہ کیا ہے؟ تو اس پر حضرت حذیفہؓ نے ان سے رخ پھیر لیا، پھر انہوں نے تین مرتبہ یہی سوال ان کے سامنے اسے دہرایا تو ہر مرتبہ حضرت حذیفہؓ ان سے اعراض فرماتے رہے، پھر تیسری مرتبہ ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے صلہ! یہ انہیں آگ سے نجات دے دے گا۔ اور یہ بات حضرت حذیفہؓ نے تین مرتبہ کہی۔

وقـال عبـدالله بن مسعودؓ: "لينزعن القرآن من بين اظهركم؛ يسـرى عـليـه ليـلا ،فيـذهـب من اجواف الرجـال، فلا يبقى فى الارض منه شئ". (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: قرآن تمہارے درمیان سے کھینچ لیا

= ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن ماجہ نے سند قوی سے اس کی تخریج کی ہے۔ "فتح الباری" (۱۶/۱۳)۔ اور البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: "صحيح الجامع الصغير" (۳۳۹/۶) (ح ۷۹۳۳)۔

(۱) طبرانی نے اسے روایت کیا ہے: شداد بن معقل کے علاوہ اس کے سب رجال صحیح کے رجال ہیں، اور وہ ثقہ ہیں، "مجمع الزوائد" (۳۲۹/۷-۳۳۰)۔ ابن حجر فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے لیکن موقوف ہے۔ "فتح الباری" (۱۶/۱۳)۔ میں کہتا ہوں کہ اس طرح کی باتیں رائے سے نہیں کہی جاتی ہیں اس لئے اس کا بھی حکم مرفوع ہی کا ہے۔

جائے گا، اسے راتوں رات اٹھا لیا جائے گا، پھر لوگوں کے سینوں سے جا تا رہے گا، لہٰذا اس میں سے کچھ بھی زمین پر باقی نہیں بچے گا۔

امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں: اسے آخری زمانے میں مصاحف اور سینوں سے اٹھا لیا جائے گا، لہٰذا سینوں میں نہ تو اس کا کوئی کلمہ بچے گا نہ ہی مصاحف میں اس کا کوئی حرف بچے گا۔(۱)

اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ زمین میں اللہ کا نام ہی نہ لیا جائے گا! جیسا کہ حدیث میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى لا يقال في الارض: الله، الله".(۲)

قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ (یہ صورت حال نہ پیدا ہو جائے کہ) زمین میں اللہ، اللہ (بھی) نہ کہا جائے۔

امام ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی میں دو اقوال ہیں:

(۱) اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کسی غلط کام کا انکار نہیں کریگا، اور نہ ہی کسی شخص کو غلط کام کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ کر ڈانٹے گا، اور انہوں نے اپنے اس قول کی تعبیر حدیث کے ان الفاظ سے فرمائی: یہاں تک کہ اللہ اللہ (بھی) نہ کہا جائے؟ جیسا کہ عبداللہ بن عمر کی حدیث میں گزرا کہ " **فيبقى فيها عجاجة: لا يعرفون معروفا، ولا ينكرون منكرا**".(۳)

پھر اس میں گرد و غبار (جیسے لوگ) باقی رہ جائیں گے جو نہ تو معروف (نیکی) کو پہچانیں

---

(۱) "مجموع فتاوى ابن تيميه" (۱۹۸/۴-۱۹۹).

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الایمان باب ذهاب الايمان آخر الزمان، (۱۷۸/۲ مع شرح النووی).

(۳) "مسند احمد" (۱۸۱/۱۱-۱۸۲ شرح احمد شاکر) اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔
"مستدرک حاکم" (۴۳۵/۴)، اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے اگر حسن نے عبداللہ بن عمرو سے سنا ہو، اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

گے اور نہ ہی غلط کام کا انکار کریں گے۔

(۲) اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ زمین میں اللہ کا ذکر ہی نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا نام ہی معروف ہوگا. اور یہ صورت حال فساد زمانہ، نوع انسان کی تباہی اور کفر وفسق اور معصیتوں کی کثرت کے وقت رونما ہوگی۔ (۱)

(۱۴) ظالموں کے اعوان وانصار اور مددگاروں کی کثرت:

روی الامام احمد عن ابی امامةؓ ان رسول اللهﷺ قال: "یکون فی هذه الامة فی آخر الزمان رجال — او قال: یخرج رجال من هذه الامة فی آخر الزمان — معهم سیاط، کانها اذناب البقر، یغدون فی سخط الله، ویروحون فی غضبه". (۲)

امام احمد نے حضرت ابو امامہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں اس امت میں کچھ ایسے لوگ ہونگے یا فرمایا کہ آخری زمانے میں اس امت میں کچھ ایسے لوگ نکلیں (ظاہر ہوں) گے جن کے ساتھ گائے کی دموں کی مانند کوڑے ہونگے، وہ اللہ کی ناراضگی میں جائیں گے اور اس کے غضب میں لوٹیں گے۔

اور الکبیر میں طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ آخری زمانے میں حکومت کے کچھ اعوان وانصار ایسے ہوں گے کہ جو اللہ کے غضب میں جائیں گے اور اللہ کی ناراضگی میں ہی پلٹیں گے، تو خبردار تم ان کے ساتھیوں میں سے نہ ہوجانا۔ (۳)

---

(۱) "النهاية /الفتن والملاحم" (۱۸۶/۱) تحقیق ڈکتور طہ زینی۔

(۲) "مسند امام احمد" (۲۵۰/۵ ـ بحاشیه منتخب الكنز) اور یہ صحیح ہے جیسا کہ بعد میں آنے والی حدیث میں وارد ہوا ہے۔

(۳) "اتحاف الجماعة" (۵۰۷/۱ ـ ۵۰۸). اور حدیث صحیح ہے۔ دیکھو: "صحیح الجامع ؟؟ (۳۱۷/۳) (ح ۳۵۶۰) اور ہیثمی نے کہا ہے کہ احمد اور طبرانی نے "اوسط" اور "کبیر" میں روایت کیا ہے... اور احمد کے رجال ثقہ ہیں، "مجمع الزوائد" (۲۳۴/۵).

اور لوگوں کی اس صنف کے متعلق جہنم کی وعید آئی ہے جو مسلمانوں پر مسلط ہو جاتے ہیں اور ناحق انہیں عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔

روی الامام مسلم عن ابی هريرةؓ : قال: قال رسول الله ﷺ:

"صنفان من اهل النار لم ارهما: قوم معهم سياط كاذناب البقر يضربون بها الناس...." (۱)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا ہے، کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے ساتھ گائے کی دموں کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث نبوت کے معجزات میں سے ہے کیونکہ جس چیز کی آپ نے خبر دی تھی وہ واقع ہو چکی ہے، رہے کوڑوں والے تو وہ فوجی سردار کے لونڈے ہیں۔ (۲)

وقال ﷺ لابی هريرةؓ: "ان طالت بك مدة، او شكت ان ترى قوما يغدون فى سخط الله، ويروحون فى لعنته ، فى ايديهم مثل اذناب البقر". (۳)

نبی ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا: اگر تمہیں لمبی زندگی ملی تو جلد ہی کچھ لوگوں کو دیکھو گے کہ جو اللہ کی ناراضگی میں جاتے ہیں اور اس کی لعنت میں پلٹتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کے جیسے (کوڑے) ہوں گے۔

وعن ابن عباسؓ : قال: قال رسول الله ﷺ: "يكون عليكم

---

(۱)'' صحيح مسلم'' باب جهنم اعاذنا الله منها، (۱۷/۱۹۰۔ مع شرح النووی)

(۲)''شرح النووی لمسلم'' (۱۷/۱۹۰)۔

(۳)''صحيح مسلم'' باب جهنم اعاذنا الله منها، (۱۷/۱۹۰۔ مع شرح النووی)

امراء هم شر من المجوس". (۱)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تم پر ایسے حکمراں مقرر ہوں گے جو مجوسیوں سے بھی بدتر ہوں گے۔

۱۵- زنا کا منتشر ہونا:

جو علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں انہیں میں سے ایک زنا کا پھیل جانا اور لوگوں کے درمیان اس کا بڑھ جانا بھی ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے یہ خبر دے رکھی ہے کہ وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

ثبت فی الصحیحین عن انس : قال :قال رسو ل الله ﷺ : "ان من اشراط الساعة .... (فذکر منها) ویظهر الزنا". (۲)

"صحیحین" میں حضرت انسؓ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے ......(چنانچہ انہیں میں بیان فرمایا:) اور زنا کا ظہور ہو جائے گا۔

وعن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ: "سیاتی علی الناس سنوات خداعات...(فذکر الحدیث وفیه:)وتشیع الفاحشة". (۳)

---

(۱) "طبرانی" نے "الصغیر" اور "الاوسط" میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، سوائے مومل بن اہاب کے۔ اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۲۳۵/۵).

(۲) "صحیح بخاری" کتاب العلم ،باب رفع العلم وظهور الجهل ،(۱۷۸/۱۔فتح کے ساتھ) "صحیح مسلم" کتاب العلم ، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن فی آخر الزمان،(۲۲۱/۱۶۔مع شرح النووی).

(۳) "مستدرک حاکم" (۵۱۲/۴) اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔
اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: "صحیح الجامع" (۲۱۲/۳)(ح ۳۵۴۴)، اور اس میں "**وتشیع فیها الفاحشة**" کا ذکر نہیں کیا ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر کچھ دھوکہ دینے والے سال آئیں گے، ....(پوری حدیث بیان فرمائی، اسی میں ہے:) اوران میں فحش کاری عام ہو جائے گی۔

اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ زنا کو حلال کر لیا جائے گا. چنانچہ ''صحیح'' میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

يقول: "ليكونن في امتي اقوام يستحلون الحر والحرير". (1)

میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو شرمگاہ اور ریشم کو حلال کر لیں گے۔

آخری زمانے میں مومنوں کے گزر جانے کے بعد بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی مانند جفتی کریں گے۔ جیسا کہ نواس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ:

"ويبقى شرار الناس، يتهارجون فيها تهارج الحمر، فعليهم تقوم الساعة". (۲)

بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو ان میں گدھوں کی مانند جفتی کریں گے، چنانچہ انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

---

(۱) ''صحیح البخاری'' کتاب الاشربه، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه، (۱۰/۵۱۔ مع الفتح)

(۲) حدیث میں یتھارجون کا لفظ وارد ہوا ہے اور ہرج کی اصل یہ ہے کہ کسی چیز میں کثرت ہو جائے اور وہ خوب پھیل جائے، یہاں مراد جماع اور کثرت ہم بستری ہے، اور مطلب یہ ہے کہ انسان گدھوں کی طرح لوگوں کے سامنے ہی عورتوں سے جماع کریں گے۔

دیکھئے: ''النهاية في غريب الحديث'' (۵/۲۵۷) و'' شرح النووی لمسلم'' (۱۸/۷۰).

''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال، (۱۸/۷۰۔ مع شرح النووی).

وعن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ قال: "والذی نفسی بيده: لا تفنى هذه الامة حتى يقوم الرجل الى المراة، فيفترشها فی الطريق، فيكون خيارهم يومئذ من يقول: لو واريتها وراء هذا الحائط!". [1]

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ امت فنا نہ ہوگی یہاں تک کہ آدمی عورت کی طرف اٹھ کر راستے میں اس کے ساتھ ہمبستری کرے، ان دنوں سب سے اچھا آدمی وہ ہوگا جو یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا کہ اگر تو نے اس دیوار کے پیچھے اسے (یعنی عورت کو) چھپا لیا ہوتا۔

امام قرطبیؒ [2] اپنی کتاب "**المفهم**" میں حضرت انس کی سابقہ حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ واقع ہونے والے امور کے متعلق خبر دی ہے، اور یہ واقع ہو چکے ہیں، بالخصوص ان زمانوں میں۔ [3]

جب یہ حال قرطبی کے زمانے کا ہے تو ہمارے زمانے میں تو یہ چیز زیادہ ظاہر ہے کیونکہ جہالت کا بری طرح غلبہ ہو چکا ہے اور فساد لوگوں کے درمیان پھیل چکا ہے۔

۱۶۔ سود کا منتشر ہونا:

انہیں میں سے سود کا ظہور اور لوگوں کے درمیان اس کا پھیل جانا اور اکل حرام کے

---

(۱) اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، "مجمع الزوائد" (۳۳۱/۷)۔

(۲) ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم بن عمر الانصاری القرطبی، فقہاء مالکیہ اور رجال حدیث میں سے ہیں، شیخ قرطبی، مفسر ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری کے شیخ ہیں، جو "التذكرة فی احوال الموتى وامور الآخرة" کے مصنف ہیں، اور یہ ابوالعباس بن مزین سے معروف ہیں، ان کی کتاب ہے "المفهم لما اشكل من تلخيص مسلم" اور "مختصر صحيح البخاری"، ۶۵۶ھ میں اسکندریہ میں وفات پائی۔ دیکھئے: "البداية والنهاية" (۲۱۳/۱۳)، و "الاعلام" (۱۸۶/۱)، زرکلی۔

(۳) "فتح الباری" (۱۷۹/۱)۔

سلسلے میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتا ہے، چنانچہ حدیث میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بین یدی الساعة یظهر الربا". (۱)

قیامت کے قریب سود ظاہر ہو جائے گا۔

و فی "الصحیح" عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: "لیأتین علی الناس زمان لا یبالی المرء بما اخذ المال، امن حلال ام من حرام". (۲)

اور "صحیح" میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہوگی کہ اس نے مال کو کیسے حاصل کیا ہے، آیا حلال کے ذریعہ حاصل کیا ہے یا حرام کے ذریعہ سے"۔

یہ احادیث اس زمانے کے بہت سے مسلمانوں پر چسپاں ہوتی ہیں، لہٰذا آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ کمائی کے سلسلے میں حلال کی کوئی جستجو نہیں کرتے، بلکہ مال کو حلال وحرام ہر طرح سے جمع کرتے ہیں، اور یہ صورت حال زیادہ تر اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں کے معاملات میں سود داخل ہو گیا ہے کیونکہ سودی کاروبار کے ادارے عام ہو چکے ہیں، اور بہت سے لوگ اس بلائے عظیم کا شکار ہو گئے ہیں۔

امام بخاریؒ کی فقاہت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی سابقہ حدیث کو اللہ عزوجل کے اس قول کے ضمن میں بیان کیا ہے:

---

(۱) اسے طبرانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ "الترغیب والترهیب" للمنذری میں آیا ہے، (۹/۳) اور کہا ہے کہ اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں۔

(۲) "صحیح بخاری" کتاب البیوع، باب قول الله عز وجل، "یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربا" (۳۱۳/۴۔ مع الفتح) و "سنن نسائی" (۲۴۳/۷)، کتاب البیوع، باب اجتناب الشبهات فی الکسب.

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ﴾

اے ایمان والو بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ۔ (آل عمران:۱۳۰)

مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ سود کا بڑھا کر کھانا اس طرح سے ہوگا کہ لوگ مال کے جمع کرنے کے طریقوں کے سلسلے میں لا پرواہی کا مظاہرہ کرنے میں وسعت اختیار کرلیں گے اور حلال وحرام کی تمیز کھو بیٹھیں گے۔

۱۷- گانے بجانے کے آلات کا ظہور اوران کا حلال کرلینا:

عن سهل بن سعد ان رسول الله ﷺ قال: "سيكون في آخر الزمان خسف، وقذف، ومسخ". قيل: ومتى ذلك يا رسول الله ؟ قال:" اذا ظهرت المعازف والقينات". (۱)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں خسف (زمین میں دھنسا دینا) قذف (پتھروں کی بارش) اور مسخ (چہروں کا بدل دیا جانا) ہوگا، کہا گیا: اے اللہ کے رسول! ایسا کب ہوگا؟ فرمایا: جب گانے بجانے کے آلات اور گانے والیوں کا ظہور ہوگا۔"

اس علامت میں سے بہت کچھ تو سابقہ زمانوں میں ظاہر ہو چکا ہے مگر آج تو یہ چیزیں مزید پھیل چکی ہیں، چنانچہ اس زمانے میں طرح طرح کے بجانے کے آلات منظر عام پر آئے اور بری طرح پھیل گئے ہیں گانے والے مردوں اور عورتوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا ہے اور حدیث میں "**قینات**" کے لفظ سے انہیں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے گانے بجانے کے آلات کو حلال ٹھہرا لیا ہے، جب کہ ایسا کرنے والوں کے حق میں مسخ، قذف اور خسف کی وعید آئی

---

(۱) ابن ماجہ نے اس کے اول کے ایک حصے کو اپنے سنن میں راویت کیا ہے، (۱۵۰/۲)، تحقیق محمد فواد عبدالباقی۔ ہیثمی کہتے ہیں اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں عبداللہ بن ابی الزناد، ہیں جن میں ضعف ہے، اور ایک سند کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں،" مجمع الزوائد "(۱۰/۸). اور البانی کہتے ہیں صحیح ہے۔ دیکھئے:" صحیح الجامع الصغیر "(۲۱۶/۳)(ح۳۵۵۹).

ہے۔ جیسا کہ سابقہ حدیث میں گزرا اور بخاریؒ کی ''صحیح'' میں بھی ثابت ہے کہ ہشام بن عمار فرماتے ہیں کہ ہم سے صدقہ بن خالد نے حدیث بیان کی: (پھر ابو مالک اشعری تک سند بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا)

"ليكونن من امتى اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف، ولينزلن اقوام الى جنب علم يروح عليهم بسارحة لهم، يأتيهم – يعنى : الفقير–لحاجة، فيقولوا: ارجع الينا غدا ،فيبيتهم الله، ويضع العلم، ويمسخ آخرين قردة وخنازير الى يوم القيامة". (۱)

میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو شرمگاہ، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال کر لیں گے، کچھ لوگ ایک پہاڑ کے بازو میں اتریں گے ان کا چرواہا شام کو ان کے پاس ان کے جانور لائے گا، ان کے پاس فقیر کسی حاجت سے آئے گا تو وہ کہیں گے، ہمارے پاس کل واپس آنا پھر اللہ تعالیٰ راتوں رات ان پر پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور کچھ لوگوں کو (جو پہاڑ گرنے سے بچ جائیں گے) قیامت تک کے لئے بندروں اور سوروں میں تبدیل کر دے گا۔

امام ابن حزم(۲) کا خیال ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، بخاری اور صدقہ بن خالد(۳)

---

(۱)''صحيح بخارى'' کتاب الاشربہ، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه، (۱۰/۵۱۔مع الفتح)

(۲) علامہ حافظ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی القرطبی، ائمہ ظاہریہ میں سے تھے اور اصول اور آیات و احادیث صفات کے باب میں سخت تاویل کرنے والوں میں سے تھے، ملل ونحل، مذاہب، فقہ، اصول فقہ اور سیر و اخبار میں ان کی بہت سی تصنیفات ہیں، ان کی وفات (۴۵۶)ھ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ ان کے حالات کے لئے دیکھئے ان کا ترجمہ ''البداية والنهاية'' (۱۲/۹۱۔۹۲) لابن کثیر، و''شذرات الذهب فى اخبار من ذهب'' (۳/۲۹۹۔۳۰۰)

(۳) دیکھئے: ''المحلى'' لابن حزم، (۹/۵۹) تحقيق احمد شاكر، المكتب التجارى للطباعة والنشر، بيروت.

کے درمیان اتصال نہیں ہے جبکہ علامہ ابن قیم نے ان کی تردید کی ہے اور یہ واضح فرمایا ہے کہ ابن حزم کا قول چھ وجوہ سے باطل ہے۔[1]

❶ امام بخاری کی ملاقات ہشام بن عمار سے ہوئی ہے اور انہوں نے ان سے سنا ہے لہٰذا جب وہ ان سے کوئی معنعن سے روایت بیان کریں گے تو اسے متفقہ طور سے اتصال پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ معاصرت اور سماع دونوں چیزیں حاصل ہیں، چنانچہ ان کے ''قال ہشام'' ہشام نے فرمایا کہنے اور ''عن ہشام'' ہشام سے روایت ہے کہنے میں اصلا کوئی فرق نہیں ہوگا۔

❷ پختہ اور مستند راویوں نے اسے ہشام سے موصولا روایت کیا ہے اسماعیلی ''اپنی صحیح'' میں فرماتے ہیں: مجھے حسن نے خبر دی کہ ہم سے ہشام بن عمار نے فرمایا: اور یہ بالکل وہی سند اور وہی متن ہے۔

❸ یہ بات حدیث ہشام کے علاوہ میں بھی صحیح طور سے مروی ہے چنانچہ اسماعیلی اور عثمان بن ابی شیبہ نے ابو مالک اشعری تک اسے دوسری سندوں سے روایت کیا ہے۔

❹ اگر بخاری نے ہشام سے ملاقات نہ بھی کی ہوتی اور ان سے نہ بھی سنا ہوتا تو پھر بھی ان کا اس حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کرنا اور جزم کے ساتھ اسے بیان کرنا اس بات کی دلیل ہوتا کہ یہ ان کے نزدیک ہشام سے ثابت ہے اور انہوں نے اپنے اور ہشام کے درمیان واسطوں کا ذکر یا تو ان کی شہرت کی وجہ سے نہیں فرمایا یا پھر ان کی کثرت کی وجہ سے، کیونکہ یہ حدیث ہشام سے مشہور ومعروف ہے۔

❺ جب بخاری ''اپنی صحیح'' میں یہ فرماتے ہیں کہ ''**قال فلان**'' فلاں نے کہا تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔

❻ بخاری نے اس حدیث کو حجت کے طور پر ذکر کیا ہے اور **اصالة** اسے اپنی صحیح میں

---

(۱) دیکھئے: "تهذيب التهذيب" (۲۷۰/۵-۲۷۲)

نقل کیا ہے، استشہاد کے طور پر داخل نہیں فرمایا' لہٰذا یہ حدیث بلا شک وشبہ صحیح ہے۔

اور ابن صلاح[1] فرماتے ہیں: ''بخاری کی بیان کردہ ابو عامر یا ابو مالک کی حدیث کی جوابو محمد بن حزم ظاہری نے تردید کی ہے اس پر مطلق توجہ نہ دی جائے گی، (پھر انہوں نے اسے بیان کیا ہے)' پھر فرماتے ہیں: صحیح کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح اور اتصال سے معروف ہے بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی کبھی ایسا ہی کیا کرتے ہیں کیونکہ ثقات کے لحاظ سے وہ حدیث اس شخص کے واسطے سے معروف ہوتی ہے جس کے واسطے سے انہوں نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ہوتا ہے، اور کبھی کبھی وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ اسی حدیث کو وہ اپنی کتاب میں کسی دوسرے مقام پر مسند و متصل بیان کر چکے ہوتے ہیں، اور کبھی کبھی دیگر اسباب کے تحت بھی ایسا کرتے ہیں جن میں انقطاع کا خلل نہیں ہوسکتا ہے، واللہ اعلم''۔[2]

میں نے اس حدیث پر اس لئے طویل گفتگو کی ہے کہ بہت سے لوگ ابن حزم کی رائے کو پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور باجے گاجوں کے جواز پر حجت بنا لیتے ہیں حالانکہ یہ چیز واضح ہو چکی ہے کہ ان سے روکنے والی احادیث صحیح ہیں اور اس امت کو لہو ولعب کے ظہور اور معاصی کے ارتکاب پر دھمکی دی گئی ہے۔

۱۸- کثرت شراب نوشی اور اس کا حلال کر لینا:

اس امت میں شراب نوشی کا رواج ہو چکا ہے اور اس کا نام بدل بدل کر رکھا جا رہا

---

(۱) امام محدث حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہرزوری، ابن صلاح کے نام سے مشہور ہیں وہ دیندار، زاہد، صاحب ورع اور سلف صالح کے طریقہ کو لازم پکڑنے والے تھے، علوم حدیث اور فقہ میں ان کی بہت ساری تصنیفات ہیں، دمشق کے دار الحدیث میں تدریسی خدمت پر مامور تھے اور ۶۴۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: ''البدایۃ والنہایۃ'' (۱۶۸/۱۳)، و''شذرات الذھب'' (۲۲۱/۵-۲۲۲).

(۲) ''مقدمۃ ابن الصلاح فی علوم الحدیث'' (ص۳۲) طبع دار الکتب العلمیۃ، عام ۱۳۹۸ھ۔ دیکھئے: فتح الباری، (۵۲/۱۰).

ہے اور سب سے بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اسے حلال کر لیا ہے اور یہی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"من اشراط الساعة......(وذكر منها) ويشرب الخمر". [1]

''قیامت کی نشانیوں میں...(انہیں میں ذکر فرمایا) اور شراب نوشی کی جائے گی''۔

اور باجوں پر گفتگو کرتے ہوئے کچھ احادیث کا ذکر ہو چکا ہے جن میں آیا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو شراب نوشی کو حلال کر لیں گے۔

انہیں میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے احمد اور ابن ماجہ نے عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لتستحلنطائفة من امتی الخمر باسم يسمونها اياه". [2]

میری امت کا ایک گروہ اپنے خود ساختہ نام سے شراب کو حلال کرلے گا۔

شراب کے بہت سے نام رکھے گئے یہاں تک کہ اسے روحانی مشروبات کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے! اور اسی طرح کے دوسرے نام بھی رکھے گئے ہیں۔

اس بیان میں کہ اس امت میں شراب نوشی کا رواج ہوگا اور اس میں ایسے لوگ پائے جائیں گے جو اسے حلال کرلیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے بہت سی احادیث موجود ہیں۔

---

(۱) ''صحیح مسلم ''كتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن فی آخر الزمان، (۲۲۱/۱۶۔مع شرح النووی)

(۲) ''مسند احمد ''(۳۱۸/۵۔بهامشه منتخب الكنز)و''سنن ابن ماجة '' (۱۱۲۳/۲). اور ابن حجر ''الفتح'' میں کہتے ہیں (۵۱/۱۰): اس کی سند جید ہے۔ اور حدیث کو البانی نے صحیح کہا ہے۔ دیکھئے: ''صحيح الجامع الصغير''(۱۳/۵۔۱۴)(ح ۴۹۴۵).

ابن العربی نے شراب کے حلال کر لینے کی دو تفسیریں کی ہیں:

اول : شراب نوشی کی حلت کا اعتقاد۔

دوم : شراب نوشی میں اس طرح توسع اختیار کیا جائے گا جس طرح حلال میں توسع اختیار کیا جاتا ہے۔

انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سن اور دیکھ چکے ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔(۱)

اور ہمارے زمانے میں تو یہ چیز بہت بڑھ گئی ہے چنانچہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو شراب نوشی کے دیوانے ہیں اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں علانیہ طور پر اسے پیا جاتا ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی ہوتی ہے، اور نشہ آور چیزوں کا استعمال اس قدر بڑھ چکا ہے کہ سابقہ زمانوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی جس سے عظیم خطرے اور بہت بڑے فساد کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے، اور پہلے بھی اور بعد میں بھی سارا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ ہے۔

۱۹۔مساجد کی زیبائش وآرائش اور اس پر فخر کرنا:

انہیں میں سے مساجد کی زیبائش وآرائش اور ان کا نقش ونگار سے مزین کرنا اور اس پر فخر کرنا بھی، ہے چنانچہ امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تقوم الساعة حتى يتباهى الناس في المساجد". (۲)

''قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ لوگ مساجد کے متعلق فخر ومباہات کریں۔

وفي رواية للنسائي وابن خزيمة عنه رضي الله عنه ان النبي ﷺ قال:" من اشراط الساعة ان يتباهى الناس في

(۱) دیکھو:''فتح الباری''(۱۰/۵۱)

(۲) ''مسند احمد''(۳/۱۳۴۔بهامشه منتخب الكنز).

اور البانی نے صحیح کہا ہے۔دیکھو:''صحیح الجامع''(۶/۱۷۴)(ح ۷۲۹۸).

المساجد"۔ (۱)

اور نسائی اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں انہیں (انس) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لوگ مساجد کے متعلق فخر کریں گے۔"

قال بخاری: " قال انس : یتباھون بھا، ثم لا یعمرونھا الا قلیلا، فالتباھی بھا: العنایة بزخرفھا، قال ابن عباس: لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری" (۲)۔

بخاری نے کہا کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: لوگ ان پر فخر کریں گے پھر انہیں آباد نہیں کریں گے مگر بہت تھوڑے لوگ۔ ان پر فخر کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی زیبائش و آرائش کا اہتمام کریں گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: تم لوگ ان کی زیبائش و آرائش اسی طرح کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ سجایا اور سنوارا کرتے ہیں۔"

حضرت عمر بن خطابؓ نے مساجد کی تزئین سے منع فرمایا تھا کیونکہ یہ چیز نماز سے لوگوں کی توجہ ہٹا دینے والی ہے اور جب انہوں نے مسجد نبوی کی تجدید کا حکم دیا تو فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ کر دو اور اس بات سے بچو کہ اسے سرخ یا زرد کر کے لوگوں کو فتنے میں ڈال دو۔" (۳)

اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ پر رحم فرمائے، لوگوں نے ان کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور سرخی و زردی تو ایک طرف رہی انہوں نے تو مساجد میں ایسے نقش و نگار بنانے شروع کر دیے جیسے نقش و نگار کپڑوں پر بنائے جاتے ہیں اور باشاہوں نے مساجد کی تعمیر اور ان کی

---

(۱) و "صحیح ابن خزیمہ" (۲۸۲/۲) (ح ۱۳۲۲۔۱۳۲۳)، تحقیق ڈکتور محمد مصطفیٰ اعظمی، اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الصلاۃ باب بنیان المسجد، (۵۳۹/۱۔مع الفتح)۔

(۳) دیکھئے: "صحیح بخاری" (۵۳۹/۱۔مع الفتح)۔

زیبائش و آرائش پر فخر ومباہات کا سلسلہ جاری کر دیا، یہاں تک کہ اس سلسلے میں عجیب و غریب حرکتوں کا صدور ہوا اور یہ مسجدیں اب تک موجود ہیں، جیسا کہ شام ومصر اور بلاد مغرب واندلس اور ہندو پاک وغیرہ میں انہیں دیکھا جاسکتا ہے اور آج تک مسلمانوں میں مساجد کی تزئین کے سلسلے میں فخر ومباہات کا سلسلہ جاری ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مساجد کی آرائش وزیبائش ناز ونعم اور فضول خرچی کی علامت ہے، اور اس کی آبادکاری تو صرف طاعت اور ذکر ہی سے ہوتی ہے، لوگوں کے لئے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سردی گرمی اور بارش سے محفوظ ہو جائیں۔ (جبکہ آج کل مساجد میں بے تحاشہ فضول خرچیاں کر کے انہیں جدید طرز پر ایسا پرشکوہ اور مزین وآراستہ کیا جاتا ہے کہ گویا جیسے یہ کوئی ریسٹ ہاؤس ہو۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کی سمجھ عطا فرمائے)۔

اور اس وقت کے بارے میں تباہی کی وعید آئی ہے جب مساجد کو مزین اور مصاحف کو آراستہ کیا جانے لگے گا چنانچہ حکیم ترمذی نے حضرت ابو درداءؓ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"اذازوقتم مساجدكم، وحليتم مصاحفكم: فالدمار عليكم". (۱)

''جب تم اپنی مساجد کو مزین اور اپنے مصاحف کو آراستہ کرنے لگو گے تب تم

---

(۱) ''صحيح الجامع الصغير'' (۲۲۰/۱) (ح ۵۹۹)، اور البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ ''سلسلة الاحاديث الصحيحة'' (م ۳۳۷/۴) (ح ۱۳۵۱) اور اس کو حکیم ترمذی نے ''الاكياس والمغترين'' (ص ۷۸۔ مخطوطہ الظاہریہ) میں ابو درداء سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ ابن مبارک نے کچھ تقدیم وتاخیر کے ساتھ اپنی ''الـــزهـــد'' میں روایت کیا ہے، (ص ۲۷۵) (ح ۷۹۷) تحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی۔ البانی نے ابن مبارک کی سند کو ''السلسلۃ'' کے اندر ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سند کے رجال مسلم کے ثقہ رجال ہیں، لیکن میں نہیں جانتا کہ بکر بن سوادۃ جو ابو الدرداء سے روایت کرتے ہیں ان کا سماع ابو الدرداء سے ثابت ہے یا نہیں۔

بغوی نے شرح السنۃ (۳۵۰/۲) میں اسے ذکر کیا ہے۔، اور ابو الدرداء کی جانب اس کی نسبت کی ہے۔ سیوطی نے ''الـجـامـع الـصـغـيـر'' (ص ۲۷) حکیم ترمذی کی جانب منسوب کیا ہے جو بواسطہ ابو درداء روایت کرتے ہیں الحکیم عن ابی الدرداء، اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح مناوی نے بھی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے ''فیض القدیر'' (۳۶۷/۱) (ح ۶۵۸) میں۔

پر تباہی آئے گی۔"

مناوی[1] فرماتے ہیں: مساجد کی تزیین اور مصاحف کی آراستگی ممنوع ہے کیونکہ یہ چیز دل کو مشغول کر دیتی ہے اور خشوع و تدبر اور حضور مع اللہ سے غافل کر دیتی ہے اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ مساجد کی تزیین خواہ وہ کعبہ ہی کیوں نہ ہو، سونے یا چاندی سے مطلق حرام ہے اور ان دونوں (سونے' چاندی) کے علاوہ سے (مزین کرنا) مکروہ ہے۔[2]

۲۰۔ عمارتوں میں فخر کرنا:

یہ ان علامات میں سے ہے جو عہد نبوت میں ہی ظاہر ہو گئی تھیں اور اس کے بعد پھیل گئیں یہاں تک کہ لوگوں نے تعمیرات اور گھروں کی آرائش و زیبائش کے متعلق فخر کرنا شروع کر دیا اور ایسا اس لئے ہوا کہ دنیا مسلمانوں پر کشادہ کر دی گئی اور فتوحات کے بعد ان کے ہاتھوں میں خوب مال آ گیا اور درازی زمانہ سے بہت سے لوگ دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور ان کے اندر سابقہ امتوں کی بیماری سرایت کر گئی یعنی مال کے جمع کرنے اور شرعی اعتبار سے نا مناسب امور میں اسے صرف کرنے میں ان کے درمیان مقابلہ آرائی شروع ہو گئی، یہاں تک کہ دوسرے لوگوں کی مانند دیہی علاقوں کے باشندوں اور ان جیسے فقیروں اور محتاجوں پر بھی دنیا خوب کشادہ ہو گئی اور لوگ کئی کئی منزلوں کی عمارتیں بنانے لگے اور اس سلسلے میں ان کے درمیان مقابلہ آرائی کا بازار گرم ہو گیا۔

اور یہ تمام چیزیں بالکل اسی طرح واقع ہوئی ہیں جس طرح صادق و مصدوق ﷺ نے ان کے واقع ہونے کی خبر دی تھی۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

---

(۱) زین الدین محمد بن عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین الحدادی المناوی، ان کی تصنیفات کی تعداد اسی ہے اور بیشتر حدیث و تراجم اور سیر پر مشتمل ہیں، ان کی وفات ۱۰۳۱ھ میں قاہرہ میں ہوئی۔ رحمہ اللہ۔ دیکھئے: ''اعلام'' (۶/ ۲۰۴).

(۲) ''فیض القدیر'' (۱/ ۳۶۷).

"ان النبی ﷺ قال لجبریل عندما ساله عن وقت قیام الساعة: "ولکن ساحدثك عن اشراطها...(فذکر منها:) واذاتطاول رعاء البهائم فی البنیان : فذاك من اشراطها"[1]۔

کہ نبی ﷺ نے اس وقت حضرت جبرئیل سے فرمایا تھا جب انہوں نے ان سے قیامت کے آنے کے وقت کے بارے میں سوال کیا تھا، "لیکن میں تم سے اس کی نشانیاں بیان کروں گا،.....(انہیں میں بیان فرمایا:) جب بکریوں کے چرواہے عمارتوں میں فخر کریں گے تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔"

وفی روایة لمسلم:" وان تری الحفاة العراة العالة رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان"[2]۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے:" اور تم دیکھو کہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن بکریاں چرانے والے محتاج لوگ عمارتوں میں فخر کرنے لگے ہیں۔

وجاء فی روایة للامام احمد عن ابن عباس: قال:یا رسول الله! ومن اصحاب الشاء والحفاة الجیاع العالة؟ قال:" العرب"[3]

اور امام احمد کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں

---

(۱)"صحیح بخاری "کتاب الایمان ،باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعة ،(۱/۱۱۴۔مع الفتح)،و"صحیح مسلم "کتاب الایمان ،باب بیان الایمان والاسلام والاحسان،(۱/۱۶۱۔۱۶۴)۔

(۲)"صحیح مسلم "کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، (۱/۱۵۸۔مع شرح النووی)۔

(۳)"مسند احمد"(۴/۳۳۲۔۳۳۴)(ح ۲۹۲۶)،شرح احمد شاکر،اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔ ہیثمی نے فرمایا: احمد اور بزار نے اسی طرح روایت کیا ہے ....اور احمد کی سند میں شہر بن حوشب ہیں "مجمع الزوائد"(۱/۳۸۔۳۹)
اور البانی نے کہا ہے کہ یہ ایسی سند ہے جسے شواہد کے طور پر پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھئے: "سلسلة الاحادیث الصحیحة" (۳/۳۳۲)(ح ۱۳۴۵)

نے کہا: اے اللہ کے رسول! ننگے، بھوکے اور محتاج بکریوں والے کون ہیں؟ فرمایا: ''عرب''۔

وروی البخاری عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال:" لا تقوم الساعة.........حتی يتطاول الناس فی البنيان"(۱)۔

بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت نہ قائم ہوگی...... یہاں تک کہ لوگ عمارتوں میں فخر کرنے لگیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: عمارتوں میں فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو گھر بناتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اس کے گھر کی بلندی دوسروں سے زیادہ ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد زیب و زینت اور آرائش و زیبائش میں فخر کرنا ہو یا اس سے بھی عام ہو، اس میں سے بہت کچھ سامنے آچکا ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔(۲)

اس زمانے میں یہ چیز واضح طور پر ظاہر ہو چکی ہے، چنانچہ لوگ عمارتوں میں اظہار برتری کرنے لگے ہیں اور ان کے طول وعرض اور آرائش و زیبائش میں فخر کا مظاہرہ کررہے ہیں بلکہ معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ لوگ آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتیں بنارہے ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک امریکہ وغیرہ میں مشہور ہیں۔

۲۱- لونڈی کا اپنی آقا کو جننا:(۳)

جاء فی حديث جبريل الطويل قوله للنبی ﷺ:" وساخبرك

---

(۱)''صحیح بخاری''کتاب الفتن، باب (بدون)(۸۱/۱۳-۸۲-مع الفتح)۔

(۲)''فتح الباری''(۸۸/۱۳)۔

(۳) ''ربتها'' اور ایک روایت میں''ربها'' ہے ابن اثیر کہتے ہیں لغت میں رب کا اطلاق مالک، سید، مدبر، مربی، قیم، اور منعم پر ہوتا ہے، اور غیر مضاف صرف اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے اس کا استعمال کرنا ہو تو اضافت کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے''رب کذا''۔''النهاية''(۱۷۹/۲)۔

عن اشراطها: اذا ولدت الامة ربتها" (۱)۔

طویل حدیث جبرئیل میں نبی ﷺ کا یہ قول موجود ہے کہ: "میں تمہیں اس کی نشانیوں کے متعلق بتاؤں گا جب لونڈی اپنی آقا کو جنے گی۔ (متفق علیہ)

وفی روایة لمسلم: " اذا ولدت الامة ربها" (۲)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے "جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی"۔

اس علامت کے معنی کے سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حافظ ابن حجر نے ان میں سے چار اقوال کا تذکرہ فرمایا ہے:

۱- خطابی فرماتے ہیں:

مراد دائرۂ اسلام کی وسعت اور اہل اسلام کا بلاد شرک پر تسلط اور ان کی اولادوں کو قیدی بنانا ہے چنانچہ جب آدمی کسی لونڈی کا مالک ہوگا اور اس سے اس کے یہاں لڑکا ہوگا تو یہ لڑکا اس کے آقا کے مقام پر ہوگا کیونکہ وہ اس کے آقا کا لڑکا ہوگا۔ (۳)

نووی نے ذکر فرمایا ہے کہ یہی قول اکثر علماء کا ہے۔ (۴)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

لیکن اس کا مراد ہونا محل نظر ہے (۵) کیونکہ لونڈیوں سے اولاد کا ہونا اس فرمان کے وقت ہی رائج تھا اور بلاد شرک پر تسلط ان کی اولادوں کو قید کرنا اور انہیں لونڈیاں بنانا یہ

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، (۱/۱۵۸، مع شرح النووی)۔

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، (۱/۱۶۳۔ مع شرح النووی)۔

(۳) "معالم السنن علی مختصر سنن ابی داؤد" (۷/۶۷)۔ اور یہی نص "فتح الباری" میں بھی ہے، (۱/۱۲۲)۔

(۴) "شرح النووی لمسلم" (۱/۱۵۸)۔

(۵) حافظ ابن کثیر نے بھی اس قول کو مستبعد گردانا ہے۔
دیکھئے: "النهاية/ الفتن والملاحم" (۱/۱۷۷۔۱۷۸)۔

سب چیزیں تو ابتدائے اسلام ہی میں واقع ہو چکی ہیں جبکہ کلام کا سیاق ایسے واقعات کی جانب اشارے کا متقاضی ہے جو اس وقت تک واقع نہیں ہوئے تھے بلکہ قرب قیامت رونما ہونے والے تھے۔ (۱)

(۲) آقا اپنی امہات الاولاد (یعنی ان لونڈیوں کو جن سے ان کی اولادیں ہوئی ہیں) فروخت کریں گے، اور یہ کثرت سے واقع ہوگا، لہٰذا یہ لونڈیاں مختلف ہاتھوں میں جاتی رہیں گی یہاں تک کہ ان کی اولاد ہی انہیں خرید لے گی اور اسے اس کا شعور بھی نہیں ہوگا (کہ یہ ان کی مائیں ہیں)

(۳) لونڈی غیر آقا سے شبہ کی وطی کے ذریعہ آزاد اولاد جنے گی یا نکاح یا زنا کے ذریعہ غلام کو جنے گی پھر دونوں صورتوں میں درست طور سے فروخت کر دی جائے گی اور لوگوں کے ہاتھوں میں گھومتی رہے گی یہاں تک کہ اس کا بیٹا یا بیٹی ہی اسے خرید لیں گے۔ یہ قول بھی اپنے ماقبل ہی کی طرح کا ہے۔

(۴) اولاد کی نافرمانی اور بدسلوکی بڑھ جائے گی، چنانچہ لڑکا اپنی ماں کے ساتھ ایسا معاملہ کرے گا جیسے آقا اپنی لونڈی کے ساتھ کرتا ہے کہ اس کی اہانت کرے گا، اسے گالی دے گا، مارے گا اور اس سے خدمت لے گا، چنانچہ اسی لئے حدیث میں مجازی طور پر اسے اس کا رب (آقا) کہہ دیا گیا ہے، یا رب (آقا) سے حقیقی طور پر مربی مراد ہے۔

پھر ابن حجر فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ سب سے عمدہ توجیہ ہے، کیونکہ اس میں عموم پایا جاتا ہے، نیز مقام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد ایسی حالت ہے جو فساد احوال پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ اس اعتبار سے مستغرب بھی ہے کہ مربی خود مربی ہو جائے گا یعنی زیردست بالا دست ہو جائے گا اور پست بلند ہو جائے گا اور اسی قول کو اس فرمان میں دوسری علامت سے مناسبت ہے کہ ننگے پیروں والے زمین کے بادشاہ

---

(۱) "فتح الباری" (۱۲۲/۱)

ہوجائیں گے۔ (۱)

۵- اسی ضمن میں حافظ ابن کثیرؒ کا ایک پانچواں قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ: آخری زمانے میں حشمت کی جو بات کہی گئی ہے اس سے اشارہ انہیں لونڈیوں ہی کی جانب ہے چنانچہ آزاد عورتوں کے بجائے ایک لونڈی ہی بڑے آدمی کے تحت ہوگی، اسی وجہ سے اس بات کو اپنے اس قول سے ملا کر فرمایا کہ: تم ننگے پیر، ننگے بدن والے محتاجوں کو دیکھو گے کہ وہ عمارتوں میں فخر کر رہے ہیں۔ (۲)

۲۲- کثرت قتل:

عن ابی هريرةؓ ان رسول اللهﷺ قال: "لا تقوم الساعة حتى يكثر الهرج"، قالوا: وما الهرج يا رسول الله؟ قال: "القتل، القتل". (۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ہرج بڑھ جائے'' لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولﷺ ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل، قتل''۔ (رواہ مسلم)

وفی رواية للبخاری عن عبدالله بن مسعود: "بين يدی الساعة ايام الهرج: يزول فيها العلم، ويظهر فيها الجهل"، قال ابو موسى: والهرج: القتل: بلسان الحبشة. (۴)

اور بخاری کی روایت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے نزدیک ہرج کے ایام ہیں، ان میں علم زائل ہوجائے گا اور ان میں

(۱) ''فتح الباری'' (۱/۱۲۲-۱۲۳) باختصار۔
(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۱۷۷) تحقیق دکتور طہ زینی۔
(۳) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۱۳-مع شرح النووی)۔
(۴) ''صحيح بخاری'' کتاب الفتن، باب ظهور الفتن، (۱۳/۱۴-مع الفتح)۔

جہالت پھیل جائے گی' حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں: ہرج حبشہ کی زبان میں قتل کو کہتے ہیں۔

وعن ابی موسیٰؓ عن النبی ﷺ قال: "ان بین یدی الساعة الهرج". قالوا: وما الهرج؟ قال: "القتل". قالوا: اکثر مما نقتل: انا نقتل فی العام الواحد اکثر من سبعین الفا. قال: "انه لیس بقتلکم المشرکین، ولکن قتل بعضکم بعضاً". قالوا: ومعنا عقولنا یومئذ. قال: انه لینزع عقول اکثر اهل ذلك الزمان، ویخلف له هباء من الناس؛ یحسب اکثرهم انه علی شیء، ولیسوا علی شیء".(۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے نزدیک ہرج ہوگا لوگوں نے کہا ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل، لوگوں نے کہا: اس سے بھی زیادہ جتنا ہم قتل کرتے ہیں، ہم تو ایک ہی سال میں ستر ہزار سے زائد کو قتل کر دیتے ہیں، فرمایا (یہاں مراد) تمہارا مشرکوں کو قتل کر دینا نہیں ہے بلکہ تم میں سے بعض کا بعض کو قتل کر دینا مراد ہے، لوگوں نے کہا: اور ان دنوں جب کہ ہمارے ساتھ ہماری عقلیں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا اس زمانے کے اکثر لوگوں کی عقلیں کھینچ لی جائیں گی اور کوڑا کرکٹ لوگ رہ جائیں گے، ان میں سے اکثر لوگ یہ سمجھیں گے کہ وہ کسی چیز پر ہیں حالانکہ وہ کسی چیز پر نہیں ہوں گے۔

وعن ابی هریرةؓ: قال: قال رسول الله ﷺ "والذی نفسی

---

(۲) "مسند امام احمد" (۴/۴۱۴۔ بهامشه منتخب الکنز)، و"سنن ابن ماجہ" کتاب الفتن، باب التثبت فی الفتنة، (۲/۱۳۰۹) (ح۳۹۵۹)، و"شرح السنة" باب اشراط الساعة، (۱۵/۲۸-۲۹) (ح۴۲۳۴).

اور حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے: "صحیح الجامع الصغیر" (۲/۱۹۳) (ح۲۰۴۳).

بیده:لا تذهب الدنيا حتى يأتي على الناس يوم لا يدري القاتل فيم قتل، ولا المقتول فيم قتل؟". فقيل: كيف يكون ذلك؟ قال: "الهرج،القاتل والمقتول في النار".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر ایسا دن آجائے گا کہ قاتل کو یہ نہ پتہ ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا نہ ہی مقتول کو یہ معلوم ہو کہ اسے کیوں قتل کیا گیا؟ کہا گیا: ایسا کیونکر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: فتنہ وفساد کی وجہ سے قاتل ومقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی تھی ان میں سے کچھ کچھ تو واقع بھی ہو چکی ہیں چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ہی جنگوں کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا" پھر اس کے بعد بعض بعض زمانوں میں بعض بعض مقام پر جنگیں بڑھتی ہی گئیں، اور ان میں سے اکثر کے اسباب کا پتہ ہی نہیں چل سکا، اسی طرح آخری صدیوں میں جو تباہ کن بین الاقوامی جنگیں چھڑیں جن میں ہزاروں لوگ قربان ہو گئے، جن کے سبب سے تمام لوگ فتنے وفساد کی لپیٹ میں اس طرح آئے کہ ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہو گئے حالانکہ اس کی وجہ بھی انہیں نہیں معلوم ہوتی۔

اسی طرح ان خطرناک اسلحوں کا انتشار بھی کثرت قتل میں بڑا رول ادا کر رہا ہے جو قوموں اور امتوں کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں یہاں تک کہ انسان کی کوئی قیمت ہی نہیں رہ گئی ہے، ان کو بالکل بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا جاتا ہے، اس کا سبب محض انارکی، اور خفت عقل ہے، جب فتنے واقع ہوتے ہیں تو قاتل قتل کرتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس نے کیوں قتل کیا، کس چیز کے بارے میں یہ قتل ہوا، بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ کچھ لوگ بہت ہی معمولی وجوہات کی بنا پر دوسروں کو قتل کر دیتے ہیں، یہ سب فساد کا نتیجہ ہوتا ہے

---

(۱) "صحیح مسلم "کتاب الفتن واشراط الساعة" (۱۸/۳۵۔مع شرح النووی).

اوران حالات پر نبی ﷺ کا یہ قول صادق آتا ہے کہ ''اس زمانے کے اکثر لوگوں کی عقلیں کھینچ لی جائیں گی'' ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلبگار ہیں اور ظاہری و باطنی تمام قسم کے فتنوں سے اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ یہ امت 'مرحوم امت (یعنی جس پر رحم کیا گیا) ہے، اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا عذاب دنیا میں فتنوں، زلزلوں اور قتل کو مقرر کر رکھا ہے۔ چنانچہ حدیث میں صدقہ بن مثنی سے روایت ہے کہ ہم سے رباح بن حارث نے بواسطہ ابو بردہ بیان کیا، وہ فرماتے ہیں: اس اثناء میں کہ میں زیاد کے عہد امارت میں بازار میں کھڑا ہوا تھا کہ میں نے تعجب سے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا، اس پر انصار کے ایک شخص نے جن کے والد رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے پوچھا: اے ابو بردہ! آپ کو کس بات پر تعجب ہے؟ میں نے کہا: مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جن کا دین ایک' جن کا نبی ایک، جن کی دعوت ایک، جن کا حج ایک اور جن کا غزوہ ایک ہے اور وہ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تو انہوں نے کہا آپ تعجب نہ کریں کیونکہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"ان امتی امة مرحومة،ليس عليها فی الآخرة حساب ولا عذاب، وانما عذابها فی القتل والزلازل والفتن" . (۱)

میری امت امت مرحوم ہے اس پر آخرت میں کوئی حساب اور عذاب نہیں ہے اس کا عذاب تو بس قتل، زلزلوں اور فتنوں میں ہے۔

وفی رواية عن ابی موسی:" ان امتی امة مرحومةليس عليها فی الآخرة عذاب، انما عذابها فی الدنيا: القتل، والبلابل،والزلازل ". (۲)

---

(۱) "مستدرك حاكم" (۴/ ۲۵۳۔۲۵۴)، اور کہا صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حدیث صحیح ہے۔ دیکھو: "سلسلة الاحاديث الصحيحة" (م۲/ ۶۸۴۔۶۸۶).

(۲) مسند امام احمد (۴/ ۴۱۰' بهامشه منتخب الكنز) حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر (۲/ ۱۰۴) (ح ۱۷۳۴) و"سلسلة الاحاديث الصحيحة" (م۲/ ۶۸۴) (ح ۹۵۹).

''ایک روایت میں حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) ''میری امت امت مرحوم ہے اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں ہے اس کا عذاب تو بس دنیا میں قتل، غمگین کرنے والی آفتیں اور زلزلے ہے''۔

۲۳- زمانے کا قریب قریب ہو جانا:

عن ابی هريرة ؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "لا تقوم الساعة حتى..... يتقارب الزمان" (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ.....زمانے قریب ہو جائیں''۔

وعنه: قال: قال رسول الله ﷺ: "لا تقوم الساعة حتى يتقارب الزمان، فتكون السنة كالشهر، ويكون الشهر كالجمعة، وتكون الجمعة كاليوم، ويكون اليوم كالساعة، وتكون الساعة كاحتراق السعفة". (۲)

''اور انہیں (ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمانہ قریب ہو جائے' چنانچہ سال مہینے کی طرح ہو جائے گا اور مہینہ ہفتے کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھنٹے کی طرح اور گھنٹہ شاخ خرما کے جلنے کی مقدار کی طرح ہو جائے گا''۔

---

(۱) ''صحيح البخاری'' كتاب الفتن، (۱۳/۸۱-۸۲- مع الفتح).

(۲) ''مسند احمد'' (۲/۵۳۷-۵۳۸- بهامشه منتخب الكنز).

اور ترمذی نے اسے انس سے روایت کیا ہے۔ دیکھو: ''جامع الترمذی'' ابواب الزهد، باب ماجاء في تقارب الزمن وقصر الامل، (۶/۶۲۴-۶۲۵- مع تحفۃ الاحوذی).

ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے، ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۱۸۱)، تحقیق دکتور طہ زینی۔

ہیثمی کہتے ہیں: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، ''مجمع الزوائد'' (۷/۳۳۱)

البانی نے صحیح کہا ہے۔ دیکھو: ''صحيح الجامع الصغير'' (۶/۱۷۵) (ح۷۲۹۹).

زمانے کے قریب قریب ہو جانے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

❶ اس سے مراد زمانے میں برکت کی کمی ہے۔[1]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں یہ چیز رونما ہو چکی ہے، کیونکہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایام اس قدر تیزی کے ساتھ گزر جاتے ہیں جتنی تیزی ہمارے اس زمانے سے قبل کے زمانے میں نہیں پائی جاتی تھی۔[2]

❷ اس سے مراد وہ حالت ہے جو حضرت مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پیدا ہوگی، کہ لوگ زندگی سے لطف اندوز ہونگے امن وامان کا دور دورہ ہوگا اور عدل و انصاف کا غلبہ ہوگا، اسی لئے لوگ خوشحالی کے دنوں کو طوالت کے باوجود مختصر جانیں گے، جبکہ سختی کے دنوں میں چھوٹے ایام بھی لمبے معلوم ہونے لگتے ہیں۔[3]

❸ مراد یہ ہے کہ اس زمانے کے لوگ قلت دینداری میں ایک جیسے ہونگے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے کیونکہ فسق کا غلبہ ہوگا اور فساق (معاشرے پر) چھائے ہوئے ہونگے اور یہ صورت حال خاص طور سے اس وقت پیدا ہوگی جب لوگ حصول علم کو ترک کر کے جہالت پر راضی ہو جائیں گے کیونکہ علم میں لوگ برابر نہیں ہوتے ہیں بلکہ علم کے درجات جدا جدا ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾[4] (یوسف:٧٦)

''ہر صاحب علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا صاحب علم موجود ہے''۔

لوگ تو اس وقت برابر ہوتے ہیں جب جاہل ہوتے ہیں۔

---

(۱) دیکھو: ''معالم السنن''(۱۴۱/۶-۱۴۲-ابوداؤد منذری کے منتخب حواشی کے ساتھ) و''جامع الاصول''لابن اثیر، (۴۰۹/۱۰)، و''فتح الباری''(۱۶/۱۳)۔

(۲) ''فتح الباری''(۱۶/۱۳)۔

(۳) دیکھو: ''فتح الباری''(۱۶/۱۳)۔

(۴) دیکھو: ''مختصر سنن ابی داؤد''للمنذری، (۱۴۲/۶)۔

❹ رابطوں کے وسائل اور ارضی وفضائی تیز رفتار سواریوں کے باعث جنہوں نے فاصلوں کوسمیٹ دیا ہے اہل زمانہ کا قریب قریب ہو جانا مراد ہے۔[1]

❺ اس سے مراد زمانے کا مختصر ہو جانا ہے اور اس کی تیزی حقیقی تیزی ہوگی اور یہ چیز آخری زمانے میں ہوگی۔

یہ حالت ابھی تک پیدا نہیں ہوئی ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ دجال کے ایام لمبے ہو جائیں گے یہاں تک کہ دن طوالت میں سال کی طرح، مہینے کی طرح اور ہفتے کی طرح ہو جائے گا، لہٰذا جس طرح ایام لمبے ہوں گے اسی طرح مختصر بھی ہو جائیں گے[2] کیونکہ نظام عالم مختل ہو (بگڑ) جائے گا، اور دنیا کا زوال قریب ہوگا۔

ابن ابی جمرہ[3] فرماتے ہیں: احتمال ہے کہ زمانے کے قریب قریب ہونے سے مراد اس کا مختصر ہونا ہو، جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ سال مہینے کی طرح ہو جائے" لہٰذا مختصر ہونے کے متعلق یہ بھی احتمال ہے کہ وہ حسی (محسوس کرنے کے طور پر) ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ معنوی (یعنی حقیقتاً ہی طویل) ہو۔ جہاں تک حسی ہونے کی بات ہے تو ابھی تک ایسا ظاہر نہیں ہوا، ہوسکتا ہے کہ یہ ان امور میں سے ہو جو قیام قیامت کے قریب واقع ہونے والے ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: "اتحاف الجماعة" (۴۹۷/۱)، و"العقائد الاسلامية" (ص ۲۴۷) سید سابق۔

(۲) دیکھئے: "مختصر سنن ابی داؤد" (۱۴۲/۶)، و"جامع الاوصول" (۴۰۹/۱۰)، و "جامع الاصول" (۴۰۹/۱۰)، تحقیق عبدالقادر الارناؤوط۔

(۳) علامہ ابو محمد عبداللہ بن سعد بن سعید بن ابی جمرۃ الازدی الاندلسی المالکی، حدیث کے عالم تھے، اور ان کی چند تصنیفات ہیں، اسی میں سے "جمع النهاية" بھی ہے جس میں انہوں نے صحیح بخاری کا اختصار کیا ہے"، اور حدیث ورویا کے باب میں "المرائی والحسان" نامی ایک کتاب ہے۔
ابن کثیر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ امام، عالم، عبادت گزار.... حق گو، حد درجہ معروف کا حکم دینے والی اور منکر سے روکنے والے تھے۔ مصر میں ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔
دیکھو ان کا ترجمہ: "البداية والنهاية" (۳۴۶/۱۳)، و"الاعلام" (۸۹/۴)۔

رہی بات معنوی کی تو اسے ظاہر ہوئے تو مدتیں ہوگئیں ہیں، اس بات کو دینی علم رکھنے والے جانتے ہیں اور دنیوی اسباب کا علم رکھنے والے ہوشیار لوگ بھی اس سے آگاہ ہیں چنانچہ خود پر انہیں یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ کسی مدت میں پہلے وہ جتنا کام کر لیتے تھے اب نہیں کر پاتے، انہیں شکایت تو ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اس کا سبب کیا ہے، شاید اس کا سبب ایمان میں واقع ہونے والی کمزوریاں ہوں جو مختلف طریقوں سے شریعت کی مخالفت کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہیں اور ان میں سب سے سخت رزق کا معاملہ ہے کہ اس میں خالص حرام اور ایسے شبہات ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ یہ معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ بہت سے لوگ تو کسی بھی چیز میں توقف کرنا جانتے ہی نہیں اور جس چیز کے بھی حصول کی انہیں قدرت حاصل ہوتی ہے اس پر بالکل بے پرواہ ہو کر دھاوا بول دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ زمانے، رزق اور افزائش میں برکت تو ایمان کی قوت، امر کی اتباع اور نہی سے اجتناب کے راستے سے پیدا ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا قول اس پر شاہد ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ﴾ (الاعراف:٩٦) (١)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

۲۴- بازاروں کا قریب قریب ہونا:

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال: " لا تقوم الساعة حتی تظهر الفتن، ویکثر الکذب، وتتقارب الاسواق " (٢)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ فتنے ظاہر ہو جائیں، جھوٹ بڑھ جائے، اور بازار قریب قریب ہو جائیں''۔

(١)''فتح الباری''(١٣/١٧)۔ (٢)''مسند احمد''(٢/٥١٩۔بهامشه منتخب الکنز)۔
ہیثمی کہتے ہیں احمد نے روایت کیا ہے اور سعید بن سمعان کے علاوہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، اور وہ ثقہ ہیں''۔ ''مجمع الزوائد''(٧/٣٢٧)۔

شیخ حمود التویجری(1) فرماتے ہیں: ''بازاروں کے قریب قریب ہونے کی تفسیر ایک ضعیف حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ اس سے مراد: کساد بازاری اور منافع کی قلت ہے۔ اللہ اعلم۔ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس میں ہمارے زمانے میں زمین کے رہنے والوں کے درمیان واقع ہونے والے قرب کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، کیونکہ ارضی اور فضائی سواریوں اور آوازوں کو منتقل کرنے والے برقی آلات جیسے ریڈیو اور ٹیلیفونوں کی وجہ سے روئے زمین کے بازار قریب ہوگئے ہیں، لہٰذا کسی بھی ملک میں بھاؤ میں اگر کچھ تبدیلی رونما ہوتی ہے تو سارے تاجر یا ان کی اکثریت ساری دنیا میں اس سے آگاہ ہوجاتے ہیں اور اگر بھاؤ بڑھ گیا ہو تو بڑھا دیتے ہیں اور اگر کم ہوگیا ہو تو گھٹا دیتے ہیں، اور ایک تاجر کئی کئی دنوں کے فاصلے والے شہروں کے بازاروں میں اپنی حاجت پوری کر کے بذریعہ کار ایک ہی دن میں یا آدھے دن میں واپس لوٹ آتا ہے، اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ ایسے شہروں کے بازاروں میں جاتا ہے جو اس سے ایک ماہ یا زیادہ کی مسافت پر ہوتے ہیں اور اپنی حاجت پوری کر کے ایک آدھ دن میں واپس آجاتا ہے۔

لہٰذا بازار تین طرح سے قریب قریب ہوگئے ہیں:

۱- بھاؤ میں واقع ہونے والی کمی یا زیادتی کا تیزی کے ساتھ معلوم ہوجانا۔

۲- ایک بازار سے دوسرے بازار تک تیزی کے ساتھ پہنچ جانا خواہ راستے کی مسافت کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو۔

۳- بھاؤ میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہونا، اور گھٹانے یا بڑھانے میں ایک بازار والوں کا دوسرے بازار والوں کی پیروی کرنا،۔واللہ اعلم۔(2) (اور آج کے دور میں (اس کی ایک صورت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح ایک ہی بلڈنگ میں کئی کئی منزلہ

---

(۱) علامہ شیخ حمود بن عبداللہ التویجری النجدی، معاصر علماء میں سے ہیں، ان کا مسکن ریاض شہر میں تھا، اور ان کی متعدد تصنیفات ہیں، ان میں ایک کتاب ہے: ''اتحاف الجماعة بما جاء في الفتن والملاحم واشراط الساعة'' ہے یہ دو جلدوں میں ہے، اور ان کے چھوٹے چھوٹے رسائل اور تردیدی کتابیں بھی ہیں، مثلاً ''الصارم المشهور على اهل التبرج والسفور'' و ''التنبيهات على رسالة الالباني في الصلاة'' و ''فصل الخطاب في الرد على ابي تراب'' وغیرہ۔

(۲) ''اتحاف الجماعة'' (۱/۴۹۸-۴۹۹)۔

عمارتیں بنائی جاتی ہیں اور کاروبار کیلئے اوپر نیچے چھوٹی سی عمارت میں سینکڑوں دوکانیں ہوتی ہیں جن میں ضرورت کی ہر چیز ایک ہی مارکیٹ سے بآسانی مل جاتی ہے اور اس سے مزید آگے یہ کہ آجکل ایسے کاروباری مراکز مختلف ناموں سے معرض وجود میں آچکے ہیں کہ جہاں ایک ہی سٹور سے تمام ضروریات زندگی دستیاب ہیں۔ واللہ اعلم)

۲۵- اس امت میں شرک کا ظاہر ہونا:

یہ ان علامات میں سے ہے جو ظاہر ہو چکی ہیں اور ان میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، شرک اس امت میں واقع ہو چکا ہے اور اس کے کچھ قبیلے مشرکوں سے جا ملے ہیں، انہوں نے بتوں کی پرستش کی، قبروں پر مزارات بنائے اور اللہ کے سوا ان کی پرستش کی، انہیں بوسہ دینے ان کی تعظیم کرنے اور ان سے برکت حاصل کرنے کے لئے ان کا قصد کیا، وہاں نذریں مانیں اور ان کی عیدیں منائیں، ان میں سے بہت سے لات وعزیٰ اور مناۃ کے درجے میں ہیں یا شرک میں کچھ بڑھے ہوئے ہی ہیں۔

وروى ابو داؤد والترمذى عن ثوبان رضى الله عنه؛ قال: قال رسول الله ﷺ: "اذا وضع السيف فى امتى؛ لم يرفع عنها الى يوم القيامة، ولا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتى بالمشركين، وحتى تعبد قبائل من امتى الاوثان". (۱)

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میری امت میں (یعنی اسے قتل کرنے کے لئے) تلوار رکھ دی جائے گی، تو قیامت تک اس سے نہ اٹھائی جائے گی (یعنی وہ ان کے اندر برابر اپنا کام کرتی رہے گی) اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین سے جا ملیں (یعنی انہیں جیسا عمل کرنے لگیں) اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے بتوں کی پوجا کرنے لگیں۔

(۱) ''سنن ابی داؤد'' (۱۱/۳۲۲-۳۲۴- مع عون المعبود)، و''جامع الترمذی'' (۶/۴۶۶) ترمذی نے صحیح کہا ہے۔ اور البانی نے بھی صحیح کہا ہے ''صحیح الجامع الصغیر'' (۶/۱۷۴) (ح ۷۲۹۵)

وروى الشيخان عن ابى هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: " لا تقوم الساعة حتى تضطرب اليات نساء دوس حول ذى الخلصة " (۱) و(ذو الخلصة): طاغية دوس التى كانوا يعبدون فى الجاهلية. (۲)

---

(۱) (الخلصة) خاء اور لام کے فتحہ کے ساتھ جس کے بعد صاد ہے، اسی طرح پڑھنا مشہور ہے اور خلصہ ایک پودے کا نام ہے جس کے بیج عقیق کے ٹکڑے کی طرح سرخ ہوتے ہیں۔

(ذو الخلصه) اس گھر کا نام ہے جس میں بت رکھا ہوا تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ خلصہ گھر کا نام ہے اور ذوالخلصہ بت کا نام ہے۔

و(ذو الخلصة) دو بت تھے جن میں سے ہر ایک کا نام ذوالخلصہ تھا ایک تو قبیلہ دوس کا تھا اور دوسرا خثعم اور دیگر قبائل عرب کا تھا۔

اس حدیث میں مراد قبیلہ دوس والا بت ہی ہے، اس بت کا مقام آج بھی معروف ہے جو طائف کے جنوب میں زہران کے علاقے میں ثروقا نامی بستی میں ہے جہاں قبیلۂ دوس کی آبادی تھی، ذوالخلصہ اس گاؤں سے قریب ہے جس کا نام دمشق ہے، اور یہ ذوالخلصہ ایک بلند چٹانی ٹیلے پر واقع تھا جس کے مشرق میں ذی الخلصہ کی گھاٹیاں اور مغرب میں تہامہ آتا ہے، آج بھی اس ٹیلے پر عمارت میں استعمال ہونے والے بڑے بڑے چٹانی ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ کبھی یہاں مضبوط عمارت کھڑی رہی ہوگی۔ دیکھئے: "فتح الباری" (۸/۷۱)، "کتاب فی سراۃ غامد وزہران" (۳۳۶-۳۴۰) حمد الجاسر کی۔

خثعم کے بت کو بھی ذوالخلصہ کہا جاتا تھا، اس بت خانے کو عرب کے دو قبیلوں خثعم اور بجیلہ نے بنایا تھا اور اس کے ذریعہ کعبہ کی ہمسری کرتے تھے، نبی ﷺ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ اس کی جانب روانہ فرمایا تھا اور انہوں نے اسے گرا کر اس میں آگ لگا دی تھی اور اس کے منہدم کئے جانے کے قصے کو امام بخاری نے اپنی صحیح کے اندر ذکر کیا ہے، (۸/۷۰-۷۱-مع الفتح) کتاب المغازی، باب غزوة ذی الخلصة.

اور خثعم کا یہ بت مکہ اور یمن کے درمیان ایک مقام پر واقع ہے جو مکہ سے سات راتوں کی مسافت پر ہے اب وہاں پر سرزمین خثعم میں عبلات نامی بستی میں اسی جگہ پر ایک مسجد بنا دی گئی۔ دیکھئے: "معجم البلدان" (۴/۸۰)، "كتاب فى سرلة غامد وزهران" (ص ۳۴۳-۳۴۴)، منشورات دار الیمامۃ، الریاض، ۱۳۹۱ھ

(۲) "صحيح بخارى" كتاب الفتن، باب تغير الزمان حتى تعبد الاوثان، (۱۳/۷۶) (ح ۷۱۱۶) و" صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۳۲-۳۳).

شیخین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ قبیلۂ دوس کی عورتوں کی سرینیں ذی الخلصہ کے اردگرد مضطرب نہ ہولیں''

ذوالخلصہ: دوس کا وہ طاغوت ہے جس کی وہ لوگ زمانہ جاہلیت میں پوجا کیا کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے اس حدیث میں جس بات کی خبر دی تھی وہ واقع ہو چکی ہے، چنانچہ قبیلہ دوس اور اس کے اردگرد بسنے والے عرب اسی وقت ذی الخلصہ کے فتنے میں پڑ چکے ہیں جب ان کے شہروں میں جہالت دوبارہ عود کر آئی تھی، اس وقت وہ لوگ اپنی پرانی روش پر گامزن ہو گئے تھے اور اللہ کے سوا اس کی عبادت کرنے لگے تھے، یہاں تک کہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ توحید کی دعوت لے کر اٹھے اور انہوں نے مٹے ہوئے شعائر اسلام کی تجدید فرمائی اور اسلام جزیرۂ عرب میں دوبارہ لوٹ آیا، پھر امام عبدالعزیز بن محمد بن سعودؒ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ذی الخلصہ کی جانب دعاۃ کی ایک جماعت روانہ فرمائی جنہوں نے اسے تاراج کر دیا اور اس کی بعض عمارتوں کو ڈھا ڈالا، اور جب اس مدت میں حجاز کی باگ ڈور آل سعود کے ہاتھ سے چلی گئی تو پھر کچھ جاہلوں نے دوبارہ اس کی عبادت شروع کر دی تھی اس کے بعد جب شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعودؒ کا حجاز پر قبضہ ہوا تو انہوں نے وہاں کے گورنر کو حکم دیا اور اپنی فوج کا ایک چھوٹا سا لشکر روانہ فرمایا جس نے اسے ڈھا دیا اور اس کے نشان کو مٹا ڈالا۔

(ولله الحمد والمنة)۔[1]

بعض ملکوں میں ابھی تک شرک کی مختلف صورتیں برابر پائی جا رہی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس بیان میں سچ فرمایا تھا کہ:

"لا يذهب الليل والنهار حتى تعبد اللات والعزى" فقالت

---

(۱) ''اتحاف الجماعة''(۱/۵۲۲-۵۲۳)و''سراة غامد وزهران''(ص ۳۴۷-۳۴۹)

عـائشة: يـا رسـول الـلـه! ان كنت لاظن حين انزل الله: ﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَـوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥﴾[1] ان ذلك تـامـا، قال: " انه سيكون من ذلك مـا شـاء الـله، ثم يبعث الله ريحا طيبة ،فتوفى كل من فى قـلبـه مثقال حبة خردل من ايمان ،فيبقى من لا خير فيه، فير جعون الى دين آبائهم". [2]

دن اور رات نہ جائیں گے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی پرستش ہولے'' اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! جب اللہ تعالیٰ نے:

﴿ هُـوَ الَّـذِیْ اَرْسَـلَ رَسُـوْلَـهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥﴾(الصف: ٩)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کردے اگر چہ مشرکین نا خوش ہوں۔

نازل فرمایا تو میں یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ یہ تو پورا ہے، آپ نے فرمایا: اس میں سے جتنا اللہ چاہے گا ہوگا پھر اللہ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو وفات دے دیگی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا اور پھر وہی باقی رہ جائے گا جس میں کوئی خیر نہ ہوگی لہٰذا یہ لوگ اپنے آباد واجداد کے دین کی طرف پلٹ جائیں گے۔

شرک کے مظاہر بہت ہیں یہ صرف پتھروں ،درختوں اور قبروں کی پوجا میں محصور نہیں ہے بلکہ طاغوتوں کو اللہ تعالیٰ کا ساجھی بنا دینا بھی اسی میں شامل ہے جو اپنے پاس سے لوگوں کے لئے شریعت سازی کرتے ہیں اور لوگوں پر یہ لازم کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ کی شریعت کو ترک کر کے انہیں کی شریعت سے فیصلہ لیں' اس طرح وہ خود کو اللہ کے ساتھ

---

(١) الصف:٩.

(٢) ''صحيح مسلم بشرح النووی" كتاب الفتن واشراط الساعة،(١٨/٣٣).

معبود ٹھہرا لیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ: ۳۱)

یعنی انہوں نے اپنے علماء اور عابدوں کو معبود بنا لیا تھا جو ان کے لئے شریعت سازی کیا کرتے تھے، (کیونکہ وہ ان کی حلال وحرام کی ہوئی چیزوں میں ان کی پیروی کیا کرتے تھے)۔ (۱)

جب تحلیل وتحریم کے سلسلے میں یہ حکم لگایا گیا تو ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جنہوں نے اسلام کو پس پشت ڈال کر قومیت، اشتراکیت، کمیونزم اور سوشلزم جیسے الحادی مذاہب کا پٹا اپنی گردن میں ڈال لیا ہے۔

۲۶- فحاشی، قطع رحمی اور بدہمسائیگی (پڑوسیوں کے ساتھ برے سلوک) کا عام ہونا:

روى الامام احمد والحاكم عن عبدالله بن عمروؓ ان رسول الله ﷺ قال: " لا تقوم الساعة حتى يظهر الفحش، (۲) والتفاحش، وقطعية الرحم، وسوء المجاورة". (۳)

---

(۱) "تفسیر ابن کثیر" (۴/۷۷)

(۲) (الفحش) ہر وہ عمل جو گناہ ومعصیت کی وجہ سے سخت ناپسندیدہ ہو جائے، اور اس کا زیادہ اطلاق زنا پر ہوتا ہے۔ اور ہر کریہہ خصلت چاہے وہ اقوال میں سے ہو یا افعال میں سے فاحشہ ہی ہوتی ہے۔ "النہایة" (۳/۴۱۵)

(۳) "مسند احمد" (۱۰/۲۶-۳۱) شرح احمد شاکر، اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ اور حاکم نے اس روایت کو ذکر کیا ہے اور اس پر لمبا کلام کیا ہے۔ "مستدرک الحاکم" (۱/۷۵-۷۶) اس کو تین سندوں سے روایت کیا ہے، اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین ان تمام رواۃ سے حجت پکڑنے میں متفق ہیں۔ صرف سبرۃ الھذلی ان سے مستثنیٰ ہیں جو بلند پائے کے تابعی ہیں، ان کا ذکر تاریخ ومسانید میں بغیر کسی طعن کے کیا گیا ہے اور اس کا ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے اور ذہبی نے تصحیح روایت کے سلسلے میں ان کی تائید کی ہے۔

امام احمد اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بدگوئی و بدچلنی، قطع رحمی (رشتہ کاٹنا) اور بدہمسائیگی (پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرنا) عام ہوجائے۔

روی الطبرانی فی "الاوسط" عن انس؛ قال: قال رسول الله ﷺ: "من اشراط الساعة الفحش والتفحش وقطعية الرحم." (۱)

طبرانی نے ''اوسط'' میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدگوئی و بے حیائی اور قطع رحمی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

وللامام احمد عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ انه قال: "ان بین یدی الساعة... قطع الارحام". (۲)

امام احمد کے یہاں ابن مسعودؓ کی نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے قریب قطع رحمی ہوگی۔

نبی ﷺ نے جس چیز کی خبر دی تھی وہ واقع ہوچکی ہے چنانچہ بدگوئی و بے حیائی بہت سے لوگوں میں پھیل گئی ہے اور لوگ بالکل لا پرواہی کے ساتھ اپنے برے کرتوتوں اور گناہوں کو بیان کرتے پھرتے ہیں اور اس پر مرتب ہونے والے شدید عقاب کو خاطر میں نہیں لاتے، رشتے کاٹے جارہے ہیں ایک رشتے دار دوسرے رشتے دار سے لاتعلق ہوگیا ہے بلکہ آپس میں دوری اور اختلاف پیدا ہوگیا ہے، ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے

---

(۱) ''مجمع الزوائد'' (۲۸۴/۷) اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، اور بعض میں اختلاف ہے اور مذکورہ احادیث اس کی شاہد ہیں۔

(۲) ''مسند احمد'' (۳۳۳/۵) تشریح احمد شاکر، اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔

مہینوں اور سالوں گزر جاتے ہیں مگر ان کی ملاقات نہیں ہوتی، نہ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق پیدا ہوتا ہے، بے شک یہ ایمان کی کمزوری کا نتیجہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے تو صلہ رحمی (رشتوں کے جوڑنے) کی ترغیب دی ہے اور قطع رحمی (رشتوں کو توڑنے) سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اور نبیؐ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا' پھر جب ان سے فارغ ہوگیا تو رحم (رشتہ داری) کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یہ مقام اس کا ہے جو قطع رحمی (ناتا توڑنے) سے تیری پناہ مانگے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، کیا تو اس سے راضی نہیں ہے کہ جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا؟ تو اس پر رحم نے کہا: میں راضی ہوں تو رب تعالیٰ نے فرمایا: تو پھر لے تجھے یہ درجہ حاصل ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو پڑھو:

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ○ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا○ ﴾

(محمد:٢٢،٢٣،٢٤)[1]

اورتم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو، یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے، کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر ان کے تالے لگ گئے ہیں۔

وقال عليه الصلاة والسلام: "لا يدخل الجنة قاطع رحم".[2]

اور نبی ﷺ نے فرمایا: رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب البر والصلة والادب، باب صلة الرحم وتحرير قطعيتها،(١١٢/١٦)

(٢) "صحیح مسلم"(١١٤/١٦).

جہاں تک بدہمسائیگی کی بات ہے تو اس کا جتنا بھی رونا رویا جائے تو کم ہے کیونکہ کتنے ایسے پڑوسی ہیں جو اپنے پڑوسیوں کو جانتے تک نہیں ہیں نہ ان کی احوال پرسی کرتے ہیں کہ اگر وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد کریں! بلکہ انہیں تکلیف دینے سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ نے پڑوسی کو تکلیف دینے سے روکا تھا آپ نے فرمایا:

"من كان يومن با لله واليوم الآخر :فلا يؤذي جاره "۔(۱)

جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔

اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا تھا، آپ نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔(۲)

وقال عليه الصلاة والسلام:" ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه"۔(۳)

نبی ﷺ نے فرمایا: جبرئیل مجھے پڑوسی کے بارے میں برابر نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے۔

۲۷- بوڑھوں کا جوان بننا:

عن ابن عباسؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد: كحواصل الحمام، لا يرحون رائحة الجنة"۔(۴)

---

(۱) "صحیح مسلم" كتاب الايمان، باب الحث على اكرام الجار والضيف، (۲/۲۰).

(۲) حاشیہ سابق بنفسہ۔

(۳) "صحیح مسلم" كتاب البر والصلة والآداب، باب الوصية بالجار والاحسان اليه، (۱۶/۱۷۶).

(۴) "مسند الامام احمد" (۱۵۶/۴) (ح ۲۴۷) تحقیق وشرح احمد شاکر، اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

"سنن ابی داؤد" كتاب الترجل، باب ما جاء في خضاب السواد، (۱۱/۲۶۶). ==

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ ہوں گے جو آخری زمانے میں کالا خضاب لگائیں گے کبوتروں کے پوٹوں کی مانند، انہیں جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی۔

اس حدیث میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ اس زمانے میں واقع ہو چکی ہے کیونکہ مردوں کے درمیان داڑھی اور سر کے بالوں کا کالے خضاب سے رنگنا عام ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم

مجھے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس قول: کبوتروں کے پوٹوں کی مانند'' میں اس زمانے کے بعض مسلمانوں کی حالت کی تشبیہ پیش کی گئی ہے، آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے اپنی داڑھیوں کو کبوتروں کے پوٹوں کی ہیئت دے رکھی ہوگی وہ اپنے رخسار کے بالوں کو منڈوا دیتے ہیں اور اپنی تھوڑیوں کے بال چھوڑ دیتے ہیں،

--- ابن حجر نے کہا ہے کہ سند قوی ہے لیکن اس کے موقوف و مرفوع ہونے میں اختلاف ہے، اور راجح موقوف ہے، اور اگر اسے موقوف بھی مان لیا جائے تو اس طرح کی باتیں رائے سے نہیں کہی جاتی ہیں، لہٰذا یہ بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

''فتح الباری''(۴۹۹/۶).

البانی نے فرمایا: اس کی ابوداؤد، نسائی، احمد، اور ضیاء نے ''المختارة'' کے اندر تخریج کی ہے،

''غاية المرام في تخريج احاديث الحلال والحرام ''(ص۸۴) طبع المکتب الاسلامی، طبع اول (۱۴۰۰ھ).

اور اس حدیث کو ابن جوزی نے ''الموضوعات ''میں (۵۵/۳) ذکر کیا ہے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ اس میں متہم عبدالکریم بن ابی المخارق متروک ہیں۔ اور حافظ ابن حجر نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے اس میں غلطی کی ہے، اس لئے کہ یہ حدیث عبدالکریم الجزری کی روایت کردہ ہے جو ثقہ ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی روایات بیان کی گئی ہیں۔

پھر اس حدیث کی تخریج کرنے والوں کا تذکرہ کیا ہے دیکھئے ''القول المسدد ''(ص ۴۸۔۴۹) لابن حجر۔ اور اس بارے میں شوکانی نے ابن جوزی کی اتباع کی ہے، اور ''الفوائد المجموعه ''میں کہا ہے کہ قزوینی نے موضوع کہا ہے، ''الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة ''(ص۵۱۰) (ح۱۴۲۰) تحقیق عبدالرحمٰن بن یحیٰی المعلمی طبع ثانی ۱۳۹۲ھ، بیروت۔

پھر انہیں کالے خضاب سے رنگ لیتے ہیں اس طرح کبوتروں کے پوٹوں کی صورت بن جاتی ہے۔

امام ابن جوزی[1] فرماتے ہیں:

یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ کسی کام کے کرنے یا کوئی اعتقاد رکھنے کی وجہ سے وہ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے، نہ یہ کہ اس کا سبب خضاب لگانا ہوگا، اور خضاب لگانا ان لوگوں کی علامت ہوگی جیسا کہ خوارج کے متعلق فرمایا کہ ان کی علامت سر منڈانا ہوگی اگر چہ سر منڈانا حرام نہیں ہے۔[2]

میں کہتا ہوں: نبی ﷺ نے سر اور داڑھی کے بالوں کو سیاہی کے ساتھ رنگنے سے منع

(۱) علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی القرشی البغدادی الحنبلی، بڑی بڑی کتابوں کے مصنف ہیں، جن کی حدیث، وعظ اور تفسیر و تاریخ وغیرہ میں سو سے زیادہ مصنفات ہیں انہوں نے ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ دیکھئے "البدایة النھایة" (۲۸/۱۳۔۳۰) اور ان کی کتاب الموضوعات کا مقدمہ، (۲۱/۱۔۲۶) مکتبہ عبدالرحمٰن محمد عثمان، ناشر محمد عبدالمحسن، طبع اول، ۱۳۸۶ھ"

(۲) الموضوعات" (۵۵/۳) ابن الجوزی۔ ابن جوزی فرماتے ہیں: معلوم ہو کہ صحابہ کی ایک جماعت ﷺ نے خضاب لگایا ہے، جن میں حضرات حسن، حسین، سعد بن ابی وقاص اور ان کے علاوہ بہت سارے تابعین شامل ہیں، اور بعض لوگوں نے صرف اس وجہ سے اسے مکروہ گردانا ہے کیونکہ اس میں تدلیس (دھوکہ دہی) پائی جاتی ہے، رہی یہ بات کہ اگر تدلیس نہ پائی جائے تو اسے حرام کے درجہ تک پہنچایا جائے اور اس پر یہ وعید لاحق ہو تو ایسا کسی نے بھی نہیں کہا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں: صحیح قول کی بنیاد پر کالے خضاب سے رنگنا حرام ہے، ایک قول یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے جبکہ مذہب مختار تحریم ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ "سیاہی سے بچو" شرح مسلم (۸۰/۱۴) اور ابن ابی عاصم نے "کتاب الخضاب" میں جوزہری سے بیان فرمایا ہے کہ جب چہرہ نیا تھا تو ہم لوگ خضاب لگاتے تھے، پھر جب چہرہ اتر گیا اور دانت جواب دینے لگے تو ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ (فتح الباری، ۳۵۴/۱۰۔۳۵۵)۔

البانی فرماتے ہیں بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کی حدیث زہری کے پاس سرے سے تھی ہی نہیں، اس لئے وہ اپنے ذوق کے مطابق تعامل فرماتے رہے، بہر حال، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کسی کے بھی قول و فعل میں کوئی حجت نہیں ہے، اور سابقہ حدیث زہری وغیرہ پر حجت ہے۔" غایت المرام" (ص ۸۴)

فرمادیا ہے چنانچہ "صحیح" میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ فرماتے ہیں: جب فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کو لایا گیا تو ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ[1] (ایک قسم کا پودا) کی مانند سفید تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"غيروا هذا بشيء، واجتنبوا السواد".[2]

اسے (یعنی اس کے بالوں کے رنگ) کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہی سے اجتناب کرو۔

۲۸-شدت بخل[3] اور حرص وآز کی کثرت:

عن ابی هريرةؓ :قال: "من اشراط الساعة ان يظهر الشح". [4]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ بخل وحرص کا دور دورہ ہوگا۔

وعنهؓ عن النبی ﷺ: قال: "يتقارب الزمان، وينقص العمل، ويلقى الشح".[5]

انہیں (ابو ہریرہؓ) سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا زمانہ قریب ہوجائے گا اور عمل کم ہوجائے گا اور بخل وحرص (دلوں میں) ڈال دیا جائے گا۔

وعن معاويةؓ :قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "لا يزداد الامر

---

(۱) ثغامہ: ایک پودا جو حد درجہ سفید ہوتا ہے، اس کا پھول اور پھل دونوں سفید ہوتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ ایسا پودا ہوتا ہے جو سفیدی میں برف کی مانند ہوتا ہے۔
"النهاية فی غريب الحديث" (۱/۲۱۴)، و"فتح الباری" (۱۰/۳۵۵)

(۲) "صحیح مسلم" كتاب اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة او حمرة وتحريمه بالسواد، (۱۴/۷۹).

(۳) حدیث میں الشح آیا ہے جس کا معنی ہوتا ہے سخت بخیلی اور روکنے کے معنی میں بخل سے بھی زیادہ بلیغ ہے، ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہوتا ہے ایسی بخیلی کہ جس میں حرص بھی شامل ہو۔

(۴) طبرانی "الاوسط": "فتح الباری" (۱۳/۱۵) ہیثمی کہتے ہیں کہ محمد بن حارث سفیان کے سوا اس کے تمام رجال صحیح کے رجال ہیں اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۷/۳۲۷).

(۵) "صحيح بخاری" كتاب الفتن، باب ظهور الفتن، (۱۳/۱۳)

الا شدة، ولا یزداد الناس الا شحا"۔(۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: معاملے میں شدت بڑھتی ہی جائے گی اور لوگوں میں حرص و بخل بڑھتا ہی جائے گا۔

شح (بخل جس میں حرص بھی پائی جاتی ہو) ایک مذموم صفت ہے اسلام نے اس سے روکا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ جسے اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا وہ کامیاب و کامران ہوا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾

(الحشر ۹۔ التغابن: ۱٦)

اور جس نے اپنے آپ کو بخل سے بچا لیا پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔

وعن جابر بن عبدالله رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: " اتقوا الظلم : فان الظلم ظلمات یوم القیامة، واتقوا الشح، فان الشح اهلك من كان قبلكم : حملهم على ان سفكوا دماء هم ،واستحلوا محارمهم"۔(۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا اور حرص و بخل سے بچو کیونکہ حرص و بخل نے تم سے پہلے کے لوگوں کو ہلاک کیا، انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خونریزی کریں اور حرمتوں کو حلال کر لیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں: "ممکن ہے کہ یہ وہی دنیا کی ہلاکت ہو جس کے متعلق ان کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ انہوں نے خونریزی کی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ

---

(۱) طبرانی، اور اس کے رجال صحیح ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۸/۱۴)

(۲) "صحیح بخاری" کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، (۱۶/۱۳۴)۔

آخرت کی ہلاکت ہو اور یہی دوسرا احتمال زیادہ ظاہر ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس (بخل وطمع) نے انہیں دنیا وآخرت دونوں جگہوں پر ہلاک کیا ہو۔[1]

۲۹۔ کثرت تجارت:

انہیں نشانیوں میں سے تجارت کی کثرت اور اس کا لوگوں کے درمیان پھیل جانا ہے یہاں تک کہ اس میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی شامل ہو جائیں گی۔

روی الامام احمد والحاکم عن عبداللہ بن مسعود عن النبی ﷺ انہ قال: " بین یدی الساعۃ تسلیم الخاصۃ، وفشو التجارۃ، حتی تشارك المرأۃ زوجھا فی التجارۃ "۔[2]

امام احمد اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے؛ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: قیامت کے روبرو خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا اور تجارت عام ہو جائے گی یہاں تک کہ تجارت میں بیوی بھی اپنے شوہر کی شریک ہوگی۔

وروی النسائی عن عمرو بن تغلب؛قال: قال رسول اللہ ﷺ: " ان من اشراط الساعۃ ان یفشو المال ویکثر، وتفشو التجارۃ "۔[3]

نسائی نے عمرو بن تغلب سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مال عام اور خوب ہو جائے گا اور تجارت پھیل جائے گی۔

---

(۱) "شرح النووی لمسلم" (۱۳۴/۱۶)

(۲) "مسند احمد" (۱۳۳/۵) بشرح احمد شاکر، اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔ و "مستدرك حاكم" (۴۴۵/۴۔۴۴۶)

(۳) "سنن نسائی" (۲۴۴/۷). اور حدیث حسن عن عمرو بن تغلب کے طریق سے مروی ہے اور حسن مدلس راوی ہیں، اور یہاں عنعنہ سے روایت ہے لیکن امام احمد کی روایت میں عمرو بن تغلب سے سماع کی صراحت ہے۔ دیکھئے: "المسند" (۶۹/۵۔ بھامشہ منتخب الکنز)۔ "سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" للالبانی، (م۲/۲۵۱۔۲۵۲).

لہٰذا ایسا ہو چکا ہے کہ تجارت کی کثرت ہوگئی ہے اور عورتیں بھی اس میں شامل ہوگئی ہیں لوگ مال جمع کرنے کے پیچھے پڑ گئے اور اس سلسلے میں ان کے درمیان مقابلہ آرائی شروع ہوگئی ہے۔

نبی ﷺ نے اس بات کی خبر دے رکھی ہے کہ وہ اس امت کے سلسلے میں فقر (محتاجی) سے خائف نہیں ہیں، انہیں تو ڈر اس بات کا ہے کہ دنیا ان پر کشادہ کر دی جائے گی جس کے نتیجے میں ان کے درمیان مقابلہ آرائی ہو جائے گی۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" واللہ ما الفقر اخشی علیکم، ولکنی اخشی علیکم ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا، وتھلککم کما اھلکتھم "۔ (۱)

اللہ کی قسم مجھے تم پر فقر (محتاجی) کا خوف نہیں ہے مجھے تو تمہارے سلسلے میں ڈر اس بات کا ہے کہ دنیا تم پر اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی لہٰذا تم اس کے بارے میں اسی طرح مقابلہ کرنے لگو گے جس طرح انہوں نے کیا اور وہ تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے انہیں ہلاک کیا۔

وفی روایۃ لمسلم: " وتلھیکم کما الھتھم "۔ (۲)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے: وہ تمہیں اسی طرح غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا۔

وقال ﷺ: " اذا فتحت علیکم فارس والروم؛ ای قوم انتم؟ "۔ قال عبدالرحمن بن عوف: نقول کما امرنا اللہ۔ قال رسول اللہ ﷺ:

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الجزیہ والموادعۃ، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الذمۃ والحرب، (۲۵۷/۶۔۲۵۸)؛ "صحیح مسلم" کتاب الزھد، (۹۵/۱۸۔مع شرح النووی)۔

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الزھد، (۹۶/۱۸)

"او غیر ذلك: تتنافسون، ثم تتحاسدون، ثم تتدابرون، ثم تتباغضون" او نحو ذلك۔(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب فارس وروم تمہارے قبضے میں آجائیں گے تو تم کس طرح کے لوگ ہوگے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا: ہم اسی طرح کہیں گے جس طرح ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یا کچھ اور! تم مقابلہ آرائی کروگے، پھر باہم حسد کروگے پھر ایک دوسرے کی غیبت کروگے، پھر باہم نفرت کروگے، یا اسی کے مثل۔

لہٰذا دنیا کے لئے مقابلہ آرائی کا انجام دین کی کمزوری، امت کی ہلاکت اور انتشار کی صورت میں سامنے آتا ہے جیسا کہ سابقہ زمانوں میں ہو چکا ہے اور جیسا آج ہو رہا ہے۔

۳۰-زلزلوں کی کثرت:

عن ابی هريرةؓ :قال: قال رسول الله ﷺ "لا تقوم الساعة حتى تكثر الزلازل"۔(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زلزلوں کی کثرت ہو جائے۔

وعن سلمة بن نفيل السكوني: قال: كنا جلوسا عند رسول الله ﷺ.... (فذكر الحديث، وفيه): "وبين يدى الساعة موتان شديد، وبعده سنوات الزلازل"۔(۳)

حضرت سلمہ بن نفیل سکونی فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے...... (چنانچہ حدیث کو ذکر فرمایا اور اس میں ہے): قیامت کے قریب بہت

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الزهد، (۹۶/۱۸)

(۲) "صحيح بخارى" كتاب الفتن، (۸۱/۱۳-۸۲)

(۳) "مسند احمد" (۱۰۴/۴) ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کو احمد بزار، طبرانی اور ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۳۰۶/۷)

زیادہ اموات ہوں گی اور اس کے بعد زلزلوں کے سال آئیں گے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: بہت سے شمالی و شرقی و غربی ملکوں میں بہت سے زلزلے آچکے ہیں مگر ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس سے مراد ان کی کثرت، عمومیت اور دوام ہے۔(۱)

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے عبداللہ بن حوالہؓ کے واسطے سے بیان کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر یا میری کھوپڑی پر رکھا پھر فرمایا: اے ابن حوالہ! جب تو دیکھے کہ خلافت ارض مقدس میں اتر گئی ہے (تو سمجھ لے) کہ زلزلوں بلاؤں اور بڑے بڑے امور کا وقت آ پہنچا ہے اور ان دنوں قیامت لوگوں سے اس سے بھی زیادہ قریب ہوگی جتنا میرا ہاتھ تیرے سر سے قریب ہے۔(۲)

۳۱- خسف (دھنسا دیا جانا) مسخ (چہرہ یا جسمانی ساخت بدل دیا جانا) اور قذف (پتھروں کی بارش) کا ظہور:

عن عائشةؓ :قالت: قال رسول اللهﷺ: "يكون في آخر هذه الامة خسف ومسخ وقذف". قالت: قلت: يا رسول الله! انهلك وفينا الصالحون؟ قال: "نعم: اذا ظهر الخبث".(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس امت کے آخر میں خسف و مسخ اور قذف ہوگا" ام المؤمنین کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا نیک لوگوں کے ہمارے درمیان

---

(۱) "فتح الباری" (۸۷/۱۳).

(۲) "مسند احمد" (۲۸۸/۵) و "سنن ابی داؤد" کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو یلتمس الاجر والغنیمة، (۲۰۹/۷-۲۱۰)، و "مستدرک حاکم" (۴۳۵/۴۵). اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کی تخریج شیخین نے نہیں کی ہے۔ اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ "صحیح الجامع الصغیر" (۲۶۳/۶) (ح۷۷۱۵)

(۳) "سنن ترمذی" کتاب الفتن، باب ماجاء فی الخسف، (۴۱۸/۶). البانی نے صحیح کہا ہے "صحیح الجامع الصغیر" (۳۵۸/۶) (ح۸۰۱۲).

ہونے کے باوجود ہم ہلاک ہوجائیں گے؟ فرمایا "ہاں جب برائی عام ہوجائے گی۔

عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ: قال: "بین یدی الساعة مسخ وخسف وقذف"۔(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے قریب مسخ وخسف اور قذف ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ مسخ وقذف قدریہ اور زنادقہ پر واقع ہوگا۔

روی الامام احمد عن عبداللہ بن عمرؓ: قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: "انہ سیکون فی امتی مسخ وقذف، وھو فی الزندقیة والقدریة"۔(۲)

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: "میری امت میں مسخ وقذف ہوگا" اور یہ زندیقوں (ملحدوں) اور قدریہ (تقدیر کا انکار کرنے والوں) میں واقع ہوگا۔

وفی روایة للترمذی: "فی ھذہ الامة — او فی امتی — خسف او مسخ او قذف فی اھل القدر"۔(۳)

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے: "اس امت میں یا میری امت میں خسف یا مسخ یا قذف اہل قدر میں واقع ہوگا۔

وعن عبدالرحمن بن صحار العبدی عن ابیه: قال: قال رسول

(۱) "سنن ابن ماجة "کتاب الفتن، باب الخسوف" (۱۳۴۹/۲). اور حدیث صحیح ہے۔" صحیح الجامع الصغیر "(۱۳/۳) (ح ۲۸۵۳).

(۲) "مسند احمد" (۷۴-۷۳/۹) (ح ۶۲۰۸)، تحقیق احمد شاکر نے کی اور کہا کہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(۳) "الترمذی" ابو اب القدر، (۳۶۸-۳۶۷/۶)
اور حدیث صحیح ہے" صحیح الجامع الصغیر "(۱۰۳/۴) (ح ۴۱۵۰)

اللہ ﷺ: " لا تقوم الساعة حتى يخسف بقبائل ، فيقال: من بقي من بني فلان؟". قال: فعرفت حين قال: " قبائل" انها العرب؛ لأن العجم تنسب الى قراها.[1]

اور عبدالرحمٰن بن صحار العبدی سے ان کے والد کے واسطے سے روایت ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ کچھ قبیلوں کو دھنسا دیا جائے' چنانچہ کہا جائے گا کہ بنوفلاں میں سے کون بچا ہے؟ عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں جب آپ نے ''قبائل'' کہا تو میں نے جان لیا کہ وہ عرب ہوں گے کیونکہ عجم اپنی بستیوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

محمد بن ابراہیم التیمی سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے قعقاع بن حدرد کی بیوی بقیرہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

"اذا سمعتم بجيشي قد خسف به قريبا : فقد اظلت الساعة".[2]

جب تم میرے لشکر کے بارے میں سنو کہ اسے قریب ہی دھنسا دیا گیا تو (سمجھ لو کہ) قیامت قریب آ گئی۔

ہمارے موجودہ زمانے سے قبل مشرق و مغرب[3] کے کچھ مقامات پر خسف واقع

---

(۱) ''مسند احمد'' (۴/۸۴۳)۔
قال ہیثمی: اس کو احمد، طبرانی، ابو یعلی، بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۸/۹)۔

(۲) ''مسند احمد'' (۶/۳۷۸۔۳۷۹)۔
حدیث سنداً حسن ہے۔ ''صحيح الجامع الصغير'' (۱/۲۲۸) (ح ۱۳۱۲)۔ و ''سلسلة الاحاديث الصحيحة'' (م ۳/۳۴۰) (ح ۱۳۵۵)۔

(۳) ''التذكرة'' (ص ۶۵۴) و ''فتح الباری'' (۱۳/۸۴)، و ''الاشاعة'' (ص ۴۹۔۵۲) و ''عون المعبود'' (۱۱/۴۲۹)۔

ہو چکا ہے اور اس زمانے میں بھی روئے زمین کے مختلف مقامات پر بہت سے خسف واقع ہو چکے ہیں، اور یہ شدید عذاب سے پیشتر کا ڈراوا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کی تخویف (خوف دلانا) اور اہل بدعت اور گناہوں میں ڈوبے رہنے والوں کی سزا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور یہ جان لیں کہ قیامت قریب آگئی ہے اور اللہ سے سوا کسی کی کوئی اور جائے پناہ نہیں ہے۔

اور گانے بجانے والے اور شراب پینے والے گنہگاروں کے لئے بھی خسف ومسخ اور قذف کی وعید آئی ہے۔

روی الترمذی عن عمران بن حصین ؓ ان رسول الله ﷺ قال: "فی هذه الامة خسف ومسخ وقذف". فقال رجل من المسلمین: یا رسول الله! ومتی ذلك؟ قال: "اذا ظهرت القیان والمعازف، وشربت الخمور".(۱)

ترمذی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں خسف ومسخ اور قذف ہوگا'' اس پر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ایسا کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جب گانے والیاں اور گانے بجانے کے آلات عام ہوں گے، اور شرابیں پی جائیں گی۔

وروی ابن ماجة عن ابی مالك الاشعری ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: "لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها، یعزف علی رؤوسهم بالمعازف، یخسف الله بهم الارض، ویجعل منهم القردة والخنازیر".(۲)

---

(۱) ''جامع الترمذی'' ابواب الفتن، (۴۵۸/۲) (ح۴۵۸).
اور حدیث صحیح ہے۔ ''صحیح الجامع الصغیر'' (۱۰۳/۴) (ح۴۱۱۹).

(۲) ''سنن ابن ماجة'' کتاب الفتن، باب العقوبات، (۱۳۳۳/۲) (ح۴۰۲۰)
اور حدیث صحیح ہے ''صحیح الجامع الصغیر'' (۱۰۵/۵) (ح۵۳۳۰)

ابن ماجہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے، اس کا نام بدل کر رکھیں گے، ان کے سروں پر باجے بجائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ کو بندر اور سور بنا دے گا۔

مسخ حقیقی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی ہوتا ہے:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ﴾ (البقرہ:٦٥)

میں مسخ کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ یہ حقیقی مسخ ہے فقط معنوی مسخ نہیں ہے اور یہی قول راجح ہے اور یہی ابن عباس وغیرہ ائمہ تفسیر کی رائے ہے۔

اور مجاہد، ابوالعالیہ اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ مسخ معنوی تھا یعنی ان کے دل مسخ کر دیئے گئے تھے اور وہ حقیقت میں بندر نہیں بنائے گئے تھے۔[1]

حافظ ابن حجر نے ابن العربی سے دونوں اقوال نقل کئے ہیں اور پہلے کو ترجیح دی ہے۔[2]

اور شیخ رشید رضا نے اپنی تفسیر میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے یعنی یہ مسخ ان کے اخلاق میں واقع ہوا تھا۔[3]

اور مجاہد سے جو روایت بیان کی گئی ہے اسے حافظ ابن کثیر نے بعید از قیاس کہا ہے اور فرمایا کہ یہ قول غریب ہے اور اس مقام اور دیگر مقام کے ظاہر سیاق کے خلاف ہے۔[4]

پھر علماء کی کچھ باتیں پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ان ائمہ کی باتیں پیش کر

---

(١) "تفسیر ابن کثیر" (١/١٥٠-١٥٣)
(٢) "فتح الباری" (١٠/٥٦).
(٣) "تفسیر المنار" (١/٣٤٣-٣٤٤).
(٤) "تفسیر ابن کثیر" (١/١٥١).

نے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ کی اس رائے سے اختلاف کو بیان کیا جائے کہ ان کا مسخ صوری نہیں معنوی تھا، بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ معنوی بھی تھا اور صوری بھی۔ واللہ اعلم۔ (۱)

اگر یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ یہ مسخ معنوی ہو تو گناہوں کو حلال کر لینے والے بہت سے لوگوں کے دل مسخ کئے جا چکے ہیں، لہٰذا ان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ نہ تو حلال وحرام کے درمیان تمیز کرتے ہیں اور نہ ہی معروف ومنکر کے درمیان؛ اس سلسلے میں ان کی مثال بندروں اور سوروں کی سی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کے طلبگار ہیں، اور نبی ﷺ نے جس مسخ کی خبر دی ہے وہ واقع ہو کر رہے گا خواہ وہ معنوی ہو یا صوری۔

۳۲- نیک لوگوں کا گزر جانا:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ: نیک لوگ گزر جائیں گے، اچھے لوگوں کی کمی ہوگی اور برے لوگوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ صرف برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

ففی الحدیث عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ؛ قال: قال رسول اللہ ﷺ: " لا تقوم الساعة حتی یاخذ اللہ شریطته، من اهل الارض، فیبقی فیها عجاجة، لا یعرفون معروفا، ولا ینکرون منکرا"۔ (۲)

چنانچہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین والوں میں سے اپنے اچھے اور شریف لوگوں کو اٹھا لے پھر اس میں کمینے اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے، جو نہ تو معروف کو پہچانیں گے اور نہ ہی منکر

---

(۵) "تفسیر ابن کثیر" (۱/۱۵۳)۔

(۳) "مسند احمد" (۱۱/۱۸۱-۱۸۲) شرح احمد شاکر کی ہے اور کہا ہے کہ سند صحیح ہے۔

و"مستدرک حاکم" (۴/۴۳۵) حاکم نے کہا: اگر حسن نے اس حدیث کو عبداللہ بن عمرو سے سنا ہو تو یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے۔ اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

کا انکار کریں گے۔

یعنی اللہ تعالی اہل خیر اور دینداروں کو اٹھا لے گا اور بیکار و کمینے اور لاخیرے قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے، یہ اس وقت رونما ہوگا جب علم اٹھ جائے گا اور لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جو بغیر علم کے فتوی دیں گے۔

وروی عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن النبیﷺ انه قال: "یاتی علی الناس زمان یغر بلون فیه غربلة، یبقی منهم حثالة قد مرجت عهودهم واماناتهم، واختلفوا ،فکانوا هکذا (و شبك بین اصابعه)".(۱)

بواسطہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ نبی ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انہیں چھلنی سے چھان لیا جائے گا، ان میں بھوسی باقی رہ جائے گی جن کے عہد و پیمان اور امانتیں آلودہ ہو جائیں گی اور وہ گھل مل کر اس طرح ہو جائیں گے، اور آپ نے اپنی انگلیوں کو آپس میں ملا دیا۔

نیک لوگوں کا گزر جانا اس وقت واقع ہوگا جب گناہوں کی کثرت ہو جائے گی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے گا کیونکہ جب نیک لوگ منکر کو دیکھیں گے اور اسے تبدیل نہیں کریں گے اور فساد بڑھ جائے گا تو جب عذاب نازل ہوگا تو دوسروں کے ساتھ انہیں بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی ﷺ سے کہا گیا کہ:

"أ نهلك وفینا الصالحون؟ قال: "نعم: اذا کثر الخبث".(۲)

---

(۱) "مسند احمد" (۱۲/۱۲) شرح احمد شاکر کی ہے اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ و "مستدرک حاکم" (۴/۴۳۵) اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الفتن ،باب قول النبی ﷺ: "ویل للعرب من شر قد اقترب"، (۱۳/۱۱)

کیا نیک لوگوں کے ہمارے درمیان ہونے کے باوجود ہم ہلاک ہوجائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، جب برائی بڑھ جائے گی۔ (رواہ البخاری)

۳۴۔ نیچ لوگوں کا بلند ہوجانا:

یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ عمدہ اور اچھے لوگوں کے مقابلے میں نیچ لوگ بلند ہوجائیں گے، اور ان کے بجائے یہی لوگ تمام امور پر تنہا قابض ہوجائیں گے، اور لوگوں کی باگ ڈور جاہل وبدخلق کمینوں اور بروں کے ہاتھ آجائے گی، یہ صورت حقائق کے الٹ جانے اور حالات کے بدل جانے کی غماز ہے اور یہ چیز اس زمانے میں واضح طور پر دیکھی جارہی ہے، لہٰذا لوگوں کے بہت سے زعماء اور اہل حل وعقد کو آپ سب سے کم درست اور کم علم پائیں گے حالانکہ واجب تو یہ تھا کہ لوگوں سے متعلق اہم منصب اور ذمے داریوں پر دیندار اور متقی لوگوں کو مقدم کیا جاتا، کیونکہ لوگوں میں سب سے افضل اور لائق تکریم دیندار اور متقی لوگ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَاللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ (الحجرات:۱۳)

تم میں سے اللہ کے ہاں زیادہ عزت والے وہ ہیں جو سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والے ہیں۔

اسی لئے نبی ﷺ سرکاری عہدے اور لوگوں سے متعلق منصب ان لوگوں کے سوا کسی کو نہیں عطا فرماتے تھے جو سب سے درست اور سب سے زیادہ علم والے ہوتے تھے، اور یہی حال ان کے بعد ان کے خلفاء کا بھی رہا، اس کی مثالیں بہت ساری ہیں انہیں میں سے ایک وہ ہے جسے بخاری نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"ان النبی ﷺ قال لاهل نجران: "لابعثن اليكم رجلا امينا حق امين"، فاستشرف لها اصحاب النبی ﷺ، فبعث ابا عبيدة"۔[1]

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر والواحد الصادق، (۱۳/۲۳۲)۔

کہ نبی ﷺ نے اہل نجران سے فرمایا: میں تمہارے پاس ایک امین آدمی کو بھیجوں گا جو صحیح معنوں میں امین ہے چنانچہ اس کے لئے نبی ﷺ کے تمام صحابہ نے اپنی گردنیں اٹھالیں، پھر آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

ذیل میں بعض احادیث پیش کی جارہی ہیں جو نیچ لوگوں کے بلند ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہیں کہ یہ چیز قیامت کی نشانیوں میں سے ہے:

فمنها ما رواه الامام احمد عن ابى هريرة: قال رسول الله ﷺ: "انها ستأتى على الناس سنون خداعة: يصدق فيها الكاذب، ويكذب فيها الصادق، ويؤتمن فيها الخائن، ويخون فيها الامين، وينطق فيها الرويبضة". قيل: وما الرويبضة ؟ قال: "السفيه يتكلم فى امر العامة". (۱)

انہیں میں سے وہ روایت ہے جو امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً لوگوں پر دھوکہ دینے والے سال آئیں گے جن میں جھوٹوں کی تصدیق کی جائے گی اور سچوں کو جھٹلایا جائے گا، خیانت کرنے والوں کو امانت دار سمجھا جائے گا اور امانت داروں کو خائن گردانا جائے گا، اور ان میں رویبضہ بولے گا" پوچھا گیا: اور رویبضہ کیا ہے؟ فرمایا: سفیہ (جاہل، گنوار، اجڈ، حقیر شخصیت کا مالک) عام لوگوں کے معاملے میں گفتگو کرے گا۔

اور طویل حدیث جبرئیل میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے

"ولكن ساحدثك عن أشراطها...واذا كانت العراة الحفاة

---

(۱) سنن امام احمد (۱۵/ ۳۷۔۳۸) تعلیق احمد شاکر۔ اور فرمایا: اس کی سند حسن اور متن صحیح ہے۔ ابن کثیر نے فرمایا: انہوں نے اس کی سند سے اس کی تخریج نہیں کی ہے حالانکہ یہ عمدہ سند ہے۔ **"النهاية / الفتن والملاحم"** (۱/ ۱۸۱)

رؤوس الناس؛ فذاك من اشراطها"۔[1]

لیکن میں تمہیں اس کی نشانیوں کے بارے میں بتاؤں گا، اور جب ننگے بدن اور ننگے پاؤں والے لوگوں کے سردار ہوں گے تو یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے۔

وعن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله ﷺ: " من اشراط الساعة: ان يغلب على الدنيا لكع بن لكع، فخير الناس يومئذ مؤمن بين كريمين"۔[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ دنیا پر کمینہ ابن کمینہ غالب آجائے، لہٰذا ان دنوں سب سے اچھا آدمی وہ مومن ہے جو دو اچھائیوں کے درمیان ہو۔"

(یہاں لفظ کریمین استعمال کیا گیا ہے جو کریم کا تثنیہ ہے اور اس کے معنی ہر اچھی اور پسندیدہ چیز کے ہوتے ہیں اور کریمین کہہ کر حج اور جہاد بھی مراد لیتے ہیں)

فی "الصحیح": " اذا اسند الامر الى غير اهله : فانتظر الساعة"۔[3]

اور "صحیح" میں ہے کہ: جب ذمہ داری کسی نا اہل کے سپرد کی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں! قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ پست لوگ اونچے لوگوں پر بلند ہو جائیں" اے عبداللہ بن مسعود کیا آپ

---

(۱) "صحیح مسلم" كتاب الايمان، باب بيان الايمان والاسلام والاحسان، (۱/۱۶۳)۔

(۲) ہیثمی نے کہا: اس کو طبرانی نے "الاوسط" میں دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ اور دونوں میں سے ایک کے رجال ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۷/۳۲۵)۔

(۳) "صحیح بخاری" كتاب الرقاق، باب رفع الامانة، (۱۱/۳۳۲)

نے اسی طرح میرے محبوب ﷺ سے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، رب کعبہ کی قسم۔ ہم نے دریافت کیا: پست لوگوں سے کیا مراد ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: کمینے اور بے مروت لوگ گمنام اور بے وقعت گھرانوں والے اپنے نیک لوگوں کے اوپر اٹھا (بٹھا) دیے جائیں گے، اور اونچے لوگوں سے مراد نیکوکار اور اچھے گھرانے والے۔ (۱)

وروى الامام احمد عن ابى هريرة؛ قال :قال رسول الله ﷺ:

"لا تذهب الدنيا حتى تصير للكع ابن لكع"۔ (۲)

وفى رواية للامام احمد عن حذيفة بن اليمانؓ ان النبى ﷺ قال:"لا تقوم الساعة حتى يكون اسعد الناس بالدنيا لكع ابن لكع"۔ (۳)

اى: "حتى يصير نعيمها وملا ذها والوجاهة فيها له" (۴)

---

(۱) ''مجمع الزوائد'' (۳۲۷/۷) ہیثمی نے فرمایا: صرف ابو ہریرہؓ کی حدیث کا کچھ حصہ صحیح میں ہے، اور اسکے رجال صحیح کے رجال ہیں، صرف محمد بن حارث بن سفیان ان میں شامل نہیں ہیں اور وہ بھی ثقہ ہیں۔
اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' (۱۵/۱۳) میں طبرانی کی روایت سے کیا ہے جو انہوں نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرۃ کے واسطے سے بیان کی ہے۔

(۲) ''مسند الامام احمد'' (۲۸۴/۱۶)۔
سیوطی نے ''الجامع الصغير'' میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور اشارہ دیا ہے کہ حدیث حسن ہے۔ ''الجامع الصغير'' (۲۰۰/۲)۔
ہیثمی نے کہا: احمد کے رجال کامل بن علاء کے علاوہ، صحیح کے رجال ہیں؛ اور وہ ثقہ ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۲۲۰/۷)۔
ابن کثیر نے فرمایا: اس کی سند جید اور قوی ہے۔ ''النهاية/الفتن والملاحم'' (۱۸۱/۱) تحقیق دکتور طہ زینی۔
اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ''صحيح الجامع الصغير'' (۱۴۲/۶) (ح ۷۱۴۹)۔

(۳) ''فيض القدير شرح الجامع الصغير'' (۱۴۲/۶) (ح ۷۱۴۹)

(۴) ''فیض القدير شرح الجامع الصغير'' (۱۴۲/۶) (ح ۷۱۴۹)۔

اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دنیا کے سلسلے میں سب سے زیادہ خوشحال کمینہ بن کمینہ ہو۔

(یعنی بے مروت کم علم و کم عقل اشخاص کا غلبہ ہوگا اور دنیا کی نعمتیں، آسائشیں اور پیشوائی انہیں کو حاصل ہوگی)

وفی "الصحیحین" عن حذیفة فیما رواه عن النبی ﷺ فی قبض الامانة: "حتی یقال للرجل: ما أجلده! ما أظرفه! ما أعقله! ومافی قلبه مثقال حبة من حردل من ایمان"۔(۱)

اور صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو انہوں نے نبی ﷺ سے امانت کے اٹھائے جانے کے متعلق بیان کی ہے: یہاں تک کہ کسی شخص کے متعلق کہا جائے گا: کیسا پہلوان ہے! کیسا دانا ہے، کیسا عقلمند ہے! حالانکہ اس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے درمیان یہی چیز حقیقت بن کر سامنے آچکی ہے، وہ کسی شخص کے متعلق کہتے ہیں کہ کیسا عقلمند ہے! کتنے اچھے اخلاق کا مالک ہے اور اسے اعلیٰ ترین خوبیوں کا مالک بتاتے ہیں، حالانکہ وہ سب سے بڑا فاسق اور دین وامانت کے اعتبار سے سب سے کمتر ہوتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ درحقیقت وہ مسلمانوں کا دشمن ہو، اور اسلام کو ملیامیٹ کردینے کے لئے کوشاں ہو، بس- **لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔**

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۳۸۹/۵) اور سیوطی نے اس کی صحت کی جانب اشارہ کیا ہے۔ "الجامع الصغیر" (۲۰۲/۲)۔ اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ "صحیح الجامع الصغیر" (۱۷۷/۶) (ح ۷۴۰۸)۔

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الرقاق، باب رفع الامانة، (۳۳/۱۱) "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب رفع الامانة والایمان من بعض القلوب، (۱۶۷/۲-۱۷۰) مع شرح النووی

۳۴-سلام جان پہچان کی بنیاد پر ہوگا:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی صرف اسی کو سلام کرے گا جسے پہچانتا ہوگا چنانچہ حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"قال رسول الله ﷺ: "ان من اشراط الساعة ان یسلم الرجل علی الرجل، لا یسلم علیه الا للمعرفة"۔(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف پہچان کی بنیاد پر سلام کریگا۔ (رواہ احمد)

وفی روایة له: "ان بین یدی الساعة تسلیم الخاصة"۔(۲)

اور ان کی ایک روایت میں ہے کہ: قیامت کے قریب صرف خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔

یہ چیز اس زمانے میں خوب مشاہدہ میں آتی ہے کیونکہ بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو صرف انہی لوگوں کو سلام کرتے ہیں جنہیں پہچانتے ہیں؛ حالانکہ یہ خلاف سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ہر شخص کو سلام کرنے کی ترغیب دی ہے خواہ آپ اسے پہچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں، اور یہ مسلمانوں کے درمیان محبت کے پھیلنے کا سبب ہے جو (محبت) اس ایمان کا سبب ہے کہ جس کے ذریعہ جنت میں داخلہ ہوگا جیسا کہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تدخلوا الجنة حتی تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتی تحابوا، اولا ادلکم علی شیء اذا فعلتموه تحاببتم؟ افشوا السلام بینکم"۔(۳)

تم جنت میں نہ داخل ہوگے یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور ایمان نہ لاؤ گے یہاں

---

(۱) "مسند احمد" (۳۲۶/۵) احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(۲) "مسند احمد" (۳۳۳/۵) احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔
البانی نے فرمایا: یہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ "سلسلة الاحادیث الصحیحة" (۲۵۱/۲) (ح ۶۴۷)

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب بیان ان لا یدخل الجنة الا المومنون، (۳۵/۲)

تک کہ آپس میں محبت کرو، کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرنے لگو گے تو آپس میں محبت پیدا ہوجائے گی؟ تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔ (رواہ مسلم)

۳۵- اصاغر (چھوٹوں) کے پاس علم کی جستجو (تلاش) کرنا:

روی الامام عبدالله بن المبارك بسنده عن ابی امية الجمحی أن رسول الله ﷺ قال: " ان من اشراط الساعة ثلاثا: احداهن: ان يلتمس العلم عندالاصاغر... " (۱)

امام عبداللہ بن مبارک نے اپنی سند سے بواسطہ ابو امیہ جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے تین چیزیں ہیں ان میں سے ایک: یہ ہے کہ علم کی جستجو اصاغر (چھوٹوں) کے پاس کی جائے۔

امام عبداللہ بن مبارک سے چھوٹوں کے متعلق سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: جو لوگ اپنی رائے سے (دینی مسائل کی باتیں) کہتے ہیں، رہی یہ بات کہ بڑا عمر میں چھوٹے سے روایت کرے تو وہ چھوٹا (مراد) نہیں ہے۔

اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ: ان کے پاس علم ان کے اصاغر (چھوٹوں) کی جانب سے آیا ہے، یعنی اہل بدعت سے (انہوں نے سیکھا ہے)۔ (۲)

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک ان کے پاس علم محمد ﷺ کے صحابہ اور ان کے بڑوں کی

---

(۱) کتاب "الزھد" ابن مبارک، (ص ۲۰/۲۱) (ح ۱۲) تحقيق شيخ حبيب الرحمن اعظمي، دار الكتب العلمية
البانی فرماتے ہیں: صحیح ہے" صحيح الجامع الصغير " (۲/۲۴۳) (ح ۲۲۰۳)۔ ابن حجر نے "الفتح" (۱/۱۴۳) میں اس سے استشہار کیا ہے۔

(۲) "الزھد" (ص ۳۱) تحقيق وتعليق شيخ حبيب الرحمن الاعظمي.

جانب سے آئے گا، پھر جب ان کے پاس علم ان کے چھوٹوں کی جانب سے آنے لگے اور ان کی خواہشات وخیالات جدا جدا ہو جائیں تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ (۱)

۳۶-لباس پہن کر ننگی رہنے والیوں کا ظہور:

انہیں نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ عورتیں شرعی آداب کے دائرے سے باہر نکل جائیں اور ایسے لباس کا استعمال کرنے لگیں جو ان کی لازمی ستر پوشی سے قاصر ہوں اور اپنی زینتوں، زلفوں اور بدن کے ان حصوں کا اظہار کرنے لگیں جن کا ڈھانپنا واجب ہے.

ففی الحدیث عن عبدالله بن عمرو : قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول:" سیکون فی آخر امتی رجال یرکبون علی سروج کأ شباه الرجال ینزلون علی ابواب المساجد، نساؤھم کاسیات عاریات علی رؤوسھم کأسنمة البخت العجاف، العنوھن: فانھن ملعونات، لو کانت وراء کم امة من الامم لخدمن نساؤکم نساء ھم کما یخد منکم نساء الامم قبلکم"۔ (۲)

---

(۱)"کتاب الزھد "ابن مبارک، (ص۲۸۱) (ح۸۱۵)۔ تویجری نے کہا: اس کو طبرانی نے "الکبیر" و "الاوسط" میں روایت کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں بھی اس کو راویت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

"اتحاف الجماعة" (۳۲۴/۱)۔"المصنف" (۳۴۶/۱۱) (ح۲۰۴۴۶) تحقیق جبیب الرحمٰن اعظمی.

"مسند امام احمد" (۳۶/۱۲) تحقیق احمد شاکر میں کاشباہ الرجال کے ساتھ بیان ہوا ہے، اور مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تحریف پائی جاتی ہے جو محقق کی نظر میں نہیں آسکی ہے، اسی لئے جب اس لفظ کی شرح کرنے بیٹھے تو فرمایا: اس کے مفہوم میں قدرے اشکال پایا جاتا ہے، کیونکہ مردوں کو مردوں سے تشبیہ دینے میں بعد پایا جاتا ہے، اور یہ ایسی توجیہ ہے جس میں تکلف پایا جاتا ہے۔

اور اگر لفظ "کاشباہ الرجال "ہوتو اشکال زائل ہو جاتا ہے، اور مراد یہ ہوگی کہ زینوں کو رحال سے تشبیہ دی جارہی ہے جو یہاں گھروں اور مسکنوں کے معنی میں ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ موجودہ آرام دہ سیٹوں کی جانب اشارہ ہو جو اس زمانے میں موٹر کاروں میں لگی ہوتی ہیں: کیونکہ یہی آجکل عام طور پر مردوں اور عورتوں کی سواریاں بن چکی ہیں جن پر سوار ہو کر وہ مساجد وغیرہ میں جاتے ہیں۔ واللہ اعلم.

(۲)"مسند احمد" (۳۶/۱۲) (ح۷۰۸۳) تحقیق احمد شاکر کی ہے اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث میں حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ نے فرمایا کہ میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو گھروں جیسی زینوں پر سوار ہوا کریں گے، مساجد کے دروازوں پر اتریں گے، ان کی عورتیں لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، ان کے سروں پر لاغر خراسانی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے تم ان پر لعنت بھیجنا کیونکہ وہ ملعونہ (اللہ کی رحمت سے دور) ہیں، اگر تمہارے بعد بھی کوئی امت ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی خدمت کرتیں جیسا کہ تم سے پہلے کی امتوں کی عورتیں تمہاری خدمت کرتی ہیں۔ (رواہ البخاری)

وفي رواية للحاكم: "سيكون في آخر هذه الامة رجال يركبون على المياثر، حتى يأتوا ابواب مساجدهم، نساؤهم كاسيات عاريات".[1]

اور حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جو بڑی بڑی آرام دہ ریشمی زینوں پر سوار ہوں گے یہاں تک کہ مساجد کے دروازوں پر آئیں گے ان کی عورتیں کپڑا پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔

وعن ابي هريرة : قال: قال رسول الله ﷺ : "صنفان من اهل النار لم ارهما: قوم معهم سياط كاذناب البقر؛ يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات[2] **رؤوسهن**

(۱) "مستدرک حاکم" (۴/۴۳۶)، اور کہا یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ اور ذہبی نے کہا کہ عبداللہ (یعنی القتبانی) کو اگرچہ مسلم نے حجت بنایا ہے مگر ابوداؤد اور نسائی نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ ابن لہیعہ سے قریب ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ دوسری احادیث اس کی شاہد بنتی ہیں اور اس کو قوی کر دیتی ہیں۔

(۲) (مميلات مائلات) اس کے مفہوم میں چار باتیں ہیں:

(الف) مائل ہونے والیاں یعنی اللہ کی طاعت اور اس کے لوازمات شرم گاہوں کی حفاظت وغیرہ سے منحرف ہوں گی۔ مائل کرنے والیاں: اپنے سوا دوسروں کو بھی اپنے جیسے کرتوت سکھائیں گی۔

کـأسنمة البـخت المـائلة،(ا) لا يـدخـلـن الـجنة، ولا يـجدن ريـحها، وان ريـحها ليوجد من مسيرة كذا كذا"۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان ہے کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوقسم کے جہنمی ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا: ایک تو وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دوسری وہ عورتیں ہیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مائل کرنے والیاں اور مائل ہونے والیاں ہوں گی۔ان کے سرخراسانی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اور اتنی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ ایسے کپڑے ظاہر ہوں گے جوایسی عورتیں پہنیں گی جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔(۳)

(ب) مائل ہونے والیاں: یعنی مٹک مٹک کر چلتی ہوں گی،

(ج) مائل کرنے والیاں،: اپنے کندھوں کو جھکانے والیاں۔ مائل ہونے والیاں: اپنے بالوں کو ایسے اسٹائل سے سنواریں گی کہ وہ ایک طرف لٹکے ہوں گے جو فاحشہ عورتوں کی معروف اسٹائل ہے۔

(د) مائل کرنے والیاں: دوسروں کے بال بھی اسی اسٹائل میں سنواریں گی۔ مائل ہونے والیاں: یعنی مردوں کی طرف مائل ہوں گی، مائل کرنے والیاں: اپنی زینتوں کا اظہار کر کے مردوں کو اپنی جانب مائل کریں گی۔ "شرح النووی لمسلم"(۱۹۱/۱۷)

(۱) (ان کے سرخراسانی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گی): مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بالوں کو جمع کر کے اتنا اونچا جوڑا باندھیں گی کہ وہ سر کی ایک جانب مائل ہوجائے گا جیسا کہ اونٹ کی کوہان ایک طرف جھک جاتی ہے۔

(۲) "صحیح مسلم" باب جهنم اعاذنا الله منها،(۱۹۰/۱۷)

(۳) ہیثمی نے کہا: اس کا کچھ حصہ صحیح میں ہے، اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں علاوہ محمد بن حارث بن سفیان کے اور وہ ثقہ ہیں۔"مجمع الزوائد"(۳۲۷/۷)

یہ احادیث نبوت کے معجزات میں سے ہیں، یقیناً یہ چیزیں ہم سے پہلے ہی کے زمانے میں واقع ہو چکی ہیں جن کی خبر نبی ﷺ نے دے رکھی ہے اور یہ چیزیں ہمارے زمانے میں اور زیادہ منتشر ہو چکی ہیں۔[1]

نبی ﷺ نے عورتوں کی اس صنف کو کپڑے پہن کر بھی ننگی رہنے والیوں سے موسوم فرمایا ہے کیونکہ وہ کپڑے تو پہنیں گی مگر اس کے باوجود ننگی رہیں گی، اس لئے کہ ان کے کپڑے اپنی شفافیت اور باریکی کی وجہ سے ستر پوشی کا فریضہ انجام دینے سے عاجز ہوں گے، جیسا کہ موجودہ زمانے کے اکثر زنانہ کپڑوں کا حال ہے۔[2]

کپڑے پہن کر ننگی رہنے والیاں کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے جسم پر لباس تو پہنے ہوں گی مگر اس طرح کس کر اپنی اوڑھنی باندھ لیں گی اور اپنے کپڑوں کو اس قدر تنگ کر لیں گی کہ ان کے جسم کی تمام تفصیلات ظاہر ہونے لگیں گی اور ان کے سینے اور پٹھے نمایاں ہو جائیں گے یا اپنے جسم کے کچھ حصوں کو کھلا رکھیں گی لہٰذا اس حرکت پر انہیں آخرت میں سزا دی جائے گی۔[3]

نبی ﷺ نے مجموعی طور پر ان عورتوں کا وصف اس طرح بیان فرمایا ہے کہ کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی نیز مائل ہونے والیاں اور مائل کرنے والیاں ہوں گی اور ان کے سر خراسانی اونٹ کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے۔

یہ ایسی باتوں کے متعلق خبر دی گئی ہے جو باتیں موجودہ زمانے میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ جیسے نبی ﷺ ہمارے اس زمانے کی طرف دیکھتے جاتے ہوں اور ہم سے اس کے متعلق بیان فرما رہے ہوں، ہمارے زمانے میں ایسے مقامات (بیوٹی پارلر وغیرہ) وجود میں آ گئے ہیں جہاں عورتوں کے بال سیٹ کئے جاتے ہیں، ان کی

---

(۱) ''شرح النووی لمسلم''(۱۹۰/۱۷)

(۲) ''الحلال والحرام فی الاسلام''(ص۸۳) ڈاکٹر یوسف القرضاوی، طبع ۱۲، ۱۳۹۸ھ مطبع المکتب الاسلامی بیروت، دمشق۔

(۳) ''شرح النووی لمسلم''(۱۹۰/۱۷)

زیبائش وآرائش ہوتی ہے اور انہیں مختلف شکلوں میں ڈھالا جاتا ہے، ان دکانوں کو کوافین کہتے ہیں جن میں اکثر وبیشتر مرد ہی نگراں متعین ہوتے ہیں جو بڑی مہنگی اجرت طلب نہیں، اسی پر بس نہیں ہے کیونکہ بہت سی عورتیں اپنے فطری بالوں پر اکتفا نہیں کرتیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کر رکھے ہیں بلکہ مصنوعی بال خرید کر اپنے بالوں میں جوڑ لیتی ہیں تاکہ زیادہ ملائمت چمک اور خوبصورتی کا اظہار ہو اور اس طرح وہ مردوں کو اپنی جانب کھینچ سکیں۔ (۱)

۳۷-مومن کے خوابوں کا سچا ہونا:

انہیں میں سے مومن کے خوابوں کی سچائی بھی ہے اور جس قدر آدمی اپنے ایمان میں سچا ہوگا اسی قدر اس کے خواب سچے ہوں گے۔ چنانچہ ''صحیحین''(۲) کی روایت ہے:

عن ابی هريرة : قال: قال رسول الله ﷺ: " اذا اقترب الزمان: لم تكد رؤيا المسلم تكذب، واصدقكم رؤيا اصدقكم حديثا، ورؤيا المسلم جزء من خمس واربعين جزءا من النبوة". (هذا لفظ مسلم)

ولفظ البخاري: " لم تكد رؤيا المؤمن تكذب... وما كان من النبوة فانه لا يكذب".

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہوجائے گا تو کم ہی ایسا ہوگا کہ مومن کا خواب جھوٹا ہو اور تم میں سب سے سچا خواب اسی کا ہوگا جو تم میں گفتگو میں سب سے سچا ہوگا، اور مسلمان آدمی کا خواب نبوت کے پینتالیس حصوں میں سے ایک حصہ

---

(۱) ''الحلال والحرام فی الاسلام'' (ص۸۴)

(۲) ''صحیح بخاری'' کتاب التعبیر، باب القید فی المنام، (۴۰۴/۱۲).
و''صحیح مسلم'' کتاب الرؤیا، (۲۰/۱۵)

ہے۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

اور بخاری کے الفاظ ہیں: کم ہی ایسا ہوگا کہ مومن کا خواب جھوٹا ہو...اور جو نبوت کا حصہ ہو وہ جھوٹا نہیں ہوگا۔

ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں: آخری زمانے میں کم ہی ایسا ہوگا کہ مومن کا خواب جھوٹا ہوگا، معنی یہ ہے کہ وہ اکثر وبیشتر ایسے طریقے پر واقع ہوگا کہ تعبیر کی ضرورت نہ ہوگی، چنانچہ اس میں جھوٹ داخل نہیں ہوگا، جبکہ اس سے پہلے کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کی تاویل مخفی ہوتی ہے، پھر تعبیر کرنے والا اس کی تعبیر کرتا ہے مگر وہ اس طرح واقع نہیں ہوتی، جیسا اس نے کیا ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے اس میں کذب کا داخل ہونا صادق آتا ہے۔

فرمایا: اور اسے آخری زمانے کے ساتھ خاص کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس وقت میں مومن غریب ہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ''**بدأ الاسلام غريبا، وسيعود غريبا**''(۱) کہ اسلام غربت کی حالت میں شروع ہوا اور غربت کی حالت میں پلٹ جائے گا۔ (اخرجہ مسلم) لہٰذا اس وقت مومن کے مونس ومددگار کم ہو جائیں گے، اسی وجہ سے سچے خوابوں کے ذریعہ اس کی تکریم کی جائے گی۔(۲)

اس زمانے کی تحدید میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جس میں مومن کے خواب سچے ہوں گے۔(۳)

اول: یہ اس وقت واقع ہوگا جب قیامت قریب آ جائیگی اور بیشتر علم کو اٹھا لیا جائے گا اور جنگوں کی کثرت اور فتنوں کی وجہ سے شریعت کی نشانیاں مٹ جائیں گی اور لوگ فترت (دو رسولوں کے بیچ) کے زمانے کی مانند ہو جائیں گے، لہٰذا انہیں مجدد کی اور ایسے شخص کی ضرورت ہوگی جو دین کی مٹی ہوئی باتوں کی یاد دہانی کرا سکے جیسا کہ پچھلی

---

(۱) ''صحیح مسلم'' كتاب الايمان، باب بيان ان الاسلام بدأ غريبا وسيعود غريبا، (۱۷۶/۲)۔ (۲) ''فتح الباری'' (۴۰۶/۱۲)۔
(۳) ''فتح الباری'' (۴۰۶/۱۲۔۴۰۷)۔

امتوں کی یاد دہانی انبیاء کے ذریعہ کرائی جاتی تھی مگر چونکہ ہمارے نبی آخری نبی ہیں اور اس امت میں نبوت محال ہے لہٰذا اس کا بدل انہیں سچے خواب دیکھنے والوں کی صورت میں عطا کیا جائے گا جو نبوت کا حصہ ہیں اور نبوت کے مقاصد میں سے لوگوں کو خوشخبری دینا اور ڈرانا بھی ہے۔

اس قول کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے: "**یتقارب الزمان، ویقبض العلم**"[1] زمانہ قریب قریب ہو جائے گا اور علم اٹھا لیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

دوم: یہ اس وقت واقع ہوگا جب مومنوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور موجود لوگوں پر کفر و جہل اور فسق کا غلبہ ہوگا لہٰذا اس طرح مومن کی انسیت کا سامان کیا جائے گا اور تکریم و تسلی کے طور پر سچے خوابوں سے اس کی مدد کی جائے گی۔

یہ قول ابن ابی جمرہ کے سابقہ قول کے قریب ہے اور ان دونوں اقوال کی بنیاد پر مومن کے خوابوں کی سچائی کسی معین زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جیسے جیسے دنیا کا خاتمہ قریب آئے گا اور دین کا معاملہ اضمحلال کا شکار ہوگا ویسے ہی سچے مومن کے خواب سچے ہونے لگیں گے۔

سوم: یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانے کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اس زمانے کے لوگ صدر اول کے بعد اس امت میں سب سے اچھے لوگ ہوں گے اور سب سے سچے ہوں گے لہٰذا ان کے خواب جھوٹے نہیں ہوں گے۔ اللہ اعلم۔

۳۸- کتابت (لکھنے) کی کثرت اور اس کا منتشر ہونا:

جاء فی حدیث ابن مسعود عن النبی ﷺ: قال: "ان بین یدی الساعة ... ظهور القلم".[2]

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب العلم، باب رفع العلم، (۱۶/۲۲۲).

(۲) "مسند احمد" (۵/۳۳۳-۳۳۴) شرح احمد شاکر، اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا قیامت کے قریب قلم کا ظہور ہوگا۔

ظہور قلم سے مراد- اللہ اعلم- کتابت (لکھنے) کا عام ہونا اور پھیلنا ہے۔(۱)

اور طیالسی ونسائی کی روایت میں عمرو بن تغلب سے ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا؛

"ان من اشراط الساعة... ان یکثر التجار، ویظهر العلم"۔(۲)

بیشک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تاجر بہت ہوجائیں گے اور علم ظاہر ہوگا۔

اللہ اعلم- اس کا معنی یہ ہے کہ وسائل علم کا ظہور ہوگا، اور وہ ہیں کتابیں۔

اور یہ ہمارے زمانے میں بہت ہی واضح طور پر ظاہر ہوچکی ہیں اور روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیل گئی ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ چھپائی اور زیروکس کی مشینیں بہت زیادہ دستیاب ہیں جن کی وجہ سے ان کتابوں کا عام ہونا آسان ہوگیا ہے مگر اس کے باوجود لوگوں میں جہالت کا غلبہ ہے اور ان میں علم نافع کی کمی ہے اور وہ ہے کتاب وسنت کا علم، اور ان دونوں پر عمل کرنا، اور کتابوں کی کثرت سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔(۳)

۳۹- ان سنتوں سے لاپرواہی وبے رغبتی جن کی اسلام نے ترغیب دی ہے:

قیامت کی نشانیوں میں سے اللہ تعالیٰ کے شعائر کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی ہے،

---

(۱)"شرح مسند احمد"(۵/۳۳۴) احمد شاکر۔

(۲)"منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی"(۲/۱۱۲)(ح ۲۶۴۳)۔
و"سنن نسائی" کتاب البیوع، باب التجارة، (۷/۲۴۴)۔
تویجری نے نسائی کی روایت کے بارے میں کہا ہے اس سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔
"اتحاف الجماعة"(۱/۴۲۸)

(۳) "اتحاف الجماعة"(۱/۴۲۸)۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:

"عن ابن مسعود: قال: سمعت رسول اللهﷺ وهو يقول: "ان من اشراط الساعة ان يمر الرجل بالمسجد: لا يصلي فيه ركعتين"۔(۱)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بیشک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آدمی کا گزر مسجد سے ہوگا (مگر) وہ اس میں دو رکعتیں نہیں پڑھے گا۔

وفي رواية: "ان يجتاز الرجل بالمسجد، فلا يصلي فيه"۔(۱)

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آدمی مسجد سے گزرے گا پر اس میں نماز نہیں پڑھے گا۔

وعن ابن مسعود ايضا: قال: "ان من اشراط الساعة ان تتخذ المساجد طرقا"۔(۲)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مساجد کو راستہ بنالیا جائے گا۔

وعن انس يرفعه الى النبي ﷺ :قال: "ان من امارات الساعة ان تتخذ المساجد طرقا"۔(۳)

---

(۱) "صحیح ابن خزیمہ" باب كراهية المرور في المساجد من غير ان تصلى فيها، والبيان انه من اشراط الساعة، (۲/۲۸۳_۲۸۴)، تحقیق محمد مصطفیٰ اعظمی، مطبع: المکتب الاسلامی، طبع اول ۱۳۹۱ھ. البانی نے کہا کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے یا اس کے بیشتر حصے کے اور بھی طرق ہیں، "سلسلة الصحيحة" (م۲/۲۵۳)(ح۶۴۹).

(۲) بزار، اور ہیثمی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ "مجمع الزوائد" (۷/۳۲۹).

(۳) "منحة المعبود في ترتيب مسند الطيالسي" باب ما جاء في الفتن التي تكون بين يدي الساعة (۲/۲۱۲) و "مستدرک حاکم" (۴/۴۴۶) اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے اس کو موقوف کہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ وہ نبی ﷺ سے مرفوعا بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیشک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مساجد کو راستہ بنالیا جائیگا۔

یہ چیز جائز نہیں ہے کیونکہ مساجد کی تعظیم اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کا حصہ ہے اور یہ ایمان و تقویٰ کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَامِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ٥﴾ (الحج:۳۲)

سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے تو یہ اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔

وقال النبی ﷺ: "اذا دخل احدكم المسجد: فلا يجلس حتى يركع ركعتين"۔(۱)

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں ادا کر لے۔

یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ مسجدیں کافروں کی تفریح و سیاحت کا مقام بن چکی ہیں جب کہ وہ ذکر و عبادت کا مقام تھیں، اور یہ چیز ہمارے زمانے میں پیدا ہوئی ہے جیسا کہ بعض اسلامی ممالک کا اور ان ممالک کا حال ہے جو کفار کے ہاتھوں میں ہیں۔ بس **لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔**

۴۰- ماہ نو (نئے چاند) کا پھول جانا:

عن عبدالله بن مسعود: قال: قال رسول الله ﷺ: "من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة"۔(۲)

---

(۱) "صحیح مسلم" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحية المسجد بركعتين، وكراهة الجلوس قبل صلاتهما، وانها مشروعة فى جميع الاوقات، (۲۲۵/۵_۲۲٦).

(۲) طبرانی، "الكبير". ہیثمی نے کہا ہے کہ اس میں عبدالرحمٰن بن یوسف، میزان میں ان=

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرب قیامت کی نشانیوں میں سے چاند کا پھولا ہونا ہے۔

وعن ابی هريرة : قال: قال رسول الله ﷺ: "من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة، وان يرى الهلال[1] لليلة، فيقال:لليلتين"۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہلالوں کا پھولا ہونا ہے اور پہلی رات کا چاند دکھائی دے گا تو کہا جائے گا کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔

وعن انس بن مالك يرفعه الى النبى ﷺ: قال: " ان من امارات الساعة ان يرى الهلال لليلة، فيقال: لليلتين"۔[3]

= کی یہ حدیث ذکر کی ہے، اور کہا کہ یہ مجہول ہیں، "مجمع الزوائد" (۱۴۶/۳)۔
"میزان الاعتدال" (۶۰۰/۲) للذہبی. البانی نے صحیح کہا ہے۔ پھر ذکر کیا ہے کہ ائمہ میں سے کس نے اس کی تخریج کی ہے، وہ عقیلی نے "الضعفاء" کے اندر، ابن عدی نے "الکامل" میں اور طبرانی نے "الاوسط" اور "الصغیر" کے اندر۔ رواه عن ابی هريرة :الطبرانی فی "الاوسط" والضياء المقدسي. رواه عن انس البخاری فی "التاريخ" . ورواه عن طلحة بن ابى حدرد وابی عمرو الدانی الشعبی والحسن مرسلا. "صحيح الجامع الصغير" (۲۱۴-۲۱۳/۵) (ح ۵۷۷۴)۔

(۱) "صحیح الجامع الصغیر" (۲۱۴/۵)، "التذکرۃ" (ص ۶۴۸) قرطبی۔

(۲) طبرانی فی "الصغیر" ہیثمی نے کہا کہ اس میں عبدالرحمٰن بن ازرق انطالی ہیں اور مجھے ان کے حالات کا تذکرہ کرنے والوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ "مجمع الزوائد" (۱۴۶/۳)۔

(۳) ہیثمی کہتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے "الصغیر" و "الاوسط" میں اپنے شیخ ہیثم بن خالد المصیصی سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۳۲۵/۷)۔ البانی نے کہا کہ: اس کو طبرانی نے "الاوسط" میں روایت کیا ہے اور ضیاء مقدسی نے روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے۔ "صحیح الجامع" (۲۱۴/۵) (ح ۵۷۷۵)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے مرفوعا روایت ہے: کہ آپ نے فرمایا بیشک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ پہلی رات کا چاند دکھائی دے گا تو کہا جائے گا کہ یہ تو دوسری رات کا چاند ہے۔

ان دونوں روایتوں میں چاند کے پھولے ہونے کی تفسیر یوں آئی ہے کہ اس سے مراد ہلال (نئے چاند) کا اول ماہ طلوع ہوتے وقت خلاف عادت بڑا ہونا ہے، چنانچہ پہلی ہی رات کا چاند دیکھنے میں ایسا معلوم ہوگا کہ دوسری رات کا چاند ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۱- جھوٹ کی کثرت اور بلا تحقیق خبروں کو نقل کر دینا:

عن ابی هريرة ؓ عن النبی ﷺ انه قال: "سيكون فی آخر امتی اناس يحدثونكم ما لم تسمعوا انتم ولا آباؤكم، فاياكم واياهم"،(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی، نہ ہی تمہارے آباء واجداد نے، تو خبردار ان سے دور رہنا۔

وفی رواية: "يكون فی آخر الزمان دجالون كذابون، يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤكم، فاياكم واياهم، لا يضلونكم ولا يفتنونكم".(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ آخری زمانے میں دجال وکذاب ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباد واجداد نے، تو خبردار خبردار ان سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور

---

(۱) "صحیح مسلم" المقدمة، باب النهی عن الرواية عن الصحابة، (۱/۷۸).

(۲) "صحیح مسلم"، المقدمة، باب النهی عن الرواية عن الضعفاء، (۱/۷۸-۷۹).

تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

وروی مسلم عن عامر بن عبدة: قال: قال عبدالله[1]: "ان الشیطان لیتمثل فی صورة الرجل، فیأتی القوم، فیحدثهم بالحدیث من الکذب، فیتفرقون، فیقول الرجل منهم: سمعت رجلا اعرف وجهه ولا ادری ما اسمه یحدث"۔[2]

مسلم نے عامر بن عبدہ سے روایت کی ہے: وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا: شیطان کسی آدمی کی صورت دھار کر لوگوں کے پاس آتا ہے اور ان سے جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے' پھر وہ لوگ منتشر ہو جاتے ہیں' پھر ان میں سے کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا جس کا چہرہ تو میں پہچانتا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا۔

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص: قال: "ان فی البحر شیاطین مسجونة او ثقها سلیمان، یوشك ان تخرج، فتقرأ علی الناس قرآنا"۔[3]

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سمندر میں کچھ شیاطین قید ہیں جنہیں سلیمان علیہ السلام نے باندھ رکھا ہے، قریب ہے کہ وہ نکل آئیں گے اور لوگوں پر قرآن پڑھیں گے۔

امام نووی فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی چیزیں پڑھیں گے جو قرآن میں نہیں ہے مگر وہ لوگ یہی کہیں گے کہ یہ قرآن ہے تاکہ عوام کو دھوکہ دے سکیں، لہٰذا

---

(۱) یہ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، اور ان سے روایت کرنے والے راوی عامر بن عبدہ البجلی الکوفی، ابو ایاس، تابعی، ثقہ ہیں۔ اور ابن حجر نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' (۵/۷۸۔۷۹) میں۔ اور ذکر کیا ہے کہ یہ روایت عامر بن عبدہ عن عبداللہ بن مسعود آئی ہے۔

(۲) ''صحیح مسلم'' المقدمة، (۱/۷۹)۔

(۳) ''صحیح مسلم'' المقدمة، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، (۱/۷۹۔۸۰)۔

انہیں (یعنی عوام کو) دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔[1]

اس زمانے میں غریب اور موضوع احادیث کتنی کثرت کے ساتھ پھیل گئیں ہیں، لوگوں کا یہ حال ہوگیا ہے کہ وہ جھوٹ سے بالکل نہیں بچتے ہیں اور بغیر تحقیق کے باتوں کو نقل کردیتے ہیں حالانکہ اس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور فتنے کا شکار ہوجاتے ہیں، اسی لئے نبی ﷺ نے ان کی تصدیق سے باز رہنے کا حکم دے رکھا ہے اور علماء حدیث نے اسی لئے اس بات کو اصل (قاعدہ وبنیاد) بنا رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے احادیث نقل کرنے کے لئے تحقیق وجستجو اور ثقہ وغیر ثقہ کی معرفت کے لئے رواۃ کی چھان بین واجب ہے۔

اور اس زمانے میں لوگوں کے اندر جھوٹ کی کثرت کے سبب سے انسان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ خبروں کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا ہے لہٰذا اسے صحیح وسقیم کی معرفت نہیں حاصل ہے۔

۴۲- جھوٹی گواہی کی کثرت اور سچی گواہی کو چھپانا:

جاء فی حدیث عبدالله بن مسعودؓ قوله ﷺ: "ان بین یدی الساعة ...شهادة الزور، وکتمان شهادة الحق"۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد آیا ہے کہ قیامت کے قریب جھوٹی گواہی عام دی جائے گی اور سچی بات کی گواہی نہیں دی جائے گی۔

شہادت زور کا مطلب ہوتا ہے کہ گواہی دینے میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا جائے اور جس طرح جھوٹی گواہی حق کے رد کردینے کا سبب بنتی ہے اسی طرح شہادت (گواہی) کا

---

(۱) "شرح النووی لمسلم" (۸۰/۱)۔

(۲) "مسند الامام احمد" (۳۳۳/۵)، شرح احمد شاکر، اس کی تخریج گزر چکی ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔ "تفسیر ابن کثیر" (۱۴۰/۶)، "فتح الباری" (۲۶۲/۵)۔

چھپانا بھی حق کے رد کر دینے کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾

(البقرہ:۲۸۳)

اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپالے وہ گنہگار دل والا ہے۔

وعن ابی بکرة قال:كنا عند رسول الله ﷺ، فقال:"الا انبئكم باكبر الكبائر (ثلاثا)؟ الاشراك بالله، وعقوق الوالدين، وشهادة الزور — او قول الزور —، وكان متكئا فجلس ،فما زال يكررها حتى قلنا: ليته سكت".[1]

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اس موقعہ پر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں (آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی) پھر آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا اور آپ جو ٹیک لگائے ہوئے تھے اب سیدھے بیٹھ گئے، پھر اسی کی تکرار کرنے لگے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ چپ ہو جاتے۔

اندازہ لگائیے کہ آج کے دور میں جھوٹی گواہی اور شہادت حق کے چھپانے کا زور کس قدر بڑھ گیا ہے حالانکہ یہ اس کی سنگینی ہی تھی کہ نبی ﷺ نے اسے شرک اور والدین کی نافرمانی کے ساتھ جوڑ دیا کیونکہ جھوٹی گواہی ظلم وزیادتی اور مال وآبرو میں لوگوں کے حقوق کے ضائع ہونے کا سبب ہے اور ضعف ایمان اور رحمٰن سے نہ ڈرنے کی دلیل ہے۔

---

(۱) "صحیح بخاری" كتاب الشهادات، باب ما قيل فی شهادة الزور، (۲۶۱/۵)، و"صحیح مسلم" كتاب الايمان، باب الكبائر واكبرها، (۸۱/۲-۸۲)۔

۴۳۔عورتوں کی کثرت اور مردوں کی کمی:

عن انس قال: لأحدثنكم حديثا لا يحدثكم احد بعدى، سمعت رسول الله ﷺ يقول: "من اشراط الساعة ان يقل العلم، ويظهر الجهل، ويظهر الزنا، وتكثر النساء، ويقل الرجال، حتى يكون لخمسين امرأة القيم الواحد"۔[1]

• حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو میرے بعد تم سے کوئی بیان نہیں کرے گا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا تھا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا عام ہو جائے گا عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اور مرد کم ہو جائیں گے، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی نگراں ہوگا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کا سبب فتنوں کی کثرت ہوگی جس کی وجہ سے مردوں میں قتل بڑھ جائے گا کیونکہ جنگ کرنیوالے یہی ہوتے ہیں عورتیں نہیں ہوتی ہیں۔[2]

اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس کا سبب فتوحات کی کثرت ہوگی جس کے نتیجے میں قیدی عورتیں بڑھ جائیں گی، لہٰذا ایک آدمی کئی کئی عورتوں کو زیرِ استعمال رکھے گا۔

جبکہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ابوموسیٰ کی حدیث میں قلت (مردوں کے کم ہونے) کی تصریح آئی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) ''صحیح بخاری''کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، (۱۷۸/۱)، و''صحیح مسلم''کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن فی آخر الزمان، (۲۲۱/۱۶)، و''جامع الترمذی'' باب ما جاء فی اشراط الساعة، (۴۴۸/۶) (ح۲۳۰۱)۔

(۲) ''التذکرة'' (ص۶۳۹)، و''شرح النووی لمسلم'' (۹۶/۷۔۹۷)، و''فتح الباری'' (۱۷۹/۱)۔

"من قلة الرجال وكثرة النساء" (۱)

مردوں کے کم ہو جانے اور عورتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے. ظاہر یہی ہے کہ یہ ایک خالص علامت ہے اس کا کوئی دوسرا سبب نہیں ہے بلکہ آخری زمانے میں اللہ کی تقدیر سے مرد کم پیدا ہونے لگیں گے اور عورتیں زیادہ پیدا ہونے لگیں گی، اور عورتوں کی کثرت کا علامات میں سے ہونا جہالت کے غلبے اور علم کے اٹھا لئے جانے سے عین مناسبت رکھتا ہے۔ (۲)

میں کہتا ہوں: حافظ بن حجر کے بیان کردہ سبب اور دیگر اسباب کی وجہ سے مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ایک سبب وہ فتنے بھی ہو سکتے ہیں جو جنگوں کی وجہ سے واقع ہوں گے چنانچہ مسلم کی روایت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کا سبب یہ ہوگا کہ مرد گزر جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی اور غالباً مردوں کے گزرنے کا سبب جنگوں کی کثرت ہوگی، مسلم کے الفاظ میں نبی ﷺ کا فرمان یہ ہے:

"ويذهب الرجال، وتبقى النساء، حتى يكون لخمسين امرأة قيم واحد". (۳)

مرد گزر جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی نگراں ہوگا۔

اور یہاں پر (پچاس) کا عدد حقیقت میں مراد نہیں ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ:

"ويرى الرجل يتبعه اربعون امرأة يلذن به" (۴)

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الزكاة، باب كل نوع من المعروف صدقة، (۹۶/۷).

(۲) "فتح الباری" (۱۷۹/۱).

(۳) "صحیح مسلم" کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن، (۲۲۱/۱۶).

(۴) "صحیح مسلم" (۹۶/۷).

ایک آدمی دیکھا جائے گا کہ اس کے پیچھے چالیس عورتیں ہوں گی جو اس کی حفاظت میں آنا چاہتی ہوں گی، لہٰذا عدد کا بیان مجازی طور پر کثرت کے لئے کیا گیا ہے[1]۔ واللہ اعلم۔

۴۴- اچانک واقع ہونے والی موت کی کثرت:

عن انس بن مالك يرفعه الى النبى ﷺ: قال:" ان من أمارات الساعة ...ان يظهر موت الفجأة"۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بیشک قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اچانک آنے والی موت پھیل جائے گی۔

یہ چیز اس زمانے میں خوب مشاہدے میں آرہی ہے کیونکہ لوگوں کے اندر اچانک واقع ہونے والی اموات کی کثرت ہوگئی ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی اچھا بھلا ہے پھر وہ اچانک ہی مر جاتا ہے، یہی وہ چیز ہے جسے موجودہ زمانے میں لوگ سکتہ قلبیہ (ہارٹ اٹیک) کہتے ہیں، لہٰذا عقل مند انسان کو اپنے متعلق ہوشیار رہنا چاہئے اور اچانک موت کے آجانے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوکر توبہ کر لینا چاہئے۔

امام بخاریؒ فرمایا کرتے تھے:

اغتنم فى الفراغ فضل ركوع　　فعسى ان يكون موتك بغتته
كم صحيح رأيت من غير سقم　　ذهبت نفسه الصحيحة فلته

فراغت کے اوقات میں ایک رکوع کی فضیلت کو غنیمت جانو، ہوسکتا ہے کہ تمہاری موت اچانک ہی ہوجائے، کتنے اچھے بھلے لوگوں کو دیکھو گے کہ صحت کے باوجود اچانک

---

(۱) "فتح البارى" (۱/۱۷۹)۔

(۲) ہیثمی نے کہا کہ: طبرانی نے اسے "الصغیر" و "الاوسط" میں اپنے شیخ ہیثم بن خالد مصیصی سے روایت کیا ہے جو ضعیف ہیں۔ "مجمع الزاوئد" (۷/۳۲۵)
البانی نے اس کو حسن کہا ہے اور اس حدیث کی تخریج کرنے والوں کا تذکرہ کیا ہے، طبرانی نے "الاوسط" میں اور ضیاء مقدسی نے اسے روایت کیا ہے۔ "صحيح الجامع الصغير" (۵/۲۱۴) ح ۵۷۷۵)۔

ان کی جان چلی گئی۔

حافظ ابن حجر ماتے ہیں: یہ چیز عجائبات میں سے ہے کہ یہی یا اسی جیسی بات خود امام بخاری ہی کے ساتھ پیش آ گئی۔ (۱)

۴۵-لوگوں کے درمیان تناکر (عارفانہ نا آشنائی) کا پیدا ہونا (یعنی جان بوجھ کرنا واقفیت کا اظہار کرنا):

عن حذیفة رضی الله عنه: قال: سئل رسول الله ﷺ عن الساعة؟ فقال: "علمها عند ربی، لا یجلیها لوقتها الا هو، ولكن اخبركم بمشاريطها، وما يكون بين يديها، ان بين يديها فتنة وهرجا". قالوا: يا رسول الله ﷺ! الفتنة قد عرفناها، فالهرج ماهو؟ قال: "بلسان الحبشة: القتل. ويلقى بين الناس التناكر، فلا يكاد احد ين يعرف احدا". (۲)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا علم میرے رب کے پاس ہے اور اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی اور اسے ظاہر نہیں کرے گا لیکن میں تمہیں اس کی نشانیوں کے بارے میں بتاتا ہوں، اور یہ بتاتا ہوں کہ اس کے قریب کیا ہوگا، اس کے روبرو فتنہ اور ہرج ہوگا، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! فتنہ تو ہمیں معلوم ہے پر ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حبشہ کی زبان میں قتل (کو ہرج کہا جاتا ہے) اور لوگوں کے درمیان عارفانہ نا آشنائی ڈال دی جائے گی تو کم ہی ایسا ہوگا کہ کوئی کسی کو پہچانے۔

---

(۱) "هدی الساری مقدمة فتح الباری" (ص۴۸۱) حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی۔

(۲) "مسند امام احمد" (۳۸۹/۵)۔ ہیثمی نے کہا ہے: "احمد" نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۳۰۹/۷)

تنـاکر (اظہار اجنبیت) کا وقوع اس وقت ہوتا ہے جب فتنوں اور مصیبتوں کی کثرت ہوتی ہے اور لوگوں کے درمیان جنگیں خوب ہونے لگتی ہیں اور جب لوگوں پر مادیت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ہر شخص دوسرں کی مصلحتوں اور حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اپنے مفاد کی خاطر کام کرنے لگتا ہے، پھر قابل نفرت انانیت وخود غرضی کا دور دورہ ہو جاتا ہے اور انسان اپنی خواہشات ومیلانات کے دائرہ میں جینے لگتا ہے اور وہاں اخلاقی قدریں مٹ جاتی ہیں جن کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور ایمانی اخوت کا نام ونشان تک نہیں ہوتا جس کی وجہ سے لوگ اللہ کی محبت میں جمع ہوتے اور نیکی وتقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں۔

طبرانی نے محمد بن سوقہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نعیم بن ابی ہند کے پاس آیا تو انہوں نے ایک صحیفہ نکال کر مجھے دیا، اس میں لکھا تھا. ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی طرف سے عمر بن خطاب کی جانب: سلام علیک...(خط کا تذکرہ فرمایا اور اسی میں تھا:) ہم آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آخری زمانے میں اس امت کا معاملہ اس جانب پلٹ جائے گا کہ وہ ظاہر کے بھائی اور باطن کے دشمن ہوں گے (یعنی سامنے دوستی ظاہر کریں گے اور پیٹھ پیچھے دشمنی کا مظاہرہ کریں گے)....(پھر حضرت عمر نے ان دونوں کو جو جواب دیا تھا اس کا بیان فرمایا اور اس میں تھا:) آپ دونوں نے مجھے اس بات سے ہوشیار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس امت کا معاملہ آخری زمانے میں اس طرف پلٹ جائے گا کہ وہ ظاہر کے بھائی اور باطن کے دشمن ہوں گے تو آپ وہ لوگ نہیں ہیں اور نہ ہی یہ اس کا زمانہ ہے بلکہ یہ تو وہ زمانہ ہوگا جس میں رغبت اور خوف کی حکمرانی ہوگی کہ ایک کی دوسرے کی طرف رغبت دنیاوی فائدے کے لئے ہوگی۔[1]

---

(۱) تویجری کہتے ہیں: ''اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، ہیثمی فرماتے ہیں: اس کے رجال صحیفہ تک صحیح ہیں۔'' اتحاف الجماعۃ'' (۱/۵۰۴)۔ میں نے اسے مجمع الزوائد میں متوقع جگہوں پر تلاش کیا مگر مجھے یہ عبارت نہیں مل سکی، البتہ معاذ بن جبل کی ایک روایت ملی وہ فرماتے ہیں کہ: قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر الزمان اقوام اخوان العلانیة اعداء السریرة. قال یا رسول اللہ! =

۴۶-عرب کی زمین کا پلٹ کر باغوں اور ندیوں میں تبدیل ہو جانا:

انہیں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ عرب کی سرزمین پلٹ کر باغوں اور ندیوں میں تبدیل ہو جائے گی: حدیث میں ہے

"ففی الحدیث عن ابی ھریرة ان رسول اللهﷺ قال: "لا تقوم الساعة حتی تعود ارض العرب مروجا وانهارا"۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ عرب کی زمین پلٹ کر ہریالیوں اور ندیوں والی ہو جائیگی۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عرب کی زمین سرسبز تھی اور وہاں ندیاں جاری تھی اور یہ پھر اسی حالت کی طرف پلٹ جائیگی کہ وہاں ہریالی ہوگی اور ندیاں جاری ہو جائیں گی۔

امام نوویؒ عرب کی زمین کا ہریالیوں اور ندیوں والی ہو جانے کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہاں کے باشندے اسے چھوڑ دیں گے اور اس سے اعراض کریں گے لہٰذا یہ بیکار پڑی رہے گی نہ تو وہاں کھیتی ہوگی اور نہ وہاں کے پانی سے سیراب ہوگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ لوگ کم ہو جائیں گے، خوب جنگیں ہونگی اور ڈھیر سارے فتنے اٹھیں گے، قیامت قریب آ جائے گی، آرزوئیں کم ہو جائیں گی

= کیف یکون ذلك؟ قال: "برغبة بعضهم الی بعض، وبرهبة بعضهم من بعض"۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو ظاہر کے بھائی اور باطن کے دشمن ہوں گے" انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ایسا کس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بعض کے بعض کی جانب رغبت اور بعض کے بعض سے خوف کی وجہ سے اسے بزار نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے "الاوسط" میں اس کو روایت کیا ہے اور اس میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف ہیں۔
"مجمع الزوائد" (۲۸۶/۷)

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الزکاة، باب کل نوع من المعروف صدقة، (۹۷/۷)

اور اس کے لئے فرصت ہوگی اور نہ ہی اس کا اہتمام کیا جائے گا۔[1]

مجھے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام نوویؒ نے اس حدیث کی جو شرح کی ہے وہ محل نظر ہے کیونکہ عرب کی زمین خشک ہے اور وہاں پانی انتہائی کم ہے، سبزہ بہت کم اگتا ہے، پانی کا دارومدار کنوؤں اور بارشوں پر ہے، لہٰذا اگر اسے بیکار چھوڑ دیا گیا اور اس کے باشندے اس سے بے اعتنائی برتنے لگے تو اس کی کھیتی مر جائے گی اور یہ ہریالیوں اور ندیوں میں تبدیل نہیں ہو سکے گی۔

حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بلاد عرب کا پانی خوب بڑھ جائے گا یہاں تک کہ ندیاں بہنے لگیں گی اور سبزے اگیں گے لہٰذا وہاں ہریالی ہو جائے گی اور باغات و جنگلات پیدا ہو جائیں گے۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس زمانے میں بہت سے چشمے ندیوں کی طرح پھوٹ نکلے ہیں اور ان پر کثرت سے کھیتیاں کھڑی ہو گئیں ہیں، اور عنقریب وہ حالت پیدا ہو جائے گی جس کی خبر صادق ﷺ نے دے رکھی ہے۔

فقد روى معاذ بن جبل رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال في غزوة تبوك: "انكم ستأتون غداً ان شاء الله عين تبوك، وانكم لن تأتوها حتى يضحى النهار، فمن جاء ها منكم؛ فلا يمس من مائها شيئا حتى آتي". فجئناها وقد سبقنا اليها رجلان، والعين مثل الشراك تبض بشيء من ماء؛ قال: فسألهما رسول الله ﷺ: "هل مسستما من مائها شيئا؟". قالا: نعم. فسبهما رسول الله ﷺ، وقال لهما ما شاء الله ان يقول. قال: ثم غرفا بأيديهم من العين قليلا قليلا، حتى اجتمع في شيء. قال: ثم غسل رسول الله ﷺ فيه يديه ووجهه، ثم

(۱) ''شرح النووی لمسلم'' (۹۷/۷)

أعاده فيها، فجرت العين بماء منهمر، او قال غزير....حتى استقى الناس ،ثم قال رسول الله ﷺ: "يوشك يا معاذ ان طالت بك حياة ان ترى ما ها هنا قد ملئ جنانا"۔(۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان شاء اللہ کل تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور تم وہاں نہیں پہنچو گے یہاں تک کہ دن خوب روشن ہو جائے، تو تم میں سے جو بھی اس کے پاس پہنچے تو وہ اس کا پانی ذرا بھی نہ چھوئے یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچے اور دو اشخاص وہاں ہم سب سے پہلے پہنچ گئے اور چشمہ جوتے کے تسمے کی مانند تھا جو بہت تھوڑا تھوڑا پانی پھینک رہا تھا: معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے پوچھا: کیا تم نے اس کے پانی کو کسی طرح چھوا ہے؟ ان دونوں نے کہا: ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں برا بھلا کہا، اور جو کچھ اللہ نے چاہا آپ نے ان دونوں سے کہا' معاذ بن جبل کہتے ہیں پھر لوگوں نے اپنے ہاتھوں کے ذریعہ چشمے سے تھوڑا پانی لیا یہاں تک کہ وہ کسی چیز میں جمع ہو گیا۔ معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا، پھر اسی چشمے میں اسے پلٹ دیا لہٰذا چشمہ دھاروں سے بہنے لگا یا معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ پھر موٹی دھاروں میں بہنے لگا یہاں تک کہ لوگوں نے سیرابی حاصل کی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ اگر تمہیں لمبی زندگی ملی تو قریب ہے کہ تم اس جگہ کو باغوں سے بھرا ہوا دیکھو گے۔

۴۷- بارش کی کثرت اور پودوں کی قلت:

عن ابى هريرة: قال: قال رسول الله ﷺ: " لا تقوم الساعة

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الفضائل ،باب معجزات النبى ﷺ ،(۱۵/۴۰-۴۱)

حتى تمطر السماء مطرا لا تكن منها بيوت المدر ولا تكن منها الا بيوت الشعر". (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ آسمان سے ایسی بارش ہو کہ جس سے نہ تو مٹی کے گھر بچا سکیں گے اور نہ بالوں کے گھر۔

وعن انس: قال: قال رسول الله ﷺ: " لا تقوم الساعة حتى يمطر الناس مطرا عاما، ولا تنبت الارض شيئا". (۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر عام بارش ہوگی اور زمین کچھ نہ اگائے گی۔

اگر بارش زمین کے اگانے کا سبب ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کا اختیار ہے کہ کوئی ایسی حالت پیدا کر دے جو اس سبب کو اس بات سے روک دے کہ مسبب اس پر مترتب ہو اور اللہ تعالیٰ ہی اسباب اور ان کے مسببات کا خالق ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

وفي الحديث عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه ان رسول الله ﷺ قال: " ليست السنة بان لا تمطروا، ولكن السنة ان تمطروا وتمطروا ولا تنبت الارض شيئا". (۳)

---

(۱) ''مسند احمد'' (۲۹۱/۱۴)) ح ۷۵۵۴) شرح احمد شاکر، اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔
''مجمع الزوائد'' (۳۳۱/۷) ہیثمی نے کہا: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ ''النهاية/الفتن والملاحم'' (۱۷۴/۱) تحقیق دکتور طہ زینی۔

(۲) ''مسند احمد'' (۱۴۰/۳). اسے ہیثمی نے بیان کیا اور کہا کہ: اس کو احمد، بزار، ابو یعلی نے روایت کیا ہے.... اور تمام رجال ثقہ ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۳۳۰/۷)
ابن کثیر نے فرمایا: اس کی سند جید ہے اور انہوں نے اس طریق سے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ ''النهاية /الفتن والملاحم'' (۱۸۰/۱) تحقیق دکتور طہ زینی۔

(۳) ''صحيح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، (۳۰/۱۸)

اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قحط سالی یہ نہیں کہ تمہارے یہاں بارش نہ ہو بلکہ قحط سالی یہ ہے کہ تمہارے یہاں بارش ہو اور بارش ہو اور زمین کچھ نہ اگائے۔

۴۸۔فرات(۱) کا سونے کے ایک پہاڑ کو ظاہر کرنا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال:" لا تقوم الساعۃ حتی یحسر الفرات عن جبل من ذھب، یقتتل الناس علیہ ،فیقتل من کل مئۃ تسعۃ و تسعون، ویقول کل رجل منھم: لعلی اکون انا الذی انجو"۔(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فرات سونے کا ایک پہاڑ ظاہر کردے جس پر لوگ جنگ کریں گے، چنانچہ ہر سو میں سے ننانوے قتل کر دیئے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہی کہے گا کہ شاید وہ میں ہی ہوں گا جو بچ جاؤں گا۔

اور اس سونے کے پہاڑ سے مراد کالا پٹرول نہیں ہے جیسا کہ ابن کثیر کی "**النھایۃ / الفتن والملاحم**"(۳) کے حاشیہ میں ابوعبیہ نے لکھا ہے اور اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

---

(۱) (الفرات) فرات عرب کی زبان میں شیریں پانی کو کہتے ہیں، یہ بہت بڑی ندی ہے جس کے سوتے لوگوں کے خیال کے مطابق سرزمین ارمینیہ سے پھوٹتے ہیں، پھر وہ روم کی بستیوں سے ہوتے ہوئے ملیطہ سے گزرتی ہے، اور چھوٹی چھوٹی ندیاں اس میں گرتی ہیں، پھر اس کا گزر رقہ سے ہوتا ہے، بعد ازاں کئی شاخیں اس سے نکل کر سواد عراق کو سیراب کرتی ہیں، اور واسط کے قریب دجلہ سے جاملتی ہے، پھر وہ دونوں خلیج عرب میں جاملتی ہیں، (جو پہلے بحر ہند کہلاتا تھا)
دیکھئے "معجم البلدان" (۲۴۱/۴ـ۲۴۲).

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الفتن، باب خروج النار، (۷۸/۱۳مع الفتح) و" صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعۃ (۱۸/۱۸مع شرح النووی)

(۳) "النھایۃ / الفتن والملاحم" (۲۰۸/۱) تحقیق محمد فھیم ابو عبیہ۔

(۱) حدیث میں ہے کہ: ''سونے کا ایک پہاڑ'' اور پٹرول حقیقت میں سونا نہیں ہے، کیونکہ سونا تو وہ ہے جو ایک معروف دھات ہے۔

(۲) نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ ندی کے پانی سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے جب کہ پٹرول زمین کی بہت ہی نیچے کی تہ سے آلات کے ذریعہ نکالا جاتا ہے۔

(۳) نبی ﷺ نے دیگر سمندروں اور ندیوں کو چھوڑ کر اس کے ساتھ فرات کو مخصوص فرمایا ہے جب کہ پٹرول بہت سارے مقامات پر سمندروں سے اسی طرح نکالا جاتا ہے جس طرح زمین سے نکالا جاتا ہے۔

(۴) نبی ﷺ نے یہ خبر دے رکھی ہے کہ لوگ اس خزانے کے پاس جنگ کریں گے اور فرات یا دیگر مقامات سے پٹرول نکلتے وقت لوگوں نے جنگ نہیں کی۔ نیز نبی ﷺ نے اس خزانے کے پاس موجود رہنے والوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لیں جیسا کہ دوسری روایت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کی گردنیں دنیا کے طلب کرنے میں برابر مختلف رہیں گی بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"**يوشك الفرات ان يحسر عن جبل من ذهب، فمن حضره فلا يأخذ منه شيئا**"۔[1]

قریب ہے کہ فرات سونے کا ایک پہاڑ ظاہر کرے گا تو جو بھی وہاں موجود ہو تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔

اور جو شخص اسے پٹرول پر محمول کرتا ہے تو اسے اس کے اس قول کی بنیاد پر پٹرول کے لینے سے ممانعت لازم آتی ہے اور یہ بات کسی ... نہیں کہی ہے۔[2]

---

(۱) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۹/۱۸)۔

(۲) ''اتحاف الجماعة'' (۳۸۹/۱-۳۹۰)۔

اور حافظ ابن حجر نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ اس سونے کو لینے سے ممانعت کا سبب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے فتنہ پیدا ہوگا اور خون ریزی ہوگی۔ (۱)

۴۹- درندوں اور جمادات کا انسان سے گفتگو کرنا:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ درندے انسان سے گفتگو کریں گے، اور جمادات انسان سے گفتگو کریں گے اور ان کی غیر موجودگی میں جو کچھ بھی ہوا ہوگا انہیں اس کی خبر دیں گے اور ان کے بعض اعضاء گفتگو کریں گے جیسے کسی انسان کی ران اسے ان چیزوں کی خبر دیگی جو اس کے گھر والوں نے اس کے بعد کیا ہوگا۔

فقد جاء فی الحدیث عن ابی هریرة؛ قال: جاء ذئب الی راعی الغنم، فاخذ منها شاة، فطلبه الراعی حتی انتزعها منه. قال: فصعد الذئب علی تل، فاقعی واستذفر، فقال: عمدت الی رزق رزقنیه الله عز وجل انتزعته منی. فقال الرجل: تالله ان رایت کا لیوم ذئبا یتکلم! قال الذئب: أعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وبما هو کائن بعد کم — وکان الرجل یهودیا —، فجاء الرجل الی النبی ﷺ، واخبره ، فصدقه النبی ﷺ، ثم قال النبی ﷺ: "انها امارة من أمارات بین یدی الساعة ،قد اوشك الرجل ان یخرج فلا یرجع حتی تحدثه نعلاه وسوطه ما احدث اهله بعده".(۲)(رواه الامام احمد)

چنانچہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے کے ریوڑ کے پاس آیا اور اس نے ریوڑ میں

---

(۱) "فتح الباری" (۸۱/۱۳)۔

(۲) "مسند احمد" (۲۰۲/۱۵-۲۰۳) (ح۸۰۴۹) تحقیق احمد شاکر۔ اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سے ایک بکری لے لی، اس چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے اسے چھین لیا، ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اپنی دم کو اندر ڈال کر سرین کے بل بیٹھ گیا پھر کہنے لگا: اللہ عزوجل نے مجھے جو رزق دیا تھا تو نے اسے مجھ سے زبردستی چھین لیا، تو اس چرواہے نے کہا: اللہ کی قسم آج جیسا تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا بات کرتا ہو! بھیڑیئے نے کہا: اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ دونوں کالے پتھروں والی زمین کے درمیان کے نخلستان میں ایک آدمی ہے جو گزشتہ دنوں کی اور آنے والی چیزوں کی خبر دیتا ہے، اور وہ آدمی یہودی تھا، پھر وہ شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور انہیں اس بات کی خبر دی تو نبی ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی؛ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ قیامت کے قریب کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، قریب ہے کہ آدمی نکلے گا تو نہیں پلٹے گا یہاں تک کہ اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان چیزوں کی خبر دیں گے جو اس کے بعد اس کے گھر والوں نے کی ہونگی۔

وفی روایة له عن ابی سعید الخدری (فذکر القصة الی ان قال: قال رسول الله ﷺ): "صدق والذی نفسی بیده: لا تقوم الساعة حتی یکلم السباع الانس، ویکلم الرجل عذبة سوطه، وشراك نعله، ویخبره فخذه بما احدث اهله بعده".[1]

---

(۱) ''مسند احمد'' (۳/۸۳-۸۴).
البانی نے کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں مسلم کے رجال ہیں، قاسم (حدیث کے ایک راوی) کے علاوہ، اور یہ بالاتفاق ثقہ ہیں مسلم نے ان سے مقدمہ میں تخریج کی ہے۔ ''سلسلة الاحادیث الصحیحة'' (م۱/۳۱) (ح۱۲۲).
ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی کلام السباع، (۶/۴۰۹) اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم اسے قاسم بن فضل کے علاوہ کسی اور کی حدیث سے نہیں جانتے ہیں اور قاسم بن فضل ثقہ، مامون ہیں اہل حدیثوں کے نزدیک۔ ان کو یحیی بن سعید اور عبدالرحمن بن مہدی نے ثقہ کہا ہے۔

اور انہیں کی ایک روایت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (پھر قصہ بیان فرمایا یہاں تک کہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) سچ کہا. اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ درندے انسان سے بات کریں اور آدمی سے اس کے کوڑے کی نوک اور اس کے جوتے کا تسمہ گفتگو کرے اور اس کی ران اسے اس چیز کی خبر دے جو اس کے بعد اس کے گھر والوں (گھر والی) نے کی ہو۔

۵۰۔ بلاؤں کی شدت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا:

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال: "لاتقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل، فيقول: يا لتيني مكانه".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ آدمی کسی آدمی کی قبر سے گزرے گا تو کہے گا: اے کاش کہ اس کی جگہ پر میں ہوتا۔

وعنه:قال: قال رسول الله ﷺ : "والذی نفسی بيده: لا تذهب الدنيا حتى يمر الرجل على القبر، فيتمرغ عليه، ويقول: يا ليتنى كنت مكان صاحب هذا القبر، وليس به الدين: الا البلاء".[2]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا نہ جائے گی یہاں تک کہ آدمی قبر سے گزرے گا تو اس پر لوٹ لگائے گا اور کہے گا: اے کاش کہ میں ہی اس قبر والے کی جگہ پر ہوتا اور اس کا یہ کہنا دینداری کی وجہ سے

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الفتن، (۱۳/۸۱-۸۲)، "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۳۴).

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۳۴ مع شرح النووی).

نہیں ہوگا بلکہ (ایسا) بلاؤں کی وجہ سے کریگا۔

موت کی تمنا اس وقت کی جائے گی جب فتنے بڑھ جائیں گے اور حالات میں تبدیلی پیدا ہوجائیگی، اور شریعت کے خاکے بدل دئے جائیں گے، اور یہ چیز اگرچہ ابھی تک واقع نہیں ہوئی ہے لیکن لامحالہ واقع ہونے والی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اگر کوئی آدمی موت کو بکتا ہوا پائے گا تو خرید لیگا جیسا کہ کہا گیا:

وهذا العيش ما لا خير فيه ألا موت يباع فاشتريه[1]

یہ زندگی ایسی ہے کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے، موت کیوں نہیں فروخت ہوتی کہ میں اسے خرید لوں۔

حافظ عراقی[2] فرماتے ہیں: یہ لازم نہیں ہے کہ ایسا ہر شہر میں ہو یا پورے زمانے میں ہو یا تمام لوگوں کے درمیان ہو، بلکہ بعض زمانوں میں کچھ علاقوں میں کچھ لوگوں کے ساتھ ایسا پیش آئے تو بھی یہ چیز صادق آتی ہے۔ اور تمنا کو گزرنے کیساتھ منسلک کرنے میں اس بات کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس وقت فساد احوال کی وجہ سے لوگوں کو اس طرح کی سنگینیوں کا سامنا کرنا پڑیگا، کیونکہ جب تک آدمی موت کی ہیئت کو اپنے سامنے نہیں رکھتا تو تب تک اس کی تمنا کرتا ہے، پھر جب وہ مردوں اور قبروں کو دیکھ لیتا ہے تو اس کی طبیعت پھر جاتی ہے اور وہ فطری طور پر اس کی تمنا کرنے سے باز آجاتا ہے، مگر اس وقت

---

(۱) "فيض القدير" (۳۱۸/۶)۔

(۲) زین الدین عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن العراقی الکردی الشافعی، ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے، حفاظ میں سے ایک تھے۔ دمشق، حلب، حجاز اور اسکندریہ کی جانب سفر کیا، اور کبار علماء سے علم حاصل کیا اور حدیث میں ان کی بہت ساری تصنیفات ہیں: "المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار" اور "تقريب الأسانيد" اور اس کی شرح "طرح التثريب" اور الفية الحديث انہیں میں سے ہیں "زین الدینؒ نے ۸۰۶ھ میں وفات پائی۔ "شذرات الذهب" (۵۵/۷-۵۶) مقدمہ "طرح التثريب" (۲/۱-۹)۔

حالات کی سنگینی اس قدر ہوگی کہ قبرستان کی وحشت کا مشاہدہ بھی اسے اس سے باز نہیں رکھ سکے گا، اور موت کی تمنا کرنے کے سلسلے میں جو ممانعت آئی ہے یہ چیز اس کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کا مقتضی محض آنے والے امور کی خبر دینا ہے، اس میں کسی حکم شرعی سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے۔(۱)

اور نبی ﷺ نے یہ خبر دے رکھی ہے کہ لوگوں پر اس قدر سختیاں اور مشقتیں آئیں گی کہ وہ دجال کی تمنا کرنے لگیں گے؛ چنانچہ حدیث ہے

ففي الحديث عن حذيفة رضي الله عنه: قال: قال رسول الله ﷺ: "يأتي على الناس زمان يتمنون فيه الدجال". قلت: يا رسول الله! بأبي وامي مم ذاك؟ قال: "مما يلقون من العناء والعناء".(۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ اس میں دجال کی تمنا کریں گے'' میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں ایسا کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: سلسلہ در سلسلہ مشقتوں کی وجہ سے ایسا ہوگا۔

۵۱۔ رومیوں(۳) کی کثرت اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا جنگ کرنا:

قال المستورد القرشي عند عمرو بن العاص : سمعت رسول

---

(۱) ''فیض القدیر'' (۶/۴۱۸)۔ ''فتح الباری'' (۱۳/۷۵-۷۶)

(۲) طبرانی نے اسے ''الاوسط'' میں روایت کیا ہے اور بزار نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور ان دونوں کے رجال ثقہ ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۷/۲۸۴-۲۸۵)۔

(۳) (الروم): روم عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہیں۔ ''النهاية/الفتن والملاحم'' (ص۵۸) تحقیق دکتور طہ زینی۔

الله ﷺ يقول: "تقوم الساعة والروم اكثر الناس". فقال له عمرو: ابصر ما تقول . قال: اقول ما سمعت من رسول الله ﷺ".[1]

حضرت مستورد قرشی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے پاس بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ رومی سب سے زیادہ ہوں گے، تو ان سے عمرو بن عاصؓ نے فرمایا: ''دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو، انہوں نے کہا: میں وہی کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

وجاء في حديث عوف بن مالك الاشجعي؛ قال: قال رسول الله ﷺ: "اعدد ستا بين يدى الساعة... (فذكر منها:) ثم هدنة تكون بينكم وبين بني الاصفر،[2] فيغدرون، فيأتونكم تحت ثمانين غاية، تحت كل غاية اثنا عشر الفا".[3]

اورعوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے حدیث میں آیا ہے: بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے قریب چھ چیزوں کا شمار کرو...(پھر انہیں میں سے ذکر فرمایا): پھر تمہارے اور بنی اصفر کے درمیان مصالحت ہوگی، پھر وہ دھوکا دیں گے پھر وہ تمہارے پاس انہی جھنڈوں کے نیچے آئیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار ہوں گے۔

و عن جابر بن سمرة عن نافع بن عتبة؛ قال: كنا مع رسول الله ﷺ فحفظت منه اربع كلمات اعدهن في يدى ؛ قال: "تغزون جزيرة العرب فيفتحها الله، ثم فارس فيفتحها الله، ثم

---

(۱) ''صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۲۲/۱۸)

(۲) بنوا لاصفر: یہ رومی ہیں،'' فتح الباری''(۲۷۸/۶)

(۳) بخاری، اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

تغزون الروم فيفتحها الله، ثم تغزون الدجال فيفتحه الله" قال: فقال نافع: "يا جابر ! لا نرى الدجال يخرج حتى تفتح الروم".[1]

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ نافع بن عتبہ روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تب میں نے آپ سے چار کلمات سیکھے جنہیں میں اپنے ہاتھوں پر شمار کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم جزیرہ عرب پر حملہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا کرے گا، پھر فارس پر تو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، پھر روم پر حملہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، پھر دجال سے جنگ کرو گے تو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ پھر نافع نے کہا: اے جابر ہم نہیں سمجھتے کہ دجال نکلے گا یہاں تک کہ روم فتح ہو جائے گا۔

اور مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جو جنگ واقع ہوگی اس کا وصف بھی بیان کر دیا گیا ہے۔

ففي الحديث عن يسير بن جابر: قال:هاجت ريح حمراء بالكوفة، فجاء رجل ليس له هجيرى الا :يا عبدالله بن مسعود! جاء ت الساعة. قال: فقعد —وكان متكئا— ، فقال: ان الساعة لا تقوم حتى لا يقسم ميراث، ولا يفرح بغنيمة. ثم قال بيده هكذا، ونحاها نحو الشام، فقال: عدو يجمعون لا هل الاسلام، ويجمع لهم اهل الاسلام . قلت: الروم تعني؟ قال: نعم، وتكون عند ذاكم القتال ردة شديدة، فيشترط المسلون شرطة للموت لا ترجع الاغالبة،فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل، فيفيء هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب، وتفنى الشرطة، ثم

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة،(۲٦/۱۸)

يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة، فيقتتلون، حتى يحجز بينهم الليل، فيفيء هؤلاء و هولاء كل غير غالب، ثم تفنى الشرطة، ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة ،فيقتتلون حتى يمسوا، فيفيء هولاء وهولاء كل غير غالب، وتفنى الشرطة، فاذا كان يوم الرابع: نهد اليهم بقية اهل الاسلام، فيجعل الله الدبرة عليهم، فيقتتلون مقتلة: اما قال: لا يرى مثلها، واما قال: لم ير مثلها، حتى ان الطائر ليس بجنباتهم، فما يخلفهم حتى يخر ميتا، فيتعاد بنو الاب كانوا مئة، فلا يجدونه بقي منهم الا الرجل الواحد، فأى غنيمة يفرح ،اوای ميراث يقاسم؟ فبينما هم كذلك: اذ سمعوا ببأس هواكبر من ذلك، فجائهم الصريخ: ان الدجال قد خلفهم في ذراريهم، فيرفضون ما في ايديهم ، ويقبلون، فيبعثون عشرة فوارس طليعة.

قال رسول الله ﷺ :"انی لاعرف اسماء هم واسماء آبائهم والوان خيولهم، هم خير فوارس على ظهر الارض يومئذ، او من خير فوارس على ظهر الارض يومئذ"۔[1]

چنانچہ حدیث میں حضرت یسیر بن جابر سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں سرخ ہوا چلی تو ایک آدمی آیا جو اس کے سوا کچھ نہیں کہتا تھا کہ اے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قیامت آگئی یسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ اس وقت عبداللہ بن مسعود ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ میراث نہ تقسیم کی جائے اور نہ مال غنیمت پر خوش ہوا جائے، پھر اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور

(۱) ''صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة،(۱۸/۲۴۔۲۵۔مع شرح النووی)

اسے ملک شام کی طرف ہلایا اور فرمایا کہ وہ دشمن ہوں گے جو اہل اسلام کے
لئے جمع ہوں گے اور اہل اسلام ان کے لئے جمع ہوں گے، میں نے عرض کیا:
آپ کی مراد رومی ہیں۔؟ انہوں نے فرمایا: ہاں اور جنگ کے وقت سخت قسم کی
مسلسل آویزش شروع ہوگی، تب مسلمان موت کے لئے ایک گروہ بھیجیں گے
جو (یہ تہیہ کر کے جائے گا) کہ غالب ہوئے بغیر نہ لوٹے گا، لہٰذا وہ جنگ کریں
گے یہاں تک کہ ان کے درمیان رات حائل ہو جائے گی، چنانچہ یہ بھی لوٹ
جائیں گے وہ بھی لوٹ جائیں گے اور ان میں سے کوئی غالب نہ ہوگا اور وہ
گروہ فنا ہو جائے گا۔ پھر مسلمان موت کی لڑائی لڑنے کے لئے ایک گروہ
بھیجیں گے (جو یہ تہیہ کر کے جائیگا کہ) بغیر غالب ہوئے نہیں لوٹے گا، پھر
جنگ ہوگی یہاں تک کہ ان کے درمیان رات حائل ہو جائے گی پھر یہ بھی
لوٹ جائیں گے اور وہ بھی لوٹ جائیں گے اور ان میں سے کوئی غالب نہ ہوگا
پھر وہ گروہ فنا ہو جائے گا، پھر مسلمان موت کی لڑائی لڑنے کے لئے ایک گروہ
بھیجیں گے (جو یہ تہیہ کر کے جائے گا کہ) غالب ہوئے بغیر نہیں لوٹے گا، پھر
شام تک ان کے درمیان جنگ ہوگی اور شام کے وقت یہ اور وہ دونوں غالب
ہوئے بغیر لوٹ جائیں گے اور وہ گروہ فنا ہو جائے گا۔ پھر جب چوتھا دن آئے
گا تو جتنے مسلمان باقی رہ گئے ہوں گے وہ سب آگے بڑھیں گے تو اس دن اللہ
تعالیٰ کافروں کو شکست دے دے گا اور زبردست لڑائی ہوگی، یا تو یہ فرمایا کہ
اس طرح کی لڑائی دیکھی نہ جائے گی، یا یہ فرمایا کہ اس طرح کی لڑائی دیکھی نہ
گئی ہوگی، یہاں تک کہ پرندہ ان کے اوپر سے اڑے گا تو ان کے آخر تک
نہیں پہنچ سکے گا کہ مردہ ہو کر گر جائیگا۔

پھر ایک ہی خاندان کے لوگوں کا شمار ہوگا جو سو تھے تو ان میں سے صرف ایک ہی
باقی بچا ہوا ملے گا تو کس مال غنیمت پر خوش ہوگا یا کونسی میراث تقسیم کی جائے گی؟ پھر وہ
اسی حالت میں ہوں گے کہ اس سے بھی بڑی آفت کے متعلق سنیں گے، ان کے پاس پکار

آئیگی کہ دجال ان کے پیچھے ان کے بال بچوں میں آ گیا ہے تو ان کے ہاتھوں میں جو کچھ بھی ہوگا وہ اسے پھینک کر روانہ ہو جائیں گے، اور دس سواروں کو ہراول دستے کے طور پر بھیجیں گے (جو دجال کی خبر لانے کے لئے بھیجے جائیں گے)۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میں ان کے اور ان کے آباء کے ناموں کو جانتا ہوں اور ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتا ہوں، وہ ان دنوں روئے زمین کے سب سے بہتر سوار ہوں گے یا ان دنوں روئے زمین کے سب سے بہتر سواروں میں سے ہوں گے۔

اور یہ لڑائی ظہور دجال سے قبل آخری زمانے میں ملک شام میں لڑی جائے گی جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور فتح قسطنطنیہ کی زمین سازی کے طور پر مسلمانوں کو رومیوں پر فتح حاصل ہوگی۔

ففی الحدیث عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال: " لا تقوم الساعة حتى ینزل الروم بالاعماق[۱] او بدابق[۲] فیخرج الیهم جیش من المدینة، من خیار اهل الارض یومئذ، فاذا تصافوا؛ قالت الروم: خلوا بیننا و بین الذی سبوا منا نقاتلهم. فیقول المسلمون: لا والله لا نخلی بینکم و بین اخواننا، فیقاتلونهم، فیهزم ثلث لا یتوب الله علیهم ابدا، ویقتل ثلثهم افضل الشهداء عند الله، ویفتح الثلث لا یفتنون ابدا، فیفتحون قسطنطینیة، فبینما هم یقتسمون الغنائم، قد علقوا سیوفهم بالزیتون، اذ صاح فیهم الشیطان: ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون، وذلك باطل، فاذا جاؤوا

---

(۱) الاعماق، یاقوت حموی نے کہا کہ یہ حلب اور انطاکیہ کے درمیان دابق کے قریب ایک ضلع ہے اور یہ دونوں علاقے شام میں ہیں۔ "معجم البلدان" (۲۲۲/۱)۔

(۲) دابق، عزاز کے مضافات میں حلب کے قریب ایک گاؤں ہے، اس کے اور حلب کے درمیان چار فرسخ (تقریباً ۳۲ کلومیٹر) کا فاصلہ ہے۔ "معجم البلدان" (۴۱۶/۲)

الشام، خرج، فبينما هم يعدون للقتال يسوون الصفوف، اذ اقيمت الصلاة ، فينزل عيسى بن مريم ﷺ".(۱)

چنانچہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ روم اعماق یا دابق میں پڑاؤ ڈالیں، پھر ان کی طرف مدینہ کا ایک لشکر نکلے گا جو اس زمانے میں ساری دنیا کے سب سے بہتر لوگوں پر مشتمل ہوگا، پھر جب ان کی صف بندی ہو جائیگی، تو رومی لوگ کہیں گے: تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنہوں نے ہمارے بال بچوں کو غلام بنایا ہم ان سے جنگ کریں گے، تو مسلمان کہیں گے: ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے نہیں ہٹیں گے، تب وہ ان سے جنگ کریں گے، پھر ایک تہائی میدان چھوڑ کر بھاگیں گے، تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ان کی توبہ قبول نہیں کریگا، اور ان میں سے ایک تہائی قتل کر دئے جائیں گے، یہ اللہ کے نزدیک شہداء میں افضل ہوں گے اور ایک تہائی کو فتح حاصل ہوگی، جو کبھی فتنے کا شکار نہیں ہوں گے پھر وہ قسطنطنیہ فتح کریں گے، اور جب وہ اپنی تلواروں کو زیتون پر لٹکائے ہوئے مال غنیمت کو تقسیم کر رہے ہوں گے کہ شیطان ان میں یہ آواز لگائے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں آ گیا ہے، لہٰذا یہ لوگ نکل پڑیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی، پھر جب یہ شام پہنچیں گے تب وہ نکلے گا پھر جب یہ جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے، صفیں سیدھی ہو رہی ہوں گی، جب نماز کی اقامت ہوگی تب حضرت عیسیٰ ابن مریم ﷺ نازل ہو جائیں گے۔

وعن ابي الدرداء ان رسول الله ﷺ قال:"ان فسطاط

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة،(۲۸۹۷)

المسلمین یوم الملحمة فی ارض بالغوطة،[1] فی مدینة یقال لها: دمشق ،من خیر مدائن الشام".[2]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جنگ کے دن مسلمانوں کا ٹھکانہ غوطہ کے ایک مقام پر ایک ایسے شہر میں ہوگا جسے دمشق کہا جاتا ہے جو ملک شام کے بہترین شہروں میں سے ہے۔

ابن منیر[3] فرماتے ہیں: ''روم کا قصہ ابھی تک واقع نہیں ہوا ہے اور نہ ہمیں کوئی ایسی خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے خشکی پر اتنی بڑی کوئی لڑائی کی ہو، چنانچہ یہ ان امور میں سے ہے جو ابھی تک واقع نہیں ہوئے اور اس میں خوشخبری اور ڈراوا دونوں پائی جاتی ہے کیونکہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس لشکر کی کثرت کے باوجود نتیجہ مسلمانوں کے ہاتھ رہے گا اور اس میں اس بات کی بشارت بھی پائی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے لشکروں کی تعداد کئی گنا بڑھ جائے گی۔[4]

۵۴۔قسطنطنیہ کی فتح:(۵)

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک خروج دجال سے قبل مسلمانوں کے ہاتھوں شہر

---

(۱) الغوطة ، ملک شام میں ایک مقام ہے جو اونچے اونچے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، وہاں بہت سی ندیاں اور گھنے درخت ہیں، شہر دمشق اسی میں واقع ہے۔ ''معجم البلدان''(۲۱۹/۴).

(۲) ''سنن ابی داؤد'' کتاب الملاحم، باب فی المعقل من الملاحم،(۴۰۶/۱۱). اور حدیث صحیح ہے۔''صحیح الجامع الصغیر''(۲۱۸/۲)(ح ۲۱۱۴).

(۳) حافظ زین الدین عبداللطیف بن تقی الدین محمد بن منیر الحلبی ، ثم المصری ۸۰۴ھ میں وفات پائی۔''شذرات الذہب''(۴۴/۷)

(۴) ''فتح الباری''(۲۷۸/۶).

(۵) روم کا ایک شہر ہے جس کو قسطنطنیہ کہا جاتا ہے، یہ اس وقت استنبول کے نام سے مشہور ہے، جو ترکی کے شہروں میں سے ایک ہے، زمانہ قدیم میں ''بیزنطہ'' کے نام سے معروف تھا، پھر جب رومیوں کے بادشاہ قسطنطین اکبر نے اس پر قبضہ کیا تو وہاں ایک فصیل بنائی اور اس کا نام قسطنطنیہ رکھا اور اسے اپنی مملکت کا دارالخلافہ قرار دیا، شرقی اور شمالی جہت سے سمندر اسے گھیرے ہوئے ہے، وہیں ایک خلیج ہے اور اس کے مغربی اور جنوبی گوشے خشکی میں ہیں۔''معجم البلدان''(۳۴۷/۴۔۳۴۸)۔

قسطنطنیہ کی فتح بھی ہے اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتح عظیم ترین معرکے میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے اور ان پر مسلمانوں کے فاتح ہونے کے بعد ہوگی، پھر اس وقت وہ شہر قسطنطنیہ کی جانب متوجہ ہوں گے اور جنگ کئے بغیر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے گا اور ان کا ہتھیار تکبیر و تہلیل ہوگی۔

ففی الحدیث عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ قال: "سمعتم بمدینۃ جانب منہا فی البر وجانب منہا فی البحر؟". قالوا: نعم یا رسول اللہ. قال: "لا تقوم الساعۃ حتی یغزوہا سبعون الفا من بنی اسحاق، فاذا جاؤوہا نزلوا، فلم یقاتلوا بسلاح، ولم یرموا بسہم: قالوا: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، فیسقط احد جانبیہا — قال ثور[1] (احد رواۃ الحدیث) : لا اعلمہ الا قال:— الذی فی البحر، ثم یقولوا الثانیۃ: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر: فیسقط جانبہا الآخر، ثم یقولوا: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر: فیفرج لہم، فید خلوہا، فیغنموا، فبینما ہم یقتسمون الغنائم، اذ جاء ہم الصریخ، فقال: ان الدجال قد خرج، فیترکون کل شیء ویرجعون" (۲)

چنانچہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے ایسے شہر کے بارے میں سنا ہے کہ جس کا ایک حصہ خشکی کی طرف ہے اور دوسرا حصہ سمندر کی طرف ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بنی اسحاق میں

---

(۱) ثور بن زید الدیلی مولام المدنی ثقہ ہیں، ۱۳۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ "صحیح مسلم" (۴۳/۱۸) اور "تہذیب التہذیب" (۳۱/۲۔۳۲)

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعۃ، (۴۴/۱۸)

سے ستر ہزار اس پر حملہ آور ہوں، پھر جب وہ وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالیں گے تو ہتھیار سے جنگ نہیں کریں گے اور ایک بھی تیر نہیں چلائیں گے بلکہ وہ **لا الـه الا الـله والله اكبر** کہیں گے تو اس کا ایک پہلو گر جائے گا، ثور (حدیث کے ایک راوی) فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق فرمایا جو سمندر کی طرف ہے، پھر دوبارہ **لا اله الا الله والله اكبر** کہیں گے تو اس کا دوسرا پہلو گر جائے گا، پھر **لا الـه الا الـلـه والـله اكبر** کہیں گے تو ان کے لئے ایک روزن کھل جائے گا، لہٰذا وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور انہیں مال غنیمت حاصل ہوگا، ابھی وہ مال غنیمت تقسیم کر ہی رہے ہوں گے کہ انہیں ایک پکار سنائی دے گی، بیشک دجال نکل آیا ہے، تو وہ ہر چیز کو چھوڑ دیں گے اور پلٹ جائیں گے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کے اس جملے میں اشکال پیدا ہوا'': کہ بنی اسحاق میں سے ستر ہزار اس پر حملہ آور ہوں گے۔'' حالانکہ روم خود بنی اسحاق میں سے ہیں کیونکہ وہ عیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل علیہما السلام کی نسل سے ہیں[1] تو قسطنطنیہ کی فتح آخران کے ہاتھوں پر کیسے ہوگی؟

قاضی عیاض فرماتے ہیں: صحیح مسلم کے تمام اصول (اصل نسخوں) میں اسی طرح از بنی اسحاق ہے''۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے کہا: معروف ومحفوظ از بنی اسماعیل ہے'' اور حدیث اور اس کے سیاق سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے، کیونکہ آپ کی مراد عرب تھے۔[2]

اور حافظ ابن کثیر اس جانب گئے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رومی لوگ آخری زمانے میں مسلمان ہوں گے اور قسطنطنیہ کی فتح بھی شاید انہیں لوگوں میں

---

(۱) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۵۸) تحقیق دکتور طہ زینی۔

(۲) ''شرح النووی لمسلم'' (۱۸/۴۳-۴۴)

سے ایک گروہ کے ہاتھوں ہوگی، جیسا کہ سابقہ حدیث میں اس کی وضاحت پائی جاتی ہے کہ بنی اسحاق میں سے ستر ہزار اس پر حملہ آور ہوں گے۔

اور اس بات سے استشہاد کیا ہے کہ مستورد قرشی کی حدیث میں ان کی تعریف کی گئی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ رومی لوگ اکثریت میں ہوں گے، تب عمرو بن عاص نے ان سے کہا: دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو، انہوں نے کہا: میں وہی کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، انہوں نے (یعنی عمرو) نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو (تو پھر سچ ہے) کیونکہ ان کے اندر چار خصلتیں پائی جاتی ہیں: وہ فتنے کے وقت سب سے بردبار ہیں اور مصیبت کے بعد سب سے جلد درست ہوجاتے ہیں، اور بھاگنے کے بعد پھر سب سے پہلے حملہ کرنے والے ہیں، اور مسکین ویتیم وکمزور کے لئے سب سے بہتر ہیں، اور پانچویں ایک عمدہ اور خوب صورت خصلت ان کے اندر یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بادشاہوں کے ظلم سے لوگوں کو سب سے زیادہ روکنے والے ہیں۔ (بادشاہوں کے ظلم سے بچانے والے)(۱)

میں کہتا ہوں: رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی گزری ہوئی سابقہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آخری زمانے میں رومی لوگ اسلام لائیں گے۔

اس حدیث میں آیا ہے کہ رومی لوگ مسلمانوں سے یہ کہیں گے:

"خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم، فيقول المسلمون: لا والله لا نخلي بينكم وبين اخواننا" (۲)

تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جو ہم میں سے قید کئے گئے تھے، ہم ان سے جنگ کریں گے تو مسلمان کہیں گے: نہیں اللہ کی قسم ایسا نہیں

---

(۱) "صحیح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، (۲۲/۱۸۔مع شرح النووی)

(۲) "صحیح مسلم" (۲۱/۱۸)

ہوسکتا کہ ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔

یہاں رومی لوگ مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتے ہوئے بتائے گئے ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ کر ہٹ جائیں تاکہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کریں جو انہیں میں سے قید کئے گئے تھے، کیونکہ وہ اسلام لا چکے ہوں گے مگر مسلمان اسے رد کر دیں گے اور رومیوں پر یہ واضح کریں گے کہ ان میں سے جو مسلمان ہو چکا ہے وہ ہمارا بھائی ہے ہم اسے کسی کے حوالے نہیں کریں گے، اور یہ چیز کچھ تعجب خیز نہیں ہے کہ مسلمانوں کا بیش تر لشکر ان لوگوں پر مشتمل ہوگا جو کفار میں سے قید ہو کر آئے تھے۔

امام نووی فرماتے ہیں: اور یہ چیز ہمارے زمانے میں موجود ہے بلکہ بلاد شام ومصر میں بیشتر اسلامی فوج انہیں لوگوں پر مشتمل ہے جو قیدی بن کر آئے تھے پھر آج وہ کفار کو قیدی بنا رہے ہیں، اور ہمارے زمانے میں بہت دفعہ ان کو قید کر چکے ہیں، وہ ایک ہی مرتبہ میں ہزاروں کافروں کو قید کر لیتے ہیں اور اسلام کے غلبہ اور عزت و سرخروئی پر تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔(۱)

قسطنطنیہ فتح کرنے والا لشکر بنی اسحاق میں سے ہوگا، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رومیوں کے لشکر کی تعداد تقریبا دس لاکھ تک ہوگی، ان میں سے بعض تو قتل کر دئے جائیں گے، بعض مسلمان ہو جائیں گے، اور جو لوگ مسلمان ہو جائیں گے وہ مسلمانوں کے اس لشکر کے ساتھ ہوں گے جو قسطنطنیہ فتح کرے گا۔ واللہ اعلم۔

اور جنگ کے بغیر قسطنطنیہ کی فتح کا ماجرا ابھی تک پیش نہیں آیا ہے اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قسطنطنیہ کی فتح قیام قیامت کے ساتھ ہوگی۔

پھر ترمذی نے فرمایا: محمود' یعنی ترمذی کے شیخ بن غیلان فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، اور قسطنطنیہ روم کا ایک شہر ہے، یہ خروج دجال کے وقت فتح ہوگا اور قسطنطنیہ

---

(۱)''شرح النووی لمسلم''(۲۱/۱۸)

نبی ﷺ کے بعض صحابہ کے زمانے میں فتح ہوا تھا۔ (۱)

صحیح یہ ہے کہ قسطنطنیہ صحابہ کے دور میں فتح نہیں ہوا تھا کیونکہ معاویہؓ نے اس کی جانب اپنے صاحبزادے کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا تھا جس میں ابوایوب انصاری بھی شامل تھے مگر وہ اسے فتح نہیں کر سکے تھے پھر مسلمہ بن عبدالملک نے اس کا محاصرہ کیا لیکن وہ بھی اسے فتح نہیں کر سکے تھے مگر انہوں نے اہالیان قسطنطنیہ سے اس بات پر صلح کی تھی کہ وہاں ایک مسجد بنے گی۔ (۲)

ترکوں نے بھی قسطنطنیہ کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا تھا، پھر یہ آج کافروں کے ہاتھوں میں ہے اور اس کی آخری فتح اسی طرح ہوگی جس طرح صادق ومصدوق ﷺ نے خبر دے رکھی ہے۔

احمد شاکر فرماتے ہیں: قسطنطنیہ کی وہ فتح جس کی حدیث میں خوشخبری دی گئی ہے مستقبل قریب یا بعید میں جسے اللہ عزوجل جانتا ہے ہو کر رہے گی اور یہی اس کی صحیح فتح ہوگی جب مسلمان اپنے اس دین کی طرف پلٹ آئیں گے جس سے انہوں نے اعراض کر رکھا ہے، اور ترکوں کی فتح جو ہمارے اس زمانے سے پہلے ہوئی تھی وہ فتح اعظم کی تمہید تھی پھر وہ اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا، جب وہاں پر ان کی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ یہ غیر اسلامی اور غیر دینی حکومت ہے اور اسلام کے دشمن کفار سے گٹھ جوڑ کر لیا اور اپنی قوم پر مشرکانہ اور لادینی قوانین کی روشنی میں حکومت کرنے لگی اور اس کی اسلامی فتح ان شاء اللہ ویسے ہی ہو کر رہے گی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بشارت دے رکھی ہے۔ (۳)

۵۳- قحطانی کا نکلنا:

آخری زمانے میں قحطان کا ایک شخص نکلے گا، لوگ اس کے اطاعت گزار

---

(۱) "جامع الترمذی" باب ما جاء فی علامات خروج الدجال، (۴۹۸/۶).

(۲) "النهاية فی الفتن والملاحم" (۶۲/۱) تحقیق دکتور طہ زینی۔

(۳) حاشیہ عمدة التفسير عن ابن كثير" (۲۵۶/۲) اختصار وتحقیق شیخ احمد شاکر۔

ہوجائیں گے، اور اس پر اتفاق کرلیں گے، اور یہ واقعہ تغیر زمانہ کے وقت پیش آئے گا، اسی لئے امام بخاری نے تغیر زمانہ کے باب میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

روی الامام احمد والشیخان عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال: "لا تقوم الساعة حتى يخرج رجل من قحطان يسوق الناس بعصاه".(۱)

امام احمد اور شیخین نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ قحطان کا ایک آدمی نکلے جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان کہ ''لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا'' اس بات کا مشعر ہے کہ لوگوں کے اندر استقامت پیدا ہوجائیگی اور لوگ اس سے محبت کریں گے، اس کی شخصیت پر متفق ہوجائیں گے، یہاں بذات خود لاٹھی مراد نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعہ مثال پیش کی گئی ہے کہ لوگ اس کے اطاعت گزار ہوجائیں گے اور وہ ان پر حاوی ہوجائے گا، البتہ اس کا تذکرہ کرنا اس بات کی دلیل ضرور ہے کہ وہ انکے ساتھ سختی اور درشتی کا معاملہ کرے گا۔(۲)

میں کہتا ہوں: ہاں؛ اس کا لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکنا کنایہ ہے جو اس بات کا مشعر ہے کہ لوگ اس کے اطاعت گزار ہوجائیں گے اور ان کے اوپر اس کا حکم چلے گا، مگر قرطبی نے جو اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ درشتی کا معاملہ کرے گا وہ

---

(۱) ''مسند احمد'' (۱۰۳/۱۸) (ح ۹۳۹۵) شرح احمد شاکر، اس کی تکمیل دکتور احسینی عبدالمجید ہاشم نے کی ہے۔ اور ''صحیح بخاری'' کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتی تعبد الاوثان، (۷۶/۱۳۔ مع الفتح)۔

''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعة، (۳۶/۱۸۔ مع شرح النووی).

(۲) ''التذکرة'' (ص ۶۳۵).

تمام لوگوں کے حق میں نہیں ہے، جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ اس کی سختی صرف برے لوگوں پر ہوگی، کیونکہ وہ ایک نیک آدمی ہوگا جو عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا، اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن حجر نے بواسطہ نعیم بن حماد(۱) نقل فرمایا ہے، انہوں نے قوی سند کے ساتھ بواسطہ عبداللہ بن عمرو روایت کی ہے کہ انہوں نے خلفاء کا ذکر کیا پھر فرمایا: ایک آدمی قحطان کا۔

نیز انہوں نے عمدہ سند کے ساتھ ابن عباس سے تخریج کی ہے کہ انہوں نے اس کے متعلق فرمایا: اور ایک آدمی قحطان کا، ان میں سے ہر ایک نیک ہوگا۔" (۲)

اور جب عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے پھر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مناسب ثنا بیان کی پھر فرمایا: اما بعد! مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں، تو یہ تمہارے جاہل لوگ ہیں، خبردار تم اپنے آپ کو ان آرزوؤں سے دور رکھو جو آرزوئیں کرنے والوں کو گمراہ کر دیتی ہیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

(۱) نعیم بن حماد الخزاعی، بلند پائے کے حافظ تھے، بخاری نے ان سے مقرونا روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے ان سے مقدمہ میں راویت کیا ہے، نسائی کے علاوہ تمام اصحاب سنن نے ان سے روایت کیا ہے امام احمد، یحیٰ بن معین اور عجلی نے ان کو ثقہ کہا ہے، ابو حاتم نے صدوق کہا ہے اور نسائی نے ضعیف کہا ہے، ذہبی فرماتے ہیں: ان کی بیان کردہ احادیث میں کچھ ضعف تو ہے مگر اس کے باوجود وہ عظیم ترین ائمہ میں سے ہیں' اور ابن حجر نے کہا کہ صدوق ہیں لیکن غلطی کثرت سے کرتے تھے۔ اور ذہبی نے نعیم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جہمی تھا، اسی لئے میں نے ان کے کلام کی معرفت حاصل کی، پھر جب علم حدیث سیکھا تو یہ انکشاف ہوا کہ ان کا انجام تعطیل ہے۔ اور انہوں نے ۲۲۸ھ میں وفات پائی۔

"تذکرة الحفاظ" (۴۱۸/۲۔۴۲۰)۔ "میزان الاعتدال" (۲۶۷/۴۔۲۷۰) و"تهذيب التهذيب" (۴۵۸/۱۰۔۴۶۳) و"تقريب التهذيب" (۳۰۵/۲) و"هدى السارى مقدمة فتح البارى" (ص۴۴۷) و"خلاصة تذهيب تهذيب الكمال" (ص۴۰۳).

(۲) "فتح البارى" (۵۳۵/۶)

"ان هذا الامر فی قریش، لا یعادیهم احد: الا کبه الله علی وجهه: ما اقاموا الدین" (۱)

یہ حکومت قریش میں رہے گی، اور نہیں دشمنی کرے گا ان سے کوئی مگر اللہ تعالیٰ اسے اسکے چہرے کے بل الٹ دیگا جب تک یہ دین کو قائم رکھیں گے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر نکیر صرف اس خوف کی وجہ سے کی تھی کہ کہیں کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ خلافت غیر قریش میں بھی جائز ہے، ساتھ ہی حضرت معاویہؓ نے قحطانی کے خروج کا انکار نہیں فرمایا، کیونکہ حضرت معاویہؓ کی حدیث میں نبی ﷺ کا یہ جملہ موجود ہے: ما اقاموا الدین، کہ جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے، لہٰذا جب وہ دین کو قائم کرنا چھوڑ دیں گے تو حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گی اور بالآخر ایسا ہی ہوا، کہ لوگ اس وقت تک برابر قریش کی اطاعت گزاری کرتے رہے جب تک ان کے اندر دینداری میں ضعف پیدا نہیں ہوا تھا پھر جب ان کی دینداری میں کمزوری پیدا ہوئی تو ان کی حکومت بھی کمزور ہوگئی، اور رفتہ رفتہ مٹ گئی اور بادشاہت دوسرں کی جانب منتقل ہوگئی۔ (۲)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ قحطانی جہجاہ (۳) نہیں ہے کیونکہ قحطانی آزادوں میں سے ہوگا، اس لئے کہ اس کے نسب کا تعلق قحطان سے ہے۔ جس پر حمیر کندہ اور ہمدان وغیرہ اہل عرب کا نسب منتہی ہوتا ہے۔ (۴)

جبکہ جہجاہ غلاموں میں سے ہوگا، اس کی تائید امام احمد کی اس روایت سے بھی ہوتی

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب مناقب قریش، (۶/۵۳۲۔۵۳۳)۔

(۲) "فتح الباری" (۱۳/۱۱۵)

(۳) قرطبی اسکے برعکس کہتے ہیں، اور شاید یہ آدمی قحطانی ہی وہ آدمی ہو جس کو جہجاہ کہا جاتا ہے۔" التذکرۃ" (ص ۶۳۶)

(۴) "فتح الباری" (۶/۵۴۵، ۱۳/۷۸)۔

ہے جو بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات اور دن نہیں جائیں گے یہاں تک کہ غلاموں میں سے ایک شخص کی بادشاہت ہو جسے جہجاہ کہا جائے گا۔(۱)

۵۴- یہود سے جنگ کرنا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آخری زمانے میں مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے اور یہ اس وجہ سے کہ یہود دجال کے فوجیوں میں سے ہوں گے چنانچہ مسلمان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوجیوں میں سے ہوں گے ان سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ درخت اور پتھر کہیں گے اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آ اور اسے قتل کر دے۔

نبی ﷺ کے زمانے ہی سے یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ شروع ہو چکی تھی اور مسلمانوں کو ان پر فتح حاصل ہوئی تھی اور آخر میں نبی ﷺ کے فرمان کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں نے ان کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا:

"لاخرجن الاعز اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب، حتى لا ادع الا مسلماً"(۲)

میں یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا یہاں تک کہ مسلم کے سوا کسی کو نہ چھوڑوں گا۔

مگر یہ معرکہ وہ معرکہ نہیں تھا جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور جس کے متعلق صحیح احادیث میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے خبر دے رکھی ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ جنگ اس وقت کریں گے جب دجال نکل پڑے گا اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو

(۱) "مسند احمد" (۱۵۶/۱۶) (ح ۸۳۴۶)، شرح وتعلیق احمد شاکر، اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔
یہ حدیث "صحیح مسلم" (۳۶/۱۸) میں بھی ہے البتہ اس میں من الموالی کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الجهاد والسير، باب اجلاء اليهود من الحجاز، (۹۲/۱۲)

جائیں گے۔

امام احمدؒ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے خسوف شمس کے دن نبی ﷺ کے خطبہ کے متعلق ایک لمبی حدیث روایت کی ہے، (اور اس میں ہے کہ آپ نے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا:) وہ مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کر دیگا، تو وہ سخت جھٹکا دیے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے لشکر ہلاک کر دے گا، یہاں تک کہ دیوار کی بنیاد اور حسن اشیب[1] فرماتے ہیں: اور درخت کی جڑ پکارے گی یا فرمایا: کہے گی: اے مومن! یا فرمایا: اے مسلم! یہ یہودی ہے یا فرمایا: یہ کافر ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو۔

فرمایا: ایسا اس وقت تک نہ ہوگا جب تک تم ایسے امور نہ دیکھ لو جو تمہارے نزدیک عظیم الشان ہوں اور تم آپس میں سوال کرو: کیا تمہارے نبی نے ان میں سے کسی کا کچھ بیان تم سے کیا تھا۔[2]

"وروی الشیخان عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ: قال: "لا تقوم الساعۃ حتی یقاتل المسلمون الیھود، فیقتلھم المسلمون، حتی یختبیء الیھودی من وراء الحجر والشجر، فیقول الحجر او الشجر: یا مسلم! یا عبداللہ! ھذا یھودی خلفی، فتعال، فاقتلہ: الا الغرقد: فانہ من شجر الیھود".[3]

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ

---

(۱) ابوعلی الحسن بن موسیٰ الشیب البغدادی الثقہ، طبرستان، موصل اور حمص کے قاضی تھے ان سے امام احمد نے روایت کیا ہے، ۲۰۸یا۲۰۹یا۲۱۰ھ میں وفات پائی۔ ''تھذیب التھذیب'' (۳۲۳/۲)۔

(۲) ''مسند الامام احمد'' (۱۶/۵۔بھامشہ منتخب کنز العمال)

ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ ''فتح الباری'' (۶۱۰/۶)۔

(۳) ''صحیح بخاری'' ''کتاب الجھاد'' باب قتال الیھود، (۱۰۳/۶)، و''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعۃ (۱۸/ ۴۴۔۴۵)

کریں، پھر مسلمان انہیں قتل کر دیں، یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے تو پتھر یا درخت کہے اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے تو آ اسے قتل کر دے، البتہ جھاؤ کا درخت ایسا نہیں کریگا، کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے۔(اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

احادیث کے سیاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ پتھر اور درخت کا بولنا اور اس جیسی چیزیں حقیقت میں ہوں گی، کیونکہ جمادات کا بولنا یہود کے ساتھ جنگ کرنے والی احادیث کے علاوہ دوسری احادیث سے ثابت ہے اور اس کے متعلق ایک مستقل بحث ہوچکی ہے، کیونکہ یہ علامات قیامت میں سے ہے۔

اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ جمادات اس وقت گفتگو کر سکتے ہیں تو یہاں شجر وحجر کے کلام کو مجاز پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے[1] کیونکہ کوئی دلیل نہیں پائی جاتی جو لفظ کو خلاف حقیقت پر محمول کرنے کی موجب ہو اور جمادات کا بولنا تو قرآن کی آیات میں بھی وارد ہوا ہے۔

انہیں میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے۔

﴿ اَنۡطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ كُلَّ شَیۡءٍ﴾(حٰم السجده: ٢١)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِیۡحَهُمۡ﴾ (الاسراء:٤٤)

وجاء فی الحدیث عن ابی امامة الباهلی قال:خطبنا رسول الله ﷺ، فكان اكثر خطبته عن الدجال، وحذرناه، فذكر

---

(۱) "هداية الباری الی ترتيب صحيح البخاری"(۳۱۷/۱)و"العقائد الاسلاميه لسيد سابق"(۵۴) اورابن حجر نے اس قول کو لیا ہے کہ احجار واشجار کا بولنا حقیقت ہے۔ "فتح الباری"(٦١٠/٦).

خروجه، ثم نزول عيسى عليه السلام لقتله، وفيه:" قال عيسى عليه السلام: افتحوا الباب، فيفتح، ووراء ه الدجال، معه سبعون الف يهودى؛ كلهم ذو سيف محلى وساج فاذا نظر اليه الدجال؛ ذاب كما يذوب الملح فى الماء،وينطلق هاربا، ويقول عيسى عليه السلام: ان لى فيك ضربة لن تسبقنى بها، فيدركه عند باب اللد الشرقى، فيقتله . . فيهزم الله اليهود، فلا يبقى شىء مما خلق الله يتوارى به يهودى الا انطق الله ذلك الشىء؛ لا حجر،ولا شجر، ولا حائط، ولا دابة؛ الا الغرقدة؛ فانها من شجر هم لا تنطق".[1]

اور حدیث میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا، آپ کا بیشتر خطبہ دجال سے متعلق تھا اور آپ نے ہمیں اس کے متعلق تنبیہ کی پھر آپ نے اس کے خروج کے متعلق بیان فرمایا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے اور اس کے قتل کرنے کے متعلق بیان فرمایا؛ اور اسی میں ہے: عیسیٰ کہیں گے: دروازہ کھولو، تو کھولا جائے گا اور اس کے پیچھے دجال ہوگا اس کے ساتھ ستر ہزار یہود ہوں گے ان میں سے ہر ایک سجی ہوئی تلوار لئے ہوگا اور دجال گول موٹی کشادہ چادر اوڑھے ہوگا، جب دجال عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھے گا تو ایسے پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے اور بھاگنے لگے گا، عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے: مجھے تجھ کو ایک ہی بار مارنا ہے جس سے تو بچ کر نہیں جاسکتا، پھر لد کے

---

(۱) "سنن ابن ماجه" (۱۳۵۹/۲-۱۳۶۳) (ح ۴۰۷۷)

ابن حجر نے کہا کہ ابن ماجہ نے اس کو مطول ذکر کیا ہے اور اس کی اصل ابوداؤد کے پاس ہے، اسی طرح حسن سند کے ساتھ احمد نے سمرہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن مندہ نے کتاب الایمان میں حذیفہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ "فتح الباری" (۶۱۰/۶)

مشرقی دروازے کے پاس اس کو یاد کرائیں گے اور قتل کر دیں گے پھر اللہ تعالیٰ
یہود کو شکست دے دے گا، تب کوئی بھی ایسی چیز نہیں بچے گی جسے اللہ تعالیٰ
نے پیدا کیا ہوگا کہ جس کے پیچھے کوئی یہودی چھپے مگر اللہ تعالیٰ اس چیز کو قوت
گویائی دے دیگا خواہ پتھر ہو خواہ درخت ہو خواہ دیوار ہو اور خواہ جانور ہو' البتہ
جھاؤ کا درخت ایسا نہیں کریگا کیونکہ وہ انہیں کا درخت ہے وہ نہیں بولے گا۔

اس حدیث میں اس بات کی صراحت پائی جاتی ہے کہ جمادات بولیں گے نیز جمادات میں سے جھاؤ کے درخت کا استثناء کرنا کہ وہ یہود کے متعلق خبر نہیں دے گا کیونکہ وہ انہیں کا درخت ہے، اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ وہ نطق حقیقی ہوگا، اور اگر جمادات کے بولنے سے مراد مجاز ہوتا تو یہ استثناء بے معنی ہوتا۔

اگر ہم جمادات کے کلام کو مجاز پر محمول کریں تو آخری زمانے میں یہودیوں کے ساتھ جنگ کے متعلق یہ کوئی امر خلاف عادت نہ ہوتا اور مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی شکست دوسرے کفار کی شکست کی طرح ہوتی جن سے مسلمانوں نے قتال کیا اور فتح یاب ہوئے، حالانکہ اوروں کے ساتھ جنگ کرنے کے سلسلے میں اس جیسی چیز وارد نہیں ہوئی ہے جیسی یہود کے ساتھ جنگ کرنے کے سلسلے میں آئی ہے کہ جمادات بول کر چھپے ہوئے شخص[1] کی رہنمائی کریں گے، جب ہم اس بات کو سامنے رکھیں کہ یہ حدیث آخری زمانے میں واقع ہونے والی کسی تعجب خیز چیز سے متعلق ہے جو قیامت کی علامات میں سے ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ یہودیوں کے ساتھ قتال کرنے میں جو نطق ہے وہ حقیقی ہے، اور مجازاً اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے سامنے منکشف ہو جائیں گے اور دفاع کرنے کی قدرت کھو بیٹھیں گے، جیسا کہ کہا گیا - واللہ اعلم -

۵۵- مدینے کا اپنے برے لوگوں کو نکال باہر کرنا پھر آخری زمانے میں اس کا ویران ہو جانا:

نبی ﷺ نے مدینے میں سکونت اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور یہ خبر دی ہے

(۱) ''اتحاف الجماعة'' (۳۲۷/۱-۳۲۸)

کہ جوکوئی اس سے بے اعتنائی برتتے ہوئے نکل جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو اس کی جگہ پراس میں لا بسائے گا۔

اور یہ خبر بھی دی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مدینہ خراب لوگوں کو نکال باہر کرے گا، اور وہ بدترین لوگ ہوں گے جیسا کہ بھٹی خراب لوہے کو نکال دیتی ہے۔

روی الامام مسلم عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال: "ياتی علی الناس زمان يدعوا الرجل ابن عمه وقريبه هلم الی الرخاء، هلم الی الرخاء، والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون، والذی نفسی بيده: لا يخرج منهم احد رغبة عنها؛ الا اخلف الله فيها خيرا منه الا ان المدينة كا لكير يخرج الخبيث، لا تقوم الساعة حتى تنفی المدينة شرارها كما ينفی الكير خبث الحديد".[1]

امام مسلمؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے چچا زاد اور رشتہ دار کو بلائے گا کہ چلو خوشحالی کی طرف حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہترین ہے اگر وہ جانتے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نہ نکلے گا اس سے کوئی شخص اعراض کرتے ہوئے مگر اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو اس میں لا بسائے گا، آگاہ رہو کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے، فاسد اور خراب کو نکال پھینکتا ہے، قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مدینہ اپنے برے لوگوں کو نکال باہر کرے جیسا کہ بھٹی خراب لوہے کو نکال پھینکتی ہے''۔

قاضی عیاض نے مدینے کے خراب لوگوں کو نکال پھینکنے کو نبی ﷺ کے زمانے پر

---

(۱) ''صحيح مسلم'' كتاب الحج، باب المدينة تنفی خبثها وتسمی طابة وطيبة، (۹/۱۵۳۔ مع شرح النووی)

محمول کیا ہے، اس لئے کہ مدینہ کی طرف ہجرت اور وہاں سکونت اختیار کرنے میں صبر کا مظاہرہ وہی کرے گا جو اپنے ایمان میں ثابت قدم ہوگا، رہے منافقین اور جاہل دیہاتی تو وہ مدینہ کی سختیوں اور اس کی مصیبتوں پر صبر نہیں کر سکتے اور اس سلسلے میں وہ اجر کے امید وار بھی نہیں ہو سکتے۔

اور امام نووی نے اسے دجال کے زمانے پر محمول کیا ہے اور قاضی عیاض کی رائے کو رد کر دیا ہے، اور بیان کیا ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ مختلف زمانوں میں ہو۔(۱)

اور حافظ ابن حجر نے بیان فرمایا ہے، اس بات کا احتمال ہے کہ دونوں زمانوں میں سے ہر ایک مراد ہو۔

نبی ﷺ کے زمانے سے متعلق اعرابی کا قصہ دلیل ہے، جیسا کہ بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عن جابر: جاء اعرابی الی النبی ﷺ، فبایعه علی الاسلام، فجاء من الغد محموما، فقال: اقلنی. فابی؛ ثلاث مرار. فقال: "المدینة کالکیر، تنفی خبثها، وینصع طیبها".(۲)

ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اسلام پر آپ سے بیعت کی پھر دوسرے دن بخار کی حالت میں آیا اور کہنے لگا آپ مجھے چھوڑ دیجئے، آپ نے انکار فرمایا، تین مرتبہ، پھر آپ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو خراب و فاسد کو نکال پھینکتی ہے اور خالص کو رکھ چھوڑتی ہے۔

والزمن الثانی زمن الدجال: کما فی حدیث انس بن مالك رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه ذکر الدجال، ثم قال: "ثم ترجف المدینة باهلها ثلاث رجفات، فیخرج الله کل کافر

---

(۱) "شرح صحیح مسلم" (۹/۱۵۴)۔

(۲) "صحیح بخاری" کتاب فضائل المدینة، باب المدینة تنفی الخبث، (۴/۹۶)

ومنافق"۔[1]

اور دوسرا زمانہ دجال کا زمانہ ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے دجال کا ذکر فرمایا، پھر فرمایا: مدینہ اپنے باشندوں پر تین مرتبہ لرزے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر ومنافق کو نکال دے گا۔ (رواہ البخاری)

اور ان کے درمیان جو زمانے ہوں گے ان کی یہ خصوصیت نہیں ہوگی کیونکہ بہت سے فاضل صحابہ نبی ﷺ کے بعد مدینہ سے نکل گئے تھے جیسے معاذ بن جبل، ابوعبیدہ، ابن مسعود اور ایک گروہ، پھر حضرت علی، طلحہ، زبیر اور عمار وغیرہ نکلے، اور یہ مخلوق کے نیک ترین لوگ تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث سے مراد بعض لوگ اور بعض مخصوص اوقات ہیں اور اس کی ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:

﴿ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ﴾ (التوبہ ۱۰۱)

اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق پر [illegible] ہیں۔

اور منافق کے خبیث ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔[2]

اور رہی یہ بات کہ لوگ کلی طور پر مدینے سے نکل جائیں گے تو یہ آخری زمانے میں قیامت کے قریب واقع ہوگا:

"ففي الحديث عن ابي هريرةؓ : قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: "تتركون المدينة على خير ما كانت، لا يغشاها الا العوافي – يريد عوافي السباع والطير – وآخر من يحشر راعيان من مزينة، يريدان المدينة، ينعقان بغنمهما، فيجد انها وحشا، حتى اذا بلغا ثنية الوداع: خرا على وجوههما"۔[3]

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب فضائل المدینة، باب لا یدخل الدجال المدینة، (۴/۹۵)

(۲) "فتح الباری" (۴/۸۸)

(۳) "صحیح بخاری" کتاب فضائل المدینة باب من رغب عن المدینة، (۵/۸۹-۹۰)

چنانچہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم مدینہ کو اس کی بہتر سے بہتر حالت پر چھوڑ دو گے اس میں صرف منڈلانے والے ہی آئیں گے۔ مراد منڈلانے والے درندے اور پرندے ہیں۔ اور آخر میں جن کا حشر ہوگا وہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینے کا رخ کئے ہوں گے، اپنی بکریوں کو آواز لگا رہے ہوں گے تو وہ اسے ویران پائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ دونوں ثنیۃ الوداع کے مقام پر پہنچیں گے تو اوندھے منہ گر پڑیں گے۔ (رواہ البخاری)

وروى الامام مالك عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال: "لتتركن المدينة على احسن ماكانت، حتى يدخل الكلب او الذئب، فيغذى على بعض سوارى المسجد، او على المنبر". فقالوا: يا رسول الله! فلمن تكون الثمار ذلك الزمان؟ قال: "للعوافى: الطير والسباع".(۱)

اور امام مالک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مدینہ کو عمدہ ترین حالت پر چھوڑ دو گے یہاں تک کہ کتے یا بھیڑیئے داخل ہوں گے، اور مسجد کے بعض ستونوں یا منبر پر پیشاب کریں گے، تب لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو اس زمانے میں پھل کس کے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: منڈلانے والوں کے، پرندوں اور درندوں کے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: مقصود یہ ہے کہ مدینہ دجال کے ایام تک آباد رہے گا پھر اسی طرح حضرت عیسیٰ بن مریم رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں بھی رہیگا یہاں تک کہ اسی میں ان کی وفات ہوگی اور وہ وہیں دفن کئے جائیں گے پھر اس کے بعد وہ ویران ہو جائے گا۔(۲)

---

(۱) "الموطا" (۸۸۸/۲، للامام مالک) حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" (۹۰/۴) میں اس سے استشہاد کیا ہے، اور فرمایا کہ موطا کے علاوہ بھی اسے ثقات کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(۲) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱۵۸/۱) تحقیق دکتور طہ زینی۔

ثم ذكر حديث جابرؓ؛قال: اخبرني عمر بن الخطاب؛ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ليسيرن الراكب بجنبات المدينة، ثم ليقولن: لقد كان في هذا حاضر من السلمين كثير".(۱)

پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان فرمائی: وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سوار مدینہ کے پہلوؤں میں سیر کریگا تو کہے گا: اس میں مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی تھی۔ (رواہ امام احمد)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: عمر بن شبہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عوف بن مالک سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، پھر ہماری طرف دیکھا پھر فرمایا: اللہ کی قسم اس کے باشندے اسے چالیس سال تک نرم چارے کی طرح منڈلانے والوں کے لئے چھوڑ دیں گے؛ کیا تم جانتے ہو کہ منڈلانے والے کیا ہیں؟ پرندے اور درندے۔

پھر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اور یہ یقینی طور پر واقع نہیں ہوا ہے۔(۲)

چنانچہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کا مدینے سے نکل جانا آخری زمانے میں خروج دجال اور نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد ہوگا اور احتمال ہے کہ ایسا اس آگ کے نکلنے کے وقت ہوگا جو لوگوں کو جمع کریگی، اور یہ (یعنی آگ کا حشر) قیامت کی آخری نشانیوں میں سے ہے اور ان علامتوں میں سے پہلی علامت ہے جو قیامت کے قائم ہونے کی دلیل ہیں، لہٰذا اس کے بعد قیامت آہی جائے گی۔

اور اس کی تائید آگے آنے والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ سب سے آخر میں جس کا حشر ہوگا وہ اسی کے لوگوں میں سے ہوگا:

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۱/۱۳۴) (ح ۱۲۴) شرح وتعلیق احمد شاکر۔ اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔
(۲) "فتح الباری" (۴/۹۰)

كما في حديث ابي هريرة: "وآخر من يحشر راعيان من مزينة، يريد ان المدينة، ينعقان بغنمهما، فيجدانها وحشا" (۱)
اى: خالية من الناس، اوان الوحوش قد سكنتها، والله اعلم.

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے: اور سب سے آخر میں جس کا حشر ہوگا وہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینہ کا رخ کئے ہوں گے وہ اپنی بکریوں کو آواز دے رہے ہوں گے، تو وہ اسے ویران پائیں گے۔

یعنی وہ لوگوں سے خالی ہوگا یا وحشی جانور وہاں سکونت پذیر ہوں گے- واللہ اعلم-

۵۶- مومنوں کی روحیں قبض کرنے کے لئے پاکیزہ ہوا کا بھیجا جانا:

قیامت کی نشانیوں میں سے مومنوں کی روحیں قبض کرنے کے لئے پاکیزہ ہوا کا چلنا بھی ایک نشانی ہے، چنانچہ زمین پر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہ جائیگا جو اللہ اللہ کہتا ہو، اور جو باقی رہ جائیں گے وہ بدترین لوگ ہوں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

اور اس ہوا کی صفت حدیث میں ہے کہ یہ ریشم سے زیادہ نرم ہوگی. اور یہ شاید اس بدی اور فتنوں سے بھرے ہوئے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر کرم ہو۔

قصۂ دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج یاجوج ماجوج سے متعلق حضرت نواس بن سمعان کی لمبی حدیث میں ہے کہ:

"اذبعث الله ريحا طيبة، فتأخذهم تحت آباطهم، فتقبض روح كل مؤمن وكل مسلم، ويبقى شرار الناس: يتهارجون فيها تهارج الحمر، فعليهم تقوم الساعة"۔(۲)

جب اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجے گا تو وہ انہیں ان کے بغلوں کے نیچے سے پکڑ لے گی،

---

(۱) "صحيح بخارى" كتاب فضائل المدينة، باب من رغب عن المدينة، (۸۹/۴-۹۰)

(۲) "صحيح مسلم" باب ذكر الدجال، (۱۸/۷۰- مع شرح النووی)

پھر ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کر لے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح آپس میں ایک دوسرے سے لڑیں گے بس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

وروی مسلم عن عبداللہ بن عمروؓ؛ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "یخرج الدجال... (فذکر الحدیث، وفیه:) فیبعث اللہ عیسی بن مریم کأنه عروة بن مسعود، فیطلبه، فیهلکه، ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة، ثم یرسل اللہ ریحا باردة من قبل الشام،فلا یبقی علی وجه الارض احد فی قلبه مثقال ذرة من خیر او ایمان الا قبضته، حتی لو ان أحدکم دخل فی کبد جبل لدخلته علیه حتی تقبضه"۔[1]

اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال نکلے گا.....(پھر پوری حدیث ذکر فرمائی اور اسی میں ہے) پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ہیں،تو وہ اسے تلاش کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے، پھر سات سال تک لوگ ایسے رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی دشمنی نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی جانب سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا،تو کوئی ایسا آدمی روئے زمین پر نہیں بچے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھلائی یا ایمان ہو مگر یہ ہوا اسے قبض کر لے گی یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کی کھوہ (غار یا سوراخ) میں بھی داخل ہو جائے تو وہ داخل ہو کر وہاں اسے قبض کر لے گی۔

احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس ہوا کا ظہور نزول عیسیٰ علیہ السلام، قتل دجال اور یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کے بعد ہوگا۔

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر الدجال، (۷۵/۱۸۔۷۶۔مع شرح النووی)

نیز اس کا ظہور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور ظہور دابہ اور تمام بڑی نشانیوں کے بعد ہوگا۔(۱)

لہٰذا اس بنیاد پر اس کا ظہور قیام قیامت سے بہت قریب ہوگا اور اس ہوا کے ظہور سے متعلق جو احادیث ہیں وہ درج ذیل حدیث کے معارض نہیں ہیں:

"لا تزال طائفة من امتی : یقاتلون علی الحق، ظاهرین الی یوم القیامة"۔(۲)

میری امت کا ایک گروہ برابر حق کی بنیاد پر قتال کرتا رہے گا، یہ لوگ قیامت تک غالب رہیں گے۔

اور ایک روایت میں آیا ہے:

"ظاهرین علی الحق، لا یضرهم من خذلهم، حتی یاتی امر الله وهم كذلك"۔(۳)

حق کی بنیاد پر قیامت تک غالب رہیں گے، ان کی مدد چھوڑ دینے والے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا امر آ جائے اور وہ اسی طرح ہوں گے۔

کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حق پر جمے رہیں گے یہاں تک کہ یہ نرم ہوا قیامت کے قریب ان کی روح قبض کر لے اور (اللہ کے امر) سے مراد اسی ہوا کا چلنا ہے۔(۴)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں ہے کہ اس ہوا کا ظہور ملک شام سے

---

(۱) "فیض القدیر" (۶/۴۱۷)۔

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب نزول عیسی بن مریم حاکما، (۲/۱۹۳۔ مع شرح النووی)۔

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الامارة، باب قوله ﷺ: "لا تزال طائفة من امتی ظاهرین"۔ (۱۳/۶۵ مع شرح النووی)۔

(۴) "شرح النووی لمسلم" (۲/۱۳۲) اور "فتح الباری" (۱۳/۱۹، ۸۵)

ہوگا، جیسا کہ گزرا۔

وجاء فی حدیث آخر عن ابی هریرة: قال: قال رسول الله ﷺ: "ان الله یبعث ریحا من الیمن، الین من الحریر، فلا تدع احدا فی قلبه مثقال ذرة من ایمان: الا قبضته".(۱)

اور دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یمن سے ایک ہوا بھیجے گا وہ ریشم سے زیادہ نرم ہوگی، تو وہ کسی بھی ایسے انسان کو جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا نہیں چھوڑے گی، مگر اسے قبض کرلیگی۔

اس کا جواب دوطرح سے ہوسکتا ہے:

(۱) اس بات کا احتمال ہے کہ یہ دو ہوائیں ہوں: شامی اور یمنی۔

(۲) اس بات کا احتمال ہے کہ اس کی ابتداء ان دونوں ملکوں میں سے کسی ایک سے ہوگی پھر وہ دوسری میں بھی جاملے گی اور وہیں سے منتشر ہوجائے گی۔ واللہ اعلم۔(۲)

۵۷- بیت حرام کا حلال کرلیا جانا اور کعبہ کا ڈھادیا جانا:

بیت حرام کو کوئی اور نہیں بلکہ اس کے متعلقین ہی اسے حلال کرلیں گے اور اس کے متعلقین مسلمان ہیں۔(۳)

پھر جب وہ اسے حلال کرلیں گے تو وہ ہلاکت کا شکار ہوجائیں گے، پھر اہل حبشہ میں سے ایک آدمی نکلے گا جسے ذوالسویقتین کہا جائے گا وہ کعبہ کو ویران کردے گا اور اس کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا، اس کے زیورات کو سلب کرلیگا اور اسے غلاف سے محروم کردے گا، یہ چیز آخری زمانے میں ہوگی جب زمین میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں بچ

(۱) "صحیح مسلم" باب فی الریح التی تکون قرب القیامة، (۱۳۲/۲)۔

(۲) "شرح النووی لمسلم" (۱۳۲/۲)۔ "اشراط الساعة واسرارها للشیخ محمد سلامه جبر" (ص۸۸-۸۹)۔ ۱۴۰۱ھ میں مطبعة التقدم قاہرہ سے طبع ہوئی۔

(۳) "فتح الباری" (۴۶۲/۳)

رہے گا جو اللہ اللہ کہتا ہو، اسی لئے یہ گھر ڈھا دیئے جانے کے بعد دوبارہ کبھی آباد نہیں ہوگا جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی خبر دی گئی ہے۔

روی الامام احمد بسنده عن سعید بن سمعان: قال: سمعت ابا هريرةؓ يخبر ابا قتادة ان رسول اللهﷺ قال: "يبايع لرجل ما بين الركن والمقام، ولن يستحل البيت الا اهله، فاذا استحلوه: فلا يسال عن هلكة العرب، ثم تاتي الحبشة، فيخربونه خرابا لا يعمر بعده ابدا، وهم الذين يستخرجون كنزه"۔[1]

امام احمد نے اپنی سند سے بواسطہ سعید بن سمعان روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا ہے کہ وہ ابوقتادہ کو یہ خبر دے رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی سے رکن اور مقام کے درمیان بیعت کی جائے گی، اور اس گھر (بیت اللہ) کو کوئی اور نہیں اس کے متعلقین ہی حلال کریں گے، پھر وہ جب اسے حلال کرلیں گے تو عرب کی ہلاکت کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا پھر حبشی آئیں گے اور وہ اسے اس طرح ویران کردیں گے کہ اس کے بعد پھر کبھی آباد نہ ہوگا اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو اس کا خزانہ نکالیں گے۔

وعن عبد الله بن عمر؛ قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: "يخرب الكعبة ذو السويقتين من الحبشة، ويسلبها حليتها، ويجردها من كسوتها، ولكأني انظر اليه: اصليع ،افيدع ، يضرب عليها بمسحاته ومعوله"۔[2] (رواه احمد)

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۱۵/۳۵) بشرح احمد شاکر، اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔
ابن کثیر نے کہا ہے یہ سند جید اور قوی ہے۔ "النهاية /الفتن والملاحم" (۱/۱۵٦) تحقیق دکتور طہ زینی۔ البانی نے کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اس کے رجال صحیحین کے ثقہ رجال ہیں سعید بن سمعان کے علاوہ اور وہ ثقہ ہیں۔ "سلسلة الاحاديث الصحيحة" (م۲/۱۲۰) (ح۵۷۹)۔

(۲) "مسند احمد" (۱۲/۱۵)) ح۷۰۵۳) شرح وتعلیق احمد شاکر۔ اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کعبہ کو حبشہ کا ذوالسویقتین ویران کرے گا اور اس کے زیورات کو سلب کر لیگا اور اسے غلاف سے خالی کر دے گا اور گویا کہ میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں، اس کے سر کے اگلے حصے کے بال اڑے ہوئے ہوں گے اور ہاتھ پاؤں کے جوڑوں میں کجی (ٹیڑھاپن) ہوگی، وہ اس پر اپنی کدال اور پھاوڑے سے مارتا ہے۔ (رواہ احمد)

وروى الامام احمد والشيخان عن ابى هريرةؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "يخرب الكعبة ذو السويقتين من الحبشة"۔(۱)

امام احمد اور شیخین نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعبہ کو حبشہ کا ذوالسویقتین ڈھائے گا۔

وروى الامام احمد والبخارى ايضا عن ابن عباسؓ عن النبى ﷺ قال: "كأنى انظر اليه: اسود، افحج، ينقضها حجرا حجرا (يعنى: الكعبة)"۔(۲)

نیز امام احمد اور بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: گویا کہ میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں، وہ سیاہ ہے اور اس کے قدم کے اگلے حصے قریب اور ایڑیاں دور ہیں، اس کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا (یعنی کعبہ کے)۔

وروى الامام احمد عن ابى هريرةؓ: قال: قال رسول الله ﷺ:

---

(۱) "مسند احمد" (۱۸/۱۰۳) (ح ۹۳۹۴)، "صحیح بخاری" کتاب الحج، باب هدم الكعبة، (۳/۴۶۰)۔ "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۳۵)۔

(۲) "مسند الامام احمد" (۳/۳۱۵-۳۱۶) (ح ۲۰۱۰) "صحیح بخاری" کتاب الحج، باب هدم الكعبة، (۳/۴۶۰)۔

"فی آخر الزمان یظهر ذو السویقتین علی الکعبة — قال: حسبت انه قال:— فیهدمها".[1]

اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانے میں کعبہ پر ذوالسویقتین کا غلبہ ہوگا، ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں: میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: پھر وہ اسے ڈھادے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ: یہ احادیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مخالف ہیں:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْ اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا ﴾(العنکبوت:٦٧)

کیا ہم نے حرم کو امن وامان کی جگہ نہیں بنا دیا

اور اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا تھا اور اصحاب فیل کو کعبہ کے ڈھانے سے باز رکھا، جب کہ وہ اس وقت قبلہ بھی نہیں تھا، تو مسلمانوں کا قبلہ بن جانے کے بعد حبشیوں کو کس طرح اس پر مسلط کر دے گا؟

اس کے جواب میں یہ بات کہی گئی ہے کہ: کعبہ کا ڈھادیا جانا آخری زمانے میں قیام قیامت کے قریب ہوگا، جبکہ زمین میں کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جو اللہ اللہ کہتا ہو. اسی لئے امام احمد کی سابقہ روایت میں بواسطہ سعید بن سمعان نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ اس کے بعد وہ کبھی آباد نہ ہوگا، لہٰذا وہ اس وقت تک حرم مامون ہوگا جب تک کہ اس کے متعلقین ہی اسے حلال نہ کر لیں۔

اور اس آیت میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو مذکورہ امن کے مستمر رہنے پر دلالت کرتی ہو۔

اور مکہ میں کئی مرتبہ قتال واقع ہو چکا ہے اور ان میں سب سے عظیم ترین وہ واقعہ

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۲۲۷/۱۵) (۸۰۸۰) شرح احمد شاکر کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

ہے جو چوتھی صدی ہجری میں قرامطہ[1] کی جانب سے رونما ہوا تھا۔ کہ انہوں نے مطاف (طواف کرنے کی جگہ) میں مسلمانوں کو قتل کیا، اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ملک لے گئے، پھر ایک لمبی مدت کے بعد اسے واپس کیا، اس کے باوجود یہ واقعہ آیت کریمہ کے معارض نہیں تھا، کیونکہ وہ مسلمانوں اور ان کی طرف منسوب ہونے والے لوگوں ہی کے ہاتھوں پیش آیا تھا، چنانچہ یہ امام احمد کی روایت کے بیان کے موافق ہے کہ بیت حرام کو کوئی اور نہیں بلکہ اس کے متعلقین ہی حلال کر لیں گے، چنانچہ ویسا ہی واقعہ ہوا جیسا کہ نبی ﷺ نے خبر دے رکھی تھی اور آخری زمانے میں بھی ایسا ہی واقعہ ہوگا، پھر دوبارہ وہ کبھی آباد نہیں ہوگا اور ایسا اس وقت ہوگا جب کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہیں رہ جائے گا۔[2]



---

(۱) قرامطہ: باطنیوں کا فرقہ ہے جو حمدان قرمطہ نامی شخص کی جانب منسوب ہے، یہ کوفہ کا رہنے والا تھا، اس خبیث گروہ نے اپنی طویل رسوا کن تاریخ میں بہت سے بدنما اور بدترین کارنامے انجام دیے، ان میں سب سے سنگین وہ واقعہ ہے جب کہ (۳۱۷ھ) میں انہوں نے ترویہ کے دن حاجیوں پر حملہ کر دیا تھا اور ان کی جان و مال کو حلال ٹھہرالیا تھا، اس موقع پر انہوں نے مکہ شہر اور اس کی مختلف گھاٹیوں اور مسجد حرام اور صحن کعبہ میں بے شمار حاجیوں کو قتل کر دیا تھا، زمزم کا قبہ گرا دیا تھا، کعبہ کا دروازہ اکھاڑ لیا، اس کے غلاف کو نوچ ڈالا اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ملک لے گئے اور بائیس سال تک حجر اسود انہیں کے پاس رہا۔ ''فضائح الباطنية'' للغزالي، (ص ۱۲-۱۳) تحقیق عبدالرحمٰن بدوی، و'' البداية والنهاية '' (۱۱/۱۶۰-۱۶۱)، ورسالۃ ''القرامطة وآراء هم الاعتقادية '' (ص ۲۲۲-۲۲۳) لسليمان السلومي رسالة مقدمة لنيل درجة الماجيستر باشراف الشيخ محمد الغزالي، عام (۱۴۰۰ھ) ''فتح الباری'' (۳/۴۶۱-۴۶۲)۔

(۲) ''فتح الباری'' (۳/۴۶۱-۴۶۲)۔

تمهيد

اوّل: قیامت کی بڑی نشانیوں کی ترتیب

مجھے کوئی ایسی صریح نص نہیں مل سکی جو وقوع کے اعتبار سے قیامت کی بڑی نشانیوں کی ترتیب بیان کرتی ہو‘بس ایسا ہی ملا ہے کہ کسی ترتیب کے بغیر احادیث میں انہیں اکٹھا بیان کر دیا گیا ہے اس لئے کہ بیان میں پیش کی ہوئی ترتیب وقوع کی ترتیب کی مقتضی نہیں ہے، کیونکہ ان میں عطف واو کے ذریعہ آیا ہے اور یہ ترتیب کا متقاضی نہیں ہوتا۔ اگر کچھ نصوص میں جو کوئی ترتیب پیش کی گئی ہے تو دوسرے نص میں اس کے مخالف ترتیب آئی ہے۔

اس چیز کو واضح کرنے کے لئے نمونے کے طور پر بعض احادیث پیش کر رہا ہوں جن میں تمام بڑی نشانیاں یا ان میں سے کچھ بیان کی گئی ہیں:

۱۔ روى الامام مسلم عن حذيفة بن اسيد الغفاریؓ: قال: اطلع النبی ﷺ علينا ونحن نتذاكر، فقال:" ما تذاكرون"؟ قالوا: نذكر الساعة. قال:" انهالن تقوم حتى ترون قبلها عشر آيات"، فذكر: الدخان، والدجال، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسى بن مريم ﷺ، ويأجوج وماجوج، وثلاثة خسوف: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزيرة العرب،و آخر ذلك نار تخرج من اليمن تطرد الناس الى محشرهم".(۱)

---

(۱)" صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة،(۱۸/۲۷۔۲۸۔مع شرح النووی)۔

امام مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے پاس ایسے وقت میں تشریف لائے کہ ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے آپ نے پوچھا تم کس موضوع پر گفتگو کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشانیاں دیکھ لو" پھر آپ نے ان کا بیان فرمایا: دخان (دھواں) دجال، دابہ (جانور) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا یاجوج وماجوج اور تین خسوف (زمین میں دھنسا دیا جانا) ایک خسف مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں اور ان سب کے آخر میں ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانکے گی۔

اور اسی حدیث کو مسلم نے حضرت حذیفہ بن اسید سے دوسرے الفاظ میں بھی روایت کیا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں:

ان السـاعة لا تكون حتى تكون عشر آيات : خسف بالمشرق ، خسف بـالمغرب، وخسف بجزيرة العرب، والدخان، والدجال ، ودابة الارض ويـاجوج وماجوج، وطلوع الشمس من مغربها، ونـار تخرج من قعرة عدن ترحل الناس"

وفي رواية:" والعاشرة: نزول عيسى بن مريم".[1]

بے شک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں پیش آجائیں ایک خسف مشرق میں، ایک خسف مغرب میں، اور ایک خسف جزیرۂ عرب میں، دخان (دھواں)، دجال، دابۃ الارض (جانور)، یاجوج وماجوج، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور ایک آگ اندرون عدن سے نکلے گی جو لوگوں کو

---

(۱) "صحیح مسلم" (۲۸/۱۸-۲۹۔ مع شرح النووی)

کوچ کرائے گی۔

اور ایک روایت میں ہے:

اور دسویں نشانی: نزول عیسیٰ بن مریم ہے۔

دیکھئے کہ یہ حدیث نشانیوں کی ترتیب کے سلسلے میں ایک ہی صحابی سے دو مختلف الفاظ میں آئی ہے۔

۲-وروی مسلم عن ابی هريرةؓ أن رسول اللهﷺ قال: بادروا بالاعمال ستا: طلوع الشمس من مغربها، او الدخان، او الدجال، او الدابة، اوخاصة أحدكم او امر العامة۔ [1]

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: چھ چیزوں سے پہلے پہلے عمل کر گزرو: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، یا دھواں، یا دجال، یا دابہ (جانور) یا تم میں سے کسی کو خاص معاملہ پیش ہو (یعنی موت) یا عام لوگوں کا معاملہ درپیش ہو (یعنی قیامت)۔

روی مسلم هذا الحديث عن ابی هريرةؓ بلفظ آخر: بادروا بالاعمال ستا، الدجال، والدخان، ودابة الارض، وطلوع الشمس من مغربها، وامر العامة، وخويصة احدكم۔ [2]

اور اسی حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسرے الفاظ میں روایت کیا ہے: چھ چیزوں سے پہلے پہلے عمل کر گزرو، دجال، دھواں، دابۃ الارض (جانور) سورج کا مغرب سے نکلنا اور عام لوگوں کا معاملہ (یعنی قیامت) اور تم میں سے کسی کا خاص معاملہ (یعنی موت)۔

اور یہ بھی ایک ہی صحابی کی ایک ہی حدیث ہے جو بعض نشانیوں کی ترتیب اور

---

(۱)(۲) صحیح مسلم "کتاب الفتن واشراط الساعة، باب فی بقية من احاديث الدجال، (۸۷/۱۸۔مع شرح النووی)

حروف عطف کے سلسلے میں دو مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے ایک میں ''او'' کے ساتھ اور دوسرے میں ''وَ'' کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ترتیب پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔

جو معرفت ممکن ہے وہ یہ ہے کہ بعض نشانیوں کی ترتیب کو اس اعتبار سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ ان میں سے بعض بعض کے پیچھے واقع ہوں گی، جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے، مثال کے طور پر حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس کا ان شاء اللہ بعد میں تذکرہ ہوگا اس میں بعض نشانیوں کو وقوع کے اعتبار سے ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں اولاً خروج دجال کا تذکرہ ہے پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اس کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یاجوج و ماجوج کے نکلنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ان کی ہلاکت کی دعا کریں گے۔

اسی طرح بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ یہ پہلی نشانی ہوگی اور کچھ روایات میں آیا ہے کہ یہ آخری نشانی ہوگی اس کے باوجود اس اولیت کے سلسلے میں علماء کا اختلاف رہا ہے اور یہ اختلاف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے ہی موجود ہے، چنانچہ امام احمد اور مسلم نے ابوزرعہ سے روایت کیا ہے:

عن ابی زرعة[1] قال جلس الی مروان بن الحکم بالمدینه ثلاثه نفر من المسلمین، فسمعوا وهو یحدث عن الآیات ان اولها خروجا الدجال فقال عبدالله بن عمر: لم یقل مروان شیئا، قد حفظت من رسول الله ﷺ حدیثا لم انسه بعد، سمعت رسول الله ﷺ یقول: ان اول الآیات خروجا طلوع الشمس من

---

(۱) ان کے نام کے بارے میں کئی اقوال ہیں: ہرم، عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عمرو بن جریر بن عبداللہ البجلی الکوفی، علماء تابعین میں سے ایک تھے، علیؓ کو دیکھا تھا اور ابوہریرہؓ، معاویہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے۔ ''تهذیب التهذیب'' (۹۹/۱۲)۔

مغربها، وخروج الدابة على الناس ضحى او ايهما ما كانت قبل صاحبتها، فالاخرى على اثرها قريبا"۔(هذا لفظ مسلم)

وزاد الامام احمد في روايته: قال عبدالله وكان يقرأ الكتب واظن اولاها خروجا طلوع الشمس من مغربها"۔[1]

انہوں نے کہا کہ مدینہ میں مروان بن حکم کے ساتھ مسلمانوں میں سے تین اشخاص بیٹھے، انہوں نے مروان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ان نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی دجال کا خروج ہے، تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا: مروان نے کچھ نہیں کہا (یعنی ان کی بات بے وزن ہے) میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی حدیث سنی ہے جسے میں ابھی تک بھولا نہیں ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک وقوع کے اعتبار سے سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے اور لوگوں پر چاشت کے وقت دابہ (جانور) کا نکلنا ہے اور ان دونوں میں سے جو بھی پہلے واقع ہوگی اس کے پیچھے ہی عنقریب دوسری بھی واقع ہو جائے گی۔ یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

اور امام احمد نے اپنی روایت میں یہ اضافہ فرمایا ہے: حضرت عبداللہ نے فرمایا:- اور وہ کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقوع کے اعتبار سے سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے۔

ہاں حافظ ابن حجر نے دجال کی اولیت اور مغرب سے طلوع شمس کی اولیت کے درمیان مناسبت پیدا کی ہے وہ فرماتے ہیں: خبروں کے مجموعے سے جو راجح قرار پاتا ہے وہ یہ ہے کہ دجال کا خروج ان بڑی نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی ہوگی جو اس بات کی علامت ہوں گی کہ تمام روئے زمین پر عام لوگوں کے احوال میں تبدیلی پیدا ہوگئی

---

(۱) (مسند احمد (۱۱/۱۱۰-۱۱۱) (ح ۶۸۸۱) تحقیق احمد شاکر وصحیح مسلم، كتاب الفتن واشراط الساعه، باب ذكر الدجال، (۱۸، ۷۷، ۷۸، مع شرح النووی)

ہے اور اس کی انتہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر ہو جائے گی اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ان بڑی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہوگی جو اس بات کی علامت ہوگی کہ عالم علوی کے احوال میں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے اور اس کی انتہا قیام قیامت پر ہوگی اور شاید دابہ کا خروج بھی اسی دن ہوگا جس دن سورج مغرب سے نکلے گا۔

پھر فرماتے ہیں . اس میں حکمت یہ ہے کہ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا پھر دابہ (جانور) نکلے گا، جو مومن اور کافر میں تمیز کرے گا تاکہ اس مقصد کی تکمیل ہو جائے جس مقصد کے لئے توبہ کا دروازہ بند کیا گیا ہے۔ اور قیام قیامت کا پتہ دینے والی سب سے پہلی نشانی وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو جمع کرے گی۔ (۱)

اور حافظ ابن کثیر کی رائے یہ ہے کہ غیر مالوف زمینی نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی دابہ (جانور) کا خروج ہے، کیونکہ دابۃ (جانور) جو لوگوں سے گفتگو کریگا اور مومن و کافر کی تمیز کریگا ایک ایسا معاملہ ہے جو مستقر عادت کے مخالف ہے۔

اور رہا سورج کا مغرب سے طلوع ہونا تو یہ بالکل کھلا ہوا معاملہ ہے اور یہ آسمانی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہوگی۔

اور باقی رہا دجال کا ظہور، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور یاجوج و ماجوج کا نکلنا تو اگرچہ ان کا ظہور سورج کے مغرب سے نکلنے اور دابہ کے ظہور سے پہلے ہوگا مگر یہ بشر ہیں ان کا اور ان جیسوں کا مشاہدہ ان امور میں سے ہے جو مالوف ہیں جبکہ دابہ کا ظہور اور سورج کا مغرب سے نکلنا اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہ ان امور میں سے نہیں ہے جو مالوف ہیں۔ (۲)

حقیقت میں حافظ ابن حجر ہی کی رائے قابل اعتماد معلوم ہوتی ہے کیونکہ دجال کا

---

(۱) ''فتح الباری'' (۱۱/۳۵۳)۔

(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۱۶۴۔۱۶۸)۔

خروج اس اعتبار سے نشانی نہیں ہے کہ وہ بشر ہے، بلکہ بشر ہونے کے باوجود جس حالت میں اس کا خروج ہوگا درحقیقت وہی نشانی ہے، باوجود بشر ہونے کے وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا، اور زمین کو اگانے کا حکم دیگا تو وہ اگائے گی اور اس کے ساتھ فلاں اور فلاں چیزیں ہوں گی جو غیر مالوف امر ہے جیسا کہ دجال پر گفتگو کرتے ہوئے بحث آنے والی ہے۔

لہٰذا دجال ہی درحقیقت ان زمینی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہے جو مالوف نہیں ہے۔

اور طیبی (۱) فرماتے ہیں: ''نشانیاں قیامت کی علامت ہیں خواہ وہ اس کے قریب ہونے پر دلالت کرتی ہوں یا اس کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہوں۔

چنانچہ پہلی قسم کی نشانیاں حسب ذیل ہیں:

دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج وماجوج، اور خسف

اور دوسری قسم کی نشانیاں یہ ہیں: دخان، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابہ کا خروج اور وہ آگ جو لوگوں کو جمع کرے گی۔ (۲)

اس میں دو قسم کی نشانیو ں کے درمیان ترتیب پیش کی گئی ہے اور ان دونوں نشانیوں کے تحت درج ہونے والی نشانیوں کی ترتیب کے متعلق کوئی بحث نہیں کی گئی

---

(۱) شرف الدین الحسن بن محمد بن عبداللہ الطیبی، علماء حدیث، تفسیر اور علم بیان میں سے ایک تھے، اور ان کی چند تصنیفات ہیں: ''طیبی شرح مشکاۃ المصابیح'' و''شرح الکشاف'' و''الخلاصۃ فی اصول الحدیث'' وغیرہ۔

حافظ ابن حجر نے ان کے بارے میں کہا ہے قرآن وسنت کے دقائق کے استخراج ایک نشانی تھے، علم کی نشر واشاعت میں پیش پیش اور عمدہ عقیدہ رکھنے والے تھے، ان کی وفات سن (۷۴۳ھ) میں ہوئی۔ رحمہ اللہ ''شذرات الذهب'' (۱۳۷/۲۔۱۳۸) و''کشف الظنون'' (۱۰۷/۱) و''الاعلام'' (۲۵۶/۲) للزرکلی

(۲) ''فتح الباری'' (۳۵۲/۱۱۔۳۵۳)

حالانکہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ طیبی کی رائے کے مطابق نشانیوں کی ترتیب اسی انداز پر ہے جو انداز انہوں نے ہر قسم کے بارے میں ذکر کیا ہے کیونکہ یہ تقسیم جوان کی رائے کے مطابق ہے یہ عمدہ اور دقیق تقسیم ہے۔اس لئے کہ جب پہلی قسم منظر عام پر آجائیگی جو قیامت کے بہت زیادہ قریب ہونے پر دلالت کرتی ہوگی تو وہ لوگوں کو بیدار کردیگی تاکہ وہ توبہ کریں اور اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور اس وقت مومن اور کافر کی تمیز نہیں ہوگی، اور یہ علامات جن کو انہوں نے قسم اول میں بیان کیا ہے ان کے متعلق پہلے میں نے بتایا تھا کہ وقوع کے اعتبار سے ان کی ترتیب آئی ہے اور انہوں نے ان پر خسوفات کا اضافہ کیا ہے اور یہ ان سے مناسبت بھی رکھتے ہیں۔

اور جب دوسری قسم کی نشانیاں ظاہر ہونگی جو قیامت کے واقع ہونے کی دلیل ہونگی تو لوگوں کے درمیان مومن اور کافر کی تمیز ہوجائے گی، جیسا کہ دخان (دھواں) کے ظہور کے وقت مومن کو زکام جیسی کیفیت لاحق ہوجائے گی اور کافر اس دخان (دھواں) کی وجہ سے پھول جائے گا، پھر سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، پھر نہ تو کافر کو اس کے ایمان کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ توبہ کرنے والے کو اس کی توبہ کا کوئی فائدہ دے گی، پھر اس کے بعد (دابہ)، جانور کا ظہور ہوگا تو وہ لوگوں کے درمیان تمیز کریگا جس کے نتیجہ میں مومن اور کافر الگ الگ پہچانے جائیں گے۔ کیونکہ وہ مومن کو نشان لگائے گا اور کافر کو نکیل دیدیگا جیسا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے پھر سب سے آخری نشانی اس آگ کا ظہور ہوگا جو لوگوں کو جمع کرے گی۔

اور میں نے قیامت کی بڑی علامات کے بیان کرنے کے سلسلے میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے جو طیبی نے بیان کی ہے کیونکہ وہ میری نظر میں اقرب الی الصواب ہے۔ واللہ اعلم۔

اور ان دس بڑی علامات کا بیان کرنے سے پہلے میں نے مہدی سے متعلق گفتگو کی ہے کیونکہ ان کا ظہور ان علامات کا پیش خیمہ ہوگا، اس لئے کہ مسلمان دجال سے جنگ کرنے کے لئے انہیں کی سرکردگی میں جمع ہوں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے

اورانہیں کے پیچھے نماز پڑھیں گے جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے۔

دوم: علامات کبریٰ کا یکے بعد دیگرے ظاہر ہونا:

جب قیامت کی علامات کبریٰ میں سے پہلی نشانی ظاہر ہو جائے گی تو اس کے پیچھے دوسری نشانیوں کا یکے بعد دیگرے اسطرح ظہور ہوگا جس طرح لڑی میں پروئے ہوئے دانے ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔

روى الطبراني في "الاوسط" عن ابي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ : قال: "خروج الآيات بعضها على اثر بعض، يتتابعن كما تتابع الخرز في النظام"۔ (۱)

طبرانی نے ''الاوسط'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نشانیوں کا خروج یکے بعد دیگرے ہوگا، اس طرح پے درپے آئیں گی جس طرح لڑی میں پروئے ہوئے دانے آتے ہیں۔

وروى الامام احمد عن عبدالله بن عمرو: قال: قال رسول الله ﷺ: "الآيات خرزات منظومات في سلك فان يقطع السلك؛ يتبع بعضها بعضا"۔ (۲)

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نشانیاں لڑی میں پروئے ہوئے دانے کی مانند ہیں، پھر اگر لڑی کاٹ دی جائے تو دانے پے درپے آتے (گرتے) ہیں۔

---

(۱) ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے ''الاوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل، اور داود الزہرانی کے علاوہ۔ اور دونوں ثقہ ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۳۳۱/۷)۔ اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ ''صحيح الجامع الصغير'' (۱۱۰/۳) (ح ۳۲۲۲)۔

(۲) ''مسند احمد'' (۶/۱۲-۷) (ح ۷۰۴۰) شرح احمد شاکر، اور فرمایا: اس کی سند صحیح ہے۔ ہیثمی نے کہا: اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس میں علی بن زید ہیں جو حسن الحدیث ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۳۲۱/۷)۔

-اللہ اعلم- مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان نشانیوں سے مراد قیامت کی علامات کبری ہیں، کیونکہ ان احادیث کا ظاہر ان کےظہور کے شدید تقارب پر دلالت کرتا ہے۔ (یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت قریب قریب واقع ہوں گی)۔

اور قیامت کی علامات کبری کی ترتیب کا بیان کرتے وقت جو تفصیلات گزری ہیں ان سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے ان میں بتایا گیا تھا کہ بعض احادیث میں یہ بیان ملتا ہے کہ ان میں سے کچھ علامات بہت ہی قریب قریب کے زمانوں میں واقع ہوں گی چنانچہ علامات کبری میں سے سب سے پہلی نشانی حضرت مہدی کے بعد دجال کا ظہور ہے، پھر اسے قتل کرنے کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، پھر یاجوج وماجوج کا ظہور ہوگا، اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے حق میں بددعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کردیگا، پھر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے:

"ففیما عهد الی ربی عز وجل ان ذلك اذا كان كذلك؛ فان الساعة كالحامل المتم التی لا یدری اهلها متی تفجؤهم بولادها لیلا او نهاراً"۔[1]

ان باتوں میں سے جو میرے رب نے مجھے بتائی ہیں یہ ہے کہ جب ایسا ہوجائے گا تو قیامت اس حاملہ کی مانند ہوگی جس کی مدت پوری ہوچکی ہے۔ اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ دن یا رات کے کس حصے میں اس کی زچگی ہو جائے گی۔

اور یہ قیامت کے بہت زیادہ قریب ہوجانے کی دلیل ہے، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اور قیام قیامت کے درمیان کچھ علامات کبری ہوں گی، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابہ کا ظہور، دخان اور اس آگ کا نکلنا جو لوگوں کو جمع کرے گی۔ تو یہ علامتیں قیام قیامت

---

(۱) ''مسند الامام احمد'' من حدیث ابن مسعودؓ (۱۸۹/۵-۱۹۰) (۳۵۵۶؟) تحقیق احمد شاکر، اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سے پیشتر بہت ہی قلیل مدت میں واقع ہو جائیں گی ان کی مثال اس ہار جیسی ہوگی جس کی لڑی ٹوٹ گئی ہو۔

اور مجھے اپنے ذکر کردہ بیان کی تائید بھی مل گئی ہے چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :اور یہ ثابت ہے کہ بڑی نشانیاں لڑی کی جیسی ہوں گی کہ جب وہ ٹوٹ جائے تو دانے بہت تیزی کے ساتھ بکھر جاتے ہیں (یعنی ایک دوسرے سے گرنے کے لئے بے تاب ہوتے ہیں اسی لئے پے در پے ایک دوسرے پر گرتے ہیں تو یہی مثال قیامت کی نشانیوں کی ہے) اور یہ روایت احمد کے اندر موجود ہے۔[1]



(۱) ''فتح الباری''(۱۳/۷۷).

پہلی فصل

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ

آخری زمانے میں اہل بیت میں سے ایک شخص ایسے پیدا ہوں گے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دین کی تائید فرمائے گا، وہ سات سال تک بادشاہت کریں گے اور زمین جس طرح ظلم وزیادتی سے بھر گئی ہوگی اسی طرح اسے عدل سے بھر دیں گے، امت ان کے عہد حکومت میں ایسی خوشحالی اور آسودگی کی زندگی گزارے گی جیسی کبھی بھی میسر نہ آئی ہوگی، زمین سے خوب افزائش ہوگی اور آسمان سے خوب بارش ہوگی اور گنے بغیر مال عطا کیا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کے زمانے میں پھل بہت ہو جائیں گے اور کھیتوں کی پیداوار خوب بڑھ جائے گی، مال وافر ہوگا، سلطنت غالب ہوگی، دین قائم ہوگا، دشمن خوار ہوگا اور ان کے زمانے میں بھلائی ہی بھلائی ہوگی۔(۱)

نام وصفات:

ان کا نام نبی ﷺ کے نام پر اور ان کے والد کا نام نبی ﷺ کے والد کے نام پر ہوگا۔ چنانچہ ان کا نام محمد یا احمد بن عبداللہ ہوگا۔ اور فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی ذریت میں سے ہوں گے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے ہوں گے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ محمد بن عبداللہ علوی، فاطمی، حسنی رضی اللہ عنہم ہوں گے۔(۲)

---

(۱) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۳۱/۱) تحقیق دکتور طہ زینی۔

(۲) النهاية / الفتن والملاحم" (۲۹۰/۱)

ان کا واردشدہ حلیہ:

وہ روشن اور خوبصورت چہرے والے ہوں گے جنکی پیشانی کے اگلے حصے کے بال اڑے ہوئے ہوں گے اور ان کا نتھنا تنگ اور درمیان سے اونچا ہوگا۔

ان کے خروج کا مقام:

مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور مشرق کی جانب سے ہوگا:

"فقد جاء في الحديث عن ثوبان:قال: قال رسول الله ﷺ: "يقتتل عند كنز كم ثلاثة: كلهم ابن خليفة، ثم لا يصير الى واحد منهم، ثم تطلع الرايات السود من قبل المشرق، فيقتلونكم قتلا لم يقتله قوم...(ثم ذكر شيئا لا احفظه، فقال:) فاذا رايتموه: فبايعوه، ولو حبوا على الثلج: فانه خليفة الله المهدي"۔[1]

---

(۱) ''سنن ابن ماجۃ'' کتاب الفتن ،باب خروج المهدي ، (۱۳۶۷/۲) و''مستدرك حاكم '' (۴۶۴-۴۶۳/۴) اور کہا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ اور ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ سند قوی اور صحیح ہے''النهاية/الفتن والملاحم ' (۲۹/۱) تحقیق دکتور طہ زینی .اور البانی کہتے ہیں کہ''فان فيها خليفة الله المهدي '' کے علاوہ حدیث معنی کے اعتبار سے صحیح ہے'، اس لفظ کو چھوڑ کر اس کی تخریج ابن ماجہ نے علقمہ عن ابن مسعود کے طریق سے عثمان کی دوسری روایت کی طرح کی ہے اور اس کی سند حسن ہے، اور اس میں'خليفة الله ''نہیں ہے اور یہ زیادتی ''خليفة الله ''اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مناسب شاہد ہے بلکہ یہ منکر ہے اور اس کے انکار و ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اللہ کی ذات میں نقص اور عجز کا وہم پیدا ہوتا ہے جو درست نہیں ہے۔

پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ''الفتاویٰ'' سے ان لوگوں کی تردید میں یہ قول نقل کیا ہے کہ جو کہے ''ان الخليفة هو الخليفة عن الله '' کہ خلیفہ سے مراد اللہ کا خلیفہ ہے، جبکہ اللہ کے لئے خلیفہ کہنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حي، شاهد، مهيمن، قيوم، رقيب، حفيظ اور عالم سے غنی ہے، اس لئے کہ خلیفہ مستخلف کے غائب ہوجانے یا انتقال کرجانے کے بعد ہوتا ہے، اور اللہ کی ذات اس سے پاک ہے۔''سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة''، (ج۱۱/ص۱۱۹-۱۲۱) (ح۸۵)

چنانچہ حدیث میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے خزانے کے پاس تین اشخاص قتال کریں گے وہ سب کے سب کسی خلیفہ کے بیٹے ہوں گے، پھر وہ خزانہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں ملے گا، پھر مشرق کی جانب سے کالے جھنڈے نمودار ہوں گے تو وہ تمہیں اس طرح قتل کردیں گے کہ ایسا قتل کسی قوم نے نہ کیا ہوگا.....(پھر کسی چیز کا تذکرہ فرمایا جو مجھے یاد نہیں رہی) پھر آپ نے فرمایا لہٰذا جب تم اسے دیکھو تو اس سے بیعت کر لینا خواہ برف پر گھسٹ کر ہی آنا پڑے، کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سیاق میں مذکور خزانے سے مراد کعبہ کا خزانہ ہے، اس کے حصول کے لئے اس کے پاس اولاد خلفاء میں سے تین اشخاص کے درمیان جنگ ہوگی یہاں تک کہ آخری زمانہ آجائے گا تو مہدی علیہ السلام نکل پڑیں گے اور ان کا ظہور بلاد مشرق سے ہوگا نہ کہ سامرہ کی سرنگ سے جیسا کہ جاہل رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ اب بھی وہاں موجود ہیں اور یہ لوگ آخری زمانے میں ان کے خروج کے منتظر ہیں۔ یہ ایک قسم کی بکواس اور رسوائی کی بہت بڑی اور شدید قسط ہے جو شیطان کی جانب سے ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل اور برہان نہیں ہے، نہ تو کتاب میں نہ سنت میں اور نہ ہی معقول صحیح اور استحسان کے اعتبار سے۔

نیز فرمایا: اور ان کی تائید اہالیان مشرق میں سے کچھ لوگوں کے ذریعہ ہوگی جو ان کے مددگار ہوں گے، ان کی بادشاہت قائم کریں گے اور اس کے ستونوں کو مضبوط کریں گے۔ اور ان کے جھنڈے بھی کالے ہوں گے اور یہ وقار کا لباس ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا کالا تھا جسے "عقاب" کہا جاتا تھا۔

مزید فرمایا: مقصود یہ ہے کہ مہدی موعود جن کے وجود کا آخری زمانے میں ظاہر ہونے کا وعدہ ہے، اصلا ان کا ظہور وخروج مشرق کی جانب سے ہوگا اور ان سے بیعت

خانۂ کعبہ کے پاس ہوگی، جیسا کہ بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے۔[1]

سنت سے ان کے ظہور کے دلائل:

بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں جو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا ان میں سے کچھ احادیث میں تو حضرت مہدی کی صراحت آئی ہے اور کچھ احادیث میں صرف ان کی صفات بیان کی گئی ہیں۔[2]

میں یہاں پر کچھ احادیث کا تذکرہ کر رہا ہوں جو اس بات کے اثبات کے لئے کافی ہوں گی کہ آخری زمانے میں ان کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

۱ - عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال: "یخرج فی آخر امتی المهدی؛ یسقیه الله الغیث، وتخرج الارض نباتها، ویعطی المال صحاحا، وتکثر الماشیة، وتعظم الامة،

---

(۱) "النهایة / الفتن والملاحم" (۲۹/۱-۳۰)

(۲) شیخ عبدالعلیم عبدالعظیم نے اپنے حصول ماجستر کے رسالہ "الاحادیث الواردة فی المهدی فی میزان الجرح والتعدیل " میں احادیث مہدی پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ اور اس کی تخریج کرنے والے ائمہ کا تذکرہ کیا ہے، اور ہر حدیث کی سند کے متعلق علماء کے اقوال بیان کئے ہیں، اس پر لگائے گئے حکم کا بیان کیا ہے پھر جس نتیجے تک پہنچے ہیں اس کا تذکرہ کیا ہے، (تفصیل کے لئے اس کی جانب رجوع کریں کیونکہ وہ احادیث مہدی پر گفتگو سے متعلق سب سے وسیع مرجع ہے، جیسا کہ مجلة الجامعة الاسلامیة (عدد ۴۵/ص ۳۳۲) میں شیخ عبدالمحسن العباد نے فرمایا: انہوں نے اس رسالے میں ۳۳۶ احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے ۱۳۲ احادیث اور ۱۱ آثار صحیح یا حسن ہیں، اور ان میں ۱۹ احادیث اور ۶ آثار میں صریح طور پر مہدی کا ذکر ہے اور باقی میں ایسے اوصاف اور قرائن پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہدی ہی کے متعلق ہیں)۔

اور بہت سے حفاظ حدیث نے مہدی کی احادیث کو صحیح کہا ہے: جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: شیخ الاسلام ابن تیمیہ "منهاج السنة فی نقض کلام الشیعة والقدریة " (۲۱۱/۴)۔ علامہ ابن قیم " **المنار المنیف فی الصحیح والضعیف** " (ص ۱۴۲) **وما بعدها** ۔ حافظ ابن کثیر: "النهایة / الفتن والملاحم" (۲۴/۱-۳۲) اور ان کے علاوہ اور بھی علماء ہیں جن کا ذکر آئے گا۔

يعيش سبعا او ثمانيا (يعني: حججا"۔ (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخر میں مہدی کا خروج ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بارش عطا فرمائے گا اور زمین اپنے پودے اگائے گی اور وہ مال کو مساوات کے ساتھ تقسیم کریں گے، چوپائے خوب ہو جائیں گے، اور امت بڑھ جائے گی۔ وہ سات یا آٹھ زندہ رہیں گے (یعنی سات یا آٹھ سال)۔

۲- وعنه ؛ قال: قال رسول الله ﷺ: "ابشركم بالمهدى: يبعث على اختلاف من الناس وزلازل، فيملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما، يرضى عنه ساكن السماء وساكن الارض، يقسم المال صحاحا". فقال له رجلا: ما صحاحا؟ قال:" بالسوية بين الناس".

قال:" ويملأ الله قلوب امة محمد صلى الله عليه وسلم غنى، ويسعهم عدله، حتى يأمر مناديا، فينادى، فيقول: من له فى مال حاجة؟ فما يقوم من الناس الا رجل، فيقول: ائت السدان — يعنى: الخازن —، فقل له: ان المهدى يامرك ان تعطينى مالا. فيقول له: احث، حتى اذا حجره و ابرزه؛ ندم، فيقول: كنت اجشع امة محمد نفسا، او عجز عنى ما وسعهم؟!". قال:" فيرده، فلا يقبل منه. فيقال له: انا لا ناخذ

---

(۱) "مستدرک الحاکم" (۴/۵۵۷۔۵۵۸). اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

البانی فرماتے ہیں: یہ سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ "سلسلة الاحاديث الصحيحة" (م۲/ص۳۳۶)(ح۷۱۱).

دیکھئے رسالۂ عبدالعلیم: "احاديث المهدى فى ميزان الجرح والتعديل" (ص۱۲۷۔۱۲۸).

شيئا اعطيناه، فيكون كذلك سبع سنين او ثمان سنين او تسع سنين، ثم لا خير في العيش بعده" او قال: " ثم لا خير في الحياة بعده".[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں وہ لوگوں کے اختلاف اور زلزلوں کے وقت بھیجے جائیں گے تب وہ زمین کو ویسے ہی عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و زیادتی سے بھر چکی ہوگی۔ اور زمین وآسمان کے رہنے والے ان سے خوش ہو جائیں گے' وہ مال کو مساوات کے ساتھ تقسیم کریں گے۔ تب ان سے ایک شخص نے کہا: صحاحا کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: لوگوں کے درمیان برابری کے ساتھ"۔

آپ نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ امت محمد (ﷺ) کے دلوں کو آسودگی سے بھر دے گا اور اس کا عدل ہمہ گیر ہوگا، یہاں تک کہ وہ ایک منادی کو حکم دے گا تو وہ پکارے گا اور کہے گا کہ کون ہے جو کسی مال کا ضرورت مند ہو؟ تو لوگوں میں سے کوئی شخص کھڑا نہیں ہو گا، صرف ایک شخص کھڑا ہوگا تو وہ (مہدی) کہے گا۔ خازن کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مہدی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم مجھے مال دو تو وہ (خازن) اس سے کہے گا: بھر لے یہاں تک کہ جب وہ اسے بھر کر تیار کر لے گا، تو نادم ہوگا اور کہے گا میں ہی امت محمد کا سب سے بدترین قسم کا لالچی تھا۔ کیا مجھے وہ کافی نہیں ہوتا جو سب کو کفایت کر گیا۔؟ آپ

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۳/۳۷)۔
ہیثمی کہتے ہیں: ترمذی وغیرہ نے اس کی روایت بہت اختصار کے ساتھ کی ہے۔ احمد نے کئی سندوں سے اس کی روایت کی ہے۔ اور ابویعلی نے بہت اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور دونوں کے رجال ثقہ ہیں: "مجمع الزوائد" (۷/۳۱۳۔۳۱۴)
دیکھئے "عقيدة اهل السنة والاثر في المهدي المنتظر" (ص ۱۷۷)
للشيخ عبدالمحسن العباد

نے فرمایا پھر وہ اسے واپس کرے گا تو اس سے یہ چیز قبول نہ کی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا ہم کوئی چیز دے کر لیتے نہیں ہیں، تو پھر مہدی سات یا آٹھ یا نو سال تک اسی طرح رہے گا، پھر اس کے بعد زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہ رہے گی۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ پھر اس کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔

یہ اس بات کی تفصیل ہے کہ مہدی کی موت کے بعد بڑے بڑے فتنے اور شر ظاہر ہوں گے۔

۳- وعن علیؓ؛ قال: قال رسول اللهﷺ: "المهدی منا اهل البیت، یصلحه الله فی لیلة".(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: مہدی ہمارے اہل بیت میں سے ہے اللہ تعالیٰ اسے ایک ہی رات میں تیار کر دے گا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لیگا اسے توفیق دے گا اور اسے الہام کرے گا اور اسے رشد عطا فرمائے گا۔ جبکہ اس سے پہلے اس کی یہ حالت نہ رہی ہوگی۔(۲)

۴- وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه؛ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "المهدی منی اجلی الجبهة، اقنی الانف، یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا،

---

(۱) ''مسند احمد'' (۵۸/۲) (ح ۶۴۵) تحقیق احمد شاکر، اور کہا کہ: اس کی سند صحیح ہے۔ و ''سنن ابن ماجة'' (۱۳۶۷/۲).
اور حدیث کو البانی صاحب نے بھی صحیح کہا ہے۔ صحیح الجامع الصغیر ''(۲۲/۶) (ح ۶۶۱۱).
(۲) ''النهایة فی الفتن والملاحم'' (۲۹/۱) تحقیق دکتور طہ زینی۔

يملك سبع سنين".(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: مہدی روشن اور خوبصورت چہرے والا ہوگا جس کی پیشانی کے اگلے حصے کے بال اڑے ہوئے ہوں گے، جس کا نتھنا تنگ اور درمیان سے کشادہ ہوگا وہ زمین کو ویسے ہی عدل وانصاف سے بھر دیگا جیسے وہ ظلم وزیادتی سے بھرگئی ہوگی وہ سات سال تک بادشاہت کرے گا۔

۵- وعن ام سلمة:قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول:" المهدى من عترتي، من ولد فاطمة".(۲)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مہدی میری نسل سے فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔

---

(۱) ''سنن ابی داؤد'' کتاب المہدی، (۳۷۵/۱۱) (ح ۴۲۶۵).و''مستدرک الحاکم'' (۵۵۷/۴) اور کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ ذہبی فرماتے ہیں: عمران ،حدیث کے ایک راوی ہیں جو ضعیف ہیں ان سے مسلم نے تخریج نہیں کی ہے۔
ابو داؤد، کی سند پر منذری کہتے ہیں: اس کی سند میں عمران القطان ہیں ان کا نام ہے ابو العوام عمران ابن داؤد القطان البصری، ان سے بخاری نے استشہاد کیا ہے اور عفان بن مسلم نے ان کی توثیق کی ہے۔ یحی بن سعید القطان نے ان کی عمدہ تعریب حسن کی ہے۔ اور یحی بن معین ونسائی نے ان کو ضعیف کہا ہے۔''عون المعبود''(۳۷۵/۱۱).ذہبی نے میزان میں کہا کہ احمد نے کہا ہے میں امید کرتا ہوں کہ عمران صالح الحدیث ہے۔ اور ابو داؤد نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔
''میزان الاعتدال''(۲۳۶/۳).میں ابن حجر فرماتے ہیں: عمران صدوق تھے لیکن ان کو وہم ہوتا تھا اور وہ خوارج کی رائے سے متہم ہیں۔''تقریب التهذیب''(۸۳/۲)۔ابن قیم ابو داؤد کی سند پر کہتے ہیں:''جید'' ہے۔''المنار المنیف''(ص ۱۴۴) تحقیق عبد الفتاح ابو غدہ۔ البانی فرماتے ہیں: ''حسن'' ہے۔''صحیح الجامع''(۲۲/۶-۲۳)(ح ۶۶۱۲)۔
(۲)''سنن ابی داؤد''(۳۷۳/۱۱)و''سنن ابن ماجة''(۱۳۶۸/۲).البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔''صحیح الجامع''(۲۲/۶-۲۳)(ح ۶۶۱۲)۔اور دیکھئے مہدی کے بارے میں''رسالة عبد العلیم،(ص ۱۶۰).

٦- وعن جابر: قال:قال رسول الله ﷺ: "ينزل عيسى بن مريم، فيقول اميرهم المهدى: تعال صل بنا، فيقول: لا؛ ان بعضهم امير بعض: تكرمة الله هذه الامة".(١)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عیسٰی بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا (یعنی مسلمانوں کا) امیر مہدی کہے گا: آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ تو وہ کہیں گے: کہ نہیں، کیونکہ ان میں سے بعض بعض کے امیر ہیں اور اس امت کے ساتھ یہ اللہ تعالٰی کا اکرام ہے۔

٧- وعن ابى سعيد الخدرى: قال: قال رسول الله ﷺ: " منا الذى يصلى عيسى بن مريم خلفه".(٢)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ہمیں میں سے ہوگا جس کے پیچھے عیسٰی بن مریم نماز پڑھیں گے۔

٨- وعن عبدالله بن مسعود: قال: قال رسول الله ﷺ: " لا تذهب او لا تنقضى الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل

---

(١) حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے جیسا کہ۔"المنار المنيف " لابن القیم، (ص ١٤٧۔١٤٨) اور "الحاوى فى الفتاوى" للسيوطى۔(ص ١٦٠)۔
ابن قیم نے کہا ہے کہ یہ سند جید ہے۔ اور عبدالعلیم نے اپنے رسالہ میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (ص ١٤٤).

(٢) ابونعیم نے اسے: "اخبار المہدی" میں روایت کیا ہے، جیسا کہ سیوطی نے "الحاوی" (٦٤/٢) میں فرمایا ہے. اور اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح مناوی نے "فيض القدير (١٧/٦). میں۔

البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔"صحيح الجامع الصغير " (٢١٩/٥) (٥٧٩٦)۔
عبدالعلیم نے اپنے رسالہ میں کہا ہے کہ اس کی سند شواہد کی بنیاد پر حسن ہے (ص ٢٤١)۔

بيتي، يواطيء اسمه اسمي" (١)، وفي رواية: "يواطيء اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي" (٢)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا نہ جائے گی یا نہ ختم ہوگی یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا بادشاہ ہو جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے اس کا نام میرے نام پر اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔

☆ صحیحین کی بعض احادیث جو مہدی سے متعلق ہیں:

١ — عن ابي هريرة: قال: قال رسول الله ﷺ: "كيف انتم اذا

---

(١) "مسند احمد" (١٩٩/٥) (ح ٣٥٧٣) تحقیق احمد شاکر۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔ "الترمذی" (٤٥٨/٦) اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ "سنن ابی داؤد" (٣٧١/١١)۔

(٢) "سنن ابی داؤد" (٣٧٠/١١)۔ البانی فرماتے ہیں: صحیح ہے، "صحیح الجامع الصغیر" (٧٠/٥-٧١) (ح ٥١٨٠)۔

دیکھئے: رسالة عبدالعليم في المهدي (ص ٢٠٢)۔

ان دونوں روایات کا مدار عاصم بن النجود پر ہے، جو ثقہ ہیں حسن الحدیث ہیں۔

احمد بن حنبل نے ان کو رجل صالح کہا ہے اور کہا کہ میں ان کی منتخب کردہ چیزوں کو پسند کرتا ہوں ابو حاتم نے صدوق، صالح الحدیث کہا ہے اور ان کو حافظ نہیں مانا۔ عقیلی نے کہا ہے کہ ان کے اندر سوء حفظ کے علاوہ اور کوئی کمی نہیں تھی۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ ان کا حفظ پختہ نہیں تھا۔ اور ذہبی نے کہا کہ وہ قرأت میں معتبر اور حدیث میں درجہ اعتبار سے کم تر تھے، صدوق ہیں مگر وہم کا شکار ہوتے ہیں، حسن الحدیث ہیں اور کہا کہ احمد اور ابو زرعہ نے ان کو ثقہ کہا۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ ان شیخین نے تخریج کی ہے لیکن یہ تخریج مقرونا ہے اصلا ان سے روایت نہیں کی ہے، ابن حجر نے کہا ہے کہ صدوق ہیں، لیکن ان کے اوہام پائے جاتے ہیں، قرأت میں حجت ہیں۔ "ميزان الاعتدال" (٣٥٧/٢) و "تقريب التهذيب" (٣٨٣/١) و "عون المعبود" (٣٧٢/١١)۔

نزل ابن مريم فيكم، وامامكم منكم؟!"۔[۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کیسے ہوگے جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا؟

۲- وعن جابر بن عبدالله؛ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "لا تزال طائفة من امتي يقاتلون على الحق ظاهرين الى يوم القيامة". قال: "فينزل عيسىٰ بن مريم عليه السلام، فيقول اميرهم: تعال صل لنا. فيقول:لا؛ ان بعضكم على بعض امراء؛ تكرمة الله هذه الامة"۔[۲]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قتال کرتا رہے گا وہ قیامت تک غالب رہیں گے (اور) فرمایا: پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا، آیئے ہمیں نماز پڑھایئے تو وہ کہیں گے کہ نہیں، تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں۔ یہ اللہ کا اس امت کے ساتھ اکرام ہے۔

۳- وعن جابر بن عبدالله ؛ قال: قال رسول الله ﷺ: "يكون فی آخر امتی خليفة يحثی المال حثيا لا يعده عدد". قال الجريری[۳]- احد رواة الحديث-: "قلت لابی

---

(۱) ''صحیح بخاری'' كتاب احاديث الانبياء، باب نزول عيسى بن مريم عليهما السلام، (۴۹۱/۶) و''صحیح مسلم'' كتاب الايمان، باب نزول عيسى بن مريم ﷺ حاكما، (۱۹۳/۲)۔

(۲) ''صحیح مسلم'' كتاب الايمان، باب نزول عيسى بن مريم حاكما، (۱۹۳/۲-۱۹۴)۔

(۳) ابو مسعود سعید بن ایاس الجریری البصری، یہ اہل بصرہ کے محدث تھے ثقہ تھے، اپنی وفات سے تین سال قبل مختلط ہو گئے تھے (یعنی حافظے میں تغیر رونما ہو چکا تھا)۔ ۱۴۴ھ میں وفات پائی۔ ''تهذيب التهذيب'' (۴/۵-۷)۔

نضره [1] وابی العلاء [2] : اتریان انه عمر بن عبدالعزیز؟ فقالا: لا۔ [3]

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو ہاتھ بھر بھر کے مال دیگا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔

جریری حدیث کے ایک راوی کہ فرماتے ہیں کہ "میں نے ابونضرہ اور ابوالعلاء، سے پوچھا: کیا آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں؟ تو ان دونوں نے کہا: نہیں۔

یہ دو احادیث جو صحیحین میں ہیں دو امور پر دلالت کرتی ہیں۔

اول: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے وقت مسلمانوں کی امارت انہیں میں سے ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔

دوم: ان کے امیر کا نماز کے لئے حاضر ہونا، مسلمانوں کو نماز پڑھانا اور نزول کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھنے کی گزارش کرنا یہ سب چیزیں اس امیر کی نیکی اور ہدایت پر دلالت کرتی ہیں اور ان احادیث میں اگر چہ لفظ مہدی کی تصریح نہیں آئی ہے مگر یہ سب ایک نیک آدمی کی صفات پر دلالت کرتی ہیں جو اس وقت مسلمانوں کی امامت کرائے گا، اور سنن ومسانید وغیرہ میں وہ احادیث موجود

---

(۱) منذر بن مالک بن قطعہ العبدی البصری، ثقہ ہیں صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔
"تهذيب التهذيب" (۳۰۲/۱۰۔۳۰۳)۔

(۲) یزید بن عبداللہ بن الشخیر العامری، تابعی، ثقہ ہیں، صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ "تهذيب التهذيب" (۳۴۱/۱۱)۔

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۳۸/۱۸۔۳۹) بغوی "شرح السنة" باب المهدی، (۸۶/۱۵۔۸۷) تحقیق شعیب الارناؤط۔ بغوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی مسلم نے تخریج کی ہے۔

ہیں جو صحیحین کی ان احادیث کی تفسیر کرتی اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس نیک آدمی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور انہیں مہدی کہا جائے گا اور یہ احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

اور اس پر دلالت کرنے والی احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں جابرؓ کے واسطے سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کا امیر مہدی کہے گا....(۱)

''یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ امیر جن کے بارے میں صحیح مسلم میں یہ تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے نماز کیلئے آگے بڑھنے کی گزارش کرینگے انہیں مہدی کہا جائے گا۔ اور شیخ صدیق حسن نے اپنی کتاب ''**الاذاعه**'' میں مہدی سے متعلق بہت ساری احادیث کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان میں سب سے آخر میں جابر کی وہی حدیث نقل کی ہے جو مسلم کے یہاں مذکور ہوئی۔ پھر فرمایا کہ اس میں مہدی کا ذکر تو نہیں ہے لیکن اس کا اور اس جیسی احادیث کا مہدئ منتظر کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا کیونکہ سابقہ خبر اور بہت سے آثار اسی پر دلالت کرتے ہیں۔(۲)

احادیث مہدی کا تواتر:

جن احادیث کا میں نے تذکرہ کیا ہے اور دیگر احادیث جنہیں میں نے طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کیا وہ سب اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مہدی سے متعلق احادیث معنوی اعتبار سے متواتر ہیں۔ اور بعض علماء وائمہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے چنانچہ میں ذیل میں چند اقوال پیش کررہا ہوں۔

---

(۱) اس کا ذکر اور اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) ''عقیدة اهل السنة والاثر فی المهدی المنتظر ''(ص ۱۷۵۔۱۷۶) طبع اول ۱۴۰۲ھ مطبع الرشید، المدینة، (الاذاعة ص ۱۴۴)

۱- حافظ ابوالحسن الابری[۱] فرماتے ہیں: اس سلسلے میں خبریں متواتر و مستفیض ہیں کہ مہدی آئیں گے، وہ اہل بیت میں سے ہوں گے، سات سال تک بادشاہت کریں گے زمین کو عدل سے بھر دیں گے، اور عیسیٰ علیہ السلام نکل کر دجال کے قتل کرنے کے سلسلے میں ان کی مدد کریں گے اور وہ اس امت کی امامت کریں، اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔[۲]

۲- اور محمد البرزنجی[۳] اپنی کتاب "**الاشاعة لاشراط الساعة**" میں فرماتے ہیں: تیسرا باب بڑی بڑی نشانیاں اور ان قریبی علامات کے بیان میں جن کے فوراً بعد ہی قیامت آجائے گی اور یہ بہت سی ہیں انہیں میں سے ایک مہدی ہیں اور وہ پہلی نشانی ہیں اور جان لیجئے کہ ان کے متعلق بیان ہونے والی احادیث اختلاف روایات کے باوجود بے شمار ہیں۔[۴]

نیز فرمایا: آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آخری زمانے میں مہدی کے وجود وخروج ان کے نسل رسول ﷺ اور اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے ہونے کی احادیث معنوی تواتر

---

(۱) امام حافظ ابوالحسن محمد بن الحسین السجستانی، مجود، روایت میں معتبر اور مصنف تھے۔ ابن خزیمہ اور ان کے طبقہ سے روایت کیا ہے اور ان کی ایک کتاب۔ "مناقب الشافعي" ہے، متوفی ۳۶۳"۔ "تذكرة الحفاظ" (۹۵۴/۳۔۹۵۵)۔ و "شذرات الذہب" (۴۶/۳۔۴۷)۔

(۲) "تهذيب الكمال في اسماء الرجال" (۱۱۹۴/۳) لا بی الحجاج یوسف المزی۔ و "المنار المنيف" (ص ۱۴۲)۔ و "فتح الباری" (۴۹۳/۶۔۴۹۴)۔ و "الحاوی للفتاوی" فی جزء "العرف الوردی فی اخبار المهدی" (۸۵/۲۔۸۶)۔ دیکھئے "عقيدة اهل السنة والاثر فی المهدی المنتظر" (ص ۱۷۱۔۱۷۲)۔ للشيخ عبدالمحسن العباد۔

(۳) شیخ محمد بن عبدالرسول بن عبدالسید الحسنی البرزنجی، فقہاء شافعیہ میں سے ایک تھے۔ تفسیر وادب کے عالم تھے۔ بغداد، دمشق اور مصر کی جانب سفر کیا۔ مدینہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں درس دیتے رہے۔ اور وہیں ۱۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ اور ان کی چند مولفات بھی ہیں۔ دیکھئے "الاعلام" للزرکلی۔ (۲۰۳/۶۔۲۰۴)۔

(۴) "الاشاعة" (ص ۸۷)

کی حد تک پہنچ چکی ہیں لہٰذا ان کے انکار کا کوئی معنی نہیں ہے۔[1]

۳- علامہ سفارینی[2] فرماتے ہیں:

مہدی کے خروج کی احادیث اس کثرت سے ہیں کہ وہ معنوی تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔ اور یہ چیز علماء سنت کے یہاں اس قدر عام ہے کہ اسے ان کے عقائد میں سے شمار کیا گیا ہے۔

پھر انہوں نے خروج مہدی سے متعلق کچھ احادیث وآثار کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان صحابہ کا نام بیان کیا ہے جنہوں نے ان احادیث کو روایت کیا ہے' پھر فرمایا کہ بہت سے مذکور وغیر مذکور صحابہؓ سے متعدد روایات ہیں اور ان کے بعد تابعین سے مروی ہیں جس کا مجموعہ مفید علم قطعی ہے لہذا خروج مہدی پر ایمان رکھنا واجب ہے جیسا کہ اہل علم کے نزدیک مقرر ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں مدون ہے۔[3]

۴- علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں:

مہدیٔ منتظر کے متعلق بتواتر خبر دینے والی جن احادیث پر آگاہی ممکن ہوسکی، ان کی تعداد پچاس ہے، ان میں صحیح وحسن بھی ہیں اور ایسی ضعیف احادیث بھی ہیں جن کا ضعف منجبر (یعنی دیگر احادیث کی تائید کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے)۔ اور یہ بلا شک وشبہ

---

(۱) "الاشـــــاعة" (ص۱۱۲) اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر ناموں کے ساتھ عبدیت کا لگانا جائز نہیں ہے۔

(۲) علامہ محمد سالم السفارینی، حدیث، اصول، اور ادب کے عالم تھے، محقق تھے۔ سفارین میں نابلس کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ ان کی متعدد تصنیفات ہیں۔ عقیدہ کے باب میں نظم میں کتاب ہے جس کا نام ہے "لوامع او لوائح الانوار البهية وسوا طع الاسرار الاثريه المضيئة لشرح الدرة المضيئة في عقد الفرقة المرضية" اور انہیں کی کتاب ہے "غذاء الالباب شرح منظومة الآداب" اور "نفثات صدر المكمد وقرة عين المسعد شرح ثلاثيات مسند الامام احمد" ۱۱۸۸ھ میں نابلس میں وفات پائی۔ دیکھئے "الاعلام" للزركلي، (۱۴/۶)۔

(۳) "لوامع الانوار البهية" (۸۴/۲)۔ "عقيدة اهل السنة والاثر" (ص۱۷۳)

متواتر ہیں بلکہ اصول میں تحریر کردہ تمام اصطلاحات میں ان سے کمتر پر بھی تواتر کا وصف صادق آتا ہے، اور صحابہ سے مروی وہ آثار بھی زیادہ ہیں جو مہدی کی صراحت کرنے والے ہیں وہ سب بھی مرفوع کے حکم میں ہیں کیونکہ اس طرح کے امور میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔(۱)

۵- اور نواب صدیق حسن خاں نے فرمایا(۲) کہ ''مہدی کے سلسلے میں روایات اختلافات کے باوجود بہت زیادہ ہیں جو معنوی تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہیں اور یہ روایات سنن اور دیگر دواوین اسلام معاجم اور مسانید وغیرہ میں موجود ہیں۔(۳)

۶- شیخ محمد بن جعفر کتانی(۴) فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ مہدی منتظر کے متعلق احادیث متواتر ہیں اسی طرح وہ احادیث بھی ہیں جو دجال اور نزول سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے متعلق ہیں۔(۵)

☆ وہ علماء جنہوں نے مہدی سے متعلق احادیث لکھی ہیں:

حدیث کی مشہور کتابیں سنن اربعہ اور مسانید جیسے مسند احمد ''مسند بزار'' مسند ابی

---

(۱) شوکانی کے ایک رسالے سے ماخوذ ہے جس کا نام ہے: ''التوضیح فی تواتر ما جاء فی المهدی المنتظر والدجال والمسیح'' اور صدیق حسن نے اس کا ذکر اپنی کتاب ''الاذاعة'' (ص ۱۷۳-۱۷۴) میں کیا ہے. اور شوکانی ہی سے اسے اپنی کتاب ''نظم المتناثر من الحديث المتواتر'' (ص ۱۴۵-۱۴۶) میں نقل کیا ہے۔ نیز ''عقيدة اهل السنة والاثر فی المهدی المنتظر'' (ص ۱۷۳-۱۷۴) میں بھی۔

(۲) علامہ محمد صدیق خان بن حسن الحسینی البخاری القنوجی، تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول میں ان کی تصنیفات ہیں بھوپال میں ٹھہرے اور وہاں کی ملکہ سے شادی کی اور ۱۳۰۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے ''الاعلام'' (۱۶۷/۶-۱۶۸) للزرکلی. نیز ان کی تصنیف حجج الکرامہ فی آثار القیامۃ بھی ہے۔

(۳) ''الاذاعة لما كان وما يكون بين يدی الساعة'' (ص ۱۱۲).

(۴) ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن ادریس الکتانی الحسنی الفاسی، مورخ اور محدث تھے فاس میں پیدا ہوئے۔ حجاز و دمشق کی جانب سفر کیا۔ پھر مغرب کی طرف لوٹ آئے اور فاس ہی میں ۱۳۴۵ھ میں وفات پائی۔ اوران کی چند منصفات ہیں۔ ''الاعلام'' (۷۲/۶-۷۳).

(۵) ''نظم المتناثر من الحديث المتواتر'' (ص ۱۴۷). شیخ محمد بن جعفر الکتانی.

یعنی، ''مسند حارث بن ابی اسامہ'' مستدرک حاکم'' مصنف ابن ابی شیبہ'' صحیح ابن خزیمہ اور دیگر مصنفات [1] جن میں مہدی کی احادیث کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ بھی بعض علماء نے مہدی منتظر کے متعلق مستقل کتابیں لکھیں ہیں جن میں انہوں نے مہدی سے متعلق احادیث کا ایک بڑا مجموعہ پیش کیا ہے۔ان مؤلفات میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

۱- حافظ ابوبکر ابن ابی خیثمہ [۲] نے مہدی کے متعلق احادیث کو جمع کیا تھا جیسا کہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں سہیل سے نقل کرتے ہوے بیان فرمایا ہے۔ [۳]

۲- سیوطی نے ایک جزء (رسالہ) کی تالیف کی ہے جس کا نام انہوں نے ''**العرف الوردی فی اخبار المھدی**'' رکھا ہے جو ''**الحاوی للفتاوی**'' کے ضمن میں مطبوعہ ہے۔ [۴]

۳- حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب ''**النھایۃ/ الفتن والملاحم**'' میں ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے مہدی کے بیان میں الگ سے ایک مستقل جزء لکھا ہے۔ [۵]

---

(۱) دیکھئے ''عقیدۃ اھل السنۃ والاثر فی المھدی المنتظر'' (ص ۱۶۶-۱۶۸) للشیخ عبدالمحسن العباد، انہوں نے ۳۶ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور مہدی کے متعلق لکھنے والے ایک مجموعہ کا ذکر کیا ہے۔

(۲) حافظ ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ ،ان کے والد زہیر بن حرب ہیں، حافظ حدیث ہیں اور مسلم کے شیوخ میں سے ہیں، احمد بن حنبل اور ابن معین سے علم حاصل کیا۔ ادب کے بھی راوی تھے ان کی ایک کتاب، ''التاریخ الکبیر'' ہے جس کے بارے میں ذہبی نے کہا'' اس سے زیادہ فوائد سے بھر پور میں نے کوئی کتاب نہیں دیکھی''۔۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے ''سیر اعلام النبلاء'' (۱۱/۴۹۲-۴۹۴)۔ و''تذکرۃ الحفاظ'' (۲/۵۹۶) و'' طبقات الحنابلہ'' (۱/۴۴)۔

(۳) ''تاریخ ابن خلدون'' المقدمۃ (ص ۵۵۶)۔

(۴) ''الحاوی للفتاوی'' (۲/۵۷)۔

(۵) ''النھایۃ / الفتن والملاحم'' (۱/۳۰)۔

۴- مہدی کی حالت کے بیان میں علی متقی ہندی[۱] کا ایک رسالہ ہے۔[۲]

۵- ابن حجر مکی[۳] کی ایک تالیف ہے جس کا نام انہوں نے "**القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر**" رکھا ہے۔[۴]

۶- ملاعلی قاری کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "**المشرب الوردی فی مذهب المهدی**"۔[۵]

۷- مرعی بن یوسف حنبلی[۶] کی ایک کتاب ہے "**فوائد الفکر فی ظهور المنتظر**"[۷]

۸- شوکانی کی "**التوضیح فی تواتر ماجاء فی المهدی المنتظر والدجال و المسیح**"۔[۸]

۹- اور صدیق حسن نے فرمایا کہ ملت کے کامل ماہتاب روشن سید علامہ محمد بن اسماعیل

---

(۱) علی بن حسام الدین الہندی، فن حدیث میں اشتغال رکھنے میں سے تھے، مکہ میں بود و باش اختیار کی اور وہیں ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔"شذرات الذهب" (۳۷۹/۸)، "الاعلام" (۲۷۱/۴)۔

(۲) "الاشاعة لاشراط الساعة" (ص ۱۲۱)۔

(۳) شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی، فقیہ شافعی تھے، صاحب تصنیفات ہیں۔ ۹۷۳ھ میں وفات پائی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۹۸۴ھ میں وفات پائی۔"شذرات الذهب" (۳۷۰/۸)، "الاعلام" (۲۳۴/۱)۔

(۴) دیکھئے "الاشاعة" (ص۱۰۵)، "لوامع الانوار" (۷۲/۲)، اور عبدالعلیم کا رسالہ مہدی کے بارے میں (ص ۴۳)۔

(۵) علی بن سلطان محمد نور الدین الہروی، فقیہ حنفی، مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں پر ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی اور ان کی متعدد تصنیفات ہیں۔"الاعلام" (۱۲/۵)۔

(۶) "الاشاعة" (ص ۱۱۳)

(۷) مرعی بن یوسف الکرمی المقدسی، فقہاء کبار میں سے تھے ادیب اور مورخ تھے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ستر ہے۔ قاہرہ میں ۱۰۳۳ھ میں وفات پائی۔ "الاعلام" (۲۰۳/۷)۔

(۸) "لوامع الانوار" (۷۶/۲)، "الاذاعة" (ص ۱۴۷۔۱۴۸)۔

امیر یمانی[۱] نے ان احادیث کو جمع کیا ہے جو اس بات کا فیصلہ دینے والی ہیں کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے مہدی کا خروج ہوگا اور وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔[۲]

مہدی کی احادیث کا انکار کرنے والے اور ان کی تردید:

گزشتہ صفحات میں صحیح احادیث کا ایک مجموعہ آپ کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں جس سے قطعی طور پر اس بات کا ثبوت مل جاتا ہے کہ آخری زمانے میں مہدی کا ظہور ہوگا جو عدل پرور حاکم اور منصف مزاج امام ہوں گے۔ اور ان علماء کے کلام کا ایک مجموعہ بھی پیش کیا ہے جنہوں نے احادیث مہدی کے تواتر کی تصریح فرمائی ہے۔ اور بعض ان تالیفات کا تذکرہ بھی جو علماء نے ان کے حالات کے متعلق لکھی ہیں۔

مگر یہ چیز انتہائی افسوس ناک ہے کہ مؤلفین[۳] کا ایک گروہ جو اس زمانے میں

---

(۱) محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسنی الکحلانی ثم الصنعانی۔ "سبل السلام شرح بلوغ المرام" کے مصنف ہیں اور ان کی اور بھی تصنیفات ہیں، صنعاء میں ۱۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ "الاعلام" (۳۸/۶).

(۲) "الاذاعة" (ص۱۱۴).

(۳) نمایاں شخصیتیں حسب ذیل ہیں: شیخ محمد رشید رضا "تفسیر المنار" (۴۹۹/۹-۵۰۴) محمد فرید وجدی "دائرۃ معارف القرن العشرین" (۴۸۰/۱۰). (۲۳۷/۳-۲۴۱)۔
احمد امین، "ضحی الاسلام" (۲۳۷/۳-۲۴۱) عبدالرحمٰن محمد عثمان "تحفة الاحوذی" کی تعلیق (۴۷۴/۶)، محمد عبداللہ عنان "مواقف حاسمة فی تاریخ الاسلام" (ص۳۵۹-۳۶۴).
محمد فہیم ابوعبیۃ "تعلیق النهایة /الفتن والملاحم" لابن کثیر (۳۷/۱) عبدالکریم الخطیب، "المسیح فی القرآن والتوراة والانجیل" (ص۵۳۹) شیخ عبداللہ بن زید آل محمود "لا مهدی ینتظر بعد الرسول ﷺ خیر البشر"۔ اور شیخ عبدالمحسن بن محمد العباد نے اپنی گرانقدر کتاب "الرد علی من کذب بالاحادیث الصحیحة الواردة فی المهدی" میں ان تمام علماء کرام کی تردید کی ہے اور مذکورہ لوگوں میں سے خاص طور پر شیخ ابن محمود کے رسالہ کو موضوع بحث بنایا ہے، اور اس میں جتنی باتیں حق وصواب سے دور تھیں ان کی وضاحت کی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ظاہر ہوا جو مہدی کے ظہور کا منکر اور ان کی احادیث کو متناقض اور باطل بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ مہدی صرف ایک افسانہ ہیں جسے شیعوں نے گڑھا ہے پھر وہ اہل سنت کی کتابوں میں داخل ہوگیا۔

ان میں سے بعض مؤلفین مورخ ابن خلدون[1] سے متاثر ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے مہدی کی احادیث کو ضعیف گردانا ہے حالانکہ ابن خلدون اس میدان کے شہ سواروں میں سے نہیں ہیں کہ ان کی بات تصحیح وتضعیف کے سلسلے میں قبول کی جائے۔ مستزاد یہ کہ انہوں نے مہدی کی بہت ساری احادیث کو پیش کرنے اور بہت سی اسانید پر اعتراض کرنے کے بعد فرمایا: یہ جملہ احادیث ہیں جن کی تخریج ائمہ نے مہدی کے احوال اور آخری زمانے میں ان کے خروج کے متعلق کی ہیں اور جیسا کہ آپ نے دیکھا ان میں سے تھوڑی یا بہت ہی تھوڑی نقد سے سلامت ہیں۔[2]

ان کی عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کچھ احادیث ان کے نقد سے سلامت رہی ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک بھی حدیث صحیح ہو تو وہ مہدی کے متعلق حجت کے اعتبار سے کافی ہوگی۔

جبکہ حالت یہ ہے کہ یہاں صحیح اور متواتر احادیث موجود ہیں، شیخ احمد شاکر ابن خلدون کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابن خلدون کو محدثین کا یہ قول صحیح طریقہ سے استعمال کرنا نہیں آیا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے، اگر وہ ان کے اقوال اور ان کی گہرائی

---

(۱) عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن خلدون ابوزید، ولی الدین الحضرمی الاشبیلی، اپنی اس کتاب سے مشہور ہوئے "العبر وديوان المبتدأ والخبر في تاريخ العرب والعجم والبربر" سات جلدوں میں طبع ہوئی جس میں اول مقدمہ ہے، اور ان کی متعدد تصنیفات اور اشعار ہیں تونس میں ان کی پرورش ہوئی اور مصر کی جانب سفر کیا، وہاں مالکیہ کے مسند قضاء پر متمکن ہوئے، قاہرہ میں ۸۰۸ھ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ "شذرات الذهب" (۷/۷۶۔۷۷)، "الاعلام" (۳/۳۳۰)۔

(۲) "مقدمة تاريخ ابن خلدون" جلد اول (ص ۵۷۴)۔

سے آگاہ ہوتے تو اس طرح کی کوئی بات نہ کہتے جیسی انہوں نے کہی ہے۔ اگر پڑھ لیا ہوتا تو جان گئے ہوتے لیکن انہوں نے اپنے زمانے کی سیاسی رائے سے مغلوب ہونے کی بنا پر مہدی کی احادیث کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے۔[1]

پھر انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ ابن خلدون نے اس فصل میں مہدی سے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے وہ سب اسماء الرجال اور نقد وعلل کے سلسلے میں غلطیوں سے پر ہیں اور ان کی جانب سے بایں طور معذرت کی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ غلطیاں ناسخین کی جانب سے ہوں اور **مصححین** کی لاپرواہی کا نتیجہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

اختصار کو ترجیح دیتے ہوئے میں یہاں پر مہدی سے متعلق صرف شیخ محمد رشید رضا کا کلام پیش کررہا ہوں اور یہ دیگر منکرین احادیث مہدی کا نمونہ ہے۔

آں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جہاں تک مہدی سے متعلق احادیث میں تعارض کا جو معاملہ ہے تو وہ بہت قوی اور بہت ظاہر ہے اور روایات کے درمیان جمع کرنا بہت دشوار ہے ان کا انکار کرنے والے اکثریت میں ہیں اور ان میں شبہ غالب ہے اسی لئے شیخین نے اپنی اپنی صحیح میں ان کی روایات میں سے کسی کو بھی قابل اعتناء نہیں سمجھا اور یہ احادیث اسلامی اقوام میں فتنوں اور فسادات کے بھڑکانے کا بہت بڑا سبب رہی ہیں۔[2]

پھر انہوں نے اپنے گمان کے مطابق احادیث مہدی کے تعارض اور ان کے بے وقعت ہونے کے نمونے پیش کئے ہیں۔

اسی ضمن میں فرماتے ہیں اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان کے نام اور ان کے والد کے نام کے سلسلے میں سب سے مشہور روایت یہ ہے کہ وہ محمد بن عبداللہ اور ایک روایت کے مطابق احمد بن عبداللہ ہے اور شیعہ امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ محمد بن حسن

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۱۹۷/۵-۱۹۸)۔

(۲) "تفسیر المنار" (۴۹۹/۹)

عسکری ہیں اور یہ دونوں ان کے گیارہویں اور بارہویں ائمہ معصومین میں سے ہیں اور ان کا لقب "الحجه" "القائم" "المنتظر" ہے اور کیسانیہ[1] کا خیال ہے کہ مہدی محمد بن حنفیہ ہیں اور وہ جبل رضوان میں زندہ اور مقیم ہیں۔[2]

فرماتے ہیں ان کے نسب کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اولاد حسن میں سے علوی فاطمی ہیں اور بعض روایات کے مطابق حضرت حسین کی اولاد میں سے ہیں اور یہ بات شیعہ امامیہ کے قول کے موافق ہے اور یہاں بہت سی احادیث ایسی بھی ہیں جو اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ وہ عباس کی اولاد میں سے ہوں گے۔[3]

پھر انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ کتب حدیث میں بہت سی اسرائیلی روایات داخل ہوگئیں ہیں اسی طرح مہدی کی احادیث کے وضع کرنے میں فارسی، عباسی اور علوی عصبیات کا بہت بڑا کردار رہا ہے اور ہر گروہ اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ انہیں میں سے ہوں گے اور مسلمانوں کو مدہوش رکھنے کے لئے یہودیوں اور فارسیوں نے ان روایات کو خوب رواج دے رکھا ہے تا کہ مسلمان مہدی کے ظہور پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دین کی تائید فرمائے گا اور عدل کو سارے جہاں میں عام کر دے گا۔[4]

شیخ رشید رضا کی بات کا جواب یہ ہے کہ خروج مہدی کی روایات صحیح اور معنوی اعتبار سے متواتر ہیں جیسا کہ سابقہ صفحات میں ان احادیث کا مجموعہ اور ان علماء کی تصریحات پیش کی جا چکی ہیں جنہوں نے ان کی صحت اور تواتر کو تسلیم کیا ہے، رہا یہ دعویٰ کہ شیخین نے روایات مہدی میں سے کسی روایت کو قابل اعتناء نہیں سمجھا تو ہمارا جواب

---

(۱) الکیسانیة، رافضہ کا یہ ایک فرقہ ہے یہ جھوٹے مختار بن ابی عبید ثقفی کے متبعین ہیں۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام کیسان کی جانب منسوب ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کیسان محمد بن الحنفیہ کا لقب ہے۔ "الفرق بين الفرق" (ص ۳۸) تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید۔

(۲) "تفسير المنار" (۵۰۱/۹)۔

(۳) "تفسير المنار" (۵۰۲/۹)۔

(۴) "تفسير المنار" (۵۰۱/۹۔۵۰۴)

یہ ہے کہ ساری کی ساری سنتیں فقط صحیحین ہی میں مدون نہیں ہیں بلکہ ان دونوں کے علاوہ دیگر سنن، مسانید اور معاجم وغیرہ دواوین حدیث میں بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ بخاری ومسلم نے ان تمام احادیث کے اخراج کا التزام نہیں کیا ہے جن پر صحیح کا حکم لگتا ہے کیونکہ ان دونوں نے ایسی بہت سی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جو ان کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ جیسا کہ ترمذی وغیرہ نے بخاری سے ایسی احادیث کی تصحیح نقل فرمائی ہے جو بخاری، مسلم کے یہاں نہیں ہیں بلکہ وہ سنن وغیرہ میں ہیں۔ (۱)

رہی یہ بات کہ احادیث میں بہت سی اسرائیلیات داخل ہو گئیں ہیں اور ان میں سے بعض شیعہ وغیرہ متعصبین کی وضع کردہ ہیں تو یہ بات صحیح ہے لیکن ائمہ حدیث نے صحیح اور غیر صحیح کی وضاحت کر دی ہے اور موضوعات اور ضعیف روایات کے بیان کرنے کے سلسلے میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور رجال پر حکم کے متعلق اس طرح دقیق قواعد وضع کئے ہیں کہ کوئی بھی جھوٹا یا صاحب بدعت ان کی گرفت سے نہیں بچ سکا، بلکہ انہوں نے اس کے معاملے کو ظاہر کر دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سنت (حدیث) کو کھلواڑ کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی متعصّبانہ روش کا شکار ہونے سے محفوظ کر دیا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس دین کی حفاظت کا انتظام ہے۔

اگر تعصب کی بنیاد پر مہدی کے متعلق کچھ روایات گھڑی گئی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ان کے متعلقہ صحیح روایات کو بھی چھوڑ دیں، جبکہ صحیح روایات میں ان کی صفات ان کا نام اور ان کے والد کا نام بتا دیا گیا ہے، لہٰذا جب کوئی شخص کسی انسان کو معین کر کے یہ کہے کہ یہ مہدی ہیں اور صحیح احادیث میں درج شدہ تفصیلات سے اس کی تائید نہ ہوتی ہو تو محض اس شخص کے دعوی کر دینے کی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ احادیث میں مہدی کی جو تفاصیل ذکر ہوئی ہیں ان کا بھی انکار کر دیا جائے۔

پھر حقیقی مہدی کو اس بات کی ضرورت نہیں ہوگی کہ کوئی ان کے لئے دعوت دے

---

(۱) ''الباعث الحثیث / شرح اختصار علوم الحدیث لابن کثیر'' (ص۲۵)

بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا لوگوں کے لئے ان کو ظاہر کردے گا اور وہ واضح علامات کے ذریعہ انہیں پہچان لیں گے۔ رہا تعارض کا دعویٰ تو یہ ان روایات کی وجہ سے پیدا ہوا ہے جو صحیح نہیں ہیں جبکہ الحمد للہ صحیح روایات میں کوئی تعارض نہیں پایا جاتا۔

نیز اہل سنت کے ساتھ شیعہ کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں اور حاکم' عادل' کتاب اور سنت صحیحہ ہیں، اور یہ جائز نہیں ہے کہ شیعوں کی خرافات واباطیل کو معیار بنا کر ثابت شدہ حدیث رسول ﷺ کو رد کردیا جائے۔

علامہ ابن قیم مہدی پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رہے امامیہ روافض تو ان کا ایک چوتھا قول یہ ہے کہ مہدی محمد بن حسن عسکری[1] منتظر ہیں جو حسین بن علی کی اولاد میں سے ہیں حسن کی اولاد میں سے نہیں ہیں، وہ شہروں میں حاضر ہیں نظروں سے غائب ہیں۔ جو عصا کا وارث بناتے ہیں اور انار کی کا خاتمہ کرتے ہیں، پانچ سو سال سے زائد عرصہ سے بچپن کی حالت میں سامرہ کی سرنگ میں داخل ہیں، پھر اس کے بعد کسی آنکھ نے انہیں نہیں دیکھا اور نہ ان کے بارے میں کسی خبر یا نشانی کا احساس ہوا، یہ لوگ (یعنی شیعہ) ہر دن ان کا انتظار کرتے ہیں اور گھوڑا لے کر سرنگ کے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں، اور انہیں پکارتے ہیں کہ وہ ان کی طرف نکل آئیں، نکلئے اے مولانا! نکلئے اے مولانا!

پھر حسرت ومحرومی لئے لوٹ جاتے ہیں یہی ان کی روش ہے اور یہی ان کے امام کی روش ہے۔ اور جس نے بھی کہی کیا اچھی بات کہی۔

ما آن لسر داب ان یلد الذی   کلمتموہ بجھلکم ما انا

فعلی عقولکم العفاء فانکم   ثلثتم العنقاء والغیلانا

---

(۱) اگر ان کے وجود کو تسلیم کیا جائے تو اس بنیاد پر ان کی ولادت ۲۵۶ھ اور وفات ۲۷۵ھ ہے، جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ان کے وجود ہی سے انکار کیا ہے۔

"منهاج السنة" (۱۳۱/۲)۔ اور" الاعلام" للزرکلی، (۸۰/۶)

ترجمہ : کیا ابھی سرداب (سرنگ) کے لئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ وہ اس شخصیت کو جنم دے جس سے تم نے اپنی جہالت کی وجہ سے گفتگو کی ہے ابھی وقت نہیں آیا؟
تمہاری عقلوں کی بربادی ہو کہ تم نے عنقاء اور غیلان کا تیسرا پیدا کر دیا (عنقاء اور غیلان کسی معدوم شی کی تمثیل میں پیش کئے جاتے ہیں)۔
یہ لوگ بنی آدم پر عار بن کر رہ گئے ہیں، ہنسی کا سامان ہیں کہ جن سے ہر عقل مند ہنستا ہے۔(۱)

حدیث: **لا مهدي الا عيسى بن مريم** (عیسٰی بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی نہیں) اور اس کا جواب:

بعض منکرین احادیث مہدی نے اس حدیث کو حجت بنایا ہے جسے ابن ماجہ اور حاکم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يزداد الامر الا شدة، ولا الدنيا الا ادبارا، ولا الناس الا شحا، ولا تقوم الساعة الا على شرار الناس، ولا المهدى الا عيسى بن مريم"۔(۲)

معاملے کی شدت بڑھتی ہی جائے گی اور دنیا صرف ادبار کی طرف جائے گی اور لوگوں کے اندر حرص و بخالت بڑھتی ہی جائیگی اور قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین لوگوں پر اور عیسٰی بن مریم کے سوا اور کوئی مہدی نہیں ہے۔

---

(۱) "المنار المنيف" (ص ۱۵۲-۱۵۳)۔

(۲) "سنن ابن ماجة" (۱۳۴۰/۲-۱۳۴۱)۔ و"مستدرك الحاكم" (۴۴۱/۴-۴۴۲)۔
حاکم فرماتے ہیں: اس حدیث کی جو علت مجھ تک پہنچی ہے اسی پر بطور تعجب میں نے اسے ذکر کیا ہے ورنہ مستدرک علی الشیخین، رضی اللہ عنہما میں اسے حجت کے طور پر داخل نہیں کیا ہے؛ اس مقام پر تو اس حدیث کے مقابلے میں حدیث سفیان کا بیان کرنا زیادہ مناسب ہے..... **عن عاصم بن بهدلة عن زر بن جيش عن عبدالله بن مسعود عن النبى ﷺ: قال: لا تذهب الايام والليالى حتى يملك (فذكر الحديث الى آخره، وقد سبق ذكره)**

ان کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کا مدار محمد بن خالد جندی پر ہے۔ان کے متعلق ذہبی فرماتے ہیں: ازدی نے کہا یہ منکر الحدیث ہیں اور ابوعبداللہ حاکم نے فرمایا مجہول ہیں، میں (یعنی ذہبی) کہتا ہوں: ان کی حدیث: ''عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں'' خبر منکر ہے اس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے۔[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے ابو محمد بن ولید بغدادی وغیرہ نے اس پر اعتماد کیا ہے حالانکہ یہ ان احادیث میں سے نہیں ہے جن پر اعتماد کیا جاتا ہے، اسے ابن ماجہ نے یونس سے بواسطہ شافعی روایت کیا ہے اور شافعی نے اہل یمن میں سے کسی شخص سے اسے روایت کیا ہے جسے محمد بن خالد جندی کہا جاتا ہے، یہ شخص ان لوگوں میں سے نہیں ہے، جنہیں حجت بنایا جاتا ہے، اور یہ حدیث مسند شافعی میں موجود نہیں ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ تو شافعی نے اس حدیث کو جندی سے سنا ہے نہ یونس نے اسے شافعی سے سنا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ مجہول ہیں۔[3]

اور حافظ ابن کثیر نے اس سلسلے میں مخالفت کی ہے، چنانچہ وہ اس ضمن میں فرماتے ہیں: یہ حدیث محمد بن خالد جندی صنعانی المؤذن شیخ شافعی کی حدیث سے مشہور ہے۔اور اس حدیث کو ان سے کئی لوگوں نے روایت کیا ہے اور وہ مجہول نہیں ہیں جیسا کہ حاکم کا گمان ہے، بلکہ ابن معین سے یہ روایت ملتی ہے کہ انہوں نے جندی کو ثقہ کہا ہے۔البتہ کچھ ایسے رواۃ ہیں جنہوں نے اس حدیث کو ان سے بواسطہ ابان بن ابی عیاش بواسطہ حسن بصری مرسلا بیان کیا ہے، اور ہمارے شیخ نے ''**التھذیب**''[4] میں بعض لوگوں

---

(۱) ''میزان الاعتدال'' (۳/۵۳۵)۔

(۲) ''منهاج السنة النبوية'' (۴/۲۱۱)

(۳) ''تقريب التهذيب'' (۲/۱۵۷)۔

(۴) ''تهذيب الكمال في اسماء الرجال'' (۳/۱۱۹۳-۱۱۹۴)۔

کے واسطے سے بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے خواب میں امام شافعی کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ یونس بن عبدالاعلی صوفی نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے یہ میری احادیث میں سے نہیں ہے، میں (ابن کثیر) کہتا ہوں: یونس بن عبدالاعلی صدفی ثقات میں سے ہیں محض خواب کی وجہ سے انہیں مطعون نہیں گردانا جا سکتا۔ ویسے یہ حدیث یونہی دیکھنے میں ان احادیث کے مخالف نظر آتی ہے جو ہم نے غیر عیسیٰ بن مریم کے مہدی ہونے کے اثبات میں بیان کی ہے، یا تو ان کے نزول سے قبل جیسا کہ زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ یا ان کے نزول کے بعد، حالانکہ غور وتامل کے وقت ان دونوں میں کوئی منافات نہیں پائی جاتی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ صحیح معنوں میں پورے پورے مہدی تو عیسیٰ بن مریم ہی ہیں اور یہ چیز اس بات کی منافی نہیں ہے کہ ان کے علاوہ بھی کوئی مہدی ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱)

ابوعبداللہ قرطبی فرماتے ہیں "اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس قول: "عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے" اس سے مراد یہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی کامل ومعصوم مہدی نہیں ہے، اس طریقے سے احادیث کے درمیان تو افق پیدا ہو جاتا ہے اور تعارض رفع ہو جاتا ہے۔ (۲)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ثبوت کا احتمال فرض ہی کر لیا جائے تو بھی یہ حدیث ان بہت ساری احادیث کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی جو مہدی کے متعلق ثابت ہیں اور وہ احادیث سند کے اعتبار سے اس حدیث کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہیں جس کے متعلق ثبوت اور عدم ثبوت کے سلسلے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ واللہ اعلم۔



---

(۱) "النهاية /الفتن والملاحم" (۱/۳۲)۔

(۲) "التذكرة في احوال الموتى وامور الآخرة" (ص ۶۱۷)۔

دوسری فصل

مسیح دجال

مسیح کا معنی:

ابوعبداللہ قرطبی نے اس لفظ کے اشتقاق میں تئیس اقوال بیان کئے ہیں[1] اور صاحب قاموس نے یہ سلسلہ پچاس اقوال تک پہنچا دیا ہے[2] اس لفظ کا اطلاق حد درجہ سچے پر بھی ہوتا ہے اور حد درجہ گمراہ اور کذاب جھوٹے پر بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام: صدیق (حد درجہ سچے) اور مسیح دجال حد درجہ گمراہ اور جھوٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دو مسیحوں کو پیدا فرمایا ہے جن میں سے ایک دوسرے کی ضد ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام تو مسیح ہدایت ہیں اللہ کی اجازت سے اندھوں اور برص زدہ لوگوں کو ٹھیک کرتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرتے ہیں، اور دجال ۔لعنہ اللہ۔ مسیح ضلالت (گمراہی) ہے، ان نشانیوں کے ذریعہ جو اسے ملی ہیں لوگوں کو فتنے میں ڈال دے گا، جیسے بارش کا برسانا، زمین کو سبزے اگا کر زندہ کر دینا اور دیگر خوارق۔ دجال کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے، اس کی ایک آنکھ خراب ہوگی یا پھر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ چالیس دن میں ساری روئے زمین کو طے کرلے گا۔[3]

پہلا قول راجح ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ:

---

(۱) ''التذکرۃ''(ص۶۷۹).

(۲) ''ترتیب القاموس ''(۲۳۹/۴).صاحب قاموس نے ان تمام اقوال کو اپنی کتاب ''شرح مشارق الانوار''وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) ''النھایۃ فی غریب الحدیث ''(۳۲۶/۴۔۳۲۷).و''لسان العرب ''(۵۹۴/۲۔ ۵۹۵)

"ان الدجال ممسوح العین"۔ (۱)

دجال ممسوح العین (خراب) آنکھ والا ہوگا۔

دجال کا معنی:

دجال کا لفظ عربوں کے قول "دجل البعیر" سے ماخوذ ہے، یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ کو تارکول سے طلا کیا جاتا ہے اور اس کے پورے جسم پر اس کی لیپ کر دی جاتی ہے۔ (۲)

دجل کی اصل: اس کا معنی خلط ملط کرنے کے ہیں، جب گھلا ملا دیا جائے اور خلط ملط کر دیا جائے تو کہا جاتا ہے دَجَلَ۔

دجال کے معنی خلط ملط کر دینے والا، جھوٹا، شاطر، نوسر باز، یہ فعال کے وزن پر مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے، یعنی اس سے جھوٹ اور تلبیس (۳) کا خوب صدور ہوتا ہے، اس کی جمع دجالون ہے اور امام مالک نے اس کی جمع میں دجاجلہ استعمال کیا ہے یہ جمع تکسیر ہے۔ (۴)

قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ دجال کا لغت میں دس وجوہ پر اطلاق ہوتا ہے (۵)

دجال کا لفظ جھوٹے کانے مسیح کا علَم بن گیا ہے چنانچہ جب دجال کہا جاتا ہے تو ذہن میں اس کے سوا کوئی نہیں آتا۔

دجال کو دجال اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق کو باطل کے ذریعہ ڈھانپ دے گا یا اس وجہ سے کہ وہ اپنے جھوٹ، تلبیس اور شاطرانہ چالوں کی وجہ سے اپنے کفر کو لوگوں سے چھپا لے گا اور یہ بھی وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی بھاری جمعیت کی وجہ سے حقیقت کو چھپا لے گا۔ (۶)- واللہ اعلم۔

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر الدجال، (۶۱/۱۸)

(۲) "لسان العرب" (۲۳۶/۱۱)، "ترتیب القاموس" (۱۵۲/۲)۔

(۳) "النهاية فی غریب الحدیث" (۱۰۲/۲)۔

(۴) "لسان العرب" (۲۳۶/۱۱)۔ (۵) "التذکرة" (ص ۶۵۸)۔

(۶) "لسان العرب" (۲۳۶/۱۱۔ ۲۳۷) اور "ترتیب القاموس" (۱۵۲/۲)

دجال کی صفت اور اس سلسلے میں وارد احادیث:

دجال اولاد آدم میں سے ہے اس کی بہت سی صفات ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں تا کہ لوگ اسے پہچان لیں اور اس کے شر سے ہوشیار رہیں، یہاں تک کہ جب وہ نکلے تو مومن لوگ اسے پہچان جائیں اور اس کے فتنے کا شکار نہ ہوں، بلکہ ان صفات سے آگاہ رہیں جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دے رکھی ہے اور یہ صفات اسے دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دیں گی ،لہٰذا اس سے صرف وہی جاہل ہی دھوکہ کھا سکتا ہے جس پر بدبختی متعین ہو چکی ہو، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔

انہیں صفات میں سے یہ ہے کہ: وہ مرد ہوگا، جوان ہوگا، سرخ ہوگا، پستہ قد ہوگا، کشادہ پیشانی والا، چوڑے سینے والا ہوگا، اس کی دا ہنی آنکھ خراب ہوگی، یہ آنکھ نہ تو ابھری اور پھولی ہوئی ہوگی نہ ہی اندر کو دھنسی ہوئی ہوگی بلکہ ایسی ہوگی گویا کہ وہ خراب اور پچکا ہوا انگور ہے اور اس کی بائیں آنکھ پر موٹا ناخونہ ہوگا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان حروف مقطعہ میں (ک ف ر) یا بغیر تقطیع کے کافر لکھا ہوگا، اسے ہر مسلمان پڑھ لے گا خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اور اس کی صفات میں سے یہ ہے کہ وہ بانجھ ہوگا اس کی اولاد نہ ہوگی۔

ذیل میں چند صحیح احادیث درج کی جارہی ہیں جن میں اس کی سابقہ صفات کا ذکر آیا ہے اور یہ سب ظہور دجال کے دلائل ہیں۔

١ — عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال: "بينا انا نائم اطوف بالبيت... (فذكر انه رأى عيسى بن مريم عليه السلام، ثم رأى الدجال، فوصفه، فقال): فاذا رجل جسيم، احمر، جعد الراس، اعور العين، كأن عينه عنبة طافئة: قالوا هذا الدجال اقرب الناس به شبها ابن قطن:[1] رجل من خزاعة.

---

(١) ابن قطن، اس کا نام عبدالعزی بن قطن بن عمرو الخزاعی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ خزاعہ کے بنو مصطلق قبیلہ سے تھا۔ اور اس کی ماں ہالہ بنت خویلد ہے جس کی صحبت ثابت نہیں ہے جاہلیت =

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اثناء میں کہ میں سوتے ہوئے کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہوں (پھر فرمایا کہ انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا پھر دجال کو دیکھا پھر اس کا وصف بیان فرمایا)، وہ ایک بھاری بھرکم جسامت والا ہے، سرخ ہے، گھونگریالے بالوں والا ہے، کانا ہے، گویا کہ اس کی آنکھ پچکا ہوا خراب انگور ہے، لوگوں نے کہا کہ اس دجال کے سب سے زیادہ مشابہ تو خزاعہ کا ایک شخص[1] ابن قطن ہے۔

۲—وعن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ ذكر الدجال بين ظهرانی الناس، فقال: "ان الله تعالىٰ ليس بأعور، الا وان المسيح الدجال اعور العين اليمنى: كان عينه عنبة طافية".[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے' آگاہ رہو کہ دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے گویا کہ اس کی آنکھ پچکا ہوا خراب انگور ہے۔

۳— وفی حديث النواس بن سمعان: قال ﷺ فی وصف الدجال: "انه شاب، قطط، عينه طافية، كأنی اشبهه بعبد

= میں ہلاک ہوئی، اور یہ جو ذکر ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا اس کی مشابہت مجھے نقصان پہنچائے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں تم مسلم ہو اور وہ کافر ہے"، تو یہ زیادتی احمد کے نزدیک مسعودی کی روایت سے ضعیف ہے اور یہ حدیث ان کے ذہن میں دوسری حدیث کے ساتھ گڈمڈ ہوگئی ہے۔

دیکھئے "تعليق احمد شاكر على مسند احمد" (۱۵/۳۰-۳۱). اور "الاصابة فی تمييز الصحابة" (۴/۲۳۹). و "فتح البارى" (۶/۴۸۸-۱۳/۱۰۱).

(۱) "صحيح بخارى" كتاب الفتن، باب ذكر الدجال، (۱۳/۹۰-مع الفتح) و "صحيح مسلم" كتاب الايمان، باب ذكر المسيح ابن مريم عليه السلام والمسيح الدجال، (۲/۲۳۷-مع شرح النووی).

(۲) "صحیح بخاری" كتاب الفتن، باب ذكر الدجال، (۱۳/۹۰) و "صحیح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال، (۱۸/۵۹).

العزی بن قطن"۔(۱)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے وصف میں بیان فرمایا: وہ جوان ہے، سخت گھنگھریالے بالوں والا ہے، اس کی آنکھ خراب ہے، مجھے ایسا لگتا ہے کہ عبدالعزیٰ ابن قطن کے مشابہ ہے۔

۴- وفی حدیث عبادة بن الصامت: قال رسول الله ﷺ: "ان مسیح الدجال رجل، قصیر، افجع، جعد، اعور، مطموس العین، لیس بناتئة ولا جحراء، فان البس علیکم، فاعلموا ان ربکم لیس باعور"۔(۲)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسیح دجال مرد ہے، پستہ قد ہے، گھنگھریالے بالوں والا ہے، کانا ہے، دبی ہوئی آنکھ والا ہے، نہ تو وہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ تو اندر کو دھنسی ہوئی، اگر تمہیں کچھ التباس ہو جائے تو یہ جان رکھو کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔

۵- وفی حدیث ابی هریرة: قال رسول الله: "واما مسیح الضلالة: فانه اعور العین، اجلی الجبهة، عریض النحر، فیه دفأ"۔(۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک بات مسیح ضلالت (گمراہی) کی ہے تو وہ کانا ہے، کشادہ پیشانی والا ہے، چوڑے سینے والا ہے، اس میں کچھ ٹیڑھا پن ہوگا۔

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر الدجال، (۶۵/۱۸)۔

(۲) "سنن ابی داؤد" (۳۴۳/۱۱) حدیث صحیح ہے۔ "صحیح الجامع الصغیر" (۳۱۷/۲ـ۳۱۸) (۲۴۵۵ح)

(۳) "مسند احمد" (۲۸/۱۵ـ۳۰)۔ اور اس کی سند صحیح ابن کثیر نے حسن کہا ہے۔ "النهایة/الفتن والملاحم" (۱۳۰/۱)۔

٦- وفي حديث حذيفة رضي الله عنه: قال ﷺ: "الدجال اعور العين اليسرى، جفال الشعر".[١]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دجال بائیں آنکھ کا کانا ہوگا، ڈھیر سارے بالوں والا ہوگا۔

٧- وفي حديث انسؓ: قال ﷺ: "وان بين عينيه مكتوب كافر".[٢]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔

وفي رواية: "ثم تهجاها (ك ف ر) ؛ يقرؤه كل مسلم".[٣]

اور ایک روایت میں ہے کہ پھر اس کی ہجے فرمائے (ک،ف،ر) اسے ہر مسلمان پڑھے گا۔

وفي رواية عن حذيفة: "يقرؤه كل مؤمن كاتب وغير كاتب".[٤]

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اسے ہر مومن پڑھے گا خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو۔

یہ کتابت بالکل ظاہری طور سے حقیقی ہوگی[٥] اور اس میں کوئی اشکال نہیں پایا جاتا کہ کچھ لوگ اسے دیکھیں گے اور کچھ لوگ نہیں دیکھ پائیں گے، اور ان پڑھ آدمی اسے

---

(١) ''صحیح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال، (١٨/٦٠-٦١).

(٢) ''صحیح بخاری'' كتاب الفتن، باب ذكر الدجال، (١٣/٩١). و''صحیح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال، (١٨/٥٩).

(٣) ''صحیح مسلم'' كتاب الفتن، باب ذكر الدجال، (١٨/٥٩).

(٤) ''صحیح مسلم'' (١٨/٦١).

(٥) برخلاف ان لوگوں کے جنہوں نے کہا کہ یہ حادث ہونے کی علامت کے طور پر مجازاً بولا گیا ہے؛ کیونکہ یہ ایک کمزور مذہب ہے۔ ''شرح النووی لمسلم'' (١٨/٦٠-٦١). و''فتح الباری'' (١٣/١٠٠).

پڑھے گا، کیونکہ بندے کے لئے آنکھ میں ادراک اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے جس طرح چاہے اور جب چاہے، چنانچہ مومن اسے اپنی آنکھ کی بصارت سے دیکھ لے گا اگر چہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، اور کافر اسے نہیں دیکھ سکے گا اگر چہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو۔ جیسا کہ مومن اپنی بصیرت کی آنکھ سے دلائل کو دیکھ لیتا ہے جب کہ کافر انہیں نہیں دیکھ پاتا، یہ تو اللہ تعالیٰ مومن کے اندر بغیر سیکھے ہوئے ادراک پیدا کردے گا، کیونکہ وہ زمانہ خرق عادات کا ہوگا (یعنی خلاف معلوم چیزوں کے ظہور کا زمانہ ہوگا)۔[1]

امام نوویؒ فرماتے ہیں: صحیح وہی ہے جس پر محدثین ہیں کہ کتابت ظاہری ہوگی اور حقیقی کتابت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان جملہ علامات میں سے ایک آیت اور نشانی بنا رکھا ہے جو اس کے کفر وکذب اور باطل ہونے پر دلیل قاطع ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر مومن کیلئے ظاہر کردیگا خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور ان لوگوں سے اسے پوشیدہ رکھے گا جن کی بدبختی اور فتنہ چاہتا ہوگا اور یہ بات اسلئے کوئی محال نہیں ہے۔[2]

۸ – ومن صفاته ايضا ما جاء في حديث فاطمة بنت قيسؓ في قصة الجساسة، وفيه قال تميمؓ: "فانطلقنا سراعا، حتى دخلنا الدير، فاذا فيه اعظم انسان رأيناه قط، واشده وثاقا"۔[3]

اس کی صفات میں سے وہ بھی ہے جو جساسہ کے قصے کے ضمن میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تیز چلے یہاں تک کہ معبد میں داخل ہو گئے اچانک ہم نے اس میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مضبوط بندشوں

---

(۱) ''فتح الباری'' (۱۳/۱۰۰)۔

(۲) ''شرح النووی لصحیح مسلم'' (۱۸/۶۰)۔

(۳) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعة، باب قصة الجساسة، (۱۸/۸۱)۔

میں جکڑا ہوا انسان دیکھا۔

۹ – فی حدیث عمران بن حصین: قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: "ما بین خلق آدم الی قیام الساعة خلق اکبر من الدجال".(۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آدم کی پیدائش سے لیکر قیام قیامت تک دجال سے بڑی کوئی مخلوق نہیں ہے۔

۱۰- جہاں تک دجال کے لاولد ہونے کی بات ہے تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کا جو واقعہ ابن صیاد کے ساتھ گزرا ہے اس میں ہے کہ ابن صیاد نے ابوسعید سے کہا:

"ألست سمعت رسول الله ﷺ یقول: انه لا یولد له؟ قال: قلت: بلی".(۲)

کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ لاولد ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے سنا ہے۔

سابقہ روایات میں ایک بات زیر ملاحظہ آئی ہے کہ ان میں سے بعض میں تو اس کی داہنی آنکھ کو خرابی سے موصوف کیا گیا ہے اور بعض روایات میں اس کی بائیں آنکھ کو خرابی سے موصوف کیا گیا ہے جبکہ دونوں قسم کی روایات صحیح ہیں اس وجہ سے اشکال پیدا ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ صحیحین میں ابن عمر کی حدیث جس میں اس کی داہنی آنکھ کو خرابی سے موصوف کیا گیا ہے مسلم کی اس روایت کے مقابلے میں راجح ہے جس میں اس کی بائیں آنکھ کو خرابی سے موصوف قرار دیا گیا ہے کیونکہ متفق علیہ حدیث

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن، باب فی بقیة من احادیث الدجال، (۸۶/۱۸-۸۷).

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن، باب ذکر ابن صیاد، (۵۰/۱۸).

دوسری احادیث کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتی ہے۔[1]

اور قاضی عیاض کی رائے یہ ہے کہ دجال کی دونوں آنکھیں عیب دار ہونگی کیونکہ تمام کی تمام روایات صحیح ہیں اور وہ آنکھ جو بے نور اور کانی ہوگی جس کی روشنی چلی گئی ہوگی وہ داہنی آنکھ ہوگی جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے۔ اور بائیں آنکھ جس پر گاڑھا ناخونہ ہوگا اور وہ پھولی ہوئی ہوگی وہ بھی عیب دار ہی ہوگی، لہٰذا اس کی دائیں اور بائیں دونوں ہی آنکھیں خراب ہوں گی اور ان میں سے ہر ایک عیب دار ہوگی، کیونکہ ہر چیز میں اعور اس کو کہا جاتا ہے جو عیب دار ہوتی ہے، بالخصوص جو آنکھ کے ساتھ مخصوص ہو، چنانچہ دجال کی دونوں آنکھیں عیب دار اور خراب ہوں گی، ایک تو بالکل ہی ختم ہو جانے کی وجہ سے اور ایک عیب دار ہونے کی وجہ سے۔

امام نووی نے جمع کی صورت کے سلسلے میں فرمایا کہ یہ انتہائی حسین ہے۔[2]

اور ابوعبداللہ قرطبی نے اسے راجح قرار دیا ہے۔[3]

کیا دجال زندہ ہے؟ کیا دجال نبی ﷺ کے زمانے میں موجود تھا؟

ان دونوں سوالوں کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ ہمیں ابن صیاد کا حال معلوم ہو جائے، آیا دجال وہی ہے یا پھر کوئی دوسرا ؟

اگر دجال ابن صیاد کے علاوہ کوئی اور ہے تو کیا وہ اپنے فتنے کے اظہار سے پہلے سے موجود ہے یا نہیں؟

ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے ہم ابن صیاد کا تعارف کراتے ہیں:

ابن صیاد:

اس کا نام صافی ہے اور کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن صیاد یا صائد۔[4]

اس کا تعلق یہود مدینہ سے تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا تعلق انصار سے تھا وہ

---

(۱) ''فتح الباری''(۹۷/۱۳)۔ (۲)''شرح النووی لمسلم''(۲۳۵/۲).

(۳) ''التـذکرة''(ص۶۶۳). (۴)''فتح الباری''(۲۲۰/۳،۶/۱۶۴).و''عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری''(۱۷۰/۸و۱۴/۲۷۸۔۳۰۳). و''النهاية /الفتن والملاحم''(۱۲۸/۱).و''شرح =

نبی ﷺ کی مدینے میں آمد کے وقت چھوٹا تھا۔

حافظ ابن کثیر نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اس کے لڑکے عمارہ سادات تابعین میں سے تھے۔ امام مالک وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ (۱)

امام ذہبی نے اپنی کتاب ''**تجرید اسماء الصحابة**'' میں اس شخص کی سوانح لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''عبداللہ بن صیاد'' ابن شاہین نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲) اور فرمایا کہ یہ ابن صائد ہے، اس کا باپ یہودی تھا، عبداللہ مختون (ختنہ کیا ہوا) اور کانا پیدا ہوا تھا، اسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دجال ہے، پھر اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس طرح وہ ایسا تابعی بنا جسے نبی ﷺ کی رویت حاصل ہے۔ (۳)

حافظ ابن حجر نے ''الاصابہ'' میں اس کی سوانح لکھی ہے اور وہی لکھا ہے جو ذہبی نے لکھا ہے پھر فرمایا کہ اس کی اولاد میں سے عمارہ بن عبداللہ بن صیاد ہیں اور یہ پسندیدہ مسلمانوں میں سے تھے اور سعید بن مسیّب کے شاگردوں میں سے ہیں اور امام مالک وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ پھر حافظ ابن حجر نے ابن صیاد کے متعلق بہت سی احادیث بیان فرمائی ہیں جن کا ذکر بعد میں آنے والا ہے۔

پھر فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ ابن صیاد کے صحابہ میں ذکر کرنے کا کوئی معنی نہیں کیونکہ اگر وہ دجال تھا تو ہرگز صحابی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ وہ کافر مرے گا۔ اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو وہ نبی ﷺ سے ملاقات کے وقت مسلمان نہیں تھا۔ (۴)

= النووی لمسلم ''(۱۸/۴۶) و''عون المعبود''(۱۱/۴۷۸) و''اتحاف الجماعة'' (۲/۶۳-۶۴) و''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح''(ص۱۸۳-۱۸۵).

(۱) 'النهاية ،/الفتن والملاحم''(۱/۱۲۸).

(۲) حافظ ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین البغدادی، واعظ، مفسر، متبحر عالم اور حفاظ حدیث میں سے تھے، ان کی متعدد مصنفات ہیں، زیادہ تر تفسیر و تاریخ میں ہیں، ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ ''شذرات الذهب''(۳/۱۱۷) و''الاعلام''(۵/۴۰)

(۳) ''تجرید اسماء الصحابة''(۱/۳۱۹)(رقم:۳۳۶۶)

(۴) ''الاصابة فی تمییز الصحابة''(۳/۱۳۳)(رقم:۶۶۰۹) طبع اول مصر۔

لیکن اگر بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا تھا تو وہ ایسا تابعی بھی ہے جسے رویت حاصل ہے جیسا کہ امام ذہبی نے فرمایا ہے:

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''**تهذيب التهذيب**'' میں عمارہ بن صیاد کے حالات زندگی کو رقم کیا ہے وہ فرماتے ہیں: عمارہ بن عبداللہ بن صیاد انصاری ابو ایوب مدنی ہیں انہوں نے جابر بن عبداللہ، سعید بن میسّب اور عطاء بن یسار سے روایت کی ہے اور ان سے ضحاک بن عثمان خزامی اور مالک بن انس وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ابن معین اور نسائی نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں اور ابو حاتم نے فرمایا کہ وہ صالح الحدیث ہیں اور ابن سعد نے فرمایا کہ وہ ثقہ اور قلیل الحدیث تھے۔

اور مالک بن انس کسی بھی شخص کو فضیلت میں ان سے مقدم نہیں رکھتے تھے، اور یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ بنی اصیہب بن نجار ہیں پھر بنی نجار نے انہیں دور کر دیا لہٰذا آج وہ لوگ بنی مالک بن نجار کے حلیف ہیں اور یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کا تعلق کس سے ہے۔ (۱)

اس کے احوال:

ابن صیاد ایک دجال تھا اور کبھی کبھی کہانت کیا کرتا تھا، اس کی باتیں سچی بھی ہو جاتی تھیں اور جھوٹی بھی ہوتی تھیں، چنانچہ لوگوں میں اس کی خبر پھیل گئی تھی اور یہ مشہور ہو گیا تھا کہ وہ دجال ہے جیسا کہ نبی ﷺ کی آزمائش کے ضمن میں اس کا ذکر آنیوالا ہے۔

نبی ﷺ کا اس کی آزمائش کرنا:

جب ابن صیاد کا معاملہ لوگوں کے درمیان موضوع بحث بن گیا اور یہ خبر پھیل گئی کہ وہ دجال ہے تو نبی ﷺ نے اس کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کا اور اس کے معاملہ کو واضح کرنے کا ارادہ فرمایا، چنانچہ آپ خفیہ طور پر اس کی طرف جانے لگے تا کہ ابن صیاد کو خبر نہ ہو سکے، آپ کو یہ امید تھی کہ شاید اس کی کوئی بات سن سکیں، اور آپ اس سے کچھ سوالات کریں تا کہ اس کی حقیقت منکشف ہو سکے۔

---

(۱) ''تهذيب التهذيب'' (۴۱۸/۷) (رقم:۶۸۱).

ففی الحدیث عن ابن عمرؓ:ان عمر انطلق مع النبیﷺ فی رهط قبل ابن صیاد، حتی وجدوه یلعب مع الصبیان عند اطم بن مغالة[1]، وقد قارب ابن صیاد الحلم، فلم یشعر حتی ضرب النبیﷺ بیده، ثم قال لابن صیاد: "تشهد انی رسول الله؟". فنظر الیه ابن صیاد، فقال: اشهد انك رسول الامیین. فقال ابن صیاد للنبیﷺ: اتشهد انی رسول الله؟ فرفضه، وقال: "آمنت بالله وبرسله". فقال له: "ما تری؟". قال ابن صیاد: یاتینی صادق وکاذب. فقال النبیﷺ: "خلط علیك الامر". ثم قال له النبیﷺ: "انی خبأت لك خبیئا؟". فقال ابن صیاد: هو الدخ. فقال: "اخسأ فلن تعدو قدرك". فقال عمرؓ :د عنی یا رسول الله اضرب عنقه. فقال النبیﷺ: "ان یکنه؛ فلن تسلط علیه، وان لم یکنه؛ فلا خیر لك فی قتله"۔[2]

وفی روایة ان النبیﷺ قال له: "ما تری؟". قال: اری عرشا علی الماء. فقال رسول اللهﷺ: "تری عرش ابلیس علی البحر، وما تری؟". قال: أری صادقین وکاذبا، او کاذبین وصادقا. فقال رسول اللهﷺ: "لبس علیه ،دعوه"۔[3]

وقال ابن عمرؓ: انطلق بعد ذلك رسول اللهﷺ وابی بن کعب الی النخل التی فیها ابن صیاد، وهو یختل ان یسمع من ابن

---

(۱) مغالة،انصاریوں کی ایک شاخ ہے۔ "فتح الباری: (۳/۲۲۰)۔

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه وهل یعرض علی الصبی الاسلام؟ (۳/۳۱۸)۔

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر ابن صیاد، (۱۸/۴۹۔۵۰)

صیاد شیئا قبل ان یراه ابن صیاد، فرآه النبیﷺ وهو مضطجع – یعنی: فی قطیفة له فیها رمزة او زمرة – فرأت ام ابن صیاد رسول اللهﷺ وهو یتقی بجذوع النخل، فقالت لابن صیاد: یا صاف – وهو اسم ابن صیاد –! هذا محمد ﷺ. فثار ابن صیاد، فقال النبیﷺ: "لو ترکته بین". (۱)

حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ ایک جماعت کی معیت میں ابن صیاد کی جانب چلے، ان لوگوں نے اسے بنی مغالہ کے قلعہ کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا، اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب پہنچ چکا تھا، اسے ان لوگوں کی آمد کی خبر نہیں ہوسکی یہاں تک کہ نبی ﷺ نے اس کے ہاتھ پر مارا، پھر فرمایا: ابن صیاد کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تب ابن صیاد نے آپ کی جانب دیکھا اور کہنے لگا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں۔ تب ابن صیاد نے نبی ﷺ سے کہا: کیا آپ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ نے اس کے سوال کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں، پھر آپ نے اس سے پوچھا تم کیا دیکھتے ہو؟ ابن صیاد نے جواب دیا: میرے پاس سچا اور جھوٹا آتا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے ساتھ معاملہ خلط ملط ہوگیا ہے۔

پھر نبی ﷺ نے اس سے کہا میں نے تیرے لئے کچھ چھپا رکھا ہے، ابن صیاد نے کہا: وہ ''دخ'' ہے (یعنی کاہنوں کے طریقہ کار کے مطابق اس نے دخان بمعنی دھواں کے لفظ کو کاٹ کر دخ کہا)۔ آپ نے فرمایا: دور ہوتو اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکے گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! مجھے موقع

---

(۱) ''صحیح بخاری'' کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه ؟ (۳۱۸/۳).

دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ وہی ہوگا تو اس پر تمہارا قابونہیں چل سکے گا اوراگر یہ وہ (یعنی دجال) نہیں ہے تو اس کے قتل کرنے میں تمہارے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: تو کیا دیکھتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں پانی پر عرش دیکھتا ہوں، تو رسول ﷺ نے فرمایا: تو سمندر پر ابلیس کا عرش دیکھتا ہے، اور کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا میں سچوں اور جھوٹے یا جھوٹوں اور سچے کو دیکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے التباس ہو گیا ہے اسے چھوڑ دو۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور ابی ابن کعب کھجوروں کے اس باغ کی طرف گئے جہاں ابن صیاد رہتا تھا، اور قبل اس کے کہ ابن صیاد آپ کو دیکھ پاتا آپ چپکے سے اس کی کوئی بات سن لینا چاہتے تھے، چنانچہ نبی ﷺ نے اسے لیٹے ہوئے دیکھا یعنی وہ اپنی ایک چادر میں لپٹا ہوا تھا جس سے اشارہ یا آواز آرہی تھی' ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو کھجوروں کی آڑ میں بچتے بچاتے آتے ہوئے دیکھ لیا' اس نے ابن صیاد سے کہا اے صاف! یہ ابن صیاد کا نام ہے' یہ دیکھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو ابن صیاد ہڑ بڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اگر اس نے اسے چھوڑ دیا ہوتا تو کھل جاتا۔

وقال ابو ذرؓ:كان رسول الله ﷺ بعثني الى امه: قال: "سلها كم حملت به؟". فأتيتها، فسألتها، فقالت: حملت به اثنى عشر شهرا. قال: ثم ارسلني اليها، فقال: "سلها عن صيحته حين وقع؟". قال: فرجعت اليها، فسألتها، فقالت: صاح صيحة الصبي ابن شهر. ثم قال له رسول الله ﷺ: "اني قد خبأت لك خبئا". قال: خبأت لي خطم شاة عفراء والدخان. قال: فاراد

ان يقول الدخان، فلم يستطع، فقال: الدخ، الدخ".[1]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کی ماں کے پاس بھیجا تھا، آپ نے فرمایا کہ اس سے یہ پوچھنا کہ اس نے کتنے سال، پیٹ میں رکھا تھا؟ چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا، اس نے جواب دیا کہ میں نے بارہ مہینے اسے پیٹ میں رکھا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس سے پوچھنا کہ جب وہ پیدا ہوا تھا تو اس کی چیخ کیسی تھی؟ پھر میں اس کے پاس پلٹا اور اس سے پوچھا، تو اس نے جواب دیا کہ وہ ایک ماہ کے بچے کی طرح چیخا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: میں نے تیرے لئے کچھ چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے میرے لئے بھوری بکری کی ناک کا اگلا حصہ اور دھواں چھپا رکھا ہے۔ فرماتے ہیں اس نے دخان (دھواں) کہنے کا ارادہ کیا لیکن نہیں کہہ سکا، کہنے لگا: دخ دخ (یعنی پورا لفظ نہیں ادا کر سکا بلکہ نصف لفظ ہی اس کے منہ سے نکلتا رہا)۔

نبی ﷺ نے دخان (دھواں) کے ذریعہ اس کی آزمائش اس لئے کی تاکہ اس کے حقیقت امر پر آگاہی حاصل کی جاسکے، دخان سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کا قول:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ٥ (الدخان: ١٠) ہے۔

فقد وقع في رواية ابن عمر عند الامام احمد: "اني قد خبأت لك خبيئا، وخبأله: يوم تأتي السماء بدخان مبين".[2]

چنانچہ مسند احمد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ جملہ ہے کہ میں نے

---

(۱) مسند احمد (۱۴۸/۵)۔ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے "فتح الباری" (۳۲۵/۱۳) ہیثمی نے کہا کہ اس کو احمد، بزار، اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، احمد کے رجال صحیح ہیں سوائے حادث بن حصیرہ کے اور وہ ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۲/۸-۳)

(۲) "مسند احمد" (۱۴۹/۹) (ح ۶۳۶۰) تحقیق احمد شاکر، اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

تیرے لئے کچھ چھپا رکھا ہے اور آپ نے اس کے لئے: **یوم تأتی السماء بدخان مبین** چھپا رکھا تھا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کاہنوں کے طریقے کے مطابق جنوں کی زبان میں کھلا ہوا تھا اور یہ لوگ عبارتوں کو کاٹ کاٹ کر استعمال کرتے ہیں، اسی لئے اس نے دخان کو دخ کہا تھا چنانچہ نبی ﷺ نے اسی وقت اس کی اصلیت کو پہچان لیا تھا کہ اس کا مادہ شیطانی ہے، اسی لئے آپ نے فرمایا تھا: دور ہو، تو اپنی حیثیت سے آگے بڑھ نہیں سکتا۔[1]

اس کی وفات:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حرہ کے دن ابن صیاد غائب ہو گیا تھا۔[2]

حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ وہ مدینے میں موت کا شکار ہوا تھا اور لوگوں نے اس کے چہرے کو کھول کر دیکھا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔[3]

کیا ابن صیاد ہی دجال اکبر ہے؟

ابن صیاد کے احوال اور نبی ﷺ کی آزمائش کے ضمن میں ایسی باتیں آ چکی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ ابن صیاد کے معاملے میں توقف اختیار کئے ہوئے تھے کیونکہ آپ کو بذریعہ وحی یہ خبر نہیں ملی تھی کہ دجال وہی ہے یا دوسرا کوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس یہ قسم اٹھایا کرتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس بات پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

بعض دیگر صحابہ کرام کی رائے بھی وہی تھی جو حضرت عمر کی رائے تھی، وہ بھی حلفیہ یہ کہا کرتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر، ابن عمر اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

---

(۱) ''تفسیر ابن کثیر'' (۲۳۴/۷)
(۲) ''سنن ابی داؤد'' (۴۷۶/۱۱)
(۳) ''فتح الباری'' (۳۲۸/۱۳)

ففي الحديث عن محمد بن المنكدر [1]: قال: "رأيت جابر بن عبدالله يحلف بالله ان ابن صياد هو الدجال. قلت: تحلف بالله؟! قال: اني سمعت عمر يحلف على ذلك عند النبي ﷺ، فلم ينكره النبي ﷺ." [2]

حدیث میں محمد بن منکدر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو اللہ کی قسم اٹھا کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ میں نے کہا کہ آپ اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر کو نبی ﷺ کے پاس اس بات پر قسم اٹھاتے ہوئے سنا ہے اور نبی ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی تھی۔

وعن نافع: [3] قال: "كان ابن عمر يقول: والله ما اشك ان المسيح الدجال ابن صياد." [4]

اور حضرت نافع سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ابن صیاد ہی مسیح دجال ہے۔

---

(۱) ابوعبداللہ محمد بن المنکدر بن عبداللہ بن الہدیر بن عبدالعزی التیمی، تابعی ائمہ اعلام میں سے ایک ہیں، بعض صحابہ سے بھی روایت کیا ہے ۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ "تهـذيـب التهـذيـب" (۹/۴۷۳-۴۷۵).

(۲) "صحیح بخاری" كتـاب الاعتصـام بـالـكتـاب السنة، باب من رای ترك النكير من النبي ﷺ حجة لا من غير الرسول، (۱۳/۳۲۳)، و"صحیح مسلم" كتـاب الـفتن واشراط الساعة، باب ذكر ابن صياد، (۱۸/۵۲-۵۳)

(۳) ابوعبداللہ الفقیہ المدنی ابن عمر کے غلام تھے اور ابن عمر نے انہیں کسی غزوہ میں پایا تھا۔ انہوں نے کثیر صحابہ سے روایت کیا ہے۔ اور ثقہ ہیں، مرویات کی بھی کثرت ہے۔ ۱۱۹ھ میں وفات پائی۔ "تهذيب التهذيب" (۱۰/۴۱۲-۴۱۴).

(۴) "سـنـن ابـي داؤد" (۱۱/۴۸۳)۔ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے "فتـح البـاري (۱۳/۳۲۵)

وعن زيد بن وهب [1] ؛ قال: " قال ابو ذرؓ: لان احلف عشر مرات ان ابن صائد هو الدجال احب الى من ان احلف مرة واحدة انه ليس به ".[2]

زید بن وہب سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دس مرتبہ قسم اٹھالوں کہ ابن صائد دجال ہے یہ بات میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں ایک مرتبہ قسم اٹھالوں کہ وہ دجال نہیں ہے۔

وعن نافع ؛ قال: لقي ابن عمر ابن صائد في بعض طرق المدينة، فقال له قولا اغضبه، فانتفخ حتى ملأ السكة، فدخل ابن عمر على حفصة وقد بلغها، فقالت له: رحمك الله! ما اردت من ابن صائد؟! اما علمت ان رسول الله ﷺ قال: "انما يخرج من غضبة يغضبها".[3]؟!

حضرت نافع سے روایت ہے کہ مدینہ کی کسی رہگذر میں حضرت ابن عمر کی ملاقات ابن صائد سے ہوئی، انہوں نے اس سے کوئی بات کہہ دی جس کی وجہ سے اسے غصہ آگیا تو وہ اتنا پھول گیا کہ پوری گلی بھر گئی۔ پھر ابن عمرؓ حضرت حفصہ کے پاس آئے اور انہیں یہ خبر پہنچ چکی تھی تو انہوں نے ابن عمرؓ سے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے آپ ابن صائد سے کیا چاہتے تھے؟ کیا آپ کو یہ خبر نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ تو کسی غضب ناکی کی وجہ سے ہی نکلے گا؟

---

(۱) ابوسلیمان زید بن وہب الجہنی الکوفی، نبی ﷺ کی طرف سفر کیا مگر راستے ہی میں تھے کہ نبی ﷺ کی وفات ہوگئی، بہت سارے صحابہ سے روایت کیا ہے۔ جیسے عمر، عثمان، علی، اور ابوذر، وغیرہ، ثقہ ہیں اور ان کی مرویات بھی خوب ہیں، ۹۶ھ میں وفات پائی۔ ''تہذیب التہذیب'' (۴۲۷/۳).

(۲) امام احمد نے اس کی روایت کی، اور اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۱) ''صحیح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر ابن صياد، (۵۷/۱۸۔ مع شرح النووی).

وفي رواية عن نافع: قال: قال ابن عمر: لقيته مرتين: قال: فلقيته، فقلت لبعضهم: هل تحدثون انه هو؟ قال: لا والله.قال: قلت:كذبتني، والله لقد اخبرني بعضكم انه لن يموت حتى يكون اكثركم مالا وولدا، فكذلك هو زعموا اليوم. قال: فتحدثنا، ثم فارقته. قال: فلقيته مرة اخرى وقد نفرت عينيه. قال: فقلت: متى فعلت عينك ما ارى؟ قال: لا ادرى.قلت: لا تدرى وهي في رأسك؟! قال: ان شاء الله خلقها في عصاك هذه. قال: فنخر كأشد نخير حمار سمعت.قال: فزعم بعض اصحابي اني ضربته بعصا كانت معي حتى تكسرت، واما انا فوالله ما شعرت. قال: وجاء حتى دخل على ام المومنين، فحدثها، فقالت: ما تريد اليه؟! الم تعلم انه قد قال:" ان اول ما يبعثه على الناس غضب يغضبه"۔ (۱)

اور ایک روایت میں حضرت نافعؒ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا: اس سے میری ملاقات دو مرتبہ ہوئی ہے، ابن عمرؓ نے کہا کہ اس سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے بعض لوگوں سے کہا: کیا تم یہ کہتے ہو کہ یہ وہی ہے؟ تو جواب ملا نہیں اللہ کی قسم۔ میں نے کہا: تم مجھ سے جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی قسم مجھے تم لوگوں میں سے بعض نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ تم میں سب سے زیادہ مال اور اولاد والا نہ ہو جائے اور وہ مزعومہ طور پر آج کل ایسے ہی ہے۔ کہتے ہیں: ہماری آپس میں گفتگو ہوئی، پھر ہم جدا ہو گئے ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر دوبارہ میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس کی دونوں آنکھیں بگڑ چکی تھیں، میں نے کہا: میں تمہاری آنکھوں

---

(۱) "صحیح مسلم" (۱۸/۵۷ـ۵۸)

میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں یہ کب ہوا؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم، میں نے کہا تمہیں نہیں معلوم جبکہ یہ تمہارے ہی سر میں ہیں؟ اس نے جواب دیا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہاری اس لاٹھی میں اسے پیدا کر دے۔ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر اس نے ایسے زور کا خراٹا لیا جیسے میں نے کسی گدھے کا زور دار سے زوردار خراٹا سنا ہو۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے بعض ساتھیوں کا خیال یہ ہے کہ میں نے اسے ایک لاٹھی سے مارا تھا جو میرے ساتھ تھی یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گئی تھی، جہاں تک میری بات ہے تو اللہ کی قسم مجھے اس کا احساس بھی نہیں ہوا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر وہ ام المومنین کے پاس آئے اور ان سے یہ ماجرا بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ اس سے کیا چاہتے ہو؟ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ انہوں (نبی ﷺ) نے فرمایا پہلی چیز جو اسے لوگوں پر ظاہر کرے گی وہ اس کی ایک غضبنا کی ہوگی۔

ابن صیاد ان باتوں کو سنتا تھا جو لوگ اسکے بارے میں کیا کرتے تھے، وہ ان سے بڑی اذیت محسوس کیا کرتا تھا اور یہ کہہ کر اپنا دفاع کیا کرتا تھا کہ وہ دجال نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ دیا کرتا تھا کہ نبی ﷺ نے دجال کی جو صفات بتائی ہیں وہ اس پر منطبق نہیں ہوتیں۔

فـفی الحدیث عن ابی سعید الخدری ؓ: قال: " خرجنا حجا جا او عمارا ومعنا ابن صائد. قال: فنزلنا منزلا، فتفرق الناس، وبقیت انا وھو، فاستوحشت منه وحشة شدیدة مما یقال علیه. قال: وجاء بمتاعه، فوضعه مع متاعی. فقلت: ان الحر شدید، فلو وضعته تحت تلك الشجرة. قال: ففعل. قال: فرفعت لنا غنم، فانطلق، فجاء بعس، فقال: اشرب ابا سعید! فقلت: ان الحر شدید، واللبن حار. ما بی الا انی اكره ان اشرب عن یده، او قال: آخذ عن یده. فقال ابا سعید! لقد

همممت ان آخذ حبلا، فاعلقه بشجرة، ثم اختنق مما يقول لي الناس، يا ابا سعيدا من خفي عليه حديث رسول الله ﷺ: ما خفي عليكم معشر الانصار. الست من اعلم الناس بحديث رسول الله ﷺ؟ اليس قد قال رسول الله ﷺ: هو كافر. وانا مسلم؟ او ليس قد قال رسول الله ﷺ: هو عقيم لا يولد له. وقد تركت ولدی بالمدينة؟ او ليس قد قال رسول الله ﷺ لا يدخل المدينة ولا مكة. وقد اقبلت من المدينة، وانا اريد مكة؟ قال ابو سعيد الخدری: حتى كدت ان اعذره. ثم قال: اما والله انی لاعرفه واعرف مولده، واين هو الآن. قال: قلت له :تبا لك سائر اليوم۔[1]

چنانچہ حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حج یا عمرہ کی غرض سے نکلے اور ہمارے ساتھ ابن صائد بھی تھا، بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور لوگ ادھر ادھر بکھر گئے، میں اور وہ باقی رہ گئے تو جو کچھ اس کے متعلق کہا جاتا تھا اس کی وجہ سے میں نے اس سے شدید وحشت محسوس کی، ابوسعید کہتے ہیں کہ وہ اپنا سامان لے آیا اور اسے میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا۔ میں نے کہا گرمی سخت ہے، اگر تم اسے اس درخت کے نیچے رکھ دو تو اچھا ہو؛ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، ابوسعید کہتے ہیں کہ پھر ہمارے سامنے کچھ بکریاں آئیں تو وہ گیا اور ایک بڑا پیالہ بھر لایا اور کہنے لگا: ابوسعید! پیجئے، میں نے کہا گرمی شدید ہے اور دودھ گرم ہے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ میں نے صرف اس وجہ سے عذر پیش کیا کہ میں اس کے ہاتھ سے پینا ناپسند کرتا تھا یا فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے لینا ناپسند کرتا تھا، اس نے کہا: ابوسعید! لوگ مجھ

---

(۱) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعة ،باب ذكر ابن صياد،(۵۲_۵۱/۱۸)

سے جو کچھ کہتے ہیں اس کی وجہ سے تو میں نے ارادہ کرلیا کہ ایک رسی لوں اور اسے کسی درخت سے لٹکا دوں پھر خودکشی کرلوں، اے ابوسعید! اگر کسی سے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مخفی رہ جائے تو آپ انصاریوں سے نہیں رہ سکتی۔ کیا آپ حدیث رسول ﷺ کے سب سے زیادہ جاننے والے نہیں ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ وہ (یعنی دجال) کافر ہوگا اور میں مسلم ہوں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ وہ بانجھ ہوگا اس کی کوئی اولاد نہ ہو گی؟ اور میں نے اپنے لڑکے کو مدینہ میں چھوڑا ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ وہ مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہوگا جبکہ میں مدینہ ہی سے آرہا ہوں اور مکہ کا ارادہ رکھتا ہوں؟ ابوسعید فرماتے ہیں ایسی کیفیت ہوگئی کہ میں اسے معذور ہی سمجھنے چلا تھا، پھر اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے پہچانتا ہوں اور اس کی جائے پیدائش کے بارے میں جانتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ وہ ابھی کہاں ہے؟ ابوسعید کہتے ہیں کہ تب میں نے اس سے کہا تیرا ستیاناس ہو۔

وقال ابن صياد في رواية: "اما والله انى لاعلم الآن حيث هو، واعرف اباه وامه. قال: وقيل له: ايسرك انك ذاك الرجل؟ فقال: لو عرض على ما كرهت".(۱)

ایک روایت میں ہے کہ ابن صیاد نے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہے اور اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ ابوسعید کہتے ہیں: اس سے کہا گیا: کیا تجھے یہ اچھا لگے گا کہ وہ آدمی تو ہی ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے اگر اس کی پیشکش کی جائے تو مجھے ناپسند نہیں ہے۔

ابھی کچھ اور بھی روایات ہیں جو ابن صیاد کے واقعے کے سلسلے میں ذکر ہوئی ہیں لیکن میں نے طوالت کے خوف سے انہیں ترک کردیا نیز یہ وجہ بھی ہے کہ بعض محققین

---

(۱) "صحیح مسلم" (۵۱/۱۸)

جیسے ابن کثیر اور ابن حجر وغیرہ نے انہیں ضعف اسناد کے باعث رد کر دیا ہے۔ (۱)

ابن صیاد کے سلسلے میں جو کچھ ذکر ہوا ہے اس میں علماء کو التباس لاحق ہو گیا ہے اور اس کے معاملے میں اشکال واقع ہوا ہے۔ چنانچہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہی دجال ہے اور اس سلسلے میں ان کی حجت وہی سابقہ روایات ہیں جن میں بعض صحابہ کا حلفیہ بیان ہے کہ وہی دجال ہے مزید برآں ابن عمر اور ابو سعیدؓ کے ساتھ اس کی جو سرگزشت ہے وہ بھی ان کی دلیل ہے۔

اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ابن صیاد دجال نہیں ہے، یہ لوگ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اپنی حجت میں پیش کرتے ہیں' فریقین کے اقوال کا تذکرہ کرنے سے پہلے حضرت تمیم داریؓ کی پوری حدیث بیان کی جاتی ہے۔

روی الامام مسلم بسنده الی عامر بن شراحيل الشعبی (۲) – شعب همدان – انه سأل فاطمة بنت قيس اخت الضحاك بن قيس – وكانت من المهاجرات الأول – فقال: حدثيني حديثا سمعتيه من رسول الله ﷺ لا تسنديه الى احد غيره. فقالت: لئن شئت لافعلن. فقال لها: اجل؛ حدثيني. فذكرت قصة تأيمها من زوجها، واعتدادها عند ابن ام مكتوم، ثم قالت: فلما انقضت عدتي: سمعت نداء المنادي منادي رسول الله ﷺ ينادي: الصلاة جامعة، فخرجت الى المسجد، فصليت مع

---

(۱) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱/۱۲۷) اور "فتح الباری" (۱۳/۳۲٦).

(۲) امام حافظ عامر بن شراحیل، اور ایک قول کے مطابق: عامر بن عبداللہ بن شراحیل الشعبی الحمیری۔ خلافت عمر کے چھٹے سال پیدا ہوئے، بہت سارے صحابہ سے حدیث روایت کی اور کہتے ہیں کہ میں نے کبھی لکھا نہیں اور کسی بھی شخص نے مجھ سے حدیث بیان کی تو میں نے اسے یاد کر لیا۔ انہوں نے نوے سال گزارنے کے بعد پہلی صدی ہجری کے بعد وفات پائی۔ رحمہ اللہ۔ "تهذيب الكمال" للمزی، (۲/٦٤۳)۔ "تهذيب التهذيب" (۵/٦۵-٦۹).

رسول الله ﷺ، فكنت فی صف النساء التی تلی ظهور القوم، فلما قضى رسول الله ﷺ صلاته، جلس على المنبر وهو يضحك، فقال: "ليلزم كل انسان مصلاه"، ثم قال: "اتدرون لم جمعتكم؟". قالوا: الله ورسوله اعلم. قال: "انی والله ما جمعتكم لرغبة ولا لرهبة، ولكن جمعتكم لان تميما الداری (۱) كان رجلا نصرانيا، فجاء، فبايع، واسلم، وحدثنی حديثا وافق الذی كنت احدثكم عن مسيح الدجال، حدثنی انه ركب فی سفينة بحرية مع ثلاثين رجلا من لخم وجذام، فلعب بهم الموج شهرا فی البحر، ثم ارفؤوا الى جزيرة فی البحر، حتى مغرب الشمس، فجلسوا فی اقرب السفينة، فدخلوا الجزيرة، فلقيتهم دابة اهلب كثير الشعر، لا يدرون ما قبله من دبره من كثرة الشعر، فقالوا ويلك ما انت؟ فقالت: انا الجساسة. قالوا: وما الجساسة؟ قالت: ايها القوم! انطلقوا الى هذا الرجل فی الدير؛ فانه الى خبركم بالاشواق. قال: لماسمت لنا رجلا؛ فرقنا منها ان تكون شيطانة. قال: فانطلقنا سراعا حتى دخلنا الدير، فاذا فيه اعظم انسان رايناه قط خلقا، واشده وثاقا، مجموعة يداه الى عنقه، ما بين ركبتيه الى كعبيه بالحديد: قلنا: ويلك ما انت؟

---

(۱) ابورقیہ، تمیم بن اوس بن خارجہ الداری، بنی لخم سے تھے علماء اہل کتاب میں سے تھے مدینہ آئے اور سن ۹ر ہجری میں اسلام قبول کیا، نبی ﷺ سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جیسے کہ ابن عمر ابن عباس، انس، ابو ہریرہ، حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام منتقل ہو گئے تھے، اور بیت المقدس میں سکونت اختیار کر لی۔ ۴۰ھ میں وفات پائی۔
"تهذيب التهذيب" (۱/۵۱۱۔۵۱۲)

قال: قد قدرتم على خبرى، فاخبرونى ما انتم؟ قالوا: نحن اناس من العرب، ركبنا فى سفينة بحرية، فصادفنا البحر حين اغتلم، فلعب بنا الموج شهرا، ثم ارفأنا الى جزيرتك هذه، فجلسنا فى اقربها، فدخلنا الجزيرة، فلقينا دابة اهلب كثير الشعر لا يدرى ما قبله من دبره من كثرة الشعر. فقلنا: ويلك ما انت؟ فقالت: انا الجساسة. قلنا: وما الجساسة؟ قالت: اعمدوا الى هذا الرجل فى الدير: فانه الى خبركم بالأشواق، فاقبلنا اليك سراعا، وفزعنا منها، ولم نأمن ان تكون شيطانة. قال: اخبرونى عن نخل بيسان؟[1] قلنا: عن اى شأنها تستخبر؟ قال: اسألكم عن نخلها: هل يثمر؟ قلنا له: نعم. قال: اما انه يوشك ان لا تثمر. قال: اخبرونى عن بحيرة طبرية؟ قلنا: عن اى شأنها تستخبر؟ قال: هل فيها ماء؟ قالوا: هى كثيرة الماء. قال: ان ماء ها يوشك ان يذهب. قال: اخبرونى عن عين زغر؟[2] قالوا: عن اى شأنها تستخبر؟ قال: هل فى العين ماء؟ يزرع أهلها بمائها؟ قلنا له: نعم: هى

---

(۱) بیسان ،شام کے نشیبی علاقوں میں اردن کا ایک شہر اور کہا جاتا ہے کہ یہ لسان الارض (زمین کی زبان) ہے جو فلسطین و حوران کے درمیان واقع ہے، وہیں فلوس کا چشمہ ہے، اس کا پانی قدرے نمکین ہے اور کھجوروں کی کثرت سے معروف ہے یاقوت کہتے ہیں کہ میں نے اسے بارہا دیکھا ہے مگر مجھے دو بے ثمر کھجوروں کے درخت کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیا، اور یہ خروج دجال کی علامات میں سے ہے۔ دیکھئے: "معجم البلدان" (۵۲۷/۱)

(۲) زغر ، یاقوت کہتے ہیں کہ: مجھ سے ثقہ نے بیان کیا کہ یہ زغر وہاں کی ایک وادی میں واقع بد بودار جھیل کے گوشے میں ہے، اس کے اور بیت المقدس کے درمیان تین دن کا فاصلہ ہے، اور وہ حجاز کی جانب ہے، وہاں لوگوں کی کھیتیاں بھی ہیں۔ دیکھئے: "معجم البلدان" (۱۴۲/۳۔۱۴۳)

كثيرة الماء وأهلهايزرعون من مائها. قال اخبروني عن نبي الاميين: ما فعل؟ قالوا: قد خرج من مكة ونزل يثرب. قال: أقاتله العرب؟ قلنا: نعم. قال: كيف صنع بهم؟ فاخبرناه انه قد ظهر على من يليه من العرب واطاعوه. قال لهم: قد كان ذلك ؟ قلنا: نعم. قال: اما ان ذاك خير لهم ان يطيعوه، واني مخبركم عني: اني انا المسيح واني اوشك ان يؤذن لي في الخروج فأخرج، فأسير في الارض، فلا ادع قرية الا هبطتها في اربعين ليلة: غير مكة وطيبة، فهما محرمتان علي كلتاهما، كلما اردت ان ادخل واحدة — او واحدا — منهما: استقبلني ملك بيده السيف صلتا يصدني عنها، وان على كل نقب منها ملائكة يحرسونها".

قالت: قال رسول الله ﷺ — وطعن بمخصرته في المنبر —: "هذه طيبة، هذه طيبة،هذه طيبة — يعني: المدينة — ألا هل كنت حدثتكم ذلك؟". فقال الناس: نعم. فأنه أعجبني حديث تميم انه وافق الذي كنت احدثكم عنه، وعن المدينة ومكة، ألا انه في بحر الشام، او بحر اليمن، لا بل من قبل المشرق ما هو، من قبل المشرق ما هو، من قبل المشرق ما هو (وأومأ بيده الى المشرق)".

قالت: فحفظت هذا من رسول الله ﷺ.(۱)

امام مسلم نے بسندہ عامر بن شراحیل شعبی - شعب ہمدان - کے واسطے سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ضحاک بن قیس کی بہن فاطمہ بنت قیس سے پوچھا

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر ابن صياد، (۷۸/۱۸-۸۳۔مع شرح النووی)

اور یہ پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا: مجھ سے آپ کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو، اس میں کسی دوسرے کا واسطہ نہ آنے پائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم یہی چاہتے ہو تو میں ایسا ہی کرونگی، انہوں نے کہا: ہاں ہاں ضرور مجھ سے بیان کیجئے، چنانچہ انہوں نے اپنے شوہر سے جدائی کا قصہ بیان کیا اور ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزارنے کا ماجرا سنایا، پھر فرمایا: جب میری عدت ختم ہوگئی تو میں نے رسول ﷺ کے منادی کو ندادیتے ہوئے سنا کہ نماز جمع کرنے والی ہے، یہ سنتے ہی میں مسجد کی طرف نکل پڑی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، میں عوتوں کے اسی صف میں تھی جو مردوں کی پشت پر تھی، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو اس شان سے آپ منبر پر بیٹھے کہ آپ ہنس رہے تھے، آپ نے فرمایا: ہر انسان اپنی جگہ پر بیٹھا رہے، پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں:

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہیں کسی خوف یا رغبت کی وجہ سے جمع نہیں کیا بلکہ اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داریؓ جو نصرانی آدمی تھے وہ آئے، انہوں نے بیعت کی اور مسلمان ہوگئے، اور انہوں نے ایک ایسا واقعہ مجھ سے بیان کیا ہے جو اس بات کے موافق ہے جو میں تم سے مسیح دجال کے متعلق کہا کرتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ (تمیم داری) قبیلہ لخم و جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز پر سوار ہوئے، پھر ایک ماہ تک سمندر میں موجیں ان کے ساتھ کھیلتی رہیں اور آخر میں مغرب کی جانب جہاں سورج غروب ہوتا ہے کسی جزیرہ کے ساحل پر ان کی کشتی جا لگی، چنانچہ یہ لوگ جہاز کی ڈونگیوں پر سوار ہو کر جزیرے میں داخل ہوگئے۔ وہاں ان کی ملاقات ایک ایسے جانور سے ہوئی جو بہت بالوں والا تھا اور بالوں کی کثرت کی وجہ

سے اس کے آگے اور پیچھے میں تمیز نہیں ہوتی تھی، انہوں نے کہا ارے بابا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ ہوں' انہوں نے کہا یہ جساسہ کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا اے لوگو! تم معبد میں اس آدمی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تمہاری خبروں کا بڑا مشتاق ہے۔

تمیم داری کہتے ہیں کہ جب اس نے کسی آدمی کا نام لیا تو ہمارے اندر یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں شیطان نہ ہو، بیان کرتے ہیں کہ ہم تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے معبد میں داخل ہو گئے' اچانک ہم اس میں کیا دیکھتے ہیں کہ عظیم ترین انسان ہے جو ہم نے اپنی زندگی میں کبھی دیکھا ہو۔ وہ بہت ہی مضبوطی کے ساتھ باندھا ہوا ہے' اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن سے لگا کر کس دیے گئے ہیں، اسے گھٹنوں سے ٹخنے تک لوہے سے جکڑ دیا گیا ہے، ہم نے کہا ارے بابا تم کون ہو؟ اس نے کہا اب تو تم میرے بارے میں جان ہی سکتے ہو، پہلے تم بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں، ہم ایک بحری جہاز پر سوار تھے اور ایسے وقت دریا میں آئے جس وقت دریا میں طغیانی تھی لہٰذا ایک ماہ تک موجیں ہمارے ساتھ کھیلتی رہیں پھر ہم تمہارے اس جزیرے سے آ لگے اور ڈونگیوں میں سوار ہو کر جزیرے میں داخل ہو گئے اور ہماری ملاقات ایک ایسے چوپائے سے ہوئی جو ڈھیر سارے بالوں والا ہے اور بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے اور پیچھے میں تمیز نہیں ہوتی، ہم نے کہا ارے بابا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جساسہ ہوں، ہم نے کہا: جساسہ کیا ہوتا ہے؟

اس نے کہا معبد میں اس آدمی کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری خبروں کا بڑا مشتاق ہے، لہٰذا ہم تیزی کے ساتھ تمہارے پاس چلے آئے اور اس سے گھبرا گئے اور ہمیں یہ خدشہ تھا کہ کہیں وہ شیطان نہ ہو۔

اس نے کہا کہ مجھے بیسان کے نخلستان کے بارے میں بتاؤ ہم نے کہا اس کی کس چیز کے متعلق پوچھتے ہو؟ اس نے کہا تم سے میرا سوال اس کے

درختوں کے متعلق ہے، کیا ان میں پھل آتا ہے؟ ہم نے کہا ہاں آتا ہے، اس نے کہا قریب ہے کہ اس میں پھل نہیں آئیگا۔ اس نے کہا کہ مجھے طبریہ کی جھیل کے بارے میں بتاؤ، ہم نے کہا اس کی کس چیز کے متعلق جاننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کیا اس میں پانی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اس میں بہت پانی ہے، اس نے کہا کہ قریب ہے کہ اس کا پانی جاتا رہیگا اس نے کہا: کہ مجھے زغر کے چشمہ کے بارے میں بتاؤ؟ لوگوں نے کہا کہ اس کی کس چیز کے متعلق جاننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: کیا چشمہ میں پانی ہے؟ کیا اس کے باشندے چشمہ کے پانی سے کھیتیوں کو سیراب کرتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور اس کے باشندے اس کے پانی سے کھیتیوں کو سیراب کرتے ہیں۔

اس نے کہا مجھے امیوں کے نبی کے بارے میں بتاؤ؟ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ مکہ سے نکل کر یثرب میں پڑاؤ ڈال چکے ہیں، اس نے کہا: کیا اہل عرب نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس نے کہا انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ اپنے اردگرد کے عربوں پر غالب آ چکے ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے، اس نے لوگوں سے کہا اچھا کیا ایسا ہو چکا ہے؟ ہم نے کہا ہاں! ایسا ہو چکا ہے، اس نے کہا: یہ بہر کیف ان لوگوں کے حق میں بہتر تھا کہ وہ ان کی اطاعت کر لیتے' اور میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں، میں ہی مسیح ہوں اور قریب ہے کہ مجھے خروج کی اجازت دی جائے تو میں نکل پڑوں گا، پھر میں زمین کی سیر کروں گا اور میں چالیس دن کے اندر ہر بستی میں پہنچ جاؤں گا، کوئی گاؤں مجھ سے چھوٹے گا نہیں، صرف مکہ اور طیبہ میں داخل نہیں ہو سکوں گا، کیونکہ یہ دونوں کے دونوں مجھ پر حرام ہیں، جب میں ان میں سے کسی ایک میں داخل ہونا چاہوں گا تو ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں ننگی تلوار لئے ہوئے میرے آڑے آ جائے گا جو مجھے اس میں داخل ہونے سے روک دے گا، اور اس کے ہر راستے پر

کچھ فرشتے متعین ہوں گے جو اس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔
فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر اپنی چھڑی سے کچوکا لگاتے ہوئے فرمایا: یہ طیبہ ہے یہ طیبہ ہے یعنی مدینہ۔
کیا میں نے تمہیں یہ بات نہیں بتائی تھی ،لوگوں نے کہاہاں !(پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) مجھے تمیم کی گفتگو پسند آئی کیونکہ وہ اس خبر کے موافق ہے جو میں نے تمہیں مدینہ اور مکہ کے بارے میں دی تھی، آگاہ رہو کہ وہ شام کے سمندر میں یا یمن کے سمندر میں ہے نہیں بلکہ جو بھی ہے وہ مشرق کی جہت سے ہے۔ جو بھی ہے وہ مشرق کی جہت سے ہے، جو بھی ہے وہ مشرق کی جہت سے ہے۔(اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا)
فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ پس میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے یاد کر لیا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا ہے کہ وہ یعنی فاطمہ بنت قیس کی حدیث غریب ہے،"فرد ہے" حالانکہ وہ ایسی نہیں ہے کیونکہ فاطمہ بنت قیس کے ساتھ ابو ہریرہؓ، عائشہ اور جابر رضی اللہ عنہم نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[1]

ابن صیاد کے متعلق اہل علم کے اقوال:

ابوعبداللہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: گزشتہ بحث کی دلالت سے یہی صحیح ثابت ہوتا ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس وقت وہ جزیرہ میں رہا ہو اور دوسرے اوقات میں صحابہ کے درمیان رہا ہو۔[2]

---

(۱)"فتح الباری"(۳۲۸/۱۳)۔ اس عظیم حدیث کو رد کرنے والوں میں شیخ ابوعبیہ بھی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث پر خیال آرائی کے اثرات اور وضع کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔ ہم ابوعبیہ سے پوچھتے ہیں: وہ کس دلیل سے ایک ایسی صحیح حدیث کو رد کر دیتے ہیں جسے امت کا تلقی بالقبول حاصل ہے؟! ان کے پاس شذوذ اور کوتاہ عقل کے پیچھے بھاگنے کے سوا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں بھی معاف فرمائے۔ دیکھئے:"النهاية / الفتن والملاحم"(۹۶/۱) بتعليق الشيخ محمد فهيم ابو عبية.
(۲) "التذكرة"(ص۷۰۲)

امام نوویؒ فرماتے ہیں: علماء نے کہا کہ اس کے قصہ میں اشکال ہے اور اس کا معاملہ اس سلسلے میں مشتبہ ہے کہ یہ وہی مسیح دجال ہے جو مشہور ہے یا وہ کوئی دوسرا ہے۔ ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

اہل علم نے فرمایا: کہ نبی ﷺ کی احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہی مسیح دجال ہے یا کوئی دوسرا۔ آپ کو تو وحی کے ذریعہ بس دجال کی صفات کے متعلق بتایا گیا تھا، اور ابن صیاد میں کچھ ایسے قرائن پائے جاتے تھے جو اس کا احتمال رکھتے تھے، اس لئے نبی ﷺ قطعیت کے ساتھ یہ نہیں فرماتے تھے کہ وہی دجال ہے یا کوئی دوسرا ہے، اسی لئے آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اگر یہ وہی ہوگا تو تم اسے قتل نہیں کر سکو گے۔

اور انہوں نے جو یہ حجت پیش کی ہے کہ وہ مسلم ہے اور دجال کافر ہوگا اور دجال لاولد ہوگا جب کہ اس کی اولادیں ہیں اور وہ مکہ و مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہو چکا ہے اور وہ مکہ کی جانب متوجہ ہے تو اس بات میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے تو اس کے فتنے اور زمین میں خروج کے وقت اس کی صفات کے متعلق خبر دی ہے۔

اور اس کے قصے کے مشتبہ ہونے اور جھوٹے دجالوں میں سے ایک ہونے کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی ہے کہ جس میں نبی ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے پاس سچا اور جھوٹا آتا ہے۔ اور وہ پانی کے اوپر عرش دیکھتا ہے اور دجال ہونا اسے ناپسند نہیں ہے۔ اور دجال کے مقام سے وہ آگاہ ہے۔ اور اس کا یہ کہنا کہ میں اسے پہچانتا ہوں اس کی جائے پیدائش کو جانتا ہوں اور اس کے موجودہ مقام سے آگاہ ہوں اور اس کا اس قدر پھولنا کہ پوری گلی بھر جائے۔

اب رہی یہ بات کہ اس نے اسلام کا اظہار کیا اس کا حج و جہاد اور سابقہ حرکتوں سے باز آجانا ان تمام امور میں اس بات کی صراحت نہیں پائی جاتی کہ وہ دجال نہیں

ہے۔[1]

امام نوویؒ کے اس کلام سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ابن صیاد کے دجال ہونے کو راجح قرار دیتے ہیں۔

علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں ابن صیاد کے معاملے میں لوگوں کا شدید اختلاف ہے اس کے سلسلے میں اس قدر اشکال پایا جاتا ہے کہ اس کے متعلق ہر طرح کی بات کہہ دی گئی ہے اور حدیث مذکور سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اس کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق متردد تھے اور اس کے بارے میں نبی ﷺ کے تردد کے متعلق دو طرح کے جوابات دئے گئے ہیں۔

اول: آپ کا تردد اس وقت تک تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ خبر نہیں دی تھی کہ وہی دجال ہے، پھر جب اس کے متعلق آپ ﷺ کو بتا دیا تو آپ ﷺ نے اس کے متعلق قسم اٹھانے پر حضرت عمرؓ پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

دوم: عرب لوگ کبھی کبھی شک کے انداز میں گفتگو کر دیا کرتے ہیں اگر چہ خبر میں کوئی شک نہ ہو۔

اس کے دجال ہونے کی مزید دلیل وہ روایت بھی ہے جس کی تخریج عبدالرزاق[1] نے ابن عمر کے واسطے سے بسند صحیح کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری ملاقات ابن صیاد سے ہوئی اور اس کے ساتھ ایک یہودی بھی تھا، دیکھا کہ اس کی آنکھ ابھر آئی ہے اور وہ گدھے کی آنکھ کی طرح باہر کو نکلی ہوئی ہے، جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے کہا: او ابن صیاد! میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں (بتا) تیری آنکھ کب ابھری؟ اس نے کہا رحمان کی قسم مجھے نہیں معلوم میں نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے، یہ تو تیرے سر ہی میں ہے، فرمایا: پھر اس نے اسے پوچھا اور تین مرتبہ خرائے لئے۔[۲]

---

(۱) ''شرح النووی لمسلم'' (۱۸/۴۶۔۴۷)

(۲) ''المصنف'' (۱۱/۳۹۶) تحقیق حبیب الرحمن الاعظمی۔

(۳) ''نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار'' (۷/۲۳۰۔۲۳۱)

اور امام مسلم کی روایت سے اس قصے کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور علامہ شوکانی کے کلام سے مجھے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انہیں لوگوں کے ساتھ ہیں جو ابن صیاد ہی کے دجال اکبر ہونے کے قائل ہیں۔

صحابی رسول تمیم داری کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے امام بیہقی(۱) فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دجال اکبر جو آخری زمانے میں نکلے گا وہ ابن صیاد کے علاوہ کوئی اور ہوگا، اور ابن صیاد ان جھوٹے دجالوں میں سے ایک تھا جن کے خروج کی نبی ﷺ نے خبر دے رکھی ہے اور ان میں سے اکثر نکل چکے ہیں۔

گویا کہ وہ لوگ جو قطعیت کے ساتھ یہ فیصلہ کئے ہوئے ہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے انہوں نے صحابی رسول تمیم کا قصہ نہیں سنا ورنہ ان دونوں کے درمیان جمع کرنا بہت بعید ہے کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی زندگی میں بلوغت کے قریب ہو اور نبی ﷺ سے اس کی ملاقات ہو اور آپ اس سے سوال کریں، وہ آخر میں بڑا بوڑھا ہو کر بحری جزائر میں سے کسی جزیرے میں قید ہو جائے، لوہے سے جکڑا ہوا ہو، نبی ﷺ کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہو کہ آپ نکلے یا نہیں؟

بہتر یہی ہے کہ اسے عدم اطلاع پر محمول کیا جائے، رہی بات حضرت عمرؓ کی تو اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے کہ ان کا یہ واقعہ تمیم کے قصہ کو سننے سے پہلے کا ہو پھر جب آپ نے اسے سن لیا ہو تو مذکورہ قسم کو دھرایا نہ ہو۔

رہے حضرت جابر جنہوں نے نبی ﷺ کے پاس ان کے قسم کی خبر دی تو یہ اس پر محمول ہے کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ کے متعلق جو اطلاع انہیں حاصل ہوئی وہ وہیں تک محدود رہے۔ (۲)

---

(۱) حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بن علی الشافعی، صاحب تصنیفات ہیں۔ مثلاً "سنن کبری" و "الصغری" و "دلائل النبوۃ" و "المبسوط" وغیرہ۔ نیسا پور میں ۴۵۸ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے "شذرات الذهب" (۳/۳۰۴۔۳۰۵)، و "الاعلام" (۱/۱۱۶)۔

(۲) "فتح الباری" (۱۳/۳۲۶۔۳۲۷)۔

میں کہتا ہوں مگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ تو حدیث تمیم کے رواۃ میں سے ہیں جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں آیا ہے۔ جہاں انہوں نے جساسہ اور دجال کا قصہ حضرت تمیم کے قصے ہی کی مانند بیان فرمایا ہے پھر ابن ابی سلمہ[1] نے فرمایا اس حدیث میں کوئی چیز ایسی ہے جو مجھے یاد نہیں ہے، وہ بیان کرتے ہیں[2] کہ حضرت جابر نے اس بات کی شہادت دی کہ وہی ابن صائد ہی تھا، میں نے کہا وہ تو مر چکا ہے۔ انہوں نے فرمایا اگر چہ مر چکا ہے، میں نے کہا وہ تو مسلمان ہو گیا تھا، انہوں نے فرمایا اگر چہ مسلمان ہو گیا تھا۔ میں نے کہا وہ تو مدینہ میں داخل ہوا تھا، انہوں نے فرمایا اگر چہ مدینہ میں داخل ہوا تھا۔[3]

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس بات پر مصر تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اگر چہ یہ کہا جائے کہ وہ مسلمان ہو گیا، مدینہ میں داخل ہوا اور مر گیا۔ اور صحت کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان گزر چکا ہے کہ حرہ کے دن ہم نے ابن صیاد کو کھو دیا۔[4]

ابن حجر فرماتے ہیں ابو نعیم اصبہانی[5] نے ''تاریخ اصبہان''[6] میں اس روایت

(۱) عمر بن ابی مسلمۃ بن عبدالرحمن بن عوف الزہری، مدینہ کے قاضی تھے، صدوق تھے لیکن غلطیاں کرتے تھے، شام میں ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔ ''تقریب التہذیب'' (۵٦/۲).

(۲) (یہاں بیان کرنے والے ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن، عمر کے والد ہیں۔ ''عون المعبود'' (۴۷۷/۱۱).

(۳) ''سنن ابی داؤد'' کتاب الملاحم، باب فی خبر الجساسۃ، (۴۷٦/۱۱۔ مع عون المعبود). ابن حجر نے اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن ابی سلمہ کی عمر پر کچھ کلام ہے مگر حدیث حسن ہے اور ایسا کہہ کر انہوں نے ان لوگوں پر تعاقب کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت جابر کو تمیم کے قصے کی اطلاع نہیں تھی۔ دیکھئے ''فتح الباری'' (۳۲۷/۱۳).

(۴) اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۵) حافظ احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق اصبہانی، ان کی اہم اہم تصنیفات ہیں۔ جیسے ''حلیۃ الاولیاء'' وغیرہ، یہ ثقہ تھے اصبہان ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔ ''شذرات الذھب'' (۲۴۵/۳) و ''الاعلام'' (۱۵۷/۱).

(٦) ''ذکر اخبار اصفهان'' (ص ۲۸۷۔۲۸۸) لابی نعیم. ۱۹۳٤ھ میں لیدن سٹی، مطبع بریل سے طبع ہوئی تھی۔

کی تخریج کی ہے جو اس بات کی تائید کرتی ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، پھر بطریق شبیل ابن عرزہ بواسطہ حسان بن عبدالرحمٰن عن ابیہ اسے بیان فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اصبہان فتح کرلیا تو ہمارے لشکر اور یہودیوں کے درمیان ایک فرسخ کا فاصلہ تھا، لہٰذا ہم وہاں جایا کرتے اور اس سے کچھ چیزیں منتخب کیا کرتے تھے، ایک دن میں وہاں گیا تو دیکھا کہ یہودی ناچ رہے ہیں اور باجہ بجا رہے ہیں تو میں نے انہیں میں سے اپنے ایک دوست سے پوچھا، اس نے کہا ہمارا وہ بادشاہ داخل ہو رہا ہے جس کے ذریعہ ہم عربوں پر فتح حاصل کریں گے، لہٰذا میں اسی کے ساتھ ایک چھت پر شب بسری کے لئے ٹھہر گیا، پھر میں نے صبح کی نماز پڑھی، جب سورج طلوع ہوا تو لشکر کی جانب سے غبار اٹھا، میں نے دیکھا تو نظر آیا کہ ایک آدمی ہے جسکے اوپر خوشبودار پودوں کا ایک خیمہ تنا ہے اور یہودی ناچ رہے ہیں اور باجہ بجا رہے ہیں، میں نے غور کیا تو وہ ابن صیاد تھا، پھر وہ شہر میں واخل ہو گیا اور اب تک نہیں واپس آیا۔ (۱)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں حضرت جابر کی خبر (یعنی حرہ کے دن ابن صیاد کا گم ہو جانا) حسان بن ثابت کی خبر کے ساتھ میل نہیں کھاتی کیونکہ اصبہان کی فتح حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی تھی جیسا کہ ابونعیم نے اپنی تاریخ میں ذکر فرمایا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی شہادت اور واقعہ حرہ کے درمیان تقریباً چالیس سال کا فاصلہ ہے۔

ممکن ہے کہ اسے اس بات پر محمول کرلیا جائے کہ حسان کے والد نے فتح اصبہان کے بعد اس مدت کے اندر مذکورہ قصہ کا مشاہدہ کیا ہو اور ان کے بیان کہ جب ہم نے اصبہان فتح کیا میں جب کا جواب محذوف ہے۔ اور اس کی تقدیر اس طرح ہے کہ میں اس کی نگہداشت رکھتا رہا اور وہاں جاتا رہا، پھر ابن صیاد کا قصہ پیش آیا، اس طرح اس کی فتح

---

(۱) ''فتح الباری'' (۳/۳۲۷۔۳۲۸) حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن حسان کو میں نہیں جانتا باقی سب ثقہ ہیں۔

اور اس میں ابن صیاد کے داخل ہونے کا زمانہ ایک ہی نہیں ہوگا۔ (۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ابن صیاد کے معاملے میں بعض صحابہ کو اشکال رہا ہے، انہوں نے اسے دجال سمجھ رکھا تھا۔ اور نبی ﷺ نے ایک مدت تک اس کے بارے میں توقف کیا یہاں تک کہ بعد میں آپ پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ وہ دجال نہیں ہے، وہ تو بس شیطانی احوال کے مالک کاہنوں کی جنس میں سے ایک شخص تھا۔ اسی لئے آپ اس کے امتحان کے لئے اس کے پاس جاتے رہے۔ (۲)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ ابن صیاد وہ دجال ہرگز نہیں ہے جو آخری زمانے میں نکلے گا کیونکہ اس ضمن میں فاطمہ بنت قیس الفہر یہ کی حدیث فیصلہ کن ہے۔ (۳)

ابن صیاد کے متعلق اہل علم کے یہی چند اقوال تھے اور یہ سب آپس میں جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ابن صیاد کے متعلق متعارض ہیں اور ہر ایک کے ساتھ اس کی دلیل موجود ہے۔

اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے مختلف احادیث کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: حدیث تمیم کے مشتملات اور ابن صیاد کے دجال ہونے کے درمیان توافق کا مناسب ترین راستہ یہ ہے کہ دجال تو بعینہ وہی ہے جسے حضرت تمیم نے جکڑا ہوا دیکھا تھا اور ابن صیاد ایک شیطان تھا اور اس مدت میں دجال کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ یہاں تک کہ اصبہان کی جانب متوجہ ہوا اور اپنے قرین کے ساتھ اس وقت تک کے لئے روپوش ہوگیا جب تک کہ وہ مدت نہیں آجاتی جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کے خروج کو مقدر کر رکھا ہے، اور اس کے سلسلے میں شدت کے ساتھ التباس

---

(۱) "فتح الباری (۳۲۸/۱۳)۔

(۲) "الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان" (ص ۷۷) طبع ثانی ۱۳۷۵ھ مطابع الریاض۔

(۳) "النهاية / الفتن والملاحم" (۷۰/۱)۔

واقع ہونے کیوجہ سے امام بخاریؒ نے ترجیح کی راہ اپنائی ہے، لہٰذا انہوں نے صرف اس حدیث پر اقتصار فرمایا ہے جو ابن صیاد کے متعلق حضرت جابر سے بواسطہ عمر مروی ہے اور حضرت تمیم کے قصہ کے سلسلے میں فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو بیان نہیں فرمایا ہے۔ (۱)

ابن صیاد ایک حقیقت ہے کوئی خرافات نہیں:

ابوعبیّہ کا گمان یہ ہے کہ ابن صیاد کی شخصیت ایک افسانہ ہے جسے کچھ لوگوں کی عقل نے قبول کرلیا ہے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب بعض کتابوں میں اس کا قصہ زندہ رہا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صرف وہی قول اور فعل صادر ہوتا ہے جو حق کا مغز اور خلاصہ ہوتا ہے، اب وقت آگیا ہے کہ ہم سنجیدگی اور حقیقت پسندی کے ساتھ حدیث کی روح اور اس کے معنی، اس کی دلالت اور اس کے مقصد کا جائزہ لیں، اسی طرح اس کی سند کو کھنگھالیں تا کہ ہماری اسلامی فکر ونظر افسانوں اور غلطیوں سے پاک ہو سکے۔ (۲)

ابن صیاد کے سلسلے میں وارد احادیث پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے شیخ ابوعبیہ کا یہی تبصرہ ہے۔

مذکورہ تبصرہ کی تردید یوں ہوتی ہے کہ ابن صیاد کے سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث صحیح ہیں اور ان کا تذکرہ صحیحین وغیرہ جیسی سنت کی کتابوں میں موجود ہے اور ابن صیاد کی احادیث میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی ہیں جو حدیث کی روح اور حق کے لب لباب کے مخالف ہو، گزشتہ بحث سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ ابن صیاد کا معاملہ مسلمانوں پر مشتبہ تھا، وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا جس کے جھوٹ اور باطل کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے لئے واضح کردیا۔

ابوعبیّہ صاحب اپنی گفتگو میں تناقض کا شکار ہیں، چنانچہ ابن صیاد کی احادیث کے متعلق کچھ مقامات پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ ابن صیاد نے کاہنوں

---

(۱) ''فتح الباری'' (۳۲۸/۱۳).
(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/ ۱۰)

کی عادت کے مطابق ادھورا لفظ بولا تھا جس کا کوئی معنی نہیں ہوتا اور اس کے کلمے کا کچھ مفہوم نہیں تھا۔ لہٰذا وہ ایک جھوٹا شعبدہ باز تھا۔ (۱)

جناب کی اس گفتگو میں اس بات کا اعتراف پایا جاتا ہے کہ ابن صیاد ایک جھوٹا شعبدہ باز تھا تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ کسی وقت وہ افسانہ ہو اور دوسرے وقت میں وہی شعبدہ باز انسان ہو جائے۔؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوعبیّہ کے کلام میں تناقض پایا جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر کی کتاب ''**النهاية'' الفتن والملاحم** '' پر شیخ ابوعبیّہ کی تعلیقات کا تتبع کرنے والا عجیب وغریب چیزوں کا مشاہدہ کریگا، ابوعبیّہ نے ابن کثیر کی وارد کردہ احادیث کے سلسلے میں اپنی عقل کی لگام کو کھلا چھوڑ دیا ہے، چنانچہ وہ جسے قبول کرتے اور مانتے ہیں تو صرف اس کو ہی حق سمجھتے ہیں اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے اسے ظاہر حدیث کی مخالف تاویلات کی سان پر چڑھا دیتے ہیں یا کسی دلیل و برہان کے بغیر صحیح احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔

ابن صیاد کی احادیث پر گفتگو کرتے ہوئے ابوعبیّہ صاحب رقمطراز ہیں: کیا بچہ مکلّف ہوتا ہے: کیا اس مزعومہ شخصیت کے متعلق رسول ﷺ کا اہتمام یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کے پاس کھڑے ہوتے ہیں اور اس سے یہ سوال پوچھتے ہیں؟ کیا یہ معقول بات ہے کہ آپ اس کا جواب ملنے تک انتظار میں رہیں؟ کیا یہ چیز مقبول ہے کہ آپ اسے اس کافرانہ جواب کی اجازت دیں جو نبوت اور رسالت کے دعوے پر مشتمل ہو؟ کیا اللہ تعالیٰ بچوں کو مبعوث فرماتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہم ان لوگوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جو اپنی عقلوں کو درست اور صحیح تفکیر سے شل کئے ہوئے ہیں۔ (۲)

ابوعبیّہ کے اس کلام کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کسی نے بھی نہیں کہی کہ بچہ مکلّف ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ بچوں کو مبعوث فرماتا ہے: یہاں تو بات صرف اتنی ہی ہے کہ نبی ﷺ ابن صیاد کے حالات پر مطلع ہونا چاہتے تھے کہ آیا حقیقت میں وہ دجال ہے یا نہیں؟ کیونکہ

---

(۱) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۸۸/۱).

(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱۰۴/۱).

مدینہ میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے جس سے نبی ﷺ نے ڈرایا ہے، اور اس وقت تک ابن صیاد کے سلسلے میں آپ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے اندر خطاب کو سمجھنے اور تمیز کرنے کی صلاحیت کو ملاحظہ کرتے ہوئے اس کے دجل وفریب کاری کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہ کہنا مناسب سمجھا کہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ .... یہاں تک کہ آپ نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لئے کچھ چھپا رکھا ہے؟ اس کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ نے اس سے جو مختلف سوالات پوچھے اس کا مقصد بھی یہی تھا۔

اس کلام سے ابن صیاد کو اسلام کا مکلف کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ اس سے مقصود تو صرف اتنا ہی تھا کہ اس کی حقیقت واضح ہو جائے اور جب مقصود اتنا ہی تھا جتنا ہم نے بیان کیا تو اس بات میں کوئی غرابت نہیں پائی جاتی کہ رسول اللہ ﷺ اس کا جواب ملنے تک کھڑے رہے۔ اور اس کے جواب سے یہ ظاہر بھی ہو گیا کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ نیز اس چیز سے بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ نبی ﷺ بچے پر بھی اسلام پیش فرمائیں، چنانچہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن صیاد کا قصہ بیان کیا ہے اور اس کے لئے یہ سرخی لگائی ہے کہ بچے پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے۔ (۱)

اب رہی یہ بات کہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے باوجود نبی ﷺ نے ابن صیاد کو کوئی سزا نہیں دی تو یہ ایسا شبہ ہے جسے ابوعبیّہ نے علماء کے اقوال پر آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے پیدا کیا ہے، انہوں نے مذکورہ شبہ کے مختلف جوابات دے رکھے ہیں انہیں میں سے کچھ جوابات ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

۱- ابن صیاد مدینہ کے یہودیوں یا ان کے حلیفوں میں سے تھا، اس مدت میں ان لوگوں کے درمیان اور نبی ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا اور صلح کا زمانہ چل رہا تھا کیونکہ نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ کے اور یہودیوں کے درمیان ایک عہد

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الجهاد، باب كيف يعرض الاسلام على الصبي، (۱۷۱/۶)

نامہ لکھا گیا اور اس بات پر مصالحت ہوئی کہ ان سے کسی طرح کی چھیڑ خانی نہیں کی جائے گی اور انہیں ان کے دین پر باقی رہنے دیا جائے گا۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے جابر بن عبداللہؓ کے واسطے سے نبی ﷺ کے ابن صیاد کے پاس جانے اور اس سے گفتگو کرنے والے قصے کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے' اسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ہے: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے اس کو قتل کرنے کی اجازت دے دیجئے، ان کی یہ بات سنکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی ہوگا تو اسے قتل کرنے والے تم نہیں ہو گے بلکہ اسے قتل کرنے والے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں یہ حق نہیں ہے کہ کسی ایسے شخص کو قتل کردو جس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن سے معاہدہ کیا گیا ہے۔[1]

یہی جواب خطابی[2] اور بغوی[3] کا بھی ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں یہی جواب متعین ہے۔[4]

۲- ابن صیاد اس وقت چھوٹا تھا، ابھی بلوغت کے مرحلے میں داخل نہیں ہوا تھا، اس جواب کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاریؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اس قصے کے ضمن میں بیان فرمایا ہے جو نبی ﷺ کے ابن صیاد کی طرف جانے سے متعلق ہے، اسی میں ان کا (یعنی ابن عمرؓ کا) یہ قول مذکور ہے، یہاں تک کہ اسے بنی مغالہ کے قلعہ کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا اور ان دنوں ابن صیاد بلوغت کے قریب پہنچ رہا تھا۔[5]

---

(۱) ''الفتح الربانی''(۶۴/۲۴-۶۵).
ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔''مجمع الزوائد''(۳/۸-۴).
(۲) ''معالم السنن''(۱۸۲/۶).
(۳) ''شرح السنۃ''(۸۰/۱۵). تحقیق شعیب الارناؤط.
(۴) ''فتح الباری''(۱۷۴/۶).
(۵) ''صحیح بخاری''(۱۷۲/۶-مع الفتح).

قاضی عیاض نے اسی جواب کو اختیار فرمایا ہے۔[1]

۳- یہاں ایک تیسرا جواب بھی ہے جس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ابن صیاد نے دعویٰ نبوت کی صراحت نہیں کی تھی۔ بلکہ گول مول انداز میں ایک اشارہ کیا تھا کہ وہ رسالت (یعنی بھیجا ہوا ہونے) کا دعویدار ہے اور رسالت کے دعوے سے نبوت کا دعویٰ لازم نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ۔(مریم: ۸۳) [2]

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں۔

دجال کے نکلنے کا مقام:

دجال مشرق کی جہت سے اصبہان[3] کے یہودیوں کے درمیان سے خراسان[4] کے مقام سے نکلے گا، پھر سوائے مکہ اور مدینہ کے پوری زمین کی سیر کرے گا کوئی بھی بستی باقی نہیں چھوڑے گا ہر جگہ داخل ہوگا، صرف مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، کیونکہ فرشتے ان دونوں مقامات کی نگہبانی کر رہے ہوں گے۔

ففی حدیث فاطمة بنت قیس السابق ان النبی ﷺ قال فی الدجال: "الا انه فی بحر الشام، او بحر الیمن، لا بل من قبل

---

(۱) "شرح النووی لمسلم" (۴۸/۱۸).

(۲) "فتح الباری" (۱۷۴/۶).

(۳) اصبہان: یاقوت کہتے ہیں کہ شہر اصبہان جی نامی مقام پر واقع ہے، اس وقت اسے شہرستان کہا جاتا ہے، یا (المدینۃ) کے نام سے معروف ہے، جب بخت نصر نے خروج کیا اور بیت المقدس پر قابض ہو گیا اور وہاں کے لوگوں کو قیدی بنا لیا تو وہاں کے یہودیوں کو اپنے ساتھ لے جا کر اصبہان میں بسا دیا، ان لوگوں نے جی نامی شہر میں ایک محلہ بسایا اور وہیں انہوں نے مستقل قیام کر لیا اور اس کا نام الیہودیہ پڑ گیا... چنانچہ یہی یہودیہ آج کل شہر اصبہان ہے۔ "معجم البلدان" (۲۰۸/۱).

(۴) خراسان، مشرق کی جہت میں ایک وسیع و عریض ملک ہے، جو چند شہروں پر مشتمل ہے ان میں سے نیسا پور، ہراۃ، مرو، بلخ وغیرہ ہیں اور درمیان میں نہر جیحون تک جتنے بھی شہر آتے ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ "معجم البلدان" (۳۵۰/۲).

المشرق ما هو، من قبل المشرق ما هو (وأو مأ بيده الى المشرق)۔[1]

''فاطمہ بنت قیس کی گزشتہ حدیث میں یہ ذکر ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے دجال کے متعلق فرمایا: آگاہ رہو کہ وہ شام یا یمن کے سمندر میں نہیں ہے بلکہ وہ جو بھی ہے مشرق کی جانب سے ہے جو بھی ہے وہ مشرق کی جانب سے ہے (اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا)۔

عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ: قال: حدثنا رسول الله ﷺ قال: "الدجال یخرج من ارض بالمشرق: یقال لها: خراسان"۔[2]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال مشرق کی کسی سرزمین سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال اصبہان کے یہودیوں کے درمیان سے نکلے گا اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔[3]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: رہی یہ بات کہ وہ کہاں سے نکلے گا؟ تو یہ تو یقینی ہے کہ وہ مشرق کی جانب سے نکلے گا۔[4]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس کے ظہور کی ابتداء اصبہان کے ایک ایسے محلے سے ہوگی جسے الیہودیہ کہا جاتا ہے۔[5]

---

(۱) ''صحیح مسلم''(۸۳/۱۸).

(۲) ''جامع الترمذی" باب ما جاء من این یخرج الدجال؟(۴۹۵/۲).
البانی صاحب نے اس کو صحیح کہا ہے۔''صحیح الجامع الصغیر''(۱۵۰/۳)(ح۳۳۹۸).

(۳) ''الفتح الربانی ترتیب مسند احمد''(۷۳/۲۴)۔ابن حجر نے صحیح کہا ہے۔''فتح الباری''(۳۲۸/۱۳)

(۴)''فتح الباری''(۹۱/۱۳).

(۵) ''النهاية / الفتن والملاحم''(۱۲۸/۱).

دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا:

جب آخری زمانے میں دجال کا خروج ہوگا تو مکہ اور مدینہ میں اس کا داخلہ حرام ہوگا کیونکہ صحیح احادیث میں ایسا ہی ذکر ہے ان دونوں کے سوا باقی تمام بستیوں اور شہروں میں یکے بعد دیگرے داخل ہوگا۔

جاء فی حدیث فاطمة بنت قیس ان الدجال قال: "فأخرج، فاسیر فی الارض، فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة؛ غیر مکة وطیبة ،فهما محرمتان علی کلتا هما، کلما اردت ان ادخل واحدة —او واحدا—منهما: استقبلنی ملك بیده السیف صلتا یصدنی عنها، وان علی کل نقب منها ملائکة یحرسونها"۔ (۱)

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ دجال نے کہا پھر میرا خروج ہوگا تو میں زمین کی سیر کروں گا اور میں کوئی بستی نہیں چھوڑوں گا، چالیس دن میں ہر جگہ پہنچ جاؤں گا، صرف مکہ اور طیبہ میں داخل نہیں ہوسکوں گا، کیونکہ وہ دونوں کے دونوں مجھ پر حرام ہیں، جب میں ان میں سے کسی میں بھی داخل ہونے کا ارادہ کروں گا تو ایک فرشتہ ننگی تلوار سونتے میرے سامنے آئے گا جو مجھے اس میں داخل ہونے سے باز رکھے گا، اور اس کے ہر راستے پر فرشتے متعین ہوں گے جو اس کی نگہبانی کر رہے ہوں گے۔

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ دجال چار مساجد میں داخل نہیں ہوگا: مسجد حرام، مسجد مدینہ، مسجد طور اور مسجد اقصیٰ۔

امام احمدؒ نے حضرت جنادہ ابن ابی امیہ ازدی سے روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری آدمی نبی ﷺ کے ایک صحابی کے پاس گئے، اور ہم نے اس

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب قصة الجسلسة، (۸۳/۱۸).

سے عرض کیا: آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنایئے جس میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہو.........(چنانچہ انہوں نے حدیث بیان کی اور فرمایا:) ''اور وہ روئے زمین میں چالیس دن قیام کرے گا اور اس میں ہر گھاٹ پر پہنچ جائے گا، اور چار مساجد کے قریب نہیں جائے گا: مسجد حرام، مسجد مدینہ، مسجد طور اور مسجد اقصیٰ''۔[1]

و اما ما ورد فی الصحیحین[2] ان النبی ﷺ رأی رجلا، جعدا، قططا، اعور عین الیمنی، واضعا یدیه علی منکبی رجل، یطوف بالبیت، فسأل عنه؟ فقالوا: انه المسیح الدجال. فیجاب عنه بان منع الدجال من دخول مکة والمدینة انما یکون عند خروجه فی آخر الزمان. والله اعلم۔[3]

اور صحیحین میں جو حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو سخت گھنگھریالے بالوں والا ہے دائیں آنکھ سے کانا ہے اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک شخص کے کاندھوں پر رکھے ہوئے ہے۔ بیت اللہ کا طواف کر رہا پھر آپ ﷺ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا؟ جواب ملا یہ مسیح دجال ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ میں دجال کا داخلہ صرف اس وقت کے لئے ممنوع ہے جب آخری زمانے میں اس کا خروج ہوگا – واللہ اعلم۔

---

(۱) ''الفتح الربانی'' (۲۴/۷۶)۔ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کو احمد نے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۷/۳۴۳)۔ ابن حجر نے کہا اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ''فتح الباری'' (۱۳/۱۰۵)۔

(۲) ''صحیح بخاری'' کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله: واذکر فی الکتاب مریم'' (۶/۴۷۷)، ''صحیح مسلم'' کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم علیه السلام والمسیح الدجال، (۲/۲۳۳۔۲۳۵)

(۳) ''شرح النووی لمسلم'' (۲/۲۳۴)، و'' فتح الباری'' (۶/۴۸۸۔۴۸۹).

دجال کے پیروکار:

دجال کے اکثر پیروکاروں کا تعلق یہودیوں ،عجمیوں ،ترکوں، اور ملے جلے لوگوں میں سے ہوگا اوران کی اکثریت گنواروں اورعورتوں پر مشتمل ہوگی۔

روی مسلم عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال: "يتبع الدجال من يهود اصبهان سبعون الفا عليهم الطيالسة"۔ (۱)

مسلم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اصبہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزارلوگ دجال کے ساتھی ہوں گے ان پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔

امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ وہ ستر ہزارلوگ ہوں گے اوران کے سروں پر شاہی ٹوپیاں ہوں گی۔ (۲)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سابقہ روایت میں آیا ہے کہ کچھ ایسے لوگ اس کے پیروکار ہوں گے جن کے چہرے چمڑے سے منڈھی ہوئی ڈھالوں کی مانند ہوگے۔ (۳)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: واللہ اعلم' ظاہر یہ ہوتا ہے کہ مراد یہی ترک ہیں جو دجال کے مددگار ہوں گے۔ (۴)

میں کہتا ہوں : اسی طرح بعض عجمی لوگ بھی اس کے ساتھی ہوں گے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ان کےاوصاف بیان کئے گئے ہیں، قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم عجمیوں میں سے خوزوکرمان کیساتھ جنگ کرلو جوسرخ چہروں والے،چپٹی

---

(۱) ''صحیح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، باب فى بقية من احاديث الدجال، (۸۶-۸۵/۱۸).

(۲) ''الفتح الربانی ترتیب المسند'' (۷۳/۲۴)۔ اور حدیث صحیح ہے۔''فتح الباری'' (۳۲۸/۱۳).

(۳) ''ترمذی''، اوراس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۴) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱۱۷/۱).

ناکوں والے، چھوٹی آنکھوں والے ہوں گے، ان کے چہرے چمڑے سے منڈھی ہوئی ڈھالوں کی مانند ہوں گے، ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔[1]

رہی یہ بات کہ اس کے اکثر ساتھی دیہاتیوں اور گنواروں میں سے ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے، اور اس کی ایک وجہ ابوامامہؓ کی لمبی حدیث میں بیان کی گئی ہے جس میں نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ دجال کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ اعرابی (دیہاتی) سے کہے گا کہ اگر میں تمہارے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا تم اس بات کی گواہی دو گے کہ میں تمہارا رب ہوں؟ وہ کہے گا: ہاں؟ لہٰذا دو شیطان اس کے ماں باپ کی شکل دھار کر ظاہر ہوں گے اور کہیں گے؟ اے میرے بیٹے! تو اس کی پیروی کر کیونکہ یہی تیرا رب ہے۔[2]

اور عورتوں کا حال تو دیہاتیوں سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ بہت جلد متاثر ہو جاتی ہیں اور ان پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے۔

ففی الحدیث عن ابن عمرؓ: قال: قال النبی ﷺ: "ینزل الدجال فی ھذہ السبخة بمرقناة[3]، فیکون اکثر من یخرج الیه النساء، حتی ان الرجل یرجع الی حمیمه والی امه وابنته واخته وعمته فیو ثقها رباطا؛ مخافة ان تخرج الیه"۔[4]

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، (۶۰۴/۲).

(۲) "سنن ابن ماجہ" کتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عیسی بن مریم وخروج یاجوج وماجوج، (۱۳۵۹/۲۔۱۳۶۳)۔ اور حدیث صحیح ہے "صحیح الجامع الصغیر" (۲۷۳/۶۔۲۷۷)(ح ۷۷۵۲).

(۳) مرقناۃ، مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے جو طائف سے آتی ہے اور قدوم کی طرف شہداء احد کی قبروں سے ہوکر گزرتی ہے۔ "معجم البلدان" (۴۰۱/۴).

(۴) "مسند احمد" (۱۹۰/۷)(۵۳۵۳) تحقیق احمد شاکر، اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

چنانچہ حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وادی مرقناۃ کی اس شوروالی زمین میں دجال پڑاؤ ڈالے گا تو اس کی طرف نکل کر آنے والوں کی اکثریت عورتوں کی ہوگی، یہاں تک کہ آدمی اپنی بیوی، بیٹی، بہن، اور پھوپھی کو اس خوف سے رسی میں جکڑ دے گا کہ کہیں وہ اس کے پاس نہ نکل بھاگیں۔

دجال کا فتنہ:

جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اس وقت سے لے کر قیامت تک کا سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایسے عظیم خوارق پیدا فرما دے گا جس سے عقل و خرد مبہوت اور حیران ہو کر رہ جائیں گے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور جہنم ہوں گے اور اس کی جنت (درحقیقت) جہنم ہوگی اور اس کی جہنم (اصل میں) جنت ہوگی، اور اس کے ساتھ پانی کی ندیاں ہوں گی، روٹی کے پہاڑ ہونگے، وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو آسمان بارش برسائے گا، اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی۔ زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے، وہ بڑی ہی سرعت اور تیزی کے ساتھ زمین کا سفر طے کر ڈالے گا، اس کی تیزی اس بارش کی مانند ہوگی جس کے پیچھے ہوا لگی ہوئی ہو، اس کے علاوہ بھی بہت سے خوارق (کرشموں) کا حامل ہوگا۔

یہ تمام باتیں صحیح احادیث میں موجود ہیں: چند احادیث ملاحظ ہوں:

رواه الامام مسلم عن حذيفة: قال: قال رسول الله ﷺ:
"الدجال اعور العين اليسرى، جفال الشعر، معه جنة ونار، فناره جنة، وجنته نار"۔[1]

امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال، (۱۸/۶۰-۶۱).

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال بائیں آنکھ کا کانا ہوگا، بہت سارے بالوں والا ہوگا' اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوں گی، تو اس کی دوزخ (حقیقت میں) جنت ہوگی اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہوگی۔

ولمسلم ایضا عن حذیفةؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "لأنا اعلم بما مع الدجال منه، معه نهران یجریان، احد هما رأی العین ماء ابیض، والآخر رأی العین نار تأجج، فاما ادرکن احد: فلیأت النهر الذی یراه نارا، ولیغمض، ثم لیطأ طی راسه، فیشرب منه؛ فانه ماء بارد".(۱)

مسلم ہی کی ایک روایت انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیزیں دجال کے ساتھ ہوں گی میں انہیں اس سے زیادہ جانتا ہوں، اس کے ساتھ بہتی ہوئی دو ندیاں ہوں گی، ایک دیکھنے میں سفید معلوم ہوگی اور دوسری دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ معلوم ہوگی اگر تم میں سے کوئی انہیں پائے تو اس ندی پر آئے جو آگ معلوم ہوتی ہو اور آنکھیں بند کر لے پھر اپنے سر کو جھکائے اور اس سے پی لے کیونکہ وہ ٹھنڈا پانی ہوگا۔

وجاء فی حدیث النواس بن سمعانؓ فی ذکر الدجال ان الصحابة قالوا: یا رسول الله! وما لبثه فی الارض؟ قال: "اربعون یوما: یوم کسنة، ویوم کشهر، ویوم کجمعةو، سائر ایامه کایامکم". قالوا: وما اسراعه فی الارض؟ قال: "کالغیث اذا استدبرته الریح، فیأتی علی القوم، فیدعوهم، فیومنون به، ویستجیبون له، فیأمر السماء فتمطر، والأرض فتنبت،

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر الدجال، (۶۱/۱۸).

فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرا، واسبغه ضروعا، وامده خواصر، ثم يأتي القوم، فيدعوهم، فيردون عليه قوله، فينصرف عنهم، فيصبحون ممحلين ليس بأيديهم شيء من اموالهم، ويمر الخربة، فيقول لها: اخرجي كنوزك، فتتبعه كنوزها كيعا سيب النحل، ثم يدعو رجلا ممتلئا شبابا، فيضربه بالسيف، فيقطعه جزلتين رمية الغرض، ثم يدعوه، فيقبل ويتهلل وجهه يضحك"۔(۱)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں دجال کا ذکر اس طرح ہے کہ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ زمین میں کتنے دنوں تک رہے گا؟ آپ نے فرمایا چالیس دن اور ایک دن سال کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینے کے برابر ہوگا اور ایک دن ہفتے کے برابر ہوگا اور باقی ایام عام دنوں کی مانند ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا زمین میں اس کی تیزی کتنی ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارش کی طرح جس کے پیچھے ہوا لگی ہوئی ہو، پھر وہ لوگوں کے پاس آئے گا اور دعوت دے گا، لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے، پھر وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا، اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، ان کے جانور جب ان کے پاس لوٹیں گے تو ان کے کوہان بڑھ چکے ہوں گے، اور تھن خوب بھرے ہوئے ہوں گے' کو لہے چوڑے ہو گئے ہوں گے، پھر وہ لوگوں کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا تو لوگ اس کی بات کو رد کر دیں گے، پھر وہ ان کے پاس سے پلٹ جائے گا اور لوگ قحط زدہ ہو جائیں گے، ان کے ہاتھوں میں کچھ بھی مال نہیں بچ رہے گا، وہ (دجال) ویرانے سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: اپنا خزانہ باہر نکال تو

(۱) "صحیح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال، (۶۵/۱۸-۶۶).

اس کے خزانے شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے لگ جائیں گے، پھر وہ ایک ایسے شخص کو بلائے گا جو بھری جوانی میں ہوگا اور اسے تلوار سے مارے گا تو اس کے دو ٹکڑے ایک نشانہ کے فاصلے پر الگ الگ جا گریں گے۔ پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ ہنستے ہوئے اس کی جانب اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ کھلا ہوگا۔

وجاء فی روایة البخاری عن ابی سعید الخدریؓ ان هذا الرجل الذی یقتله الدجال من خیار الناس، او خیر الناس: یخرج الی الدجال من مدینة رسول الله ﷺ، فیقول للدجال: "أشهد أنك الدجال الذی حدثنا رسول الله ﷺ حدیثه، فیقول الدجال: " ارأیتم ان قتلت هذا ثم احییته: هل تشکون فی الامر؟ فیقولون: لا . فیقتله، ثم یحییه، فیقول (ای: الرجل): والله ما کنت فیك اشد بصیرة منی الیوم، فیرید الدجال ان یقتله، فلا یسلط علیه".[1]

اور بخاری کی روایت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ شخص جسے دجال قتل کرے گا بہترین لوگوں میں سے ہوگا وہ رسول اللہ ﷺ کے شہر کی جانب سے دجال کی طرف نکلے گا، پھر وہ دجال سے کہے گا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی وہ دجال ہے جس کی باتیں رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کی ہیں، تب وہ دجال کہے گا لوگو بتاؤ! اگر میں اسے قتل کر دوں پھر زندہ کردوں تو کیا تمہیں (میرے) معاملے میں کوئی شک رہ جائے گا ؟ تو وہ کہیں گے: نہیں. چنانچہ وہ اسے قتل کر دے گا پھر وہ اسے زندہ کرے گا تب وہ (شخص) کہے گا: اللہ کی قسم مجھے آج سے زیادہ کبھی تیرے بارے میں

---

(۱) ''صحیح بخاری" کتاب الفتن ، باب لا یدخل الدجال المدینة ،(۱۰۱/۱۳)

بصیرت نہیں حاصل تھی، چنانچہ دجال پھر اسے قتل کرنا چاہے گا تو اس پر قابو نہیں پائے گا۔

ابن ماجہ کی اس روایت کا تذکرہ ہو چکا ہے جو ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (اس میں دجال کے متعلق نبی ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے) کہ اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ دیہاتی سے کہے گا کہ بتا اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا تو اس بات کی گواہی دے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ تو وہ کہے گا: ہاں، چنانچہ دو شیطان اس کے ماں باپ کی شکل دھار کر ظاہر ہوں گے اور کہیں گے: اے میرے بیٹے! تو اس کی پیروی کر کیونکہ یہی تیرا رب ہے۔[1]

ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور فتنوں سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

ظہور دجال کے منکرین کی تردید:

گزشتہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ آخری زمانے میں دجال کا خروج متواتر طور پر ثابت ہے اور اس کی شخصیت حقیقی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق عظیم خوارق عطا فرمائے گا۔

اس کے باوجود شیخ محمد عبدہ کی رائے یہ ہے کہ دجال برائیوں، فریب کاریوں، اور خرافات کا ایک رمز ہے،[2] اور شیخ ابوعبیہ نے انہیں کی پیروی کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ دجال باطل کی وسعت وعمومیت کا ایک رمز ہے، بنی آدم میں سے کوئی معین شخصیت نہیں ہے، اور اس تاویل کا مطلب یہ ہے کہ کسی قرینے کے بغیر احادیث کو ان کے ظاہر سے پھیر دیا جائے۔

ذیل میں احادیث دجال کے متعلق شیخ ابوعبیہ کی تعلیق ملاحظہ فرمائیے:-

فرماتے ہیں: ظہور دجال، زمانۂ ظہور اور کیا وہ ابن صیاد ہے یا اس کے علاوہ کوئی دوسری

---

(۱) اس کی تخریج گزر چکی ہے۔
(۲) ''تفسیر المنار'' (۳/۳۱۷)

شخصیت ہے؟ان تمام امور کے متعلق روایت شدہ احادیث کا اختلاف اس بات کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ دجال ایک رمز ہے شر کا کہ اس کا بول بالا ہوگا، زبردست غلغلہ ہو گا، اس کی خطرناکی ہمہ گیر ہوگی، اور بعض زمانوں میں اس کا ضرر بہت بڑھ جائے گا اور اس کی اذیت رسانی بہت سے جگہوں کو اپنی لپیٹ میں لے گی، کیونکہ بعض اوقات میں انتشار، فتنہ اور غلبہ کے وسائل میسر ہوں گے، یہاں تک کہ اللہ کے کلمے اور حق کے سلطان (غلبہ) کی وجہ سے اس کی چمک ماند پڑ جائے اور اس کی چنگاری مردہ ہو جائے۔

﴿ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ٥﴾ (الاسراء: ٨١)[1]

یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

مزید فرماتے ہیں: کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ دجال سے یہ سمجھا جائے کہ وہ شر و بہتان اور تہمت تراشی کا ایک رمز ہے۔........الخ (۲)

ان اقوال کی تردید میں ہم یہی عرض کریں گے کہ احادیث اس بارے میں بالکل صریح ہیں کہ دجال بعینہ ایک شخصیت ہے، اور کوئی بھی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ وہ خرافات، فریب کاری اور باطل کا ایک رمز ہے، اور روایات میں نہ تو کوئی اختلاف ہے نہ تعارض، اور مذکورہ دلائل کے درمیان توافق اور جمع کی وضاحت کی جا چکی ہے، چنانچہ میں نے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ دجال کے خروج کی ابتداء خراسان کی طرف سے مقام اصبہان سے ہوگی اور یہ سب مشرق کی جانب میں ہیں۔ اور ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اس کی بھی وضاحت کر چکا ہوں اور اس سلسلے میں علماء کے اقوال بھی پیش کر چکا ہوں۔

جب یہ حقیقت واضح ہو چکی اور معلوم ہو چکا کہ روایت میں کوئی اضطراب نہیں پایا جاتا نہ تو مقام خروج کی حیثیت سے اور نہ ہی زمانہ ظہور کے اعتبار سے، تو اس کے بعد ان دونوں حضرات کی رائے کا کوئی داعیہ نہیں رہ جاتا۔ بالخصوص ان صفات کی وضاحت کی

---

(۱) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱/۱۱۸-۱۱۹).

(۲) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱/۱۵۲).

صورت میں جو دجال کے متعلق احادیث میں بیان کی گئی ہیں اور جو بلا کسی غیر ضروری زبر دستی کے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ حقیقی شخصیت ہے۔

نیز ابوعبیّہ حافظ ابن کثیر کی کتاب ''الفتن و الملاحم ''میں دجال کے متعلق ذکر کردہ احادیث پر تعلیقات کے سلسلے میں تناقض کا شکار ہیں، چنانچہ نبی ﷺ کے اس قول کہ اس کی آنکھوں کے درمیان (کافر) لکھا ہوگا، ہر وہ شخص اسے پڑھے گا جو اس کے کرتوتوں کو ناپسند کرتا ہوگا، یا ہر مومن اسے پڑھے گا، یا اس قول:'' جان رکھو کہ تم میں سے کوئی شخص مرنے تک اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا'' پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال اپنے دعویٰ ربوبیت میں جھوٹا ہوگا۔ اللہ اس کا برا کرے اور اس پر اپنا پورا غضب اور لعنت نازل فرمائے۔(۱)

یہاں وہ دجال کو ایک حقیقی انسان سمجھ رہے ہیں جو ربوبیت کا دعوی دار ہے اور جناب اس پر لعنت اور غضب کی بد دعا کرتے ہیں، اور دوسری جگہ پر اس بات کے منکر ہیں کہ دجال حقیقت میں کچھ ہوگا، بلکہ اسے شر اور فتنے کا رمز قرار دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ان کا کھلا ہوا تناقض ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ان منکرین دجال پر نبی ﷺ کا درج ذیل قول چسپاں ہو جائے آپ نے فرمایا: تمہارے بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو رجم، دجال، شفاعت، عذاب قبر اور ایسے لوگوں کی تکذیب کریں گے جو کوئلہ ہونے کے بعد آگ سے نکالے جائیں گے۔(۲)

جب دجال کے خوارق اور اس کے فتنے سے پناہ مانگنے اور اس کی ہلاکت کے متعلق گفتگو ہوگی تو وہاں وہ چیزیں بھی بیان ہوں گی جو اس بات پر قطعی طور سے دلالت کریں گی کہ وہ بعینہٖ ایک شخص ہے۔

---

(۱) ''النہایۃ / الفتن والملاحم''(۱۹۱؍۸).

(۲) ''مسند احمد''(۲۲۳/۱)(ح ۱۵۷)، تحقیق احمد شاکر، اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

دجال کے خوارق حقیقی امور ہوں گے:

دجال کے فتنے پر گفتگو کرتے ہوئے اس کے بعض خوارق کا ذکر کیا جا چکا ہے اور یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ خوارق حقیقی ہوں گے محض خیالات، ہاتھ کی صفائی اور فریب کاری پر مبنی نہیں ہوں گے جیسا کہ بعض علماء نے دعویٰ کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے امام ابن حزم اور امام طحاوی کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ یہ دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ دجال کے ساتھ جو چیزیں ہوں گی وہ حقیقی نہیں ہوں گی۔ اسی طرح کی بات شیخ المعتزلہ ابوعلی الجبائی[1] سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: حقیقت میں ایسا ہونا اس لئے جائز نہیں تاکہ جادوگر کے خوارق نبی کے خوارق سے مشابہ نہ ہو جائیں۔[2]

پھر ان کے بعد شیخ رشید رضا تشریف لائے اور انہوں نے اس بات کا انکار فرمایا کہ دجال کے پاس کچھ خوارق ہوں گے، ان کے خیال میں یہ چیزیں مخلوقات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی سنتوں کی مخالف ہے، چنانچہ احادیث دجال پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ان میں جو خوارق بیان کئے گئے ہیں وہ ان بڑی سی بڑی نشانیوں کے مشابہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم رسولوں کی تائید فرمائی ہے یا ان سے بھی فائق ہیں، اور ان سب کو شبہات کے دائرے میں لا کھڑا کرتے ہیں، جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا ہے، اور جسے بعض محدثین نے ان کی بدعات میں شمار کیا ہے، حالانکہ یہ چیز معلوم اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ نشانیاں صرف اپنی مخلوقات کی ہدایت کیلئے عطا فرمائی تھیں، جو اس کی رحمت کے غضب پر غالب ہونے کی اقتضاء کے موافق ہیں، تو آخر دجال کو اتنے بڑے بڑے خوارق کیسے عطا کئے جائیں گے جو اس کے بندوں کی اکثریت کو فتنے میں ڈالنے کا سبب بنیں گے؟ کیونکہ انہی روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے سوا باقی تمام روئے زمین کو چالیس دنوں کے اندر طے کر ڈالے گا۔

---

(۱) محمد بن عبدالوہاب بن سلام بصری، ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ "شذرات الذھب" (۲۴۱/۲) و "الاعلام"، (۲۵۶/۶).

(۲) "النھایۃ / الفتن والملاحم" (۱۲۰/۱).

آگے یہاں تک فرمایا کہ بے شک جو خوارق اس کی جانب منسوب کئے گئے ہیں وہ مخلوقات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی سنتوں کے مخالف ہیں اور قرآن کے قطعی نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت میں تحویل اور تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور یہ روایات مضطرب اور آپس میں متعارض ہیں اور ان قطعی نصوص کی تخصیص یا معارضہ کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ (۱)

اور احادیث دجال کے تعارض پر اس چیز سے استشہاد کیا ہے کہ بعض روایات میں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس کے ساتھ روٹی کے پہاڑ اور پانی اور شہد کی ندیاں ہوں گی اور جنت وجہنم ہوگی، ان کے علاوہ بھی جو چیزیں بیان کی گئی ہیں، یہ سب اس حدیث کے ساتھ متعارض ہیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"ما سأل احد النبي ﷺ عن الدجال ما سألته، وانه قال لي: "ما يضرك منه؟ قلت: لانهم يقولون ان معه جبل خبز، ونهر ماء. قال: بل هو اهون على الله من ذلك"۔ (۲)

نبی ﷺ سے دجال کے متعلق کسی نے بھی وہ باتیں نہیں پوچھی ہیں جو میں نے دریافت کی ہیں اور انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس سے تمہیں کیا نقصان پہنچے گا، میں نے عرض کیا: کیونکہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی ندیاں ہوں گی، تو آپ نے فرمایا: بلکہ وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے ہلکا ہے۔

دجال کے خوارق کا انکار کرنے والوں میں سے شیخ ابو عبیہ اس سلسلے کی احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیا لوگوں کی اکثریت اس عظیم فتنے کے سامنے ٹھہر سکے

---

(۱) "تفسیر المناوی" (۹/۴۹۰).

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، (۸۹/۱۳) و"صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر الدجال، (۷۴/۱۸).

گی کہ وہ لوگوں کے بھرے مجمع میں مار ڈالے گا اور پھر وہ زندہ کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ بندوں کو اسلئے جہنم میں ڈالے گا کہ وہ اس کے فتنے کے شکار ہو گئے!!! اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ مہربان اور رحیم ہے کہ وہ ان پر اس جیسی بلا کو مسلط کر دے جس کے سامنے صرف وہی شخص ٹھہر سکتا ہے جسے ایمان کے ثبات اور عقیدے کی قوت کا غیر محدود حصہ نصیب ہوا ہو، دجال خواہ وہ کوئی بھی دجال ہو اللہ پر اس سے کہیں ہلکا ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر اسے مسلط کر دے، اور دنیا کی اکثریت کے دلوں میں دین اور عقیدہ کو متزلزل کرنے والے ان خطرناک اور تباہ کن اسلحوں کے ذریعہ اس کی مدد فرمائے۔[1]

ان تمام حضرات کی تردید بطور خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱- دجال کے خوارق کے سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں وہ ثابت اور صحیح ہیں مذکورہ شبہات کی بنیاد پر انہیں رد کر دینا یا ان کی تاویل کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں کوئی اضطراب اور تعارض بھی نہیں پایا جاتا۔

اور رشید رضا نے جو اس بات سے استشہاد کیا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو صحیحین میں بیان ہوئی ہے وہ دجال کی احادیث کے معارض ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے درج ذیل فرمان کہ وہ اللہ پر اس سے ہلکا ہے'' کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ پر اس سے کہیں ہلکا ہے کہ وہ دجال کے ہاتھ پر جو خوارق پیدا فرمائے گا انہیں مومنوں کے لئے گمراہی کا سبب بنا دے، اور ان کے ذریعہ مومنوں کے دلوں میں شک پیدا کر دے، بلکہ یہ تو اسلئے ہو گا تاکہ مومنوں کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے اور جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کا شک بڑھ جائے، اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسے وہ شخص جسے دجال قتل کرے گا، یہ (مومن) کہے گا کہ آج سے زیادہ مجھے تیرے بارے میں کبھی بصیرت حاصل نہیں تھی، اس قول ''وہ اللہ پر اس سے کہیں ہلکا ہے'' سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ ان میں سے کوئی چیز نہیں ہوگی بلکہ مراد اسکا اس بات سے ہلکا ہونا ہے کہ ان میں سے کوئی

---

(۱) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۱۱۸)

چیز اس کے صدق کی نشانی بن جائے ،بالخصوص جبکہ خود اس کے اندر ایک ایسی ظاہری نشانی رکھ دی گئی ہے جو اس کے کفر و کذب پر دلالت کرتی ہے، جسے ہر مسلمان پڑھے گا خواہ وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نا جانتا ہو، یہ ایک زائد نشانی ہوگی جبکہ خود اس کی ذات کا نقص اور عیب اس کے کذب کے شواہد میں سے ہوں گے[1] جیسا کہ اس کی صفات پر تحریر کے دوران گذر چکا ہے۔

۲- اگر ہم اس حدیث کو اس کے ظاہر پر ہی تسلیم کر لیں تو نبی ﷺ کا اس کے متعلق یہ کہنا اس وقت پر محمول ہوگا جب آپ ﷺ پر اس کے ساتھ موجود رہنے والے خوارق کی تفصیلات کے سلسلے میں وحی نہیں نازل ہوئی تھی ،اس کی دلیل خود حضرت مغیرہ کا نبی ﷺ سے یہ کہنا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ .... یہاں پر نبی ﷺ سے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آپ نے اس کے متعلق ایسا ایسا کہا تھا ،پھر بعد میں دجال کے ساتھ ہونے والے خوارق اور نشانیوں کے متعلق آپ ﷺ کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا گیا، چنانچہ مغیرہ کی حدیث میں اور دجال کے بارے کی دیگر احادیث میں کوئی تعارض اور منافات نہیں ہے۔

۳- دجال کے خوارق حقیقی ہیں محض خیالات ،ہاتھ کی صفائی اور فریب کاری پر مبنی نہیں ہیں ان خوارق کا تعلق ان امور سے ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اسے اس لئے قدرت عطا فرمائی ہے تاکہ بندوں کا امتحان ہو اور ان کی آزمائش کی جائے ،اور دجال کے حال کا انبیاء کے حالات سے مشتبہ ہونا ممکن نہیں ،کیونکہ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ جب اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور ہوگا تو وہ نبوت کا دعوی کرے گا، بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ ان خوارق کا ظہور اس وقت ہوگا جب وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے گا۔[2]

۴- اور اس روایت کا کہ دجال مکہ مدینہ کے سوا تمام روئے زمین کو چالیس دنوں میں طے کرے گا شیخ رشید رضا کا ناممکن سمجھنا بلا دلیل ہے بلکہ دلیل اس کے خلاف

(۱) ''شرح صحیح مسلم ''للنووی،(۱۸/۷۴).و''فتح الباری''(۱۳/۹۳).
(۲) فتح الباری (۱۳/۱۰۵)

آئی ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ دجال کا کوئی دن ایک سال کے برابر ہو گا اور کوئی دن ایک مہینے اور کوئی دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا۔ جیسا کہ اس کا تذکرہ گذر چکا ہے۔[1]

۵- دجال کو جو خوارق عطا کئے جائیں گے ان میں اللہ تعالیٰ کی کوئی سنتوں کی مخالفت نہیں پائی جاتی کیونکہ اگر ہم رشید رضا کے کلام کو ظاہری معنی پر محمول کر لیں تو انبیاء کے سارے معجزات باطل قرار پاتے ہیں، کیونکہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی کونی سنتوں کے مخالف ہیں لہٰذا انبیاء کے خوارق کے متعلق اور ان کے اللہ کی سنتوں کے مخالف نہ ہونے کے متعلق جو کچھ کہا جائے گا وہی ان خوارق کے متعلق بھی عرض ہوگا جو دجال کو فتنۂ امتحان اور ابتلاء کے طور پر عطا کئے جائیں گے۔

٦- اگر ہم اس بات کو بھی تسلیم کر لیں کہ دجال کے خوارق اللہ تعالیٰ کی کونی سنتوں کے مخالف ہوں گے، تو ہم عرض کریں گے کہ دجال کے زمانے میں عادات کا نظام ٹوٹ جائے گا، بڑے بڑے امور رونما ہوں گے جو عالم کی ویرانی، دنیا کے زوال اور قرب قیامت کی علامت ہوں گے، اور جب اللہ تعالیٰ کے ارادے سے اس کا خروج فتنے کے زمانے میں ہوگا تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے کہ انہیں اس کے خوارق کی وجہ سے فتنوں میں ڈال دے، بیشک وہ لطیف وخبیر ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اس کے ذریعہ بندوں کو آزمائے، اور وہ بندوں کو پہلے ہی اس سے ڈرا چکا اور اس کے متعلق آگاہ کر چکا ہے۔

اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مقام پر بعض اکابر علماء کے کلام کا کچھ حاصل نقل کر دوں جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دجال کے خوارق ثابت ہیں اور یہ سب حقیقت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے امتحان وآزمائش کا سامان بنایا ہے۔

---

(۱) اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: یہ احادیث جن کا تذکرہ مسلم وغیرہ نے دجال کے قصے کے ضمن میں فرمایا ہے وہ سب اس کے صحت وجود کے سلسلے میں اہل حق مذہب کے لئے حجت اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ بعینہٖ ایک شخصیت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور اسے اپنے مقدورات میں سے چند اشیاء پر قدرت بخش دی ہے، یعنی اس مردے کا زندہ کر دینا جسے وہ قتل کرے گا اور اس کے ساتھ دنیا کی شادابی اور خوشحالی کا ظہور، اس کی جنت اور جہنم، اس کی دونوں ندیاں، زمین کے خزانوں کا اس کے پیچھے چلنا، آسمان کو اس کا بارش برسانے کا حکم دینا اور بارش کا ہونا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دینا اور سبزے کا اگنا، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے واقع ہوں گی، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسے عاجز کر دے گا اور وہ اس مذکورہ شخص اور دیگر اشخاص کے قتل پر بھی قادر نہیں رہ جائے گا، یہ چیزیں دجال کے ہاتھ میں صرف چند روز کیلئے ہیں نہ کہ ہمیشہ کیلئے پھر اس عرصے کے بعد یہ چیزیں اس سے واپس لے لی جائیں گی اور وہ خالی ہاتھ رہ جائے گا اور اس کی تمام چالیں باطل ہو جائیں گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

یہی اہل سنت اور تمام محدثین وفقہا اور متکلمین کا مذہب ہے جو ان لوگوں کے بر خلاف ہے جنہوں نے خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ وغیرہ میں سے اس کا انکار کیا ہے، اور اس کے امر کو باطل قرار دیا ہے، وہ اس بات کے منکر ہیں کہ یہ سب صحیح الوجود ہوں گے، بلکہ ان کا یہ خیال ہے کہ اس کا دعویٰ شعبدہ بازی اور ایسے تخیلات پر مبنی ہوگا جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہ ہوگا، ان کا خیال یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں حقیقی مان لی جائیں تو انبیاء صلوات اللہ سلامہ علیہم کے معجزات پر اعتماد باقی نہیں رہ جائے گا۔

یہ ان تمام لوگوں کی غلطی ہے، کیونکہ وہ نبوت کا دعویدار نہیں ہوگا کہ جو چیزیں اس کے ساتھ ہوں گی وہ اس کی تصدیق کے طور پر ہوں گی بلکہ وہ تو الوہیت کا دعویدار ہوگا اور زبان حال سے خود اپنے دعویٰ کی تکذیب کر رہا ہوگا اور خود اسی کے اندر اس کے حدوث کے دلائل موجود ہوں گے۔ اس کی صورت عیب دار ہوگی اور وہ اپنی آنکھوں کے عیوب کا

ازالہ کرنے سے عاجز ہوگا ،اسی طرح خود اس کی آنکھوں کے درمیان اس کے کفر کے متعلق لکھی ہوئی عبارت کا مشاہدہ کرنے والے کونہیں روک سکے گا۔اور انہی دلائل اور ان کے علاوہ دیگر دوسرے دلائل کی بنیاد پر صرف سادہ لوح اور معمولی قسم کے لوگ ہی اس سے دھوکہ کھا سکیں گے، کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی حاجت اور فاقہ کا خاتمہ ہوگا اور وہ سد رمق کی خواہش یا تقیہ یا اس کی اذیت کے خوف سے اس کا شکار ہو جائیں گے، کیونکہ وہ بہت بڑا فتنہ ہوگا جو عقلوں کو مدہوش اور فکر وشعور کو حیران اور پریشان کر دیگا، مزید برآں روئے زمین پر اس کا گزر بڑی تیزی کے ساتھ ہوتا جائے گا، وہ کہیں ٹھہرے گا نہیں کہ کمزور لوگ اس کی حالت پر غور کر سکیں اور اس کے اندر حدوث ونقص کے دلائل کا پتہ چلا سکیں، لہٰذا اس صورت حال میں گمراہ اور جاہل لوگ ہی اس کی تصدیق کریں گے۔یہی وجہ ہے کہ تمام انبیا صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین نے اس کے فتنے سے ڈرایا ہے اور اس کے عیب دار اور اس کے باطل ہونے کے دلائل پر تنبیہ فرمائی ہے۔

جہاں تک اہل توفیق کی بات ہے تو وہ اس کی چال میں نہیں آئیں گے اور اس کے ساتھ موجود چیزوں سے دھوکہ نہیں کھائیں گے اور ایسا اس وجہ سے ہوگا کہ ہم نے جن دلائل کا تذکرہ کیا ہے وہ اسے جھٹلانے والے ہوں گے، ساتھ ہی انہیں پہلے ہی سے اس کے حال کی آگاہی ہوگی، لہٰذا وہ جس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا وہ اس سے کہے گا: تیرے متعلق میری بصیرت میں مزید اضافہ ہی ہوا ہے۔ (۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: دجال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لے گا اس کا سبب وہ عجائبات بنیں گے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا اور جو اس کے زمانے میں زیر مشاہدہ ہوں گے، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ جو لوگ اس کی باتوں کو قبول کر لیں گے ان کے متعلق وہ آسمان کو حکم دے گا کہ بارش برسائے تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ ان کے لئے سبزہ اگائے گی، جسے ان کے جانور اور وہ خود کھائیں گے اور ان کے جانور ان کے پاس موٹے اور دودھ سے بھرے ہوئے آئیں گے، اور جو لوگ اس کی

---

(۱) ''شرح النووی لمسلم'' (۱۸/۵۸-۵۹)۔ و''فتح الباری''(۱۳/۱۰۵)۔

دعوت کو قبول نہیں کریں گے اور اس کی بات کو رد کر دیں گے وہ خشک سالی اور بد حالی اور قلت کا شکار ہو جائیں گے، ان کے جانور مر جائیں گے اور ان کے جان و مال اور پھلوں میں نقص پیدا ہو جائے گا، اور جبکہ خزانے دجال کے پیچھے نر شہد کی مکھیوں کی طرح چلیں گے، اور وہ اس نوجوان کو قتل کر دیگا پھر اسے زندہ کرے گا۔ اور یہ تمام چیزیں شعبدہ بازی پر مبنی نہیں ہوں گی بلکہ ان کی ایک حقیقت ہوگی جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں اپنے بندوں کا امتحان لے گا' پھر بہت سے لوگ اس کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے اور بہت سے لوگوں کو اس کی وجہ سے ہدایت ملے گی، جو لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں گے وہ کفر کے شکار ہو جائیں گے اور ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو جائے گا۔ (۱)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں : اس کے باوجود دجال کے اندر عقلمند کے لئے ایسی دلالت موجود ہوگی جو اس کے کذب کو واضح کر دے گی، کیونکہ وہ مختلف اجزاء سے مرکب ہوگا اور اس کے اندر بناوٹ کی تاثیر ظاہر ہوگی، اس کے ساتھ ہی وہ آفت بھی ظاہر ہوگی جو اس کے آنکھوں کے عیب (کانا پن) کی صورت میں سامنے آئیگی۔ پھر جب وہ لوگوں کو اس بات کی دعوت دے گا کہ وہ ان کا رب ہے تو عقلمندوں میں سے بدتر سے بدتر حال والا بھی اسے دیکھنے پر یہ جان لے گا کہ جو خود اپنا عیب دور نہیں کر سکتا تو وہ ہرگز نہ تو کسی کو پیدا کر سکتا ہے نہ اسے تبدیل کر سکتا ہے، اور نہ ہی حسین بنا سکتا ہے، وہ شخص کم از کم اتنا ضرور کہے گا کہ اے وہ شخص جو اپنے آپ کو خالق ارض وسماء کہتا ہے تو اپنا نقشہ تو سدھار لے، اپنی حالت تو بدل لے، اور اپنا عیب تو دور کر لے اور اگر تیرا گمان یہ ہو کہ رب کی ذات میں کوئی نئی چیز رونما نہیں ہو سکتی تو پھر اپنے دونوں آنکھوں کے درمیان کی تحریر کو تو زائل کر دے۔ (۲)

---

(۱) ''النهاية / الفتن والملاحم''(۱/۱۲۱).

(۲) ''فتح الباری''(۱۳/۱۰۳).

ابن عربی[1] فرماتے ہیں : بارش برسانے اپنی تصدیق کرنے والوں پر ہریالی لانے اور تکذیب کرنے والوں کو خشک سالی میں مبتلا کردینے ،خزانوں کا اس کے پیچھے پیچھے چلنے اور ساتھ ہی جنت اور جہنم اور بہنے والی ندیوں کے وجود کی جونشانیاں دجال کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گی تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء وآزمائش ہوگی، تاکہ شکوک وشبہات کا شکار ہونے والے لوگ ہلاک ہوجائیں اور متقی لوگ نجات سے ہمکنار ہوں اور یہ سب بہت ہی خوفناک معاملہ ہے اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا: دجال سے بڑا کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔[2]

دجال کے فتنے سے حفاظت:

نبی ﷺ نے اپنی امت کی رہنمائی ان امور کی جانب فرمادی ہے جو اسے مسیح دجال کے فتنے سے محفوظ رکھیں گے' حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کو واضح اور روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے، اس کی راتیں بھی دنوں کی مانند ہیں، اس سے کج روی صرف وہی شخص اختیار کرے گا ہلاک ہونا جس کا مقدر ہوگا، نبی ﷺ نے ہر خیر کی رہنمائی فرمادی ہے اس کا کوئی گوشہ باقی نہیں رکھا، اور ہر شر سے خبردار کردیا ہے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا، اور جن امور سے آپ نے ڈرایا ہے انہیں میں سے ایک مسیح دجال کا فتنہ بھی ہے کیونکہ قیامت کے آنے تک امت کو جن فتنوں کا سامنا ہوگا یہ ان میں سب سے بڑا فتنہ ہوگا اور ہر نبی اپنی امت کو کانے دجال سے ڈراتا رہا ہے، اور محمد ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے زیادہ اہتمام کے ساتھ اس سے ڈرایا اور آگاہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دجال کی بہت سی صفات کو واضح کردیا تھا تاکہ وہ اپنی امت کو آگاہ فرمادیں، کیونکہ وہ یقینی طور پر اسی امت میں نکلنے والا ہے اس لئے کہ یہی آخری امت ہے اور محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔
ذیل میں چند ارشادات نبویہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کی جانب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس غرض سے اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ اس عظیم فتنے سے محفوظ رہیں جس

---

(۱) ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد المعافری، الاشبیلی، المالکی، صاحب تصنیفات ہیں: "احکام القرآن" وغیرہ ان کی کتابیں ہیں، فاس مغرب کے قریب ۵۴۳ھ میں وفات پائی، اور وہیں دفن ہوئے۔ "الاعلام" (۲۳۰/۶) (۲) "فتح الباری" (۱۰۳/۱۳)

کے متعلق ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلبگار رہیں اور اس کی پناہ چاہتے ہیں:

۱- اسلام کے ساتھ تمسک کرنا، اپنے آپ کو ایمان کے ہتھیاروں سے مسلح کر لینا اور اللہ تعالیٰ کے ان اسماء وصفات حسنیٰ کی معرفت حاصل کرنا جن میں کوئی اس کا شریک نہیں، اس طرح یہ بات از بر ہو جائے گی کہ دجال بشر ہے جو کھاتا اور پیتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے منزہ ہے، اور دجال کانا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کوئی عیب نہیں۔ اور کوئی شخص موت سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا جب کہ مومن اور کافر سبھی لوگ دجال کو اس کے خروج کے وقت دیکھیں گے۔

۲- دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے رہنا بالخصوص نمازوں میں، اس کا حکم صحیح احادیث میں بکثرت آیا ہے۔ (لیکن افسوس کہ مسلمان نمازیوں کی اکثریت اس سے ناواقف ہے اور اس ناواقفیت کی وجہ کچھ تو لوگوں کی اپنی غلطی ہے کہ وہ احادیث کو اہمیت نہیں دیتے اور لکیر کے فقیر بنے آنکھیں بند کر کے بعض لوگوں کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں جو کہ صحیح احادیث کے خلاف ہے اور کچھ غلطی ان علماء کی ہے جو لوگوں کو کتاب وسنت کی تعلیم سے آگاہ نہیں کرتے بلکہ بعض علماء کی ترتیب دی ہوئی کتب کو ہی انہوں نے دین سمجھ رکھا ہے جو کہ دین اسلام کے لئے خطرناک ہے کیونکہ ان کتب کی تعلیم کتاب وسنت کے خلاف ہے اور یہ علماء لوگ ان پر عامل بن کر خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور قوم کو بھی گمراہ کر رہے ہیں)۔

ان میں سے ایک راویت تو وہ ہے جس کو شیخین اور نسائی نے بواسطہ حضرت عائشہؓ زوجۂ رسول اللہ ﷺ بیان کی ہے کہ نبی ﷺ اپنی نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اللهم انی اعوذ بك من عذاب القبر واعوذ بك من فتنة المسيح الدجال....... الحديث [1]

اے اللہ میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام، (۳۱۷/۲)، "صحیح مسلم" کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب التعوذ من عذاب القبر وعذاب جهنم، (۸۷/۵)

وروى البخاري عن مصعب:[1] قال: كان سعد يأمر بخمس ويذكرهن عن النبي ﷺ انه كان يأمر بهن..... (منها:) "واعوذبك من فتنة الدنيا (يعني: فتنة الدجال)"۔[2]

اور بخاری نے حضرت مصعب سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت سعدؓ پانچ چیزوں کا حکم دیا کرتے تھے اور نبیؐ کے حوالے سے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ آپ ان کا حکم دیا کرتے تھے (اور انہیں میں سے ایک چیز یہ تھی) اور میں دنیا کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں (یعنی: دجال کے فتنے سے)۔

اور دجال پر دنیا کا اطلاق کرنے میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ دنیا میں واقع ہونے والے فتنوں میں سب سے عظیم فتنہ دجال کا ہوگا۔[3]

اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"اذا تشهد احدكم: فليستعذ بالله من اربع: يقول: اللهم انى اعوذ بك من عذاب جهنم، ومن عذاب القبر، ومن فتنة المحيا والممات، ومن شر فتنة المسيح الدجال"۔[4]

جب تم میں سے کوئی آدمی (نماز کا دوسرا' آخری) تشہد پڑھے تو اسے چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے یہ کہے: اے اللہ میں عذاب جہنم اور عذاب قبر اور زندگی کے فتنے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

اور امام طاؤس[5] اپنے بیٹے کو اگر وہ نماز میں یہ دعا نہ پڑھے تو نماز دہرانے کا حکم

---

(۱) مصعب بن سعد بن ابی وقاص۔ "فتح الباری" (۱۱/۱۷۵)۔

(۲) "صحیح بخاری" كتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر، (۱۱/۱۷۴)۔

(۳) "فتح الباری" (۱۱/۱۷۹)۔

(۴) "صحیح مسلم" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب التعوذ من عذاب القبر وعذاب جهنم، (۵/۸۷)۔

(۵) امام طاؤس بن کیسان الیمانی، ابو عبدالرحمٰن، کبار تابعین میں سے ہیں، پچاس صحابہ سے ملاقات کی تھی اور چالیس حج کیے تھے وہ مستجاب الدعوۃ تھے، ابن عیینہ نے کہا ہے کہ تین لوگ سلطان سے دور بھاگنے والے تھے، ابو ذر اپنے زمانے میں، طاؤس اپنے زمانے میں، اور ثوری اپنے زمانے میں، ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔ "تہذیب التہذیب" (۵/۸۔۱۰)۔

دیا کرتے تھے۔[1]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلف اپنے بچوں کو یہ عظیم دعا سکھانے میں کتنے حریص تھے۔

سفارینی فرماتے ہیں ہر عالم کو بچوں ،عورتوں اور مردوں کے درمیان دجال کی احادیث کو پھیلاتے رہنا چاہئے۔ جبکہ یہ وارد ہوا ہے کہ اس کے خروج کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہوگی کہ منبروں پر اس کا تذکرہ فراموش کردیا جائے گا۔[2]

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: بالخصوص ہمارے اس زمانے میں جن میں فتنوں کا چلن ہو چکا ہے مصیبتیں بڑھ گئی ہیں سنت کے آثار مٹ رہے ہیں، سنتیں بدعتوں کی مانند ہوگئیں ہیں اور بدعتیں شریعت کا درجہ حاصل کرچکی ہیں جن کی پیروی کی جارہی ہے۔ **ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔**[3]

۳- سورۂ کہف کی آیات کا حفظ کرنا کیونکہ نبیؐ نے دجال پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے،اور بعض روایات میں اس کی آخری آیتوں کے پڑھنے کا حکم ہے اور اس کی بجا آوری اس طرح ہوگی کہ دس آیتیں شروع یا آخر کی پڑھی جائیں۔

ومن الاحاديث الواردة فی ذلك ما رواه مسلم من حديث النواس بن سمعان الطويل...(وفيه قوله ﷺ:) "من ادركه منكم: فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف"۔[4]

---

(۱) "صحیح مسلم" كتاب المساجد، باب التعوذ من عذاب القبر،(۸۹/۵)۔

(۲) اس سلسلے میں جو حدیث آئی ہے اس کو ہیثمی نے صحیح کہا ہے"مجمع الزوائد" عن الصعب بن جثامة: قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: " لا يخرج الدجال حتى يذهل الناس عن ذكره، وحتى تترك الائمة ذكره على المنابر". صعب بن جثامہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: دجال نہیں نکلے گا یہاں کہ لوگ اس کے ذکر سے غافل ہو جائیں گے،اور ائمہ منبروں پر اس کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیں گے۔

"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد"(۳۳۵/۷)۔

(۳) "لوامع الانوار البهية"(۱۰۶/۲-۱۰۷)۔

(۴) "صحیح مسلم" كتاب الفتن ،باب ذكر الدجال،(۶۵/۱۸)۔

اس سلسلے میں بیان ہونے والی احادیث میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم نے نواس بن سمعان کی لمبی حدیث کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔......(اس میں نبی ﷺ کا یہ قول ہے کہ) جو شخص تم میں سے دجال کو پائے تو وہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔

وروی مسلم ایضا عن ابی الدرداءؓ ان النبی ﷺ قال: "من حفظ عشر آیات من اول سورة الکهف؛ عصم من الدجال"؛ ای: من فتنتة.

قال مسلم: "قال شعبة: من آخر الکهف، وقال همام: من اول الکهف".[۱]

اور مسلم ہی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص سورہ کہف کی ابتداء سے دس آیات یاد کرلے گا تو وہ دجال سے (یعنی اس کے فتنے سے) محفوظ رہے گا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ شعبہ نے کہا سورۂ کہف کی آخری آیات سے اور حمام نے کہا سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات سے۔

امام نووی فرماتے ہیں اس کا سبب وہ عجائب یا نشانیاں ہیں جو اس کی ابتداء میں پائی جاتی ہیں چنانچہ جو شخص ان میں تدبر کرے گا تو وہ دجال کے فتنے میں نہیں پڑے گا اسی طرح اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ:

﴿ افحسب الذین کفروا ان تیخذوا﴾ (الکهف:۱۰۲)۔[۲]

یہ تو رہی سورہ کہف کی خصوصیات، احادیث میں اس کے پڑھنے کی ترغیب بھی آئی

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب صلاة المسافرین، باب فضل سورہ الکهف وآیة الکرسی، (۹۲/۶-۹۳).

(۲) "شرح النووی لمسلم" (۹۳/۶).

ہے خاص کر جمعہ کے دن۔

روى الحاكم عن ابى سعيد الخدريؓ ان النبی ﷺ قال: "ان من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة: أضاء له من النور ما بين الجمعتين"۔ (۱)

امام حاکم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھے گا تو اس کے لئے دو جمعوں کے درمیان نور چمکتا رہے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ سورہ کہف کی شان بڑی عظیم ہے، کیونکہ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں پائی جاتی ہیں جیسے اصحاب کہف کا قصہ، حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ، ذوالقرنین اور عظیم ترین بند کی تعمیر کا قصہ جو یاجوج اور ماجوج کے درمیان حائل ہے، بعث ونشور اور صور میں پھونکے جانے کا اثبات اور ان لوگوں کا بیان ہے جو اعمال کے اعتبار سے گھاٹے میں ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہوں گے حالانکہ وہ گمراہی اور جہالت کا شکار ہوں گے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس سورت کی تلاوت، حفظ اور اسے بار بار پڑھنے کا اہتمام کرے بالخصوص سب سے بہتر یوم یعنی جمعہ کے دن تو اس کا خاص اہتمام کرے۔

۴- دجال سے فرار اختیار کرنا اور اس سے دور رہنا، اور افضل تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی سکونت اختیار کی جائے کیونکہ دجال حرمین میں داخل نہیں ہو سکے گا اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ جب دجال نکلے تو وہ اس سے بچتا رہے کیونکہ اس کے ساتھ شبہات ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر عظیم خوارق کا اجرا فرمائے گا وہ لوگوں کے لئے آزمائش کا سبب بن جائیں گے، چنانچہ ایک شخص اپنے متعلق ایمان و ثابت قدمی کا

---

(۱) ''مستدرک الحاکم'' (۳۶۸/۲) اور کہا ہے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ ذہبی نے کہا نعیم، (یعنی ابن حماد) یعنی ان کی حدیثوں میں نکارت پائی جاتی ہے۔ البانی نے صحیح کہا ہے۔ ''صحيح الجامع الصغير'' (۳۴۰/۵) (ح ۶۳۴۶)۔

گمان رکھتے ہوئے آئے گا مگر دجال کا پیروکار بن جائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کے طلبگار ہیں کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کے فتنے سے اپنی پناہ میں رکھے۔

روی الامام احمد ابو داؤد والحاکم عن ابی الدھماء [1]: قال: سمعت عمران بن حصین یحدث: قال:قال رسول اللہ ﷺ: "من سمع بالدجال؛ فلینأ عنه، فواللہ ان الرجل لیأتیه وھو یحسب انه مؤمن، فیتبعه مما یبعث به من الشبھات، او لما یبعث به من الشبھات".[2]

امام احمد و ابوداؤد اور حاکم ابوالدہماء سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: ''میں نے عمران بن حصین کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دجال کے متعلق سنے تو وہ اس سے دور رہے کیونکہ اللہ کی قسم آدمی اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہوئے اس کے پاس آئے گا، پھر اس کے ابھارے ہوئے شبہات سے یا اس کے ابھارے ہوئے شبہات کی وجہ سے اس کا پیرو کار بن جائے گا''۔

دجال کا تذکرہ قرآن میں:

علماء سے یہ سوال چلا آ رہا ہے کہ اس قدر عظیم فتنے، انبیاء کرام کی تنبیہات اور نمازوں میں اس کے فتنے سے پناہ مانگنے کا حکم دینے کے باوجود کیا حکمت ہے کہ صراحت کے ساتھ قرآن میں دجال کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے؟ اور انہوں نے اس کے متعدد

---

(۱) قرفۃ بن بہیس عدوی بصری، تابعی ہیں ثقہ تھے بعض صحابہ سے بھی روایت کی ہے، جیسے عمران بن حصین، سمرۃ بن جندب وغیرہ۔ ان کے حالات کے لئے دیکھئے ''تہذیب التہذیب'' (۳۶۹/۸)۔

(۲) ''**الفتح الربانی**'' (۷۴/۲۴)، و''سنن ابی داؤد'' (۲۴۲/۱۱)، ''مستدرک الحاکم'' (۵۳۱/۴)۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد اور مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور ذہبی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ اور حدیث کو البانی صاحب نے صحیح کہا ہے ''**صحیح الجامع الصغیر**'' (۳۰۳/۵)۔

جوابات دیئے ہیں؛ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱- وہ ان نشانیوں کے ضمن میں مذکور ہے جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آیا ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ﴾ (الانعام: ١٥٨)

"کہ جس روز تیرے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی تو اس وقت کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا جو کہ پہلے سے ایمان نہ رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔"

اور یہ نشانیاں ہیں: دجال، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دابہ (چوپایہ) اور یہی چیزیں اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہیں۔

فقد روی مسلم والترمذی عن ابی هريرةؓ : قال: قال رسول الله ﷺ: " ثلاث اذا خرجن لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فی ايمانها خيرا: طلوع الشمس من مغربها، والدجال، ودابة الارض "۔[1]

چنانچہ مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تین چیزیں نکل آئیں گی تو کسی ایسی ذات کو اس کا ایمان فائدہ نہ دیگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اپنے ایمان میں کوئی خیر کا کسب نہ کیا ہو وہ تین چیزیں "سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال اور دابۃ الارض" ہے۔

۲- قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تذکرہ کیا اور حضرت عیسیٰ ہی دجال کو قتل کریں گے لہٰذا مسیح ضلالت کے تذکرے سے اغماض کرتے ہوئے مسیح ہدیٰ کے تذکرے پر اکتفا کیا ہے، اور عربوں کی عادت ہے کہ وہ ضدین میں سے دوسرے کو چھوڑ کر ایک کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کر لیا کرتے ہیں۔

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان، (۱۹۵/۲).
"جامع الترمذی فی تحفة الاحوذی" (۴۳۹/۸).

۳- وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مذکور ہے:

﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾. (غافر: ۵۷)

''زمین وآسمان کا بنانا انسان کے پیدا کرنے (بنانے) سے بھی بڑا اہم کام ہے۔''

اور یہاں لوگوں سے مقصود دجال ہے؛ اور یہ کل کا اطلاق کر کے بعض مراد لینے کی قبیل سے ہے۔

ابو العالیہ[1] فرماتے ہیں: یعنی دجال کے پیدا کرنے سے عظیم ہے جسے یہودی لوگ بڑا مانتے ہیں۔[2]

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ اگر ثابت ہو جائے تو سب سے عمدہ جواب ہے، اس طرح یہ ان امور میں شامل ہوگا جن کا بیان نبیؐ کے ذمہ ہے اور علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔[3]

۴- اس کے درجے کی تحقیر کا اظہار کرنے کی وجہ سے قرآن میں دجال کا تذکرہ نہیں کیا؛ کیونکہ وہ بشر ہونے کے باوجود ربوبیت کا دعویٰ کرے گا جس کی حالت رب کی عظمت وجلال، کمال و کبریائی اور عیوب سے برتری کے منافی ہوگی، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا معاملہ اس بات سے کہیں حقیر اور چھوٹا ہوگا کہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کے باوجود انبیاء علیہم السلام نے اس سے متنبہ کیا اور اس کے خطرات اور فتنوں کا بیان فرمایا جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے اور اس کے خطرات اور فتنوں سے چوکنا رہنے کا حکم دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن نے تو فرعون کا ذکر کیا ہے حالانکہ اس نے بھی الوہیت وربوبیت کا دعویٰ کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرعون کا معاملہ گزر چکا اور اپنی

---

(۱) رفیع بن مہران الریاحی مولاہم البصری کبار تابعین میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کو پایا تھا اور نبی ﷺ کی وفات کے بعد اسلام قبول کیا، اور بہت سے صحابہ کرام سے روایت کیا ہے ۹۰ھ میں وفات پائی۔ ''تهذيب التهذيب'' (۳/۲۸۴-۲۸۵).

(۲) ''تفسير القرطبي'' (۱۵/۳۲۵).

(۳) ''فتح الباري'' (۱۳/۹۲).

انتہا کو پہنچ چکا ہے، اور اس کا تذکرہ محض عبرت ونصیحت کے لئے کیا گیا ہے، جب کہ دجال کا معاملہ آخری زمانے میں رونما ہوگا اس کا تذکرہ امتحان کی غرض سے چھوڑ دیا گیا ہے، مزید برآں اس کا دعویٰ ربوبیت اس سے کہیں زیادہ واضح ہوگا کہ اس کے بطلان پر تنبیہ کی جائے کیونکہ دجال کا نقص ظاہر ہوگا اور اس کی مذمت واضح ہوگی، وہ اس مقام سے بہت ہی حقیر اور چھوٹا ہوگا جس کا وہ دعوے دار ہوگا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ چھوڑ دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے متعلق یہ بات جانتا تھا کہ اس جیسا شخص انہیں ذرا نہیں سکے گا، بلکہ ان کے ایمان اور اللہ اور رسول کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کی روش ہی ان کے ایمان میں اضافے کا سبب بنے گی، جیسا کہ وہ نوجوان جسے دجال قتل کرکے دوبارہ زندہ کریگا تو وہ شخص یہ کہتے ہوئے اسے جواب دے گا کہ ''اللہ کی قسم مجھے تیرے متعلق آج سے زیادہ بصیرت کبھی حاصل نہیں ہوئی۔ (۱)

اور کبھی کبھی کسی چیز کا تذکرہ اس لئے ترک کر دیا جاتا ہے کہ وہ بالکل واضح ہوتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت میں حضرت صدیقؓ کی خلافت کے متعلق وثیقہ تحریر فرمانے کو ترک کر دیا تھا کیونکہ یہ چیز واضح تھی۔ اس لئے کہ صحابہؓ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ بہت عظیم تھا، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے (ان کی خلافت کے معاملہ میں) فرمایا تھا:

اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ ہر ایک کا انکار کریں گے۔ (۲)

اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ قرآن میں دجال کے عدم ذکر سے متعلق سوال اب بھی وہی ہے: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یاجوج وماجوج کا تذکرہ فرمایا ہے اور یہ فتنہ دجال کے فتنے سے قریب ہے۔ (۳)

ایک بات تو یہ ہے: اور شاید جواب اول ہی زیادہ قرین ہے واللہ اعلم اس طرح

---

(۱) '' صحیح بخاری'' کتاب الفتن، باب لا یدخل الدجال المدینة، (۱۳/۱۰۱).

(۱) ''صحیح مسلم'' کتاب الفضائل، باب فضائل ابی بکر الصدیقؓ، (۱۵/۱۵۵).

(۳) ''فتح الباری'' (۱۳/۹۱-۹۲).

دجال بعض نشانیوں کے ضمن میں مذکور مانا جائے گا اور مجمل کی وضاحت نبی ﷺ کے ذمہ ہوگی۔

دجال کی ہلاکت:

دجال کی ہلاکت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوگی جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی صورت یہ ہوگی کہ دجال مکہ اور مدینہ کے سوا دنیا کی ہر سرزمین پر ظاہر ہوگا، اس کے پیروکاروں کی کثرت ہوگی اور اس کا فتنہ عام ہوگا تھوڑے سے مومنوں کے سوا اور کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکے گا، اسی موقع پر دمشق کے منارۂ شرقیہ پر حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا اور اللہ کے مومن بندے ان کے اردگرد جمع ہو جائیں گے، پھر وہ مسیح دجال کے قصد سے انہیں لے کر چل پڑیں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت دجال بیت المقدس کی جانب متوجہ ہوگا، پھر حضرت عیسیٰ اسے باب لد[1] پر جا پکڑیں گے، جب دجال انہیں دیکھے گا تو ایسے پگھلنے لگے گا جیسے نمک پگھلتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے کہیں گے: مجھ کو تجھے ایک ہی مار ایسی مارنی ہے کہ جس سے تو میرے ہاتھوں بچ نہیں سکے گا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے نشانے پر لے کر اپنے نیزے سے اسے قتل کر ڈالیں گے اور اس کے پیروکاروں کو شکست سے دوچار ہونا پڑے گا، پھر مومن لوگ ان کا پیچھا کر کے انہیں قتل کر دیں گے، یہاں تک کہ شجر و حجر بھی کہنے لگیں گے: اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر دے۔ صرف جھاؤ کا درخت ایسا نہیں کرے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔[2]

دجال اور اس کے پیروکاروں کی ہلاکت کے سلسلے میں چند احادیث درج ذیل ہیں:

---

(۱) لد، بیت المقدس کے قریب فلسطین کا ایک شہر ہے۔ ''معجم البلدان'' (۱۵/۵)۔

(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱۲۸/۱۔۱۲۹)۔

روی مسلم عن عبدالله بن عمرو: قال: قال رسول الله ﷺ: "یخرج الدجال فی امتی... (فذکر الحدیث، وفیه:) فیبعث اللہ عیسیٰ بن مریم کأنہ عروۃ بن مسعود، فیطلبہ، فیہلکہ"۔(۱)

مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال میری امت میں نکلے گا.....(پھر حدیث بیان فرمائی اور اسی میں ہے:) پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کو مبعوث فرمائے گا گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ہیں پھر وہ اسے ڈھونڈ کر ہلاک کر دیں گے۔

وروی الامام احمد والترمذی عن مجمع بن جاریۃ الانصاریؓ: یقول: سمعت رسول الله ﷺ یقول: "یقتل ابن مریم الدجال بباب لد"۔(۲)

امام احمد اور ترمذی نے حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''ابن مریم دجال کو باب لد پر قتل کریں گے''۔

روی مسلم عن النواس بن سمعانؓ حدیثا طویلا عن الدجال... (وفیہ قصۃ نزول عیسیٰ وقتلہ للدجال، وفیہ قولہ ﷺ): "فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات، ونفسہ ینتهی حیث ینتهی طرفہ، فیطلبہ، حتی یدرکہ بباب لد، فیقتلہ"۔(۳)

مسلم نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث روایت

---

(۱) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال، (۱۸/۷۵-۷۶)۔

(۲) ''الفتح الربانی ترتیب مسند احمد'' (۲۴/۸۳)، و'' الترمذی'' (۶/۵۱۳-۵۱۴)۔

(۳) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال، (۱۸/۶۷-۶۸)۔

کی ہے (اور اسی میں حضرت عیسیٰ کے نزول اور دجال کے قتل کرنے کا قصہ ہے، اسی میں نبی ﷺ کا یہ قول ہے کہ) کسی کافر کے لئے جوان کے سانس کی خوشبو پائے گا مرجانے کے سوا اور کچھ حلال نہ ہوگا اوران کی سانس ان کے منتہائے بصر تک ہوگی، پھر وہ اسے تلاش کریں گے اور باب لد پر اسے پالیں گے اور قتل کردیں گے۔

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دجال دین کی کسمپرسی اور علم کے ادبار کے وقت نکلے گا...... (پھر حدیث بیان فرمائی اور اسی میں ہے:) پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور صبح کے وقت پکارتے ہوئے فرمائیں گے: اے لوگو! کونسی چیز تمہیں اس جھوٹے خبیث کی طرف نکلنے سے روکتی ہے۔ تو وہ کہیں گے: یہ جناتی شخص ہے، پھر وہ چل پڑیں گے تو ان کی ملاقات عیسیٰ بن مریم ﷺ سے ہو جائے گی۔ اسی اثناء میں نماز کھڑی ہو جائے گی تو ان سے کہا جائے گا: اے روح اللہ آگے بڑھئے (نماز پڑھایئے) تو وہ کہیں گے: تمہارے امام کو آگے بڑھنا چاہیئے وہی تمہیں نماز پڑھائے گا، پھر جب صبح کی نماز پڑھ لیں گے تو اس کی طرف نکلیں گے، بیان کرتے ہیں کہ: چنانچہ جس وقت وہ جھوٹے کو دیکھیں گے وہ ایسے گھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے، پھر وہ اس کی طرف چل کر اسے قتل کردیں گے، یہاں تک کہ شجر وحجر بھی پکار اٹھیں گے: اے روح اللہ! یہ یہودی ہے، تب (عیسیٰ علیہ السلام) اس کے پیروکاروں میں سے کسی کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے"۔ (۱)

اور اس ملعون کے قتل سے اس کا عظیم فتنہ ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس کے اور اس کے پیروکاروں کے شر سے روح اللہ اور کلمۃ اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کے مومن پیروکاروں کے ہاتھوں نجات دے دے گا۔ **وللّٰه الحمد والمنه.**

---

(۱) "الفتح الربانی ترتیب مسند احمد" (۲۴/۸۵-۸۶).
ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کو احمد نے دو سندوں سے روایت کیا ہے جس میں سے ایک کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ دیکھئے "مجمع الزوائد" (۷/۳۴۴).

تیسری فصل

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول پر گفتگو کرنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ہم ان کی ان صفات سے آگاہ ہو جائیں جن کا تذکرہ نصوص شرعیہ میں کیا گیا ہے........

عیسیٰ علیہ السلام کی صفات:

روایات میں ان کی صفات کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ مرد ہوں گے، میانہ قامت ہوں گے، نہ لمبے نہ پستہ قد، ان کی رنگت سرخ ہوگی، ان کا جسم ٹھوس ہوگا، سینہ چوڑا اور بال سیدھے ہوں گے، ان کی کیفیت ایسی ہوگی کہ گویا کہ وہ غسل خانے سے نکلے ہوں، ان کی زلفیں کانوں کی لوؤں تک ہوں گی، جن پر انہوں نے کنگھی کر رکھی ہوگی اور وہ ان کے کاندھوں کو بھر رہی ہوں گی۔

اس سلسلے میں واردشدہ احادیث حسب ذیل ہیں:

منها ما رواه الشيخان عن ابى هريرةؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "ليلة اسرى بى لقيت موسى... (فنعته الى ان قال:) ولقيت عيسى... (فنعته فقال:) ربعة، احمر، كانما خرج من ديماس (يعنى:الحمام)"۔(۱)

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب اسراء میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

(۱) "صحیح بخاری" كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله "واذكر فى الكتاب مريم" (۴۷۶/۶)۔ و"صحیح مسلم" باب الاسراء برسول الله ﷺ وفرض الصلوات، (۲۳۲/۲)

سے ہوئی......(پھر ان کا وصف بیان کرتے ہوئے آگے فرمایا) اور میری ملاقات حضرت عیسیٰ سے ہوئی......(پھران کا وصف بیان کرتے ہوئے آگے فرمایا:) وہ میانہ قامت سرخ رنگت والے ہیں گویا کہ وہ غسل خانہ سے نکلے ہیں''۔

وروى البخاري عن ابن عباسؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "رأيت عيسىٰ وموسى وابراهيم، فاما عيسى: فاحمر جعد عريض الصدر".[1]

اور بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا، عیسیٰ علیہ السلام کی حالت تو یہ تھی کہ وہ سرخ رنگت، ٹھوس جسم اور چوڑے سینے کے مالک تھے۔

وروى مسلم عن ابی هريرةؓ؛ قال: قال رسول الله ﷺ: "لقد رأيتني في الحجر وقريش تسألني... (فذكر الحديث، وفيه:) واذا عيسى بن مريم عليه السلام قائم يصلي، اقرب الناس به شبها عروة ابن مسعود الثقفي".[2]

---

(۱) ''صحيح بخارى ''كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله :''واذكر في الكتاب مريم''(۶/۴۷۷).

(۲) یہ جلیل القدر صحابی ابومسعود عروۃ بن مسعود بن معتب بن مالک الثقفیؓ ہیں نبی ﷺ کے طائف سے واپس آنے کے بعد ایمان لائے، صلح حدیبیہ کے انعقاد میں ان کا بہت اہم رول تھا، اور یہ طائف کے محبوب اور ہردل عزیز آدمی تھے، جب انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا جب ان کا تیر انہیں لگا تو لوگوں نے پوچھا: اپنے خون کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ ایک اکرام ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری تکریم فرمائی ہے، یہ شہادت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف ہانک دیا ہے، تو میرا بھی معاملہ وہی ہے جو ان شہداء کا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی وقت قتل ہوئے تھے جبکہ آپ ﷺ ابھی تمہارے پاس سے روانہ=

اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے آپ کو حطیم میں پایا اور قریش مجھ سے سوال کر رہے تھے (پھر پوری حدیث ذکر فرمائی اور اسی میں ہے) کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، ان کے سب سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔

وفی الصحیحین عن عبدالله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال: " أرانی لیلة عند الكعبة، فرأیت رجلا أدم كاحسن ما انت راء من ادم الرجال، له لمة كاحسن ما انت راء من اللمم، قد رجلها، فهی تقطر ماء، متكئًا علی رجلین او علی عواتق رجلین، یطوف بالبیت، فسألت: من هذا؟ فقیل: هذا المسیح بن مریم ".(۱)

صحیحین میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک رات اپنے آپ کو کعبہ کے پاس پایا تب میں نے ایک گندمی رنگت کے شخص کو دیکھا سمجھ لو کہ تم بہتر سے بہتر گندمی رنگت کے شخص کو دیکھ رہے ہو، ان کی زلفیں ایسی تھیں کہ عمدہ سے عمدہ زلف جو تم دیکھ سکتے ہو، انہوں نے اس میں کنگھی کر رکھی تھی اور ان کی زُلفوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے، وہ دو

= نہیں ہوئے تھے۔ انہیں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ عروہ کی مثال صاحب یاسین کی طرح ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا تو قوم نے ان کو قتل کر دیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کے قول ''لو لا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم '' میں یہی مراد ہیں۔ ''الاستیعاب فی معرفة الاصحاب '' (۱۰۶۷-۱۰۶۶/۳) و ''الاصابة فی تمییز الصحابة '' (۴۷۸-۴۷۷/۲). و ''تجرید اسماء الصحابة '' (۳۸۰/۱).

''صحیح مسلم '' باب ذكر المسیح ابن مریم علیه السلام، (۲۳۸-۲۳۷/۲).

(۱) ''صحیح بخاری '' كتاب احادیث الانبیاء، (۴۷۷/۲). و ''صحیح مسلم '' باب ذكر المسیح ابن مریم علیه السلام، (۲۳۳/۲)

آدمیوں پر یا دو آدمیوں کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا: یہ مسیح بن مریم ہیں''۔

وفی روایة للبخاری عن ابن عمر؛ قال: " لا واللہ؛ ما قال النبی ﷺ لعیسیٰ احمر، ولکن قال:(فذکر تمام الحدیث بنحو الروایة السابقة)"۔[1]

اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: نہیں اللہ کی قسم نبی ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سرخ نہیں کہا، بلکہ فرمایا: (پھر پوری حدیث سابقہ روایت کی طرح ذکر فرمائی)۔

وفی روایة لمسلم عن ابن عمرؓ ؛ قال ﷺ: " فاذا رجل آدم... (الی ان قال:) رجل الشعر"۔[2]

مسلم کی ایک اور روایت میں انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' تب ایک آدمی گندمی رنگت کے سامنے آئے....(سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:) بالوں میں کنگھی کیے ہوئے تھے۔''

بعض روایات میں سرخ کا تذکرہ آتا ہے اور بعض میں گندمی رنگت کا ذکر آتا ہے اور بعض روایات میں انہیں سیدھے بالوں والا بتایا گیا ہے اور بعض روایات میں ان کی صفت میں جعد (گھنگھریالے بالوں والا) کا ذکر آیا ہے۔

ان روایات میں جمع کی صورت اس طرح ہے:

سرخی اور گندمی رنگت کے درمیان کوئی منافات نہیں پائی جاتی؛ کیونکہ ممکن ہے کہ ان کی گندمی رنگت بالکل صاف و شفاف ہو۔[3]

---

(۱) ''صحیح بخاری'' (۶/۴۷۷).

(۲) ''صحیح مسلم'' (۲/۲۳۶).

(۳) ''الاشاعة'' (ص۱۴۳).

اور ایک روایت میں جو حضرت عیسیٰ کی سرخ رنگت کے متعلق حضرت ابن عمر کا انکار بیان کیا گیا ہے تو وہ دوسروں کی یادداشت کے مخالف ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگت کے حامل ہوں گے۔

اور رہی وہ روایت جس میں آپ کو سیدھے بالوں والا بتایا گیا ہے اور دوسری روایت جس میں آپ کی صفت میں جعد کا لفظ آیا ہے حالانکہ جعد سبط کی ضد ہے (سبط کہتے ہیں سیدھے بالوں والے کو اور جعد کہتے ہیں گھنگھریالے بالوں والے کو) تو ان دونوں کے درمیان جمع کی صورت یہ ہے کہ سبط کا لفظ تو آپ کے بالوں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے یعنی وہ سیدھے ہوں گے اور جعد کا لفظ بالوں کے متعلق نہیں بلکہ جسم کے متعلق استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا جسم بھرا بھرا اور ٹھوس ہوگا۔ (۱)

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی صفات:

جب دجال ظاہر ہو کر زمین میں فساد برپا کر دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا، اور وہ زمین پر نازل ہوں گے، ان کا نزول ملک شام کے شہر دمشق کے مشرقی حصے کے منارۂ بیضاء کے پاس ہوگا، وہ ورس و زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے زیب تن کئے ہوں گے، دو فرشتوں کے پروں پر اپنی ہتھیلیاں رکھے ہوئے ہوں گے، جب اپنے سر کو جھکائیں گے تو وہ ٹپکنے لگے گا اور جب اسے اٹھائیں گے تو اس سے ایسے قطرات ٹپکیں گے گویا کہ وہ موتی ہوں، اور کسی کافر کے لئے جو ان کی سانس کی خوشبو پائے گا مرنے کے سوا کچھ حلال نہ ہوگا اور ان کی سانس دیکھنے کی انتہا تک پہنچے گی۔

اور ان کا نزول طائفہ منصورہ پر ہوگا جو حق کی بنیاد پر قتال کر رہا ہوگا اور دجال سے جنگ کرنے کے لئے جمع ہو رہا ہوگا، ان کا نزول اقامت صلاۃ کے وقت ہوگا اور وہ اسی

---

(۱) "فتح الباری" (۴۸۶/۶).

گروہ کے امیر کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان کے مقام نزول کے سلسلے میں یہی زیادہ مشہور ہے کہ دمشق کے منارۂ بیضاء شرقیہ پر ان کا نزول ہوگا اور میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ وہ مشرقی جامع دمشق کے منارۂ بیضاء پر نازل ہوں گے، اور شاید یہی زیادہ محفوظ بھی ہے.....اور شرقیہ میں دمشق کے جامع اموی کی جہت کے علاوہ دمشق میں کوئی ایسا منارہ نہیں پایا جاتا جو شرقیہ سے معروف ہو، اور یہی زیادہ مناسب اور قرین قیاس بھی ہے، کیونکہ وہ اس وقت نازل ہوں گے جب نماز کھڑی ہو چکی ہوگی تو مسلمانوں کا امام ان سے کہے گا: اے روح اللہ! آگے بڑھیے' تو وہ جواب دیں گے کہ تمہی آگے بڑھو کیونکہ یہ تمہارے ہی لئے کھڑی کی گئی ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں؛ یہ اس امت کے ساتھ اللہ کا اکرام ہے۔''(۱)۔(۲)

حافظ ابن کثیر بیان فرماتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں ۷۴۱ھ میں مسلمانوں نے سفید پتھروں سے ایک منارہ کی تجدید کی ہے اور اس کی تعمیر ان نصاریٰ کے اموال سے ہوئی ہے جنہوں نے پہلے اس منارہ کو آگ لگادی تھی، اور شاید یہ نبوت کے واضح دلائل میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعمیر کا انتظام نصاریٰ کے اموال سے کر دیا تاکہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اسی پر نازل ہو کر خنزیر کو قتل کر دیں اور صلیب کو توڑ دیں، اور ان سے جزیہ قبول نہ کریں، صرف یہی صورت رہ جائے کہ ان میں سے ہر شخص اسلام لائے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے، اور یہی حال ان کے سوا دیگر کفار کا بھی ہوگا۔(۳)

ففی حدیث النواس بن سمعان الطویل فی ذکر خروج الدجال ثم نزول عیسیٰ علیه السلام قال ﷺ:" اذا بعث الله المسیح

---

(۱)''صحیح مسلم ''کتاب الایمان، باب بیان نزول عیسی بن مریم حاکما بشریعة نبینا محمد ﷺ،(۲/۱۹۳۔۱۹۴).

(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم''(۱/۱۴۴۔۱۴۵).

(۳)''النهاية / الفتن والملاحم''(۱/۱۴۵).

ابن مریم، فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق، بین مهرودتین، واضعا کفیه علی اجنحة ملکین، اذا طأطأ رأسه قطر، واذا رفعه تحدر منه جمان کاللؤلؤ، لا یحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات، ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه، فیطلبه —ای: یطلب الدجال— حتی یدرکه بباب لد فیقتله، ثم یأتی عیسی بن مریم قوم قد عصمهم الله منه، فیمسح وجوههم، ویحدثهم بدرجاتهم فی الجنة۔"(۱)

چنانچہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں جس میں دجال کے خروج کا پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تذکرہ کیا گیا ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائے گا تو وہ شرقی دمشق کے منارۂ بیضاء کے پاس نازل ہوں گے، ورس وزعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے زیب تن کئے ہوں گے، اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے، جب اپنے سر کو جھکائیں گے تو وہ ٹپکے گا اور جب اسے اٹھائیں گے تو اس سے ایسے قطرات گریں گے گویا کہ وہ موتی ہیں، پھر کسی کافر کے لئے جوان کی سانس کی بو پائے گا مرنے کے سوا کچھ حلال نہ ہوگا، اور ان کی سانس ان کے منتہائے بصر تک جائے گی، پھر وہ اسے ڈھونڈھیں گے یعنی دجال کو ڈھونڈھیں گے۔ یہاں تک کہ اسے باب لد پر پا لیں گے اور قتل کر ڈالیں گے، پھر کچھ ایسے لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا ہوگا تو وہ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور انہیں جنت میں ان کے درجات کے متعلق بتائیں گے۔

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر الدجال، (۱۸/۶۷-۶۸)۔

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے دلائل:

کتاب اللہ اور صحیح ومتواتر احادیث کے ذریعہ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثابت ہے' اور وہ قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ایک علامت ہے۔

(الف) قرآن کریم سے ان کے نزول کے دلائل:

۱- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ○ وَقَالُوْا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا، بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ○ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ○ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○﴾ (الزخرف : ٥٧-٦١)

اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اس سے تیری قوم (خوشی سے) چیخنے لگتی ہے، اور انہوں نے کہا کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو، عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نشان (قدرت) بنایا، اگر ہم چاہتے تو تمہارے بجائے فرشتے کر دیتے جو زمین میں جانشینی کرتے، اور یقیناً (عیسیٰ) قیامت کی علامت ہے پس تم (قیامت) کے بارے میں شک نہ کرو اور میری تابعداری کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔

یہ آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو کے ضمن میں آئی ہیں، اور ان کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وانــه لعـلـم للسـاعة) یعنی قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے اور اس معنی پر ایک دوسری قرأت دلالت کرتی ہے: (وانــه لعـلم للساعة) عین اور لام کے فتحہ کے ساتھ؛ یعنی قیام قیامت کی نشانی اور

علامت ہے، اور یہ روایت حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد وغیرہ ائمہ تفسیر سے مروی ہے۔(۱)

وروى الامام احمد بسنده الى ابن عباسؓ فى تفسير هذه الآية: "وانه لعلم للساعة" : قال: "هو خروج عيسىٰ بن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة"۔(۲)

امام احمد نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند خود روایت کیا ہے کہ وہ (**وانه لعلم للساعة**) کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم کا خروج ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

صحیح یہی ہے کہ ہ انــہ میں ہٗ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ سیاق انہیں کے تذکرے کا ہے۔(۳)

اور انہوں نے اس بات کو بعید از قیاس کہا ہے کہ اس آیت کے معنی میں یہ کہا جائے کہ اس سے مراد مردوں کو زندہ کرنا اور اندھوں اور برص زدہ وغیرہ بیماروں کی شفا سے متعلق امور ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو دے کر مبعوث فرمایا تھا۔

اور اس سے بھی زیادہ فضول بات وہ روایات ہیں جن میں بعض علماء کے متعلق یہ نقل کیا گیا ہے کہ انہ میں ہٗ ضمیر قرآن کریم کی طرف پر لوٹتی ہے۔(۴)

۲- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ، مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ، وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ

---

(۱) "تفسیر القرطبی" (۱۰۵/۱۶)، و"تفسیر الطبری" (۹۰/۲۵۔۹۱)

(۲) "مسند احمد" (۳۲۹/۴) (ح۲۹۲۱) تحقیق احمد شاکر، اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(۳) "تفسیر ابن کثیر" (۲۲۲/۷)۔

(۴) "تفسیر ابن کثیر" (۲۲۳/۷)۔

رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا○ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا○﴾

(النساء:١٥٧، ١٥٨۔١٥٩)

اور ان کے اس طرح کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے صورت مشابہ بنادی گئی تھی، یقین جانو کہ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں انہیں اس کا کوئی یقین نہیں سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے، اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔

جہاں یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول:

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ﴾ (آل عمران: ٥٥)

میں ہے، وہیں ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) پر آخری زمانے میں ایمان لائیں گے، اور یہ ان کے نزول(۱) کے وقت ان کی موت سے پہلے ہوگا، جیسا کہ متواتر وصحیح احادیث میں ذکر ہوا ہے۔

---

(۱) نزول حقیقی مراد ہے، ان کے نزول اور آخری زمانے میں زمین پر حکومت کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کی رسالت کی روح اور حقیقت لوگوں پر غالب آجائے گی کیونکہ اس میں رحمت، محبت، صلح وصفائی اور ظواہر پر توقف کے بجائے مقاصد شریعت پر عمل کا حکم پایا جاتا ہے، اس لئے کہ یہ چیز ان متواتر احادیث کی مخالف ہے جن میں آیا ہے کہ وہ روح اور جسم کے ساتھ ایسے ہی نازل ہوں گے جس طرح روح اور جسم کے ساتھ اٹھائے گئے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اٹھائے جانے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: الحمد للہ، عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، اور صحیح احادیث میں نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: اورتم میں عیسیٰ بن مریم حاکم عادل اور امام منصف بن کر نازل ہوں گے، پھر صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کو ساقط کر دیں گے۔[1] اور صحیح احادیث میں آپ ہی سے ثابت ہے کہ وہ شرقی دمشق کے منارۂ بیضاء پر نازل ہوں گے۔ اور وہی دجال کو قتل کریں گے اور جس شخص کی روح جسم سے جدا ہو چکی ہو اس کا جسم آسمان سے اتر نہیں سکتا اور اگر وہ زندہ بھی کیا جائے تو وہ اپنی قبر سے اٹھے گا۔

رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ:

﴿ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ﴾

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے ان کی موت مراد نہیں لی گئی کیونکہ اگر اس سے ان کی موت مراد ہوتی تو عیسیٰ علیہ السلام اس سلسلے میں تمام مومنوں کی طرح ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ روحوں کو قبض کرتا ہے اور انہیں آسمان پر اٹھا لیتا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی تو یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''ومطهرك من الذين كفروا'' کا بھی ہے کہ اگر ان کی روح جسم سے جدا ہو چکی ہوتی تو ان کا بدن زمین میں تمام انبیاء یا ان کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے بدن جیسا ہوتا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:

﴿ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ﴾ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے مشابہت والی

---

(۱) دیکھو: محمد عبدہ کا کلام ''تفسیر المنار'' (۳/۳۱۷) میں۔

صورت بنادی گئی تھی، یقین جانو کہ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں انہیں اس کا کوئی یقین نہیں سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

چنانچہ یہاں یہ فرمانا کہ (**بل رفعه الله اليه**) اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ان کا بدن اور روح دونوں اٹھالئے گئے ہیں: جیسا کہ صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ وہ اپنے بدن اور روح کے ساتھ نازل ہوں گے، کیونکہ اگر ان کی موت مراد ہوتی تو یہ فرماتا کہ" **وما قتلوه وما صلبوه ، بل مات** " انہوں نے نہ تو انہیں قتل کیا نہ سولی دی بلکہ وہ مر گئے جبکہ یہ نہیں فرمایا۔

تو اسی لئے جن علماء نے یہ کیا کہا کہ **انـي متوفيك** سے مراد یہ ہے کہ میں تجھے قبض کرنے والا ہوں یعنی تیری روح اور بدن دونوں کو قبض کرنے والا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ **تـوفيـت الـحسـاب واستوفيتـه** میں نے اس سے پورا پورا حساب لے لیا اور **توفی** کا لفظ بذات خود نہ تو بدن کو چھوڑ کر صرف روح کے قبض کرنے کا مقتضی ہے، نہ ہی دونوں کے ایک ساتھ قبض کرنے کا تقاضا کرتا ہے، تعیین کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ کوئی جدا قرینہ پایا جاتا ہو۔

اور کہیں کہیں اس سے نیند کی وفات بھی مراد ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "**اَللّٰه يُتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا**" (الزمر:۴۲) میں ہے اور اس فرمان "**وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ** "(الانعام:٦٠) میں ہے۔ اور اس ارشاد: "**حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا** "(الانعام: ٦١) میں ہے۔[1]

اس بحث میں گفتگو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے متعلق نہیں ہے

---

(۱) "مجموع الفتاوی" (۴/۳۲۲-۳۲۳).

بلکہ یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ روح وبدن کے ساتھ اٹھائے گئے تھے اور ابھی آسمان میں زندہ ہیں، اور آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور اس دور میں موجود اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ**''

ابن جریر فرماتے ہیں، ہم سے ابن بشار نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے ابوحسین کے واسطے سے بیان کیا وہ سعید بن جبیر کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: ''**وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ**'' فرماتے ہیں کہ مراد عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے ہے''۔(۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ اسناد صحیح ہیں:(۲)

اس آیت میں معنی کے سلسلے میں اقوال بیان کرنے کے بعد ابن جریر فرماتے ہیں: سب سے صحیح قول ان لوگوں کا ہے جو اس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔(۳)

ابن جریر نے اپنی سند سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے: ''عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے'' اللہ کی قسم وہ ابھی اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں لیکن جب وہ نازل ہوں گے تو سب کے سب ان پر ایمان لائیں گے''۔(۴)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن جریر جو بات کہتے ہیں وہی صحیح ہے کیونکہ بات کے سیاق کا مقصود ہی یہی ہے کہ یہودیوں کے اس دعوے کو باطل قرار دیا جائے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور انہیں سولی دے دی، اور ان جاہل

---

(۱) ''تفسیر الطبری''(۱۸/۶).

(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم'(۱۳۱/۱). اور اثر ابن عباس کو ابن حجر نے بھی صحیح کہا ہے۔ ''فتح الباری'(۴۹۲/۶)

(۳) ''تفسیر الطبری''(۲۱/۶).

(۴) ''تفسیر الطبری'(۱۸/۱).

نصاریٰ کیا اس بات کو ماننے کو بھی باطل قرار دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ معاملہ ایسا نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ انہیں شبہ میں ڈال دیا گیا اور انہوں نے حقیقت سے بے خبر رہتے ہوئے شبیہ کو قتل کر ڈالا، پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھا لیا گیا اور وہ زندہ باقی ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے جیسا کہ متواتر احادیث سے پتہ چلتا ہے۔"(۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن عباس وغیرہ سے ایک روایت یہ آتی ہے کہ انہوں نے (قبل موتہ) کی ۂ ضمیر کو اہل کتاب کی طرف لوٹایا ہے، فرماتے ہیں: اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس بات کے منافی نہیں ہوگی، مگر حقیقت میں معنی و اسناد کے متعلق صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔"(۲)

ب۔ سنت مطہرہ سے ان کے نزول کے دلائل:

سنت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے دلائل بہت زیادہ اور متواتر ہیں جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ہے اور طوالت کے خوف سے یہاں صرف مزید چند کا ذکر کیا جا رہا ہے:

۱- فمنهما رواه الشيخان عن ابی هريرةؓ: قال: قال رسول الله ﷺ:" والذی نفسی بيده: ليو شكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الحرب، ويفيض المال حتى لا يقبله احد، حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها".

ثم يقول ابو هريرة:" واقرؤوا ان شئتم:" وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا"۔ (۳)

(۱) "تفسیر ابن کثیر" (۴۱۵/۲)۔ (۲) "النهاية/ الفتن والملاحم" (۱۳۷/۱)۔
(۳) "صحیح بخاری" كتاب احاديث الانبياء، باب نزول عيسىٰ بن مريم علهما السلا، (۴۹۰/۶۔۴۹۱)، "صحیح مسلم" باب نزول عيسىٰ بن مريم ﷺ حاكما (۱۸۹/۲۔۱۹۱)۔

ایک تو وہ روایت ہے جسے شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ تم میں ابن مریم حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے، پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جنگ کو ساقط کر دیں گے اور مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہو گا۔

پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے: اگر چاہو تو پڑھو:

(وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا"۔

اس آیت کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی موت سے قبل ایمان لائیں گے اور یہ آخری زمانے میں ان کے نزول کے وقت ہو گا جیسا کہ اس کا بیان ہو چکا ہے۔

۲– وروی الشیخان ایضا عن ابی ھریرةؓ: قال: قال رسول اللہ ﷺ: "کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم؟!"۔(۱)

شیخین ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہو گا؟!

۳– وروی مسلم عن جابرؓ: قال: سمعت النبی ﷺ یقول: "لا

(۱) "صحیح بخاری" کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہم السلام، (۴۹۱/۶)، "صحیح مسلم" باب نزول عیسیٰ بن مرین حاکما، (۱۹۳/۲)۔

تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق، ظاهرین الی یوم القیامة؛ قال: فینزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام، فیقول امیرهم: صل لنا. فیقول: لا؛ ان بعضکم علی بعض امراء؛ تکرمة الله هذه الامة".[1]

مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی بنیاد پر قتال کرتا رہے گا، یہ لوگ قیامت تک غالب رہیں گے، آپ فرماتے ہیں: پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا: ہمیں نماز پڑھایئے۔ تو وہ کہیں گے: نہیں، تم میں سے بعض بعض پر امیر ہے، یہ اللہ کا اس امت کے ساتھ اکرام ہے۔

٤ – وتقدم حدیث حذیفة بن اسید فی ذکر اشراط الساعة الکبری، وفیه:" ونزول عیسیٰ بن مریم علیه السلام ".[2]

قیامت کی علامات کبریٰ کے بیان میں حضرت حذیفہ بن اسید کی حدیث گزر چکی ہے اور اس میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

٥- وروی الامام احمد عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال: "الانبیاء اخوة لعلات، امهاتهم شتی ودینهم واحد، وانی اولی الناس بعیسی بن مریم؛ لأنه لم یکن بینی وبینه نبی، وانه نازل، فاذا رأیتموه: فاعرفوه".[3]

---

(۱) " صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/ ۱۹۳۔۱۹۴).

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/ ۲۷۔۲۸).

(۳) " مسند احمد" (۲/ ۴۰۶)۔ اور حدیث صحیح ہے۔ "عمدة التفسیر" تحقیق الشیخ احمد شاکر (۴/ ۳۶) و"بخاری" نے شروع کا حصہ (۶/ ۴۷۸)۔ حاکم نے "مستدرک" میں روایت کیا ہے (۲/ ۵۹۵)۔ اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کی تخریج نہیں کی ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں جدا جدا ہیں اور ان کا دین ایک ہے، اور عیسیٰ بن مریم کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں، کیونکہ ان کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہے، اور وہ نازل ہونے والے ہیں، لہٰذا جب تم انہیں دیکھنا تو پہچان لینا''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق احادیث متواتر ہیں:

گزشتہ صفحات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق بعض احادیث کا تذکرہ میں کر چکا ہوں، میں نے بحث کی طوالت کے خوف سے ان کے نزول کے سلسلے میں بیان ہونے والی تمام احادیث کو بیان نہیں کیا، اور یہ احادیث صحاح وسنن اور مسانید وغیرہ دواوین سنت میں بیان ہوئی ہیں اور یہ صریح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثابت ہے، اور جن لوگوں نے انہیں رد کر دیا ہے یا یہ کہا ہے کہ وہ احادیث آحاد ہیں جن سے حجت قائم نہیں ہوتی یا ان کا نزول مسلمانوں کے عقائد میں سے ایسا عقیدہ نہیں ہے کہ جس پر ایمان لانا ان کے لئے واجب ہو[1] تو ایسے لوگوں کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ جب حدیث ثابت ہو جائے تو اس پر ایمان لانا اور صادق ومصدوق محمد ﷺ کے خبر کی تصدیق کرنا واجب ہو جاتا

---

(۱) ''الفتاوی'' (ص ۵۹۔۸۲) شیخ محمود شلتوت، طبع دار الشروق، ۱۳۹۵ھ میں بیروت سے طبع ہوئی انہوں نے اپنی اس کتاب کے اندر عیسیٰ علیہ السلام کے بدن کے ساتھ اٹھائے جانے اسی طرح آخری زمانے میں نازل ہونے کا انکار کیا ہے اور اس باب میں واردشدہ احادیث کا انکار کیا ہے اور کہا کہ خبر آحاد ہونے کی بنیاد پر یہ قابل حجت نہیں ہیں۔
اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم کے ساتھ اٹھائے گئے ہیں یا روح کے ساتھ علماء کرام کے مابین یہ مسئلہ اختلافی بنا ہوا ہے لیکن حق ودرست بات یہی ہے کہ وہ اپنے جسم اور روح کے ساتھ اٹھائے گئے ہیں، جمہور مفسرین کا بھی یہی قول ہے جیسے کہ طبری، قرطبی، ابن تیمیہ، ابن کثیر وغیرہ علماء یہی کہتے ہیں۔
''تفسیر الطبری'' (۲۹۱/۳) و''تفسیر القرطبی'' (۱۰۰/۴) و''مجموع الفتاوی'' (۳۲۲/۴۔۳۲۳) و''تفسیر ابن کثیر'' (۴۰۵/۲).

ہے، اور حدیث آحاد کو سبب بنا کر ان کی بات کو رد کرنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بہت ہی بودی اور کمزور حجت ہے، اس بحث کے شروع میں ایک فصل کے تحت میں اس بات کی وضاحت کر چکا ہوں کہ حدیث آحاد صحیح ہو جائے تو اس کے مشتملات کی تصدیق واجب ہو جاتی ہے، اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث آحاد حجت نہیں ہے، تو اس طرح ہم رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث کو رد کر دیتے ہیں اور ایسی صورت میں نبی ﷺ کی بات (معاذ اللہ) بے کار اور بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے، یہ بحث تو اپنی جگہ رہی علماء نے تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق احادیث کے متواتر ہونے کی صراحت کر رکھی ہے!

ذیل میں ہم ان کے اقوال کا ایک حصہ نقل کر رہے ہیں۔

ابن جریر طبری وفات عیسیٰ کے معنی میں اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ " ہمارے نزدیک ان اقوال میں سب سے صحیح قول ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اس کے معنی میں یہ کہا ہے کہ میں تجھے زمین سے قبض کرنے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے خبریں اس سلسلے میں متواتر ہیں کہ آپ نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کر دیں گے۔" (۱)

پھر انہوں نے ان کے نزول کے سلسلے میں بیان ہونے والی بعض احادیث کا بیان فرمایا ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: " رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں بیان کردہ احادیث متواتر ہیں کہ انہوں نے قیامت سے پہلے امام عادل اور حاکم منصف کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے"۔ (۲)

پھر انہوں نے ان کے نزول کے سلسلے میں اٹھارہ سے زائد احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔

اور نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں کہ " عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق احادیث بہت ساری ہیں، شوکانی نے ان میں سے انتیس احادیث کا تذکرہ کیا ہے جو صحیح و

---

(۱) "تفسیر الطبری" (۲۹۱/۳) (۲) "تفسیر ابن کثیر" (۲۲۳/۷)

حسن اور ضعیف منجبر کے درمیان ہیں، ان میں سے بعض تو دجال کی احادیث میں مذکور ہیں، اور بعض ایسی ہیں جو احادیث مہدی منتظر کے ضمن میں مذکور ہیں اور ان کے ساتھ صحابہ سے ذکر ہونے والے آثار کو بھی شامل کر لیا جائے کیونکہ وہ سب مرفوع کے حکم میں ہیں، اس لئے کہ اس مسئلے میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے''۔

پھر انہوں نے ان احادیث کو بیان کیا ہے اور فرمایا: وہ تمام احادیث جو ہم نے بیان کی ہیں تواتر کی حد کو پہنچ جاتی ہیں جو کہ کم علم والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔[1]

غماری[2] فرماتے ہیں: ''مختلف صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور تمام مذاہب کے گزشتہ زمانے سے ہمارے وقت کے علماء نزول عیسیٰ کے قائل رہے ہیں''۔[3]

فرماتے ہیں: اس کا تواتر ایسا تواتر ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے' اس کی حقیقت یہ ہے کہ قادیانیوں اور انہیں کی قبیل سے تعلق رکھنے والے کند ذہن جاہلوں کے سوا کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بطریق جماعت بواسطہ جماعت منقول ہے یہاں تک کہ یہ ان کتب سنت میں مستقر ہو چکا ہے جو نسل در نسل کی تلقی سے تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں''۔[4]

اور انہوں نے اس کی روایت بیان کرنے والے صحابہ کا تذکرہ کیا ہے اور پچیس سے زائد صحابہ کا شمار کیا ہے اور صحابہ سے اس چیز کو تیس سے زائد تابعین نے روایت کیا ہے، پھر اس عدد سے زائد تبع تابعین نے روایت کیا ہے......اسی طرح ائمہ نے کتب حدیث میں اس کی تخریج کی ہے، انہیں میں کتب مسانید مثل مسند طیالسی، اسحٰق بن راہویہ، احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، ابی یعلی، بزار اور دیلمی وغیرہ ہیں اور اصحاب صحاح: بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، ابوعوانہ، اسماعیلی، ضیا مقدسی وغیرہ ہیں، اور

(۱) ''الاذاعة'' (ص۱۶۰)۔
(۲) ابوالفضل عبداللہ محمد الصدیق الغماری، اس زمانے کے علماء میں سے ہیں۔
(۳) ''عقيدة اهل الاسلام فى نزول عيسى عليه السلام'' (ص۱۲)۔
(۴) ''عقيدة اهل الاسلام فى نزول عيسىٰ عليه السلام'' (ص۵)۔

اسے اصحاب جوامع ،مصنفات ،سنن ،تفسیر بالماثور، معاجم، اجزاء ،غرائب، معجزات، طبقات وملاحم نے بھی روایت کیا ہے۔

شیخ محمد انور شاہ کشمیری(۱) بھی ان میں سے ایک ہیں جنھوں نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق احادیث کو جمع فرمایا ہے۔انہوں نے اپنی کتاب ''**التصریح بما تواتر فی نزول المسیح**'' میں ستر سے زائد احادیث کا تذکرہ کیا۔

اور صاحب عون المعبود شرح ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ''نبی ﷺ سے اس بارے میں خبریں متواتر ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے بجسد عنصری زمین پرتشریف لائیں گے ،اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے''۔(۲)

شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں:''آخری زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ان امور میں سے ہے جن میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس سلسلے میں نبی ﷺ سے صحیح احادیث آچکی ہیں اور یہ دین کی یقینی باتوں میں سے ہے اور مومن اس کا منکر نہیں ہوسکتا''۔(۳)

اور مسند احمد پر اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں:''ہمارے موجودہ زمانے میں کچھ مجددین یا مجردین (عاری یا عریاں لوگوں) نے ان احادیث کے ساتھ کھیلنا شروع کر رکھا ہے جو احادیث دنیوی زندگی کے خاتمہ سے پہلے آخری زمانے میں نزول عیسیٰ بن مریم پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں ،کبھی کبھی تو ان کی یہ بازی گری ایسی تاویل پر مبنی ہوتی ہے جس میں انکار پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی صراحت کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں!

---

(۱) شیخ محمد انور شاہ کشمیری ہندی محدث،اوران کی متعدد تصنیفات ہیں،ان میں سے ''فیض الباری علی صحیح البخاری'' چارجلدوں میں ہے۔''عرف الشذی علی جامع الترمذی'' وغیرہ بھی انہیں کی کتابیں ہیں۔۱۳۵۲ھ میں وفات پائی۔ مقدمہ کتاب ''التصریح'' للشیخ عبدالفتاح ابوغدہ میں ان کے حالات ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) ''عون المعبود''(۴۵۷/۱۱)۔

(۳) ''تفسیر الطبری'' کا حاشیہ،(۴۶۰/۶) تخریج احمد شاکر، تحقیق محمود شاکر، مطبع دار المعارف ،مصر۔

ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ غیب پر کلی طور پر ایمان نہیں رکھتے یا پھر اس کے معاملہ میں تذبذب کا شکار رہتے ہیں ایمان نہیں رکھتے ہیں، حالانکہ یہ احادیث مجموعی اعتبار سے معنوی طور پر متواتر ہیں جن کا مضمون دین کے اعتقادات اور یقین میں سے ہے، چنانچہ ان کے انکار اور تاویل کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ملنے والا''۔ (۱)

شیخ محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں: ''جان لو کہ دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث متواتر ہیں، ان پر ایمان لانا واجب ہے، اور ان لوگوں سے دھوکہ نہ کھاؤ جو ان کے احادیث آحاد ہونے کے دعویدار ہیں، کیونکہ یہ لوگ اس علم سے جاہل ہیں اور ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے ان کے طرق کا تتبع کیا ہو، اور اگر کسی نے ایسا کیا ہوتا تو انہیں متواتر پاتا جیسا کہ اس علم کے ائمہ مثل حافظ ابن حجر وغیرہ نے اس کی شہادت دی ہے۔

درحقیقت یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کچھ لوگ ایسے امور میں کلام کرنے کی جرات کرتے ہیں جن کا تعلق ان کے اختصاص سے نہیں ہے، بالخصوص جب کہ معاملہ دین اور عقیدہ کا ہو''۔ (۲)

نزول عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ علماء کے ایک گروہ نے عقیدہ اہل سنت والجماعت میں کیا ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ دجال قبحہ اللہ کو قتل کریں گے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''سنت کے اصول ہمارے نزدیک حسب ذیل ہیں: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے مسلک پر تمسک اور ان کی اقتداء کرنا اور تمام بدعتوں کو ترک کر دینا اور ہر چیز جو بدعت ہو وہ گمراہی ہے''۔

پھر انہوں نے عقیدۂ اہل سنت کی کچھ چیزوں کا بیان کیا ہے، پھر فرمایا: ''اس بات پر ایمان رکھنا کہ دجال نکلنے والا ہے، اس کی آنکھوں کے درمیان (کافر) لکھا ہوگا، اور ان احادیث پر ایمان رکھنا جو اس کے سلسلے میں بیان ہوئی ہیں، اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ

---

(۱) ''حاشیہ منسد الامام احمد'' (۲۵۷/۱۲)۔

(۲) ''حاشیہ شرح العقیدۃ الطحاویۃ'' (ص۵۶۵)۔

ایسا ہونے والا ہے، اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر باب لد پر اسے قتل کریں گے۔"[1]

ابوالحسن الاشعریؒ[2] عقیدۂ اہل حدیث وسنت کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اور جو کچھ ثقات نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے ان سب کا اقرار کرتے ہیں اور ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے ہیں اور اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ دجال نکلے گا اور عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کریں گے۔"

پھر اپنے کلام کے آخر میں فرماتے ہیں: "اور ہم نے ان کے جو بھی اقوال ذکر کئے ہیں ہم ان سب کے قائل ہیں اور یہی اعتقاد رکھتے ہیں"۔[3]

طحاوی[4] فرماتے ہیں: "اور ہم قیامت کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں جن میں

---

(۱) "طبقات حنابلہ" (۲۴۱/۱-۲۴۳).

(۲) امام علامہ ابوالحسن علی بن اسماعیل، صحابی جلیل ابوموسی اشعری کی اولاد میں سے تھے اپنے زمانے کے شیخ المعتزلہ ابوعلی الجبائی جو ان کی ماں کے شوہر تھے کے زیر سایہ پرورش پائی۔ ان کی شاگردی بھی اختیار کی اور چالیس سال کے قریب جب پہنچے تو ان کے مذہب سے دستبردار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مذہب اہل سنت والجماعت کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی اور انہوں نے احمد بن حنبل کے مذہب پر ہونے کا اعلان کر دیا، ان کی تصنیفات کی تعداد تقریبا ۵۵ تک پہنچتی ہے، اور دکتور فوقیہ حسین محمود نے تقریبا ۱۰۰ تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے مشہور یہ ہیں: "مقالات الاسلامیین" و"کتاب اللمع" و"الوجیز" وغیرہ، ان کی آخری تصنیف "الابانة عن اصول الدیانة" یہ تھی انہوں نے ۳۲۴ھ میں وفات پائی۔ ان کے حالات کے لئے ملاحظہ فرمائے "تبیین کذب المفتری" (ص ۳۴). و"البدایة والنهایة" (۱۸۶/۱۱). و"شذرات الذهب" (۳۰۳/۲-۳۰۵). "الابانة" (ص ۷-۱۶) کا مقدمہ۔ ابوالحسن علی الندوی، تحقیق عبدالقادر الارناؤوط۔

(۳) "مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین" (۳۴۵/۱-۳۴۸) طبع ثانی ۱۳۸۹ھ مطبع مکتبة النهضه المصرية۔

(۴) حافظ فقیہ محدث ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی الازدی المصری، اپنے زمانے میں مصر کے شیخ الاحناف تھے، صعید مصر کے ایک قریہ (طحا) کی جانب منسوب ہیں، ان کی کئی ایک تصنیفات =

دجال کا نکلنا اور آسمان سے عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا ہے''۔(۱)

قاضی عیاض فرماتے ہیں: ''عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور ان کا دجال کو قتل کرنا حق ہے اور صحیح احادیث کی وجہ سے اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے اور عقلا یا شرعا کوئی چیز ایسی نہیں جو اسے باطل کردے، لہٰذا اس کا اثبات واجب قرار پایا''۔(۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''مسیح علیہ السلام وعلی سائر النبیین کا زمین میں نازل ہونا یقینی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ہیں حالانکہ کہ وہ حضرت یوسف و ادریس وہارون علیہم السلام سے افضل ہیں، کیونکہ انہیں بخلاف دوسروں کے قیامت سے پہلے زمین پر اترنا ہے اور آدم علیہ السلام اس لئے سمائے دنیا پر ہیں کہ ان کے بیٹوں کی ذریات ان پر پیش کی جاتی ہیں''۔(۳)

کسی دوسرے کے بجائے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمت:

بعض علماء نے اس حکمت کا پتہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ دیگر انبیاء کے بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کیوں نازل ہوں گے' اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱- یہودیوں کے اس خیال کی تردید کرنا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے جھوٹ کو واضح کر دیگا اور وہی انہیں اور ان کے سردار دجال کو قتل کریں گے جیسا کہ قتال یہود پر گفتگو کے دوران گزر چکا ہے۔(۴)

= ہیں، ''العقیدة الطحاوية'' و ''معاني الآثار'' و ''مشكل الآثار'' وغیرہ انہیں کی کتابیں ہیں، انہوں نے ۳۲۱ھ میں مصر میں وفات پائی۔

''البداية والنهاية'' (۱۱/۱۷۴)۔ و ''شذرات الذهب'' (۲/۲۸۸)۔ مقدمہ ''شرح العقيدة الطحاوية'' (ص ۹-۱۱)۔

(۱) ''شرح العقيدة الطحاوية'' (ص ۵۶۴)۔ تحقیق علامہ البانی۔

(۲) ''شرح صحيح مسلم'' (۱۸/۷۵)۔

(۳) ''مجموع الفتاوی'' (۴/۳۲۹)۔

(۴) تخریج گزر چکی ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے دیگر اقوال کے مقابلے میں اسی قول کو ترجیح دی ہے۔[1]

۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں امت محمد ﷺ کا پتہ چلا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں پایا جاتا ہے:

﴿ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ ﴾ (الفتح: ۲۹)

ان کی مثال انجیل میں ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے (تعجب میں ڈالے)۔

چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو بھی انہیں لوگوں میں شامل فرمادے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور انہیں باقی رکھا یہاں تک کہ وہ آخری زمانے میں امر اسلام کے مجدد بن کر نازل ہوں گے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ نصاریٰ جب شام کے فتح کرنے والے صحابہ کو دیکھتے تھے تو کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم یہ لوگ ہمیں پہنچنے والی خبروں کے مطابق حواریوں سے بہتر ہیں''۔[2]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ''اس سلسلے میں انہوں نے سچ کہا ہے کیونکہ امت سابقہ کتب میں اور متداول خبروں میں معظم ہے۔'' [3]

اور اپنی کتاب ''**تجريد اسماء الصحابة**'' میں امام ذہبی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ترجمہ لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''عیسیٰ بن مریم علیہ السلام صحابی اور نبی ہیں کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کو شب اسراء میں دیکھا تھا اور انہیں سلام کیا تھا چنانچہ وہ موت کے اعتبار سے آخری صحابی ہوں گے''۔[4]

---

(۱) ''فتح الباری'' (۶/۴۹۳)۔ (۲) ''تفسیر ابن کثیر'' (۷/۳۴۳)۔
(۳) تفسیر ابن کثیر'' (۷/۳۴۳)۔ (۴)'' تجرید اسماء الصحابة'' (۱/۴۳۲)۔

۳- آسمان سے حضرت عیسیٰ کا نزول ان کی موت کے قریب آ جانے کی وجہ سے ہو گا تا کہ انہیں زمین پر دفن کیا جا سکے کیونکہ خاکی مخلوق کے لئے خاک کے سوا اور کہیں مرنے کی گنجائش نہیں ہے، پھر ان کے نزول کا اتفاق اسی وقت ہو گا جب دجال نکلے گا چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کر ڈالیں گے۔

۴- وہ نصاریٰ کی تکذیب کے لئے نازل ہوں گے اور ان کے باطل دعوؤں کا جھوٹ ظاہر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا ان کے زمانے میں تمام ملتوں کا خاتمہ کر دے گا، کیونکہ وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے، اور جزیہ کو ساقط کر دیں گے۔

۵- ان تمام مذکورہ امور کے ساتھ ان کی خصوصیت نبی ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے: "**انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم، لیس بینی و بینه نبی**"(۱) عیسیٰ بن مریم کا سب سے زیادہ حقدار میں ہی ہوں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ خصوصیت اور قربت حاصل ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کے آنے کی بشارت دی تھی اور مخلوق کو ان کی تصدیق کرنے اور ان پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔(۲)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں آیا ہے:

"وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ" (الصف:٦)

اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن

---

(۱) "صحیح بخاری" (۴۷۷/۶-۴۷۸). کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: "واذکر فی الکتاب مریم اذانتبذت من اھلھا" (مریم:۱۶). و "صحیح مسلم" (۱۱۹/۱۵) کتاب الفضائل، باب فضائل عیسیٰ علیه السلام.

(۲) "المنهاج فی شعب الایمان" (۴۲۴/۱-۴۲۵). و "التذکرة" (ص۶۷۹). و "فتح الباری" (۴۹۳/۶). و "کتاب التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" (ص۹۴).

کا نام احمد ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اپنے بارے میں بتائیے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا، اپنے بھائی عیسیٰ کی بشارت ہوں''۔(۱)

عیسیٰ علیہ السلام کس چیز کے ذریعہ فیصلہ کریں گے۔؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کے ذریعہ فیصلہ کریں گے اور محمد ﷺ کے پیروکاروں میں سے ہوں گے، اور وہ کسی نئی شریعت کے ساتھ نازل نہیں ہوں گے، اس لئے کہ دین اسلام خاتم الادیان ہے اور قیام قیامت تک باقی رہنے والا ہے، منسوخ ہونے والا نہیں' لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے حکام میں سے ایک حاکم اور امر اسلام کے مجدد ہوں گے، کیونکہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

روی الامام مسلم عن ابی هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: "كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم واما مكم منكم؟!". فقلت: (القائل وليد بن مسلم) (۱) لابن ابی ذئب(۲): ان الاوزاعی حدثنا عن الزهری عن نافع عن ابی هريرة: وامامكم منكم". قال ابن ابی ذئب: تدری ما امكم منكم؟ قلت:

---

(۱) ابن اسحاق فی ''السيرة''۔ دیکھئے ''تهذيب سيرة ابن هشام'' (ص۴۵) ابن کثیر نے اس کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے، اور اس کے شواہد کو بھی دوسرے طرق سے ذکر کیا ہے، امام احمد نے ''المسند'' میں بھی روایت کیا ہے۔ د'' تفسير ابن كثير'' (۱۳۶/۸). و''مسند الامام احمد'' (۱۲۷/۴ و ۲۶۲/۵).

(۱) ولید بن مسلم القرشی، بنی امیہ کے موالی میں سے تھے۔ شام کے عالم تھے ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ ''تهذيب التهذب'' (۱۵۱/۱۱۔۱۵۲).

(۲) محمد بن عبدالرحمٰن بن المغیرۃ بن الحارث بن ابی ذئب القرشی العامری، امام اور ثقہ تھے۔ ۱۵۹ھ میں وفات پائی۔ ''تهذيب التهذيب'' (۳۰۳/۹۔۳۰۷).

"تخبرنی؟ قال: فامکم بکتاب ربکم تبارك وتعالی وسنة نبیکم ﷺ۔(۱)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'تمہاری کیفیت اس وقت کیا ہوگی جب عیسیٰ بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا؟'' میں نے (یعنی ولید بن مسلم نے) ابن ابی ذئب سے کہا کہ اوزاعی نے ہم سے بواسطہ زہری عن نافع عن ابو ہریرہؓ روایت کی ہے: (تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا ابن ابی ذئب نے فرمایا: جانتے ہو کہ تمہاری امامت تمہیں میں سے کرائے گا کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا آپ مجھے بتائیں گے؟ انہوں نے فرمایا تمہارے رب تعالیٰ کی کتاب اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت سے تمہاری امامت کرے گا۔

وعن جابر بن عبداللہؓ؛ قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: " لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق، ظاهرین الی یوم القیامة" . قال:" فینزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام، فیقول امیرهم: تعال صل بنا. فیقول: لا: ان بعضکم علی بعض امراء؛ تکرمة الله هذه الامة"۔(۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی بنیاد پر قتال کرتا رہے گا اور یہ لوگ قیامت تک غالب رہیں گے'' فرمایا:'' پھر عیسیٰ بن مریم ﷺ نازل ہوں گے ،تو ان کا امیر کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے' تو وہ کہیں گے کہ نہیں ،تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں اور یہ اس امت

---

(۱) ''صحیح مسلم'' کتاب الایمان، باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم حاکما، (۱۹۳/۲)۔

(۲) '' صحیح مسلم''(۱۹۳/۲-۱۹۴)۔

کے ساتھ اللہ کا اکرام ہے"۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے تکلیف مرتفع ہو جائے گی گو کہ اس زمانے کا کوئی رسول نہ ہو سکے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیتا ہو، اور یہ معنی (یعنی محمد ﷺ کے بعد رسول کا ہونا) اللہ تعالیٰ کے اس قول: " وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ " (الاحزاب ٤٠)اور نبی ﷺ کے اس قول: "لا نبی بعدی "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔[1] اور اس قول" واناالعاقب "[2] مراد آخری نبی اور خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے امر مردود ہے۔

اور جب حقیقت یہی ہے تو پھر یہ خیال جائز نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے علاوہ کوئی نئی شریعت لیکر بطور نبی نازل ہوں گے بلکہ جب ان کا نزول ہوگا تو وہ ان دنوں محمد ﷺ کے پیروکاروں میں سے ہوں گے جیسا کہ نبی ﷺ نے خبر دے رکھی ہے کیونکہ آپ نے حضرت عمر سے فرمایا تھا کہ:

"لوکان موسی حیا ما وسعه الا اتباعی" [3]

اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

وہ اس حالت میں نازل ہوں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہونے سے پہلے ہی آسمان میں اس شریعت کے متعلق وہ تمام امور بتائے جا چکے ہوں گے جن کی

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ، (۱۵/۱۰۴)۔

(۲) "صحیح بخاری" کتاب التفسیر، باب "یاتی من بعدی اسمه احمد" (۸/۶۴۰۔۶۴۱)۔

(۳) "مسند الامام احمد" (۳/۳۸۷)۔ ابن حجر نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں ہاں ایک راوی مجالد کے اندر کچھ ضعف ہے، "فتح الباری "(۱۳/۳۳۴)۔ اسے عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے، "المصنف" (۱۰/۳۱۳۔۳۱۴)۔ اور مجالد کا تعارف درج ذیل ہے: مجالد بن سعید بن عمیر الہمدانی الکوفی، مسلم نے ان سے مقرونا روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے صدوق کہا ہے۔ "تهذيب التهذيب" (۱۰/۳۹۔۴۱)۔

انہیں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے اور خود عمل کرنے میں ضرورت ہوگی۔ لہٰذا مومنین اس وقت ان کے پاس جمع ہو جائیں گے اور انہیں اپنے اوپر حاکم مقرر کر لیں گے کیونکہ حکم کی تعطیل جائز نہیں ہے، نیز دنیا کی بقا تو بمقتضائے تکلیف ہی ہوگی، یہاں تک کہ یہ صورت پیدا ہو جائے کہ زمین میں اللہ اللہ بھی نہ کہا جائے''۔[1]

اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد تکلیف کے باقی رہنے کی دلیل یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں گے، حج کریں گے اور کفار سے جہاد کریں گے۔

جہاں تک ان کی نماز کا معاملہ ہے تو سابقہ احادیث میں اس کا بیان ہو چکا ہے اور اسی طرح کفار اور دجال کے پیروکاروں کے ساتھ ان کی جنگ کرنے کا بیان بھی ہو چکا ہے۔

اب رہا معاملہ ان کے حج کا تو صحیح مسلم میں حضرت حنظلہ اسلمی سے راویت ہے:

قال: سمعت ابا هريرة يحدث عن النبی ﷺ: قال: "والذی نفسی بيده: ليهلن ابن مريم بفج الروحاء[2] حاجا او معتمرا، او ليثنينهما".[3] ای: يحج بين الحج والعمرة.

وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ سے بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ فرماتے تھے: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابن مریم فج روحاء سے حج یا عمرہ کا یا ان دونوں کا تلبیہ پڑھتے ہوئے نکلیں گے''۔ یعنی حج اور عمرہ دونوں کو جمع فرمائیں گے۔

---

(۱) ''التذکرة'' (ص ۶۷۷۔۶۷۸)۔

(۲) فج روحاء، مکہ و مدینہ کے بیچ ایک جگہ ہے وہاں سے رسول ﷺ بدر کے دن وہیں سے گئے تھے اور، فتح مکہ کے سال، اور حج کے لئے جب گئے تھے تو وہاں سے گزرے تھے۔ ''النهاية فی غريب الحديث'' (۳/۴۱۲)۔ و ''معجم البلدان'' (۴/۲۳۶)

(۳) ''صحیح مسلم بشرح النووی'' کتاب الحج، باب جواز التمتع فی الحج والقران، (۸/۲۳۴)۔

اور رہی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کفار سے جزیہ کے ساقط کردینے کی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول سے قبل اسلام میں مشروع ہے اور جزیہ کا یہ حکم جزیہ کا منسوخ نہیں ہوگا جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرع جدید کے طور پر لے کر آئے ہوں گے۔ کیونکہ جزیہ لینے کی مشروعیت خود نبی ﷺ کی خبر کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ وہی ہمارے لئے اپنے اس فرمان کے ذریعہ منسوخ کرنے کا بیان کرنے والے ہیں[1] کہ:

"واللہ لینزلن ابن مریم حکما عدلا، فلیکسرن الصلیب، ولیقتلن الخنزیر، ولیضعن الجزیة"۔[2]

اللہ کی قسم ابن مریم حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے، پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے اور جزیہ کو ساقط فرمادیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں برکات کا پھیل جانا اور امن وامان کا دور دورہ ہونا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ امن وسلامتی اور خوشحالی کا زمانہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اس میں موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا، زمین اپنے پھلوں اور برکتوں کو باہر نکال دے گی مال کی کثرت ہوگی، کینہ اور باہمی بغض وحسد اور نفرت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

فقد جاء فی حدیث النواس بن سمعان الطویل فی ذکر الدجال ونزول عیسیٰ وخروج یاجوج وماجوج فی زمن عیسیٰ علیه السلام ودعائهعلیهم وهلاکهم، وفیه قوله ﷺ: " ثم یرسل الله مطرا لا یکن منه بیت مدر ولا وبر، فیغسل الارض حتی یترکها کالزلفة، ثم یقال للارض انبتی ثمرتك، وردی

---

(۱) "فتح الباری" (۴۹۲/۶).

(۲) "صحیح مسلم" باب نزول عیسیٰ علیه السلام حاکما، (۲۹۲/۲).

بـركتك، فيـومـئـذ تـاكـل الـعـصـابة من الرمانة، ويستظلون بـقـحفها، ويبارك في الرسل، حتى ان اللقحة من الابل لتكفي الـفئام من الناس، واللقحة من البقر لتكفي القبيلة من الناس، واللقحة من الغنم لتكفي الفخذ من الناس۔[1]

چنانچہ حضرت نواس بن سمعان کی ذکر دجال، نزول عیسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں یاجوج وماجوج اوران کے خلاف ان کی بدعا اوران کی ہلاکت کے متعلق لمبی حدیث میں آیا ہے اوراسی میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ''پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش بھیجے گا جس سے نہ تو مٹی کا گھر پناہ دے سکے گا نہ چمڑے کا، وہ زمین کو دھو کر ایسا کر دیگی گویا وہ شیشہ ہو۔

پھر زمین سے کہا جائے گا کہ اپنے پھل اگا اور اپنی برکت کو واپس کر دے، چنانچہ لوگوں کی ایک جماعت ان دنوں ایک انار کو کھائے گی اور وہ سب کے سب اس کی کھوپڑی سے سایہ حاصل کرلیں گے، اور دودھ میں برکت دے دی جائے گی یہاں تک کہ ایک ہی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کے لئے کافی ہو جائے گی اور ایک دودھ والی گائے ایک قبیلے کے لئے کافی ہو جائے گی، اور ایک دودھ والی بکری ایک خاندان کے لئے کافی ہو جائے گی''۔

وروى الامام احمدعن ابي هريرةؓ ان النبي ﷺ قال: "والانبياء اخوة لعلات[2]: امهاتهم شتى، ودينهم واحد، وانا اولى الناس بـعيسىٰ ابن مريم؛ لانه لم يكن بيني وبينه نبي، وانه نازل... فيهلك الله في زمانه المسيح الدجال، وتقع الامنة على الارض

---

(۱) '' صحيح مسلم" كتاب الفتن، باب ذكر الدجال، (۱۸/۶۳-۷۰).

(۲) (اخوة لعلات) علاتی بھائی کہتے ہیں کہ جن کی مائیں مختلف ہوں اور باپ ایک ہوں، یعنی یہ کہ انبیاء کا ایمان ایک ہوتا ہے اوران کی شریعتیں مختلف ہوتی ہیں۔"النهاية في غريب الحديث" (۲۹۱/۳). و"تفسير الطبري"(۶/۴۶۰).

حتی ترتع الاسود مع الابل، والنمار مع البقر، والذئاب مع الغنم، ويلعب الصبيان بالحيات لا تضرهم"۔[1]

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں جدا جدا ہیں اوران کا دین ایک ہے، اور میں لوگوں میں عیسٰی بن مریم کا سب سے زیادہ حقدار ہوں، کیونکہ ان کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہے، اور وہ نازل ہونے والے ہیں' پھر اللہ تعالٰی ان کے زمانے میں مسیح دجال کو ہلاک کردے گا، اور زمین پر امن کا دور دورہ ہوجائے گا یہاں تک کہ سانپ اونٹوں کے ساتھ، اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے، اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے جو انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے"۔

وروى الامام مسلم عن ابى هريرةؓ أنه قال: قال رسول الله ﷺ: " والله لينزلن عيسى بن مريم حكما عادلا.... وليضعن الجزية، ولتتركن القلاص فلا يسعى عليها، ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد، وليدعون الى المال؛ فلا يقبله احد"۔[2]

اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم حضرت عیسٰی بن مریم حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے اور وہ جزیہ کو ساقط کردیں گے، جوان اونٹوں کو چھوڑ دیا جائے گا، ان کے متعلق کوئی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا جائے گا، اور کینہ وباہمی نفرت وحسد کا خاتمہ ہوجائے گا اور مال کی طرف بلایا جائے گا تو کوئی اسے قبول نہ کرے گا"۔

---

(۱) "مسند احمد" (۲/۴۰۶). ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔" فتح الباری" (۶/۴۹۳).

(۲) "صحيح مسلم" باب نزول عيس عليه السلام، (۲/۱۹۲).

امام نووی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اونٹوں کے سلسلے میں بے رغبتی ظاہر کریں گے اور کوئی ان کے حصول پر راغب نہ ہوگا کیونکہ مال کی کثرت ہوگی اور آرزوئیں کم ہوں گی، ضرورت معدوم ہوگی، اور قرب قیامت کا پتہ ہوگا۔

قلاص (جوان اونٹوں) کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اونٹ کی سب سے عمدہ قسم ہوتی ہے جو عربوں کے یہاں سب سے نفیس مال شمار ہوتا تھا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مشابہ ہے کہ "**واذا العشار عطلت**o" (**التکویر: ٤**) اور "**لا یسعی علیها**" (کے جو الفاظ حدیث میں آئے ہیں) اس کا معنی یہ ہے کہ ان میں کوئی دلچسپی نہیں ظاہر کی جائے گی"۔[1]

اور قاضی عیاض کی رائے میں اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی زکوۃ طلب نہیں کی جائے گی کیونکہ اسے لینے والا کوئی نہ ہوگا۔

اور امام نووی نے اس معنی کا انکار فرمایا ہے۔[2]

نزول کے بعد بقاء کی مدت اور وفات:

نزول کے بعد روئے زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقا کی مدت کیا ہوگی؟ اس سلسلے میں بعض روایات میں سات سال کا تذکرہ آیا ہے اور بعض روایات میں چالیس سال۔

ففی روایة الامام مسلم عن عبدالله بن عمروؓ: "فیبعث الله عیسیٰ بن مریم... ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة، ثم یرسل الله ریحا باردة من قبل الشام، فلا یبقی علی وجه الارض احد فی قلبه مثقال ذرة من خیر او ایمان الا قبضته"۔[3]

---

(١) "شرح النووی لمسلم" (١٩٢/٢).

(٢) "شرح النووی لمسلم" (١٩٢/٢).

(٣) "صحیح مسلم" باب ذکر الدجال، (٧٥/١٨۔٧٦).

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ: ''پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کو مبعوث فرمائے گا پھر وہ سات سال تک لوگوں کے درمیان ایسے قیام فرمائیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان کینہ نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ملک شام کی جانب سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور کوئی بھی ایسا شخص زمین پر باقی نہ بچے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی خیر یا ایمان ہو مگر وہ ہوا اسے قبض کر لے گی''۔

وفي رواية الامام احمد وابي داؤد: "فيمكث في الارض اربعين سنة، ثم يتوفى، ويصلي عليه المسلمون"۔(۱)

اور احمد وابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ: وہ زمین میں چالیس سال تک قیام کریں گے، پھر وفات پائیں گے، اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

یہ دونوں روایات صحیح ہیں اس لئے اشکال پیدا ہو جاتا ہے، البتہ اس کے رفع کرنے کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ سات سال کی مدت کو ان کے نزول کے بعد کی مدت قرار دیتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے قبل کے روئے زمین پر قیام سے ملا دیا جائے اور آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت مشہور روایت کے مطابق آپ کی عمر تینتیس سال تھی،(۲) (اس طرح پوری مدت ماقبل و مابعد کی ملا کر چالیس سال بنتی ہے)۔

-واللہ اعلم-



---

(۱) ''مسند الامام احمد'' (۲/۴۰۶)۔ ابن حجر نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (۶/۴۹۳)۔
و ''سنن ابی داؤد'' کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، (۱۱/۴۵۶۔ مع عون المعبود)۔
(۲) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۱۴۶)۔

چوتھی فصل

یاجوج وماجوج

ان کی اصل:

یاجوج وماجوج کے ظاہر ہونے کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل کا تعارف حاصل کرلیا جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ لفظ ''یاجوج'' اور ''ماجوج'' سے کیا مراد ہے؟

یاجوج وماجوج دونوں عجمی نام ہیں، بعض لوگوں نے انہیں عربی بھی کہا ہے اگر ان کو عربی تسلیم کیا جائے تو پھران دونوں لفظوں کا اشتقاق اجت النار اجیجا سے ہوگا جس کا مطلب ہوتا ہے کہ آگ شعلہ زن ہوگئی ہے، یا اجاج سے ہوگا، جس کا معنی ہوتا ہے انتہائی نمکین پانی جو اپنے کھارے پن کی شدت کی وجہ سے جل جاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ آج سے مشتق ہیں جس کا معنی تیز دوڑنا ہوتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ماج سے مشتق ہیں، اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب لہریں مضطرب ہوتی ہیں، اور یاجوج یفعول کے وزن پر ہے جبکہ ماجوج مفعول کے وزن پر ہے یا وہ دونوں فاعول کے وزن پر ہیں' تو یاد رہے کہ یہ صورت اس وقت ہے جب کہ ان دونوں اسماء کو عربی تسلیم کرلیا جائے اور اگر انہیں عجمی مانا جائے تو پھران کا کوئی اشتقاق نہ ہوگا، کیونکہ عجمی الفاظ عربی سے مشتق نہیں ہوتے۔

اور جمہور نے بغیر ہمزہ کے ''یاجوج'' و''ماجوج'' پڑھا ہے، اس طرح دونوں الف زائد ہوں گے، اور ان کی اصل (یجج) و(مجج) ہوگی، اور عاصم کی قرأت میں دونوں الفاظ ہمزہ ساکن کے ساتھ پڑھے گئے ہیں۔

اور ان دونوں لفظوں کے اشتقاق کے متعلق جو بھی باتیں کہی گئی ہیں وہ سب ان

سے مناسبت رکھتی ہیں، اور "مـاج" بمعنیٰ مضطرب ہونا سے ان کے اشتقاق کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

﴿ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوْجُ فِي بَعْضٍ ﴾ (الکھف: ۹۹)

اور اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔
اور یہ منظر اس وقت کا ہوگا جب وہ لوگ سد سکندری سے باہر نکلیں گے۔ (۱)

یاجوج و ماجوج کی اصل یہ ہے کہ وہ بشر ہیں اور حضرت آدم و حواء علیہ السلام کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ حضرت آدم کی اولاد سے تو ہیں مگر حواء کی اولاد نہیں ہیں (۲) ان کا قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو احتلام ہوا، اور ان کی منی مٹی میں جذب ہو گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے اسی سے یاجوج و ماجوج کو پیدا فرمادیا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات بلا دلیل ہے اور کسی ایسی شخصیت کی جانب سے نہیں آئی ہے کہ جس کا قبول کرنا ہم پر واجب ہو۔ (۳)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "ہم نے کعب احبار کے سوا یہ بات سلف میں سے کسی کے یہاں نہیں پائی' اور اس کی تردید مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت سے ہیں، اور حضرت نوح قطعی طور پر حضرت حواء کی اولاد میں سے ہیں۔ (۴)

---

(۱) "لسان العرب" (۲/۲۰۶۔۲۰۷). و"ترتیب القاموس المحیط" (۱/۱۵۵۔۱۱۶).
و"فتح الباری" (۱۳/۱۰۶) و"شرح النووی لمسلم" (۱۸/۳).

(۲) "فتاوی الامام النووی" بنام "المسائل المنثورة" مرتبہ علاء الدین عطار شاگرد نووی (ص ۱۱۶۔۱۱۷) ابن حجر نے فتح میں اس کا ذکر کیا ہے اور اسے نووی کی جانب منسوب کیا ہے۔
الفتح" (۱۳/۱۰۷).

(۳) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱/۱۵۲۔۱۵۳).

(۴) "فتح الباری" (۱۳/۱۰۷).

اور یاجوج وماجوج ترکوں کے باپ یافث کی اولاد میں سے ہیں اور یافث حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ (۱)

اور جو چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں تو وہ بخاری کی وہ روایت ہے جس میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم! وہ جواب دیں گے: در خدمت پہ بار بار حاضر ہوں اور خیر تیرے ہی ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آگ میں بھیجی جانے والی جماعت کو نکالو، آدم عرض کریں گے کہ آگ میں بھیجی جانے والی جماعت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے، یہی وہ وقت ہوگا جب بچے کے بال سفید ہو جائیں گے، اور ہر حمل والی اپنا حمل بھی گرا دے گی۔ اور لوگوں کو نشے میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے"۔ لوگوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ہم میں سے وہ ایک کون ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: "خوش ہو جاؤ، ایک آدمی تو تم میں سے ہوگا اور ہزار یاجوج وماجوج میں سے ہوں گے"۔ (۲)

وعن عبداللہ بن عمرو عن رسول اللہ ﷺ: "ان یاجوج وماجوج من ولد آدم، وانهم لو ارسلوا الى الناس: لافسدوا عليهم معايشهم، ولن يموت منهم احد: الا ترك من ذريته الفا فصاعدا"۔ (۳)

---

(۱) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱/۱۵۳)۔

(۲) "صحیح بخاری" كتاب الانبياء، باب قصة ياجوج وماجوج، (۶/۳۸۲)۔

(۳) "منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی" كتاب الفتن وعلامات الساعة، باب ذكر ياجوج وماجوج، (۲/۲۱۹) طبع ثانی (۱۴۰۰ھ)۔ حاکم نے روایت کیا ہے "المستدرك" (۴/۴۹۰) اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے "الکبیر" و "الاوسط" میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۸/۶)۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ عبد بن حمید نے عبداللہ بن سلام کے طریق سے صحیح سند سے اس کی روایت کی ہے۔ ==

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''یاجوج ماجوج حضرت آدم کی اولاد میں سے ہیں اور اگر یہ لوگ آدمیوں کے درمیان بھیج دیے جائیں تو ان کی معیشت کو تباہ کر ڈالیں گے اور ان میں سے کوئی بھی اپنی اولاد میں سے ایک ہزار یا اس سے زیادہ چھوڑے بغیر نہیں مرے گا۔''

ان کی صفات:

احادیث میں ان کی حسب ذیل صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ لوگ اپنے ابنائے جنس عجمی ترکوں اور مغلوں سے مشابہ ہوں گے، چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے، ان کی ناک چھوٹی اور ہموار ہوگی، ان کے بالوں کا رنگ سرخ ہوگا، ان کے چہرے چوڑے ہوں گے ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ گویا وہ چمڑے سے منڈھی ہوئی ڈھالیں ہیں، ان کی شکل وشباہت اور رنگ ترکوں سے ملتے جلتے ہوں گے۔ (۱)

روی الامام احمد عن ابن حرملة عن خالته:قالت: خطب رسول الله ﷺ وهو عاصب اصبعه من لدغة عقرب، فقال: "انكم تقولون: لا عدو، وانكم لا تزالون تقاتلون عدوا حتى يأتي يأجوج ومأجوج: عراض الوجوه، صغار العيون، شهب الشعاف، من كل حدب ينسلون، كان وجوههم المجان المطرقة"۔ (۲)

= ''فتح الباری'' (۱۳/۱۰۷). ابن کثیر نے طبرانی کی روایت کا ذکر کیا ہے پھر کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اور کہا کہ ہوسکتا ہے یہ عبداللہ بن عمرو کا کلام ہو جو انہوں نے ان ڈھیروں میں سے روایت کیا ہو جس کا تعلق اہل کتاب سے ہے۔ ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۱۵۴).

(۱) ''النهاية / الفتن والملاحم'' (۱/۵۳).

(۲) ''مسند الامام احمد'' (۵/۲۷۱). ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو احمد طبرانی نے روایت کیا ہے اور ان کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ ''مجمع الزوائد'' (۸/۶).

امام احمد نے ابن حرملہ سے روایت کی ہے وہ اپنے خالہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں خطبہ دیا کہ انہوں نے بچھو کے ڈنک مارنے کی وجہ سے اپنی انگلی پر پٹی باندھ رکھی تھی، آپ نے فرمایا: تم کہتے ہو کوئی دشمن نہیں ہے، تم مسلسل دشمنوں سے جنگ کرتے رہو گے یہاں تک کہ یاجوج وماجوج آجائیں: چوڑے چہروں والے، چھوٹی آنکھوں والے، سرخ بالوں والے، ہر گھاٹی سے نکل رہے ہوں گے، گویا کہ ان کے چہرے چمڑے سے منڈھی ہوئی ڈھالیں ہیں۔"

حافظ ابن حجر نے ان کی صفات کے سلسلے میں بعض آثار کا تذکرہ فرمایا ہے مگر وہ سب کی سب ضعیف روایات ہیں، ان آثار میں آنے والی صفات میں سے ایک تو یہ ہے کہ ان کی تین قسمیں ہوں گی

۱- ان میں ایک قسم تو وہ ہوگی جس کے جسم صنوبر کے درختوں کی طرح ہوں گے اور یہ بہت لمبا درخت ہوتا ہے۔

۲- اور ایک قسم ایسی ہوگی جو چار ہاتھ مربعہ ہوگی۔

۳- اور ایک قسم ایسی ہوگی جو اپنے کانوں کو اوڑھیں گے بھی اور بچھائیں گے بھی۔

نیز ان کے متعلق یہ بھی آیا ہے کہ ان کا طول ایک یا دو بالشت ہوگا اور ان میں سب سے لمبا وہ ہوگا جس کا طول تین بالشت ہوگا۔ (۱)

---

(۱) "فتح الباری" (۱۳/۱۰۷)، اور ابن کثیر نے ان صفات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جو یہ گمان رکھے کہ یہ ان کی صفات ہیں تو اس نے تکلف سے ایسی بات کہی جس کا اس کو علم نہیں ہے، اور ایسی بات کہی جس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

"النہایة / الفتن والملاحم" (۱/۱۵۳)۔

اور ہیثمی نے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں حذیفہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اس میں ان اوصاف میں سے کچھ اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اسے طبرانی نے "الاوسط" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ہیں یحیی بن سعید العطار، جو ضعیف ہیں، اور ابن حجر نے تو ان کو بہت ضعیف کہا ہے۔ "مجمع الزوائد" (۸/۶)۔ و" فتح الباری" (۱۳/۱۰۶)۔

جبکہ صحیح روایات سے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ بہت ہی طاقتور ہوں گے اور ان سے جنگ کرنے کی ہمت کسی میں نہ ہوگی، لہٰذا یہ چیز بہت ہی بعید ہے کہ ان کا طول ایک یا دو بالشت ہوگا۔

چنانچہ نواس بن سمعان کی حدیث میں آیا ہے کہ یاجوج وماجوج کے خروج کے وقت جن سے جنگ کرنے کی ہمت کسی میں نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی بھیجے گا اور انہیں حکم دے گا کہ مومنوں کو ان کے راستے سے دور ہٹالو، پھر ان سے فرمائے گا کہ میرے بندوں کو طور پر محفوظ کرو۔

خروج یاجوج وماجوج کے دلائل:

آخری زمانے میں یاجوج وماجوج کا نکلنا قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ایک علامت ہے اور کتاب وسنت ان کے ظہور پر دلالت کرتے ہیں:

(الف) قرآن کریم کے دلائل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝﴾

(الانبیاء: ۹۶۔۹۷)

یہاں تک کہ یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اور سچا وعدہ قریب آ لگے گا تو اس وقت کافروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی کہ ہائے افسوس! ہم اس حال سے غافل تھے بلکہ فی الواقع ہم قصوروار تھے۔

اور قصہ ذوالقرنین کے سیاق میں:

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۝ حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ

وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِيْ الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰىٓ اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ○ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا○آتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ حَتّٰىٓ اِذَاسَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰىٓ اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ،قَالَ آتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا○ فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَّكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا○ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَنُفِخَ فِيْ الصُّوْرِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا○(الكهف: ٩٢-٩٩)

اور پھر ایک سفر کے سامان میں لگا۔ یہاں تک کہ جب دو دیواروں کے درمیان پہنچا ان دونوں کے علاوہ اس نے ایک ایسی قوم پائی جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھی۔ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین ،یاجوج و ماجوج اس ملک میں (بڑے بھاری) فسادی ہیں۔ تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کریں؟ (اس شرط پر کہ) آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔ اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو دے رکھا ہے وہی بہتر ہے تم صرف قوت، طاقت سے میری مدد کرو میں تم میں اور ان میں مضبوط حجاب بنا دیتا ہوں، مجھے لوہے کی چادریں لا دو یہاں تک کہ جب ان دونو ں پہاڑوں کے درمیان دیوار برابر کر دی تو (ذوالقرنین نے) حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ یہاں تک کہ (جب آگ نے ان) لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کر دیا، تو فرمایا میرے پاس لاؤ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں۔ پس نہ تو ان میں اس دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت تھی اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے تھے۔ کہا یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین بوس کر دے گا' بے شک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے۔ اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے

اور صور میں پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے۔

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شاہ خوش اطوار جناب ذوالقرنین [1] کو اس عظیم دیوار کی تعمیر کی خاطر مسخر فرما دیا تھا تا کہ وہ عام لوگوں اور مفسد قوم یاجوج و ماجوج کے درمیان حائل ہو جائے، پھر جب وقت مقرر آ پہنچے گا اور قیامت قریب آ جائے گی تو یہ بند ریزہ ریزہ ہو جائے گا، اور یاجوج و ماجوج بہت بڑی تعداد میں اس قدر عظیم سرعت کے ساتھ نکل پڑیں گے کہ کوئی بھی فرد بشر ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا اور وہ لوگوں کے درمیان موجیں مار رہے ہوں گے اور زمین کو فساد سے بھر دیں گے۔

اور یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ صور میں پھونکے جانے، دنیا کے ویران و برباد ہو جانے، اور قیامت کے قائم ہو جانے [2] کا وقت بالکل قریب آ چکا ہے۔

(ب) سنت مطہرہ کے دلائل:

یاجوج و ماجوج کے ظہور پر دلالت کرنے والی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ سب معنوی اعتبار سے حد تواتر کو پہنچ جاتی ہیں، ان میں سے بعض کا تذکرہ تو ہو چکا ہے اور کچھ احادیث کا بیان ہم یہاں کر رہے ہیں۔

---

(۱) ذوالقرنین، ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ بن ضحاک بن معد ہے، دوسرا قول ہے مصعب بن عبداللہ بن قنان جوازد سے تھے، پھر قحطان سے تھے اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

ذی القرنین نام اس لئے پڑا کہ وہ مشرق و مغرب میں پہنچ گئے تھے جہاں شیطان کا سینگ طلوع اور غروب ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

اور یہ مومن اور صالح بندے تھے، یہ وہ ذوالقرنین نہیں ہیں جس کا نام اسکندر مقدونی، مصری تھا کیونکہ وہ تو کافر تھا اور ان کے بہت بعد میں پیدا ہوا اور وہ ذوالقرنین جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ ان میں اور اس مصری ذوالقرنین کے درمیان تقریباً دو ہزار سے زائد سال کا فاصلہ ہے۔

"البداية والنهاية" (۱۰۲/۲-۱۰۶). و "تفسير ابن كثير" (۱۸۵/۵-۱۸۶).

(۲) "الطبری" (۱۵/۱٦-۲۸ و۱۷/۹۲۰۸۷). و"تفسير ابن كثير" (۱۹۱/۵-۱۹٦ و ۳٦٦/۵-۳۷۲). و"تفسير القرطبی" (۳۴۱/۱۱-۳۴۲).

۱– فمنها ما ثبت فی "الصحیحین" عن ام حبیبة بنت ابی سفیان عن زینب بنت جحش ان رسول اللهﷺ دخل علیها یوما فزعا یقول: "لا اله الا الله، ویل للعرب من شر قد اقترب، فتح الیوم من ردم یأجوج ومأجوج مثل هذه (وحلق باصبعیه الابهام والتی تلیها)". قالت زینب بنت جحش: فقلت: یا رسول الله! افنهلك وفینا الصالحون؟ قال: "نعم: اذا کثر الخبث".[1]

صحیحین میں ام حبیبہ بنت سفیان کی بواسطہ زینب بنت جحش روایت ہے کہ رسول اللہﷺ ایک دن ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور فرمانے لگے: "لا الہ الا اللّٰہ "بربادی ہے عرب کی اس شر سے جو قریب آچکا ہے، آج یاجوج وماجوج کی دیوار سے اتنا کھل چکا ہے، (اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس سے متصل انگشت کا حلقہ بنایا) زینب بنت جحش فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس صورت میں بھی ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیکوکار لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں، جب برائی بڑھ جائے گی"۔

۲– ومنها ما جاء فی حدیث النواس بن سمعانؓ، وفیه: "اذا اوحی الله الی عیسیٰ انی قد اخرجت عبادا لی لا یدان لاحد بقتالهم، فحرز عبادی الی الطور، ویبعث الله یأجوج ومأجوج، وهم من کل حدب ینسلون، فیمر اولٰئك علی بحیرة طبریة، فیشربون ما فیها، ویمر آخرهم فیقولون: لقد کان بهذه مرة ماء، ویحصر نبی الله عیسیٰ واصحابه حتی یکون

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الانبیاء، باب قصة یاجوج وماجوج، (۳۸۱/۶). و کتاب الفتن، (۱۰۶/۱۳). و "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۲/۱۸-۴).

رأس الثور لأحدهم خيرا من مئة دينار لأحدكم اليوم، فيرغب الى الله عيسىٰ واصحابه، فيرسل الله عليهم النغف في رقابهم، فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة، ثم يهبط بنبي الله عيسىٰ واصحابه الى الارض، فلا يجدون في الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم ونتنهم، فيرغب نبي الله عيسىٰ واصحابه الى الله، فيرسل الله طيرا كأعناق البخت، فتحملهم، فتطرحهم حيث شاء الله".[1]

رواه مسلم، وزاد في رواية بعد قوله: "لقد كان بهذه مرة ماء": "ثم يسيرون حتى ينتهوا الى جبل الخمر، وهو جبل بيت المقدس، فيقولون: لقد قتلنا من في الارض، هلم فلنقتل من في السمآء، فيرمون بنشابهم الى السمآء، فيرد الله عليهم نشابهم مخضوبة دما".[2]

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے جن کے ساتھ جنگ کرنے کی ہمت کسی میں نہیں ہے، لہٰذا تم میرے بندوں کو طور پر محفوظ کرو اور اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیج دے گا۔ اور ان کی حالت یہ ہوگی کہ وہ ہر بلندی سے نکل پڑیں گے، پھر ان کا گزر طبریہ کی ایک جھیل سے ہوگا تو وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے، اور ان کا آخری فرد گزر جائے گا، تو لوگ کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہوا کرتا تھا، اور اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء محصور ہو کر رہ جائیں گے، اس وقت

---

(۱) "صحیح مسلم" باب ذکر الدجال، (۱۸/۶۸۔۶۹)۔

(۲) "صحیح مسلم" باب ذکر الدجال، (۱۸/۷۰)۔

حالت یہ ہو جائے گی کہ ان کے لئے بیل کا سر تمہارے آج کے حساب سے سو دینار سے بھی بہتر ہو جائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک کیڑا بھیج دے گا جو ان کی گردنوں پر اثر انداز ہوگا اور اس کے نتیجے میں یہ سب کے سب فرد واحد کی موت کی طرح زمین بوس ہو جائیں گے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے رفقاء کو زمین میں اتارا جائے گا، اس موقع پر انہیں زمین کا ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ ملے گا جو ان کی سڑاند اور بدبو سے بھرا ہوا نہ ہو، لہٰذا اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے پرندوں کو بھیج دے گا جو بختی اونٹ کی گردنوں کے مانند ہوں گے، اور یہ پرندے انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا (وہ ان کو لے جا کر) پھینک دیں گے۔"

اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں "یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا" کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ "پھر وہ چلتے جائیں گے یہاں تک کہ جبل خمر تک پہنچ جائیں گے" اور یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے، اس موقع پر وہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا اب آؤ آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں چنانچہ وہ لوگ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو لہو میں بھیگا ہوا واپس کرے گا"۔

۳- وجاء في حديث حذيفة بن اسيدؓ في ذكر اشراط الساعة، فذكر منها: "ياجوج وماجوج".(۱)

علامات قیامت کے بیان میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کا بیان کیا گیا ہے: "یاجوج وماجوج"۔

٤- وعن عبدالله بن مسعودؓ: قال: لما كان ليلة اسرى برسول الله ﷺ: لقى ابراهيم وموسى وعيسىٰ عليهم السلام،

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الفتن واشراط الساعة، (۲۷/۱۸).

فتذاكروا الساعة... الى ان قال:" فردوا الحديث الى عيسىٰ (فذكر قتل الدجال، ثم قال:) ثم يرجع الناس الى بلادهم، فيستقبلهم يأجوج ومأجوج، وهم من كل حدب ينسلون، لا يمرون بماء الا شربوه، ولا بشيء الا افسدوه، يجأرون الى فادعوالله، فيميتهم، فتجوى الارض من ريحهم، فيجأرون الى، فادعو الله، فيرسل السمآء بالماء فيحملهم، فيقذف باجسامهم فى البحر".(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں: کہ اسراء کی رات رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کے ساتھ ہوئی اور ان کے درمیان قیامت کا تذکرہ ہوا.........سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے کہا: ''کہ گفتگو کو حضرت عیسیٰ کی طرف پھیر دو (پھر قتل دجال کا تذکرہ کیا پھر فرمایا:) پھر لوگ اپنے شہروں کی طرف واپس لوٹ جائیں گے اور یاجوج وماجوج ان کا استقبال کریں گے اور ان کی حالت یہ ہوگی کہ وہ ہر گھاٹی سے نکل رہے ہوں گے، جس جس پانی سے ان کا گزر ہوگا وہ سب پی جائیں گے اور جس جس چیز سے گزریں گے تو اسے تباہ کرتے جائیں گے، لوگ مجھ سے فریاد کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ ان سب پر موت طاری کردے گا، اس وقت زمین ان کی بدبو سے

---

(۱) ''مستدرک الحاکم'' (۴/۴۸۸-۴۸۹). حاکم نے صحیح الاسناد کہا اور کہا کہ شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔ امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے (۴/۱۸۹-۱۹۰) (ح ۳۵۵۶)۔ تحقیق احمد شاکر، اور فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ''ضعیف الجامع الصغیر'' (۵/۲۰-۲۱). (ح ۴۷۱۲) جبکہ میں کہتا ہوں کہ شواہد کی بنیاد پر راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث قابل اعتماد ہے۔ واللہ اعلم۔

بھر جائے گی ،لوگ مجھ سے فریاد کریں گے تو میں اللہ سے دعا کروں گا اور آسمان سے پانی آئے گا اورانہیں اٹھا لے جائے گا اوران کے جسموں کو سمندر میں پھینک دے گا۔

۵- وعن ابی هريرةؓ عن النبیﷺ (فذكر الحديث، وفيه): "ويخرجون على الناس، فيستقون المياه، ويفر الناس منهم، فيرمون سهامهم فى السماء، فترجع مخضبة بالدماء، فيقولون: قهرنا اهل الارض، وغلبنا من فى السماء قوة وعلوا". قال: "فيبعث الله عز وجل عليهم نغفا فى اقفائهم". قال: "فيهلكهم، والذى نفس محمد بيده: ان دواب الارض لتسمن، وتبطر ، وتشكر شكرا، وتسكر سكرا من لحومهم".[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے روایت ہے (حدیث کا تذکرہ کیا اوراس میں ہے:) ''وہ لوگوں کے درمیان پھیل جائیں گے اور سارے پانی پی جائیں گے،لوگ ان سے دور بھاگیں گے ،پھر وہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف چلائیں گے اور وہ لہو میں بھیگے ہوئے واپس لوٹیں گے،تب وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو قوت اور بلندی سے مغلوب کر دیا اور ہم آسمان والوں پر غالب آگئے ۔ نبیؐ فرماتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ایک قسم کے کیڑے بھیج کر ان کی گدی

---

(۱) ''سنن الترمذی'' ابو اب التفسير ، سوره كهف ،(۵۴۹۷/۸-۵۹۹) .اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے،و'' سنن ابن ماجة ''كتاب الفتن،(۱۳۶۴/۲-۱۳۶۵) .(ح ۴۰۸۰). حاکم فی ''المستدرک'' (۴۸۸/۴) .اور حاکم نے کہا کہ حدیث صحیحین کی شرط پر صحیح ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ،اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے،اور حافظ نے فتح الباری (۱۰۹/۱۳) میں اس کے متعلق فرمایا کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں ،البتہ قتادہ مدلس راوی ہیں ۔لیکن ابن ماجہ کی روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ان کا اپنے شیخ ابو رافع سے سماع ثابت ہے۔ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے "صحيح الجامع الصغير" (۲۶۵/۲-۲۶۶)(ح ۲۲۷۲).

پر مسلط کر دے گا۔ اور فرمایا: پھر انہیں ہلاک کر دے گا، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے بے شک زمین کے چوپائے خوب موٹے ہو جائیں گے، چربی سے بھر جائیں گے اور گوشت پوشت سے پُر ہو جائیں گے۔"

سد یاجوج و ماجوج:

ذوالقرنین نے یاجوج و ماجوج کی دیوار اس غرض سے تعمیر کی تھی تا کہ وہ ان کے اوران کے پڑوسیوں کے درمیان جنہوں نے ان سے مدد طلب کی تھی حائل رہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ قَالُوْا يَا ذَالْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ○ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا﴾ (الكهف: ٩٤۔٩٥)

انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج و ماجوج اس ملک میں (بڑے بھاری) فسادی ہیں تو کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کر دیں؟ (اس شرط پر کہ) آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔ اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو دے رکھا ہے وہی بہتر ہے تم صرف قوت، طاقت سے میری مدد کرو۔

یہ تو وہ تفصیل ہے جو دیوار کی تعمیر کے سلسلے میں آئی ہے، اب رہی یہ بات کہ اس کا مقام کہاں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تو وہ مشرق کی طرف ہے۔[1] کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ" (الکہف: ۹۰) یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا۔

البتہ مقام کے تعیین کے طور پر اس مقام کا کوئی پتہ نہیں ہے، اور کچھ شاہوں اور مؤرخین نے اس مقام کا پتہ چلانے کی کوشش کی تھی۔ اسی سلسلے کا ایک واقعہ خلیفہ واثق[2]

---

(۱) "تفسیر ابن کثیر" (۱۹۱/۵)۔

(۲) عباسی خلیفہ تھے، ان کا نام: ہارون بن محمد المعتصم بن ہارون الرشید ہے، سن ۲۳۶ھ میں خلافت =

کا ہے جس نے اپنے کچھ امراء کو ایک لشکر کے ساتھ خفیہ طور پر اس دیوار کو دیکھنے اور اس کا معائنہ کرنے کی غرض سے بھیجا تھا اور ان سے کہا تھا کہ واپسی میں وہ لوگ اس کی صفات بیان کریں، چنانچہ یہ لوگ مختلف شہروں اور ملکوں کی خاک چھانتے ہوئے وہاں تک پہنچ گئے تھے اور انہوں نے لوہے اور تانبے سے تعمیر کردہ اس دیوار کو دیکھا تھا۔ ان مشاہدین کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک عظیم دروازہ دیکھا جس میں بڑے بڑے تالے پڑے ہوئے تھے، انہوں نے وہاں ایک برج میں دودھ اور شہد کا بقایا بھی دیکھا تھا اور اس کے پاس قرب وجوار کے شاہوں کی جانب سے پہریدار بھی متعین تھے، اور یہ بہت ہی بلند وبالا اور مضبوط ترین دیوار تھی، اس پر اور اس کے اردگرد کے پہاڑوں پر چڑھنا ممکن نہیں تھا، پھر یہ لوگ اپنے ملک کی طرف واپس پلٹ گئے اور ان کے غائب کی مدت دو سال سے زائد تھی، انہوں نے بڑی ہی عجیب وغریب چیزوں اور ہولناک مناظر کا مشاہدہ کیا تھا۔ (۱)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس قصے کا تذکرہ تو فرمایا ہے لیکن اس کی سند ذکر نہیں کی' لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی اس کی صحت کے بارے میں زیادہ جاننے والا ہے۔

سابقہ آیات سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ یہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان تعمیر کی گئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**حَتّٰىٓ اِذَا بَلَـغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ**'' اور سد سے مراد وہ دونوں پہاڑ ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل واقع تھے، پھر فرمایا: ''**حَتّٰىٓ اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ**'' یہاں تک کہ اسے دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے مقابل تک پہنچا دیا۔ (۲)

اور اس کی تعمیر سیسے سے کی گئی تھی جس کے اوپر پگھلا ہوا تانبہ ڈالا گیا تھا اس طرح

= خلافت کے لئے بیعت لی، ۲۳۲ھ میں مکہ کے راستے میں وفات پائی۔ ۳۶ سال کی عمر پائی تھی۔
''البدایۃ والنہایۃ'' (۱۰/۳۰۸).

(۱) ''تفسیر ابن کثیر'' (۵/۱۹۳).

(۲) ''تفسیر ابن کثیر'' (۵/۱۹۱-۱۹۲).

یہ انتہائی مضبوط ترین دیوار تعمیر ہوگئی۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ''ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: میں نے دھاری دار چادر سے سدّ (دیوار) کو دیکھا، آپ نے فرمایا: یقیناً تو نے اسے دیکھا ہے''۔(۱)

سید قطب فرماتے ہیں: ''شہر ترمذ(۲) کے قریب ایک سد کا پتہ چلایا گیا ہے جو (باب الحدید) کے نام سے معروف ہے، پندرہویں صدی عیسوی کے اوائل میں جرمن سائنسداں (سلڈ برگر) کا گزر وہاں سے ہوا تھا۔ اور اس نے اپنی کتاب میں اسے تحریر کیا ہے، اسی طرح ہسپانوی مورخ (کلیفیگو) نے اپنے ۱۴۰۳ء کے سفرنامے میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے شہر باب الحدید کا سدّ سمرقند اور ہندوستان کی گزرگاہ پر واقع ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ وہی سدّ ہو جسے ذوالقرنین نے تعمیر کیا تھا۔''(۳)

میں کہتا ہوں کہ یہ سد شاید وہی فصیل ہو جو شہر ترمذ کو گھیرے ہوئے ہے جس کا تذکرہ یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں کیا ہے، اور یہ ذوالقرنین کا تعمیر کردہ سدّ نہیں ہے۔

نیز اس بحث میں مقام سدّ کی تحدید ہمارا مقصد نہیں ہے بلکہ ہمیں تو اسی پر اکتفا کرنا ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور جس کا تذکرہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے' اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج کی دیوار موجود ہے اور اس وقت تک موجود رہے گی جب تک کہ اس کے ٹوٹنے اور یاجوج و ماجوج کے نکلنے کا وقت مقررہ نہ آجائے، اور ایسا قرب قیامت کے وقت ہی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

---

(۱) بخاری نے معلقاً روایت کیا ہے۔ باب قصة یاجوج وماجوج، (۶/۳۸۱).

(۲) ترمذ، یاقوت کہتے ہیں کہ اہم شہروں میں ایک مشہور شہر ہے، نہر جیحون کے مشرقی جانب پر واقع ہے، جس کو فصیل نے گھیر رکھا ہے اور اس کے بازاروں میں اینٹیں بچھی ہوئی ہیں، ابوعیسیٰ الترمذی اس کی طرف منسوب ہونے والوں میں امام ہیں، ان کی کتاب ہے ''الجامع الصحیح'' و''العلل''. دیکھئے ''معجم البلدان'' (۲/۲۶-۲۷).

(۳) ''تفسیر الظلال'' (۴/۲۲۹۳). دیکھئے ''اشراط الساعة واسرارها'' (ص ۷۵). محمد سلامہ الجبر، طبع شرکۃ الشعاع، کویت ۱۴۰۱ھ۔

﴿ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝﴾ (الکھف: ۹۸۔۹۹)

کہا یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین بوس کر دے گا بے شک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے۔ اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکھٹا کر کے ہم جمع کرلیں گے۔

اور اس بات کی دلیل کہ یہ دیوار ابھی تک موجود ہے اور ٹوٹی نہیں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو انہوں نے دیوار کے سلسلے میں نبی ﷺ کے واسطے سے بیان فرمائی ہے وہ آپ فرماتے ہیں کہ "وہ روز آنہ اسے کھودتے ہیں یہاں تک کہ جب اس میں شگاف ڈالنے کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے کہ اب واپس چلو کل تم لوگ اسے توڑ ڈالو گے' آپ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ اس سوراخ کو پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ پُر کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کے درمیان بھیجنے کا فیصلہ کرلے گا تو جو شخص ان پر متعین ہے وہ کہے گا: اب لوٹ جاؤ کل ان شاء اللہ تم لوگ اسے توڑ ڈالو گے، اور ان شاء اللہ کہہ لے گا آپ فرماتے ہیں چنانچہ جب دوسرے دن وہ لوگ لوٹیں گے تو وہ اسی حالت پر برقرار ملے گی جس حالت پر اسے چھوڑ کر گئے ہوں گے لہٰذا وہ لوگ اسے توڑ ڈالیں گے اور لوگوں کے درمیان نکل پڑیں گے، سارا پانی پی جائیں گے اور لوگ ان سے بھاگیں گے"۔ (۱)

اور صحیحین کی گزشتہ حدیث میں آیا ہے کہ اس کا معمولی سا حصہ کھل گیا تھا جس کی وجہ سے نبی ﷺ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی تھی۔

اور از راہ یقین نہیں بلکہ از راہ ترجیح سید قطب شہیدؒ کی رائے یہ ہے کہ دیوار کے

---

(۱) ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور اس کی تخریج گزر چکی ہے اور یہ صحیح ہے۔

منہدم ہو جانے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے اور یاجوج وماجوج نکل چکے ہیں۔ یہ وہی تاتاری ہیں جن کا ظہور ساتویں صدی ہجری میں ہوا تھا اور جنہوں نے ممالک اسلامیہ کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا اور زمین کو فساد سے بھر دیا تھا۔(۱)

ان تاتاریوں کے متعلق امام قرطبی فرماتے ہیں کہ ''ان میں یعنی ترکوں میں سے اس قدر امتیں نکل چکی ہیں جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا رخ مسلمانوں کی جانب سے پھیر سکتا ہے، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہی یاجوج وماجوج یا ان کے پیش رو ہوں''۔(۲)

ان تاتاریوں کا ظہور امام قرطبی کے زمانے میں ہوا تھا اور انہوں نے ان کے فساد اور قتل کے متعلق جس قدر سنا اس سے انہوں نے یہی گمان کیا کہ یہی یاجوج وماجوج یا ان کے پیش رو ہوں۔

مگر قیامت کی علامت کبریٰ میں سے تو یہ ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج آخری زمانے میں ہوگا جو ابھی تک نہیں ہوا کیونکہ صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا خروج عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا اور وہی ان پر بد دعا کریں گے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دے گا پھر انہیں سمندر میں پھینک دے گا اور لوگوں اور شہروں کو ان کے شر سے راحت مل جائے گی۔



---

(۱) ''فی ظلال القرآن'' (۴/۲۲۹۳۔۲۲۹۴)۔

(۲) ''تفسیر القرطبی'' (۱۱/۵۸)۔

پانچویں فصل

خسوفات ثلاثہ

خسف کا معنی:

جب کوئی جگہ زمین میں دھنس جائے اور اس میں غائب ہو جائے[1] تو کہا جاتا ہے کہ "**خسف المکان یخسف خسوفا**" اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "**فخسفنا به وبداره الارض**" (القصص:۸۱)

(آخرکار) ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا۔

اور وہ تینوں خسوفات جن کا تعلق قیامت کی نشانیوں سے ہے ان کا تذکرہ احادیث میں علامات کبریٰ کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

خسوفات کے ظہور پر سنت مطہرہ کے دلائل:

۱ – عن حذیفة بن اسید ان رسول الله ﷺ قال: "ان الساعة لن تقوم حتی تروا عشر آیات... (فذکر منها:) وثلاثة خسوف: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزیرة العرب۔" [2]

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم دس نشانیاں دیکھ لو......(چنانچہ انہیں میں سے بیان فرمایا) اور تین خسوف: ایک خسف مشرق میں، ایک خسف مغرب میں، اور ایک خسف جزیرۂ عرب میں"۔

---

(۱) "ترتیب القاموس المحیط" (۵۵/۲)۔ و"لسان العرب" (۶۷/۹)۔

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۲۷/۱۸-۲۸)۔

۲ – وعن ام سلمة قالت: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "سيكون بعدى خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف فى جزيرة العرب". قلت: يا رسول الله! أ يخسف بالارض وفيها الصالحون؟ قال لها رسول الله ﷺ: "اذا اكثر اهلها الخبث".(۱)

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ ''میرے بعد ایک خسف مشرق میں، ایک خسف مغرب میں، اور ایک خسف جزیرہ عرب میں ہوگا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! کیا اس وقت بھی زمین دھنسا دیا جائے گا جب کہ اس میں نیک لوگ بھی ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ جب اس کے باشندوں میں خباثت بڑھ جائے گی''۔

کیا یہ خسوفات واقع ہو چکے ہیں؟

قیامت کی دیگر نشانیوں کی طرح ان تینوں خسوفات میں سے ابھی تک ایک بھی واقع نہیں ہوا، اگر چہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ واقع ہو چکے ہیں جیسا کہ شریف بر زنجی(۲) کا خیال ہے' مگر صحیح بات یہی ہے کہ ابھی تک ان میں سے ایک بھی واقع نہیں ہوا' البتہ مختلف مقامات پر زمانوں کے فاصلوں کے ساتھ کچھ خسوفات واقع ہو چکے ہیں اور ان کا تعلق قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے ہے۔

یہ تینوں خسوفات مشرق، مغرب اور جزیرۂ عرب کے مختلف مقامات پر بہت ہی عظیم

(۱) طبرانی: ''الاوسط'' جیسے کہ ہیثمی نے کہا ہے'' مجمع الزوائد'' (۱۱/۸)۔ اور کہا **فى الصحيح بعضه**۔ اس میں ایک راوی ہیں حکیم بن نافع، ابن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے اور ان کے علاوہ لوگوں نے ضعیف کہا ہے۔ اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۲) ''الاشاعة'' (۴۹)۔

اور ہمہ گیر ہوں گے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: خسف تو مختلف مقامات پر پایا جا چکا ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ خسوف ثلاثہ سے مراد موجودہ خسوف کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی مقدار ہے وہ یوں کہ یہ خسوفات ان خسوفات کے مقابلے میں مقام اور مقدار کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہوں گے۔(۱)

اس کی تائید حدیث کے مضمون سے بھی ہوتی ہے کہ یہ اس وقت واقع ہوں گے جب لوگوں میں خباثت بڑھ جائے گی اور ان کے اندر مصیبتوں کا دور دورہ ہو جائے گا۔

-واللہ اعلم-



(۱) "فتح الباری" (۸۴/۱۳).

چھٹی فصل

دخان (دھواں)

آخری زمانے میں دخان کا ظہور قیامت کی ان بڑی نشانیوں میں سے ہے جن کے دلائل کتب وسنت میں موجود ہیں۔

اس کے ظہور کے دلائل

(الف) قرآن کریم کے دلائل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝﴾ (الدخان : ۱۰۔۱۱)

آپ اس دن کے منتظر رہیں جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے گا۔ جو لوگوں کو گھیر لے گا یہ دردناک عذاب ہے۔

مراد یہ ہے کہ اے محمد ﷺ ان کفار کے متعلق اس دن کا انتظار کیجئے جب کہ آسمان کھلے اور واضح طور پر دھویں سے بھرا ہو گا جو عمومیت کے ساتھ تمام لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور اس وقت زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے کہ یہ دردناک عذاب ہے یا پھر ایسا ہو گا کہ ان میں سے کچھ لوگ دوسروں سے یہی بات کہیں گے۔ (۱)

اس سلسلے میں کہ اس دخان سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ واقع ہو چکا ہے؟ یا منتظر نشانیوں میں سے ہے؟ علماء کے دو اقوال ہیں:

---

(۱) "تفسیر القرطبی" (۱۳۰/۱۶)، و"تفسیر ابن کثیر" (۲۳۵/۷۔۲۳۶).

اوّل: یہ وہی دخان ہے جو شدت اور دھوپ کی وجہ سے قریش پر مسلط ہوا تھا جب انہوں نے آپ ﷺ کی بات نہیں مانی تھی اور آپ ﷺ نے ان پر بددعا کر دی تھی جس کے نتیجے میں وہ لوگ آسمان میں دھوئیں کے مانند دیکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سلف میں سے ان کے متبعین کی ایک جماعت کی رائے یہی ہے۔[1]

قال: " خمس قد مضين: اللزام[2]، والروم، والبطشة، والقمر، والدخان "۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " پانچ چیزیں گزر چکی ہیں: لزام، روم، بطشہ، (گرفت) قمر، (چاند کا پھٹنا اور دخان) "۔

جب کندہ کے ایک شخص نے دخان کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا کہ قیامت کے دن ایک دھواں نمودار ہوگا جو منافقین کے کانوں اور آنکھوں کو اپنی گرفت میں لے لے گا تب حضرت ابن مسعودؓ غضبناک ہوئے اور فرمایا:

بولنا اسی کو چاہئے جو جانتا ہو اور جو نہ جانتا ہو تو اسے یہ کہنا چاہئے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم ہے کہ آدمی جو نہ جانتا ہو وہ اس کے متعلق یہ کہے کہ میں نہیں جانتا' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا:

"قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ٥" (ص: ٨٦)

---

(۱) "تفسیر الطبری" (۱۱۱/۱۵-۱۱۳)، "تفسیر القرطبی" (۱۳۱/۱۶)، "تفسیر ابن کثیر" (۲۳۳/۷)۔

(۲) اللزام: اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے " فقد كذبتم فسوف يكون لزاما " ان کی تکذیب کی وجہ سے ہلاکت خیز عذاب لازم ہے، جیسا کہ کفار قریش کے ساتھ بدر میں ہوا کہ قتل کئے گئے اور قیدی بنائے گئے۔

"تفسیر ابن کثیر" (۱۴۳/۶ و ۳۰۵)، "شرح النووی لمسلم" (۱۴۳/۱۷)۔

(۳) "صحیح بخاری" کتاب التفسیر، " فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين " (۵۷۱/۸)، "صحیح مسلم" کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب الدخان، (۱۴۳/۱۷)۔

(کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں)

(اب حقیقت سنو) قریش نے اسلام میں داخل ہونے کے معاملے میں سستی دکھائی تو نبی ﷺ نے ان پر بددعاء کی آپ نے فرمایا:

"اللهم اعني عليهم بسبع كسبع يوسف"،فاخذتهم سنة حتى هلكوا فيها، واكلوا الميتة والعظام، ويرى الرجل ما بين السماء والارض كهيئة الدخان". (۱)

"اے اللہ تو ان کے خلاف یوسف علیہ السلام کی قحط سالی کی طرح خشک سالی سے میری مدد فرما' چنانچہ وہ لوگ خشک سالی کا شکار ہو کر ہلاک ہونے لگے یہاں تک کہ انہوں نے مردار او ہڈیاں بھی کھائیں، اور آدمی آسمان اور زمین کے درمیان دھوئیں کی طرح کی چیز دیکھتا تھا۔"

ابن جریر طبری نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے اس کے بعد فرمایا: کیونکہ اللہ جل شانہ نے مشرکین قریش کو دخان کی دھمکی دی اور اپنے نبی محمد ﷺ سے اس کا یہ فرمانا:

" فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍo"(الدخان: ۱۰)

اس سیاق میں واقع ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو خطاب فرمایا ہے اور شرک پر انہیں زجر و توبیخ کر رہا ہے۔ ارشاد ہے:

" لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْاَ وَّلِيْنَo بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَo" (الدخان: ۸۔۹)

کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادا کا بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب التفسیر، سورة الروم، (۵۱۱/۸) وباب "يغشى الناس هذا عذاب اليم" (۵۷۱/۸). و"صحیح مسلم" کتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب الدخان، (۱۷/۱۴۰۔۱۴۱)

پھر اس کے بعد ہی اپنے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ ارشاد فرمایا:

"فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ٥"

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو صبر کرنے کا حکم فرما رہا ہے اس وقت تک کہ قریش کے لئے اس کی گرفت کا وقت آ جائے اور مشرکین کو دھمکی دی جا رہی ہے، لہٰذا یہ توجیہ کہ یہ ان کے حق میں وعید تھی جو انہیں لاحق ہو چکی ہے اس کے مقابلے میں زیادہ قرین قیاس ہے کہ انہیں چھوڑ کر اسے دوسروں کے لئے مؤخر رکھا گیا ہو"۔(۱)

دوم : یہ دخان ان منتظر نشانیوں میں سے ہے جو ابھی تک واقع نہیں ہوئی تھیں اور قرب قیامت کے وقت رونما ہوں گے۔

ابن عباس اور بعض صحابہؓ و تابعینؒ کی یہی رائے ہے، چنانچہ ابن جریر طبری اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن ملیکہ(۲) سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ "میں آج رات بھر نہیں سو سکا یہاں تک کہ ستارہ طلوع ہوا ہے، لہٰذا مجھے اس بات کا خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں دخان (دھواں) کا وقت نہ آ پہنچا ہو اس لئے میں صبح تک نہیں سو سکا"۔(۳)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ اسناد ترجمان القرآن **حبـــر الامة** حضرت ابن عباس سے صحیح ہے اور صحیح و حسن وغیرہ مرفوع حدیث کے ساتھ ساتھ ان کے موافقین تمام صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے......جس میں بھرپور اعتماد اور واضح دلالت اس بات کی پائی جاتی ہے کہ دخان منتظر نشانیوں میں سے ہے۔ اور اس کے علاوہ ظاہر قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۱) "تفسیر الطبری" (۱۱۴/۲۵).

(۲) عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکۃ زہیر بن عبداللہ بن جدعان التیمی، المکی، وہ ابن زبیر کے قاضی اور موذن تھے، عبادلہ اربعہ سے روایت کی ہے ثقہ تھے اور کثیر الحدیث تھے۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ "تهذيب التهذيب" (۳۰۶/۵-۳۰۷).

(۳) "تفسیر الطبری" (۱۱۳/۲۵) و "تفسیر ابن کثیر" (۲۳۵/۷).

" فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبینo"

مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل کھلا ہوا اور اتنا واضح ہوگا کہ ہر شخص اسے دیکھے گا جب کہ ابن مسعودؓ نے جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ تو ایک خیال کی کیفیت تھی جو پریشانی اور بھوک کی شدت کی وجہ سے ان کی نگاہوں میں محسوس ہو رہی تھی تو یہ ارشاد بھی اسی طرح ہے:

'' **یغشی الناس** '' کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ڈھانپ لیگا اور عمومیت کے ساتھ پھیل جائے گا' اب اگر یہ کوئی ایسی خیالی چیز ہوتی جو مشرکین مکہ کے ساتھ خاص ہوتی تو اس کے متعلق '' **یغشی الناس** '' لوگوں کو ڈھانپ لیتا نہ کہا جاتا۔''(۱)

وثبت فی الصحیحین ان رسول اللہ ﷺ قال لابن صیاد: "انی خبات لك خبئا". قال: ھو الدخ. فقال له:" اخسأ: فلن تعدو قدرك". وخبأ له رسول اللہ ﷺ : "فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین".(۲)

اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا:'' میں نے تیرے لئے ایک چیز چھپا کر رکھی ہے، اسنے کہا وہ دخ ہے (پورا دخان نہیں کہہ سکا) آپ نے اس سے فرمایا: تیرا ستیاناس تو اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکے گا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے یہ چھپا رکھا تھا۔'' **فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین** ''۔

---

(۱) ''تفسیر ابن کثیر'' (۲۳۵/۷).

(۲) ''صحیح بخاری'' کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی، (۲۱۸/۳). و''صحیح مسلم'' باب ذکر ابن صیاد، (۴۷/۱۸-۴۸). و''الترمذی'' باب ما جاء فی ذکر ابن صیاد، (۵۱۸/۶-۵۲۰). و ''مسند احمد'' (۱۳۶/۹-۱۳۹) (ح ۶۳۶۰) تحقیق احمد شاکر کی ہے اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

باوجود اس کے یہ حدیث صحیحین کی ہے احمد شاکر کے قول کو ذکر کر دیا اس لئے کہ'' **وخبأ له رسول اللہ ﷺ:'' فارتقب یوم تاتی السماء** '' صحیحین میں مذکور نہیں ہے۔ بلکہ امام احمد و ترمذی کی ابن عمر سے مروی روایت میں ہے جو یہاں پر محل استدلال ہے لہٰذا مقصد اس بات کی خبر دینا ہے کہ حدیث کا یہ ٹکڑا بھی صحیح ہے۔

اس واقعہ میں بھی یہ دلیل پائی جاتی ہے کہ دخان کا تعلق آیات منتظرہ سے ہے کیونکہ ابن صیاد مدینے کے یہودیوں میں تھا اور یہ قصہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت نبویہ کے بعد ہی پیش آیا تھا۔

نیز احادیث صحیحہ میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ دخان قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اب رہا معاملہ ابن مسعودؓ کی تفسیر کا تو یہ ان کا اپنا کلام ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مرفوع ہر موقوف پر مقدم ہوتا ہے۔[1]

اور چیز بعید اور ممتنع نہیں ہے کہ جب یہ علامت ظاہر ہو تو وہ لوگ یہ کہنے لگیں کہ "**ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون**" اور جب یہ چیز ان سے ہٹالی جائے تو وہ لوگ پھر اپنے پرانے رویہ کی طرف لوٹ آئیں اور ایسا قرب قیامت کے وقت ہوگا۔

بعض علماء ایسے بھی ہیں جنھوں نے آثار کو اس طرح تطبیق دینے کی کوشش فرمائی ہے[2] کہ یہ دونوں الگ الگ دخان ہیں جن میں سے ایک تو ظاہر ہو چکا ہے اور دوسرا باقی ہے اور یہ وہی ہے جو آخری زمانے میں رونما ہوگا اور جو ظاہر ہو چکا ہے وہ وہی ہے جسے قریش نے دخان کی طرح دیکھا تھا اور یہ دخان اس حقیقی دخان سے الگ تھا جو ان نشانیوں کے ظہور کے وقت رونما ہونے والا ہے جن کا تعلق قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

امام قرطبی بیان کرتے ہیں کہ: مجاہد[3] نے فرمایا کہ ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: یہ دو

---

(۱) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱۷۲/۱).

(۲) "التذكرة" (ص ۶۵۵)؛ و"شرح النووی لمسلم" (۲۷/۱۸).

(۳) امام حافظ مجاہد بن جبر المکی ابوالحجاج، ابن عباس کے پاس بہت رہتے تھے، اور انہیں سے تفسیر اخذ کی، اور امت کا ان کی امامت وصداقت پر اجماع ہے۔ انہیں کا قول ہے "فقیہ علم کی کمی کے باوجود اللہ سے خوف کھاتا ہے، اور جاہل علم کی کثرت کے باوجود نافرمانی کرتا ہے۔ ۱۰۲ یا ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ "تذكرة الحفاظ" (۹۲/۱۔۹۳)، و"البداية والنهاية" (۲۲۴/۹۔۲۲۹)

دخان ہے ان میں سے ایک تو گزر چکا اور جو باقی رہ گیا ہے وہ زمین وآسمان کے درمیان کو بھر دے گا اور مومن تو اس سے صرف زکام کی سی کیفیت محسوس کرے گا جبکہ کفار کی سماعتوں میں چھید ہو جائے گا۔ (۱)

ابن جریر فرماتے ہیں اس کے بعد بھی یہ چیز منکر نہیں ہے کہ جن کفار کو دھمکی دی گئی تھی انہیں یہ چیز لاحق ہو چکی ہو اور آنے والے دوسرے کفار پر نئے سرے سے ایک دھواں مسلط کر دیا جائے جس کی بنیاد وہ خبریں ہیں جو اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے یہ خبریں بہت واضح طور پر آئی ہیں کہ ایسا ہونے والا ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے جو کچھ روایت کیا تھا وہ واقع ہو چکا ہے، لہٰذا وہ دونوں ہی خبریں جو رسول اللہ ﷺ سے بیان کی گئی ہیں صحیح ہیں''۔ (۲)

ب۔ سنت مطہرہ کے دلائل:

آخری زمانے میں ظہور دخان پر دلالت کرنے والی بعض احادیث کا تذکرہ ہو چکا ہے اور میں یہاں مزید چند احادیث کا تذکرہ کر رہا ہوں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں:

١ – روى مسلم عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال: "بادروا بالاعمال ستا: الدجال، والدخان". (۳)

مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ چیزوں کے آنے سے پہلے پہلے عمل کر گزرو (اور ان میں سے دو) ''دجال اور دخان (ہیں)''۔

٢ – وجاء فى حديث حذيفة فى ذكر اشراط الساعة الكبرى: "الدخان". (۴)

(۱) ''التذكرة'' (ص ٦٥٥).
(۲) ''تفسير الطبرى'' (١١٤/٢٥-١١٥).
(۳) ''صحیح مسلم'' باب فى بقية من احاديث الدجال، (٨٧/١٨).
(۴) ''صحیح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، (٢٧/١٨-٢٨).

قیامت کی علامات کبریٰ کے بیان میں حضرت حذیفہ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ "دخان" ہے۔

۳- وروی ابن جریر والطبرانی عن ابی مالك الاشعری ؓ :
"قال: قال رسول الله ﷺ: "ان ربکم انذرکم ثلاثا: الدخان یأخذ المومن کالزکمة، ویأخذ الکافر فینتفخ حتی یخرج من کل مسمع منه"۔[1]

ابن جریر اور طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارے رب نے تمہیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے، (ان میں سے ایک) دخان (دھواں ہے) جو مومن کو زکام کی طرح پکڑے گا اور کافر کو پکڑے گا تو وہ یہاں تک پھول جائے گا کہ اس کے ہر سوراخ سے نکلے گا۔"



(۱) "تفسیر الطبری" (۱۱۴/۲۰)، "تفسیر ابن کثیر" (۲۳۵/۷)۔اور ابن کثیر نے کہا اس کی سند جید ہے۔ اور ابن حجر نے طبری کی ابی مالک اور ابن عمر کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ پھر کہا اور ان دونوں کی سند سخت ضعیف ہے، لیکن ان احادیث کا اجتماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی اصل ہے۔"فتح الباری" (۵۷۳/۸)۔

ساتویں فصل

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ہے اور یہ کتاب وسنت سے ثابت ہے:

اس کے وقوع کے دلائل

(الف) قرآن کریم کے دلائل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام: ١٥٨)

جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔

اور احادیث صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس آیت میں مذکورہ بعض نشانیوں سے مراد سورج کا مغرب سے نکلنا ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔(۱)

اس آیت کے سلسلے میں اقوال مفسرین کا تذکرہ کرنے کے بعد طبری فرماتے ہیں اس سلسلے میں صحیح کے سب سے قریب وہی قول ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے خبریں بالکل واضح طور پر آئی ہیں کہ آپ نے فرمایا: یہ اس وقت کی بات ہے جب

(۱) ''تفسیر الطبری''(۹٦/۸-۱۰۲)و''تفسیر ابن کثیر''(۳/۳٦٦-۳۷۱)،و''تفسیر القرطبی''(۱۴۵/۷)،و''اتحاف الجماعة''(۳۱۵/۲-۳۱٦).

سورج مغرب سے طلوع ہوگا"۔(۱)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں: جب غیر قادح فیہ سند صحیح سے اس تفسیر نبوی کا رفع ثابت ہو چکا ہے تو یہ واجب التقدیم ہے اور اسے تسلیم کر لینا لازمی امر ہے"۔(۲)

سنت مطہرہ سے دلائل:

سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے متعلق احادیث کثرت سے بیان ہوئی ہیں، ان میں سے کچھ احادیث پیش خدمت ہیں:

۱ – روی الشیخان عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: "لا تقوم الساعة حتی تطلع الشمس من مغربها، فاذا طلعت، فرآها الناس: آمنوا اجمعون، فذاك حین لا ینفع نفسا ایمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فی ایمانها خیرا"۔ (۳)

شیخین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے، پھر جب طلوع ہوگا اور لوگ اسے دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لائیں گے، یہی وہ وقت ہوگا جب کہ کسی ایسی شخصیت کو اس کا ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اس نے اس سے پہلے اپنے ایمان میں کسی خیر کا کام نہ کیا ہو"۔

۲ – ورو البخاری عن ابی هریرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: "لا تقوم الساعة حتی تقتتل فئتان... (فذكر الحدیث، وفیه:) وحتی تطلع الشمس من مغربها، فاذا طلعت: آمنوا اجمعون،

---

(۱) "تفسیر الطبری"(۱۰۳/۸).

(۲) "تفسیر الشوکانی"(۱۸۲/۲).

(۳) "صحیح بخاری"كتاب الرقاق،(۳۵۲/۱۱). و"صحیح مسلم"كتاب الایمان، باب الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان،(۱۹۴/۲).

فذلك حين لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فى ايمانها خيرا"۔(۱)

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں....(پھر پوری حدیث بیان فرمائی اور اسی میں ہے:) اور یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے پھر جب وہ طلوع ہو جائے گا تو سب کے سب ایمان لائیں گے تو یہی وہ وقت ہوگا جبکہ کسی بھی ایسی شخصیت کو اس کا ایمان فائدہ نہ دیگا جو اس سے قبل ایمان نہ لائی ہو یا اپنے ایمان میں کسی اچھائی کا کام نہ کیا ہو"۔

۳- وروى مسلم عن ابى هريرةؓ ان رسول الله قال:" بادروا بالاعمال ستا: طلوع الشمس من مغربها"۔(۲)

مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: "چھ چیزوں کے آنے سے پہلے عمل کرگزرو (ان میں سے ایک یہ ہے کہ) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا"۔

۴- وتقدم حديث حذيفة بن اسيد فى ذكر اشراط الساعة الكبرى، فذكر منها:" طلوع الشمس من مغربها"۔(۳)

قیامت کی علامات کبریٰ کے بیان میں حضرت حذیفہ بن اسید کی حدیث گزر چکی ہے اس میں بیان فرمایا ہے: "آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا"۔

۵- وروى الامام احمد ومسلم عن عبدالله بن عمروؓ: قال:" حفظت من رسول الله ﷺ حديثا لم انسه بعد، سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان اول الآيات خروجا طلوع الشمس من مغربها"۔(۴)

---

(۱) "صحیح بخاری" کتاب الفتن، (۸۱/۱۳-۸۲)۔

(۲) "صحیح مسلم" باب فی بقية من احاديث الدجال، (۸۷/۱۸)۔

(۳) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۲۷/۱۸-۲۸)۔

(۴) "مسند احمد" (۱۱۰/۱۱) (ح ۶۸۸۱)، "صحیح مسلم" کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، (۷۷/۱۸-۷۸)۔

امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی حدیث یاد کی ہے جسے میں ابھی تک نہیں بھولا ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''خروج کے اعتبار سے سب سے پہلی نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے''۔

٦ــ وعن ابی ذرؓ ان النبی ﷺ قال یوما: "اتدرون این تذهب هذه الشمس؟" قالوا: الله ورسوله اعلم. قال: "ان هذه تجری حتی تنتهی الی مستقرها تحت العرش، فتخر ساجدة، فلا تزال كذالك، حتی یقال لها: ارتفعی، ارجعی من حیث جئت، فترجع فتصبح طالعة من مطلعها، ثم تجری حتی تنتهی الی مستقرها تحت العرش، فتخر ساجدة، ولا تزال كذلك حتی یقال لها: ارتفعی ارجعی من جیث جئت، فترجع فتصبح طالعة من مطلعها، ثم تجری لا یستنكر الناس منها شیئا، حتی تنتهی الی مستقرها ذاك تحت العرش، فیقال لها، ارتفعی، اصبحی طالعة من مغربك، فتصبح طالعة من مغربها". فقال رسول الله ﷺ: "اتدرون متی ذاكم؟ ذاك حین لا ینفع نفسا ایمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فی ایمانها خیرا". [1]

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن فرمایا: ''کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول

---

(۱) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن، باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان، (۱۹۵/۲ـ۱۹۶). بخاری نے مختصرا روایت کیا ہے، كتاب التفسير، باب: "والشمس تجری لمستقر لها'' (۵۴۱/۸). و کتاب التوحید، باب "وكان عرشه على الماء، وہ رب العرش العظیم''، (۴۰۴/۱۳).

زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے مستقر پر جا پہنچتا ہے، پھر سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی حال میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ اٹھ جا، وہیں لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے، لہٰذا وہ پلٹ جاتا ہے اور اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے' پھر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے مستقر تک جا پہنچتا ہے اور سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی طرح رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے اٹھ جا وہیں پلٹ جا جہاں سے تو آیا ہے لہٰذا وہ پلٹ جاتا ہے اور اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے' پھر چلتا رہتا ہے لوگ اس کی کسی حرکت کو اجنبی نہیں سمجھتے یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے اپنے اسی مستقر پر جا پہنچے گا اور اس سے کہا جائے گا اٹھ جا اور اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہو چنانچہ وہ اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع ہوگا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ ایسا کب ہوگا؟ ایسا اس وقت ہوگا جب کہ کسی ایسی شخصیت کو اس کا ایمان فائدہ نہ دیگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اپنے ایمان میں کسی خیر' بھلائی یا نیکی کا کام نہ کیا ہو''۔

سجود شمس کے سلسلے میں حضرت ابوذرؓ کی حدیث کو رد کردینے کے متعلق

علامہ رشید رضا سے مباحثہ:

علامہ رشید رضا نے ابوذرؓ کی سابقہ حدیث نقل کرنے کے بعد اس پر یہ حاشیہ آرائی فرمائی ہے کہ اس کا متن ان متون میں سے ہے جو عظیم ترین اشکال کے حامل ہیں، اور اس کی سند کے متعلق فرمایا کہ اس حدیث کو شیخین نے متعدد طرق سے بواسطہ ابراھیم بن یزید بن شريك التيمي عن ابی ذر روایت کیا ہے، اور ایک جماعت کی توثیق کے باوجود یہ مدلس ہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی' اسی طرح دارقطنی فرماتے ہیں کہ انہوں نے نہ تو حضرت حفصہ سے سنا ہے نہ ہی حضرت عائشہ سے اور نہ ہی ان دونوں کا زمانہ پایا ہے' اسی طرح ابن مدینی فرماتے ہیں کہ انہوں

نے نہ تو حضرت علی سے سنا ہے نہ ابن عباس سے یہ چیزیں (تہذیب التہذیب) میں بیان کی گئی ہیں۔

اور اس کے علاوہ بھی ان لوگوں سے روایا بطور عنعنہ بیان کی گئی ہیں لہٰذا اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے جس نے اس چیز کو ان لوگوں سے بیان کیا ہو وہ غیر ثقہ ہو۔

جب نقل بالمعنی خطاء اور دخول اسرائیلیات کے احتمال کے تحت اس طرح کی علتیں صحیحین اور سنن کی بعض روایات میں بھی پائی جاتی ہیں تو شیخین اور اصحاب سنن نے جن چیزوں کو چھوڑ دیا ہے ان کے بارے میں کیا کہا جائے؟"۔[1] یہ ہیں وہ باتیں جو شیخ محمد رشید رضا نے کہی ہیں۔

ان کا یہ کلام بہت ہی خطرناک ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ احادیث کو نشانہ بنانے اور ان کی صحت کے سلسلے میں شکوک پیدا کرنے کے مترادف ہے، بالخصوص وہ احادیث جو صحیحین میں پائی جاتی ہیں جن کے قبول کرنے پر امت کا اجماع ہے۔

کاش کہ انہوں نے اس حدیث کی سند پر گہری نظر ڈالی ہوتی اور اس کے متن کو اس اشکال سے بچائے رکھتے جس کا انہوں نے دعوی کیا ہے، اور اس ضمن میں اپنے ان پیش رو علماء اعلام کی پیروی کا راستہ اپنا لیا ہوتا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ تمام امور کی تصدیق فرمائی، اور جن امور میں انہیں معلومات حاصل نہیں تھیں ان میں انہوں نے کسی طرح کا تکلف روا نہیں رکھا بلکہ آپ ﷺ کے کلام کا اس صحیح معنی پر اجراء فرمایا جو حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

ابو سلیمان خطابی نبی ﷺ کے اس قول کہ "عرش کے نیچے اپنے مستقر" کے متعلق فرماتے ہیں: "ہم عرش کے نیچے اس کے استقرار کا صرف اس وجہ سے انکار نہیں کر دیتے کہ یہ چیز ہمارے ادراک یا مشاہدے میں نہیں آتی کیونکہ ہمیں تو غیب کے متعلق خبر دی گئی ہے لہٰذا ہم نہ تو اسے جھٹلاتے ہیں اور نہ ہی اس کیفیت کی تفصیل میں جاتے

---

(۱) "تفسیر المنار" (۲۱۱/۸۔۲۱۲) طبع ثانی، مطبع دار المعرفۃ، بیروت، لبنان۔

ہیں، اس لئے کہ ہمارا علم اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے" پھر عرش کے نیچے اس کے سجدوں کے متعلق فرماتے ہیں: چنانچہ اس میں عرش کے نیچے آفتاب کے سجدوں کی خبر دی گئی ہے لہٰذا ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اس کے سفر میں عرش کے مقابل آنے کے وقت ایسا ہوتا ہو اور جس چیز کے لئے اسے مسخر کیا گیا ہے اس میں اسے تصرف کی قوت حاصل ہو اور رہا اللہ عزوجل کا قول کہ:

﴿ حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَ هَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ﴾ (الكهف:٨٥)

یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اور اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا۔ تو اس سے مراد حالت غروب میں حد بصر کی انتہا ہے اور سجدوں کے لئے اس کا عرش کے نیچے جانا غروب کے بعد ہوتا ہے"۔ (۱)

امام نووی فرماتے ہیں کہ جہاں تک آفتاب کے سجدوں کا معاملہ ہے تو وہ ایسی تمیز اور ادراک کے ذریعہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اس کے اندر پیدا فرما دیتا ہے"۔ (۲)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو تو ہر چیز طوعاً اور کرہاً سجدہ کرتی ہی ہے، اور ہر چیز کے سجدے اسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں"۔ (۳)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث کا ظاہر تو یہی ہے کہ استقرار سے مراد ہر دن اور رات میں سجدوں کے وقت اس کا واقع ہونا اور استقرار کا مقابل مداومت کے ساتھ چلنا ہے جس کی تعبیر جری یعنی چلنے سے کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ (۴)

بہر حال بات یہاں استقرار شمس یا اس کے سجدوں کی نہیں ہے' بلکہ میں یہاں رشید رضا

---

(۱) "شرح السنة" للبغوي، (۹۶-۹۵/۱۵).

(۲) "شرح النووي لصحيح مسلم" (۱۹۷/۲).

(۳) "تفسير ابن كثير" (۳۹۸/۵).

(۴) "فتح الباري" (۵۴۲/۸).

کے خیال کی تردید کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے حضرت ابوذر کی حدیث میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے حدیث ابوذر کے متن میں کوئی اشکال نہیں پایا جاتا اور اسے علماء کا تلقی بالقبول حاصل ہے اور انہوں نے اس کے معنی کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔

اور شیخ رشید رضا نے اس حدیث کی سند میں جو قدح فرمائی ہے اس کی وجہ ان کا وہم ہے کیونکہ حدیث بروایت ثقات متصل الاسناد ہے، اورانہوں نے جو ابراہیم بن یزید تیمی کی تدلیس کے بارے میں کہا ہے اور یہ فرمایا ہے ان کی ملاقات نہ تو حضرت ابوذر سے ہوئی ہے نہ ہی حضرت حفصہ و عائشہ سے اور نہ ہی انہوں نے ان دونوں کا زمانہ پایا ہے تو اس کا جواب حسب ذیل ہے:

۱- حدیث کی سند میں ابراہیم بن یزید تیمی کی روایت حضرت ابوذر سے نہیں ہے بلکہ اس کی سند میں (بخاری و مسلم کے مطابق) ابراہیم بن یزید تیمی کی روایت اپنے والد کے واسطے سے ہے جو حضرت ابوذر سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابراہیم کے والد جو یزید بن شریک تیمی ہیں انہوں نے حضرت عمر، علی، ابوذر اور ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے ابراہیم اور ابراہیم نخعی وغیرہ نے روایت کی ہے اور ابن معین، ابن حبان، ابن سعد اور ابن حجر نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے، ابو موسیٰ مدینی فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جاہلوں کے زمانے کو پایا تھا''۔ (۱)

۲- ابراہیم بن یزید نے اپنے والد یزید سے سماع کی تصریح فرمائی ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ ''ہم سے یونس نے ابراہیم بن یزید تیمی کے واسطے سے بیان فرمایا جنہوں نے میرے علم کے مطابق اسے اپنے والد سے سنا تھا جو حضرت ابوذر کے واسطے سے بیان کرتے ہیں''۔ (۲)

---

(۱) ''تهذيب التهذيب'' (۳۳۷/۱۱).

(۲) ''صحيح مسلم'' كتاب الفتن، باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الايمان، (۱۹۵/۲).

اور ثقہ جب سماع کی تصریح کر دے تو اس کی روایت قبول کر لی جاتی ہے جیسا کہ حدیث کے علم اصطلاح میں مقرر ہے۔[1]

آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد ایمان اور توبہ کی عدم قبولیت:

جب آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو کسی بھی ایسے شخص کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا جو اس سے قبل مومن نہ رہا ہو، اسی طرح گنہگار کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی اور ایسا اس لئے ہوگا کہ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے بہت بڑی نشانی ہوگی جسے اس زمانے میں ہر شخص دیکھے گا۔ اور اس کے نتیجے میں سارے حقائق منکشف ہو جائیں گے اور لوگ ایسی ہولناکیوں کا مشاہدہ کریں گے جو ان کی گردن دبا کر اللہ اور اس کی نشانیوں کی تصدیق اور اقرار پر مجبور کر دیں گی۔ اور یہ لوگ اس سلسلے میں اس شخص کے حکم میں ہوں گے جس نے اپنی نگاہوں سے اللہ تعالیٰ کی گرفت کو دیکھ لیا ہو، جیسا کہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے کہ:

﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْ بَاْسَنَاسُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُوْنَ۝﴾ (غافر: ٨٥)

لیکن ہمارے عذاب کے دیکھ لینے کے بعد کے ایمان نے انہیں نفع نہ دیا، اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا جو اس کے بندوں میں برابر چلا آرہا ہے اور اس جگہ کافر خراب وخستہ ہوئے۔

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ ''علماء فرماتے ہیں آفتاب کے مغرب کے طلوع ہونے کے وقت کسی شخص کا ایمان اس لئے فائدہ نہ دے گا کیونکہ یہ ان کے دلوں میں گھبراہٹ کی وجہ سے داخل ہوا ہوگا جس کے سامنے نفس کی تمام شہوتیں ماند پڑ جاتی ہیں اور بدن کے تمام قوی مضمحل ہو جاتے ہیں چنانچہ تمام لوگ قرب قیامت کا یقین کر لینے کی وجہ سے تمام قسم کی مصیبتوں کے اسباب و دواعی کے انقطاع اور جسموں میں ان کے باطل

---

(۱) ''تیسیر مصطلح الحدیث'' ، ص ۸۳)۔

ہو جانے کے سلسلے میں اس شخص کی طرح ہو جائیں گے جو موت کی گرفت میں آ چکا ہو، لہٰذا اس جیسی حالت میں جو بھی توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہوگی جس طرح قریب المرگ موت کو دیکھ لے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے"۔(۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: جب اس دن کا فر ایمان کی ابتداء کرے گا تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا لیکن جو شخص اس سے پہلے مومن رہا ہوگا اور عمل صالح سے بہرہ ور ہوگا تو وہ بڑے خیر پر ہوگا اور اگر اس کے اعمال میں نیکی و بدی دونوں شامل رہی ہوگی اور وہ توبہ کرے گا تو اس وقت اس کی توبہ قبول نہ ہوگی"۔(۲)

اور قرآن کریم واحادیث صحیحہ میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ﴾ (الانعام: ١٥٨)

جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آ پہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔

اور نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ "جب تک توبہ قبول کی جاتی رہے گی تب تک ہجرت منقطع نہ ہوگی اور توبہ برابر قبول کی جاتی رہے گی یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے پھر جب آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو ہر دل میں جو کچھ ہے اسی پر (سیل بند) مہر لگا دی جائے گی اور لوگوں کے عمل کی انتہا ہو جائے گی"۔(۳)

---

(۱) "التذكرة" (ص۷۰٦)، "تفسير القرطبی" (۱۴٦/۷)۔

(۲) "تفسير ابن كثير" (۳۷۱/۳)۔

(۳) "مسند الامام احمد" (۱۳۳/۳-۱۳۴) (ح۱٦۷۱)۔ اس کی سند صحیح ہے۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کی سند جید وقوی ہے۔ "النہایة/الفتن والملاحم" (۱۷۰/۱) ہیثمی نے کہا کہ احمد کے رجال ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۲۵۱/۵)۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "اللہ عز وجل نے مغرب میں توبہ کے لئے ایک دروازہ بنا رکھا ہے جس کا عرض ستر سال کی مسافت کے برابر ہے وہ دروازہ بند نہ ہوگا تاوقتیکہ سورج اسی کی جانب سے طلوع ہو، اور اللہ تبارک وتعالی کے اس قول:

﴿ يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْساً إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْراً ﴾(الانعام: ۱۵۸)[1]

کا یہی مطلب ہے۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے[2] کہ جن لوگوں کا ایمان قبول نہ ہوگا یہ وہ کفار ہونگے جنہوں نے آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کا معائنہ خود کیا ہوگا، لیکن جب زمانہ دراز ہو جائے گا اور لوگ اسے فراموش کر دیں گے تب کفار کا ایمان اور گنہگاروں کی توبہ قبول ہوگی۔

قال القرطبي: "قال ﷺ: "ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر".[3]

امام قرطبی فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس وقت تک توبہ کو قبول کرتا رہے گا جب تک کہ جان حلق تلے نہ پہنچ جائے اور یہ مرحلہ اس معائنہ کے وقت پیش آتا ہے جس میں مرنے والے کو اس کا جنت اور جہنم کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، چنانچہ مغرب سے طلوع شمس کا مشاہدہ کرنے والا بھی اسی کی طرح ہے اور اس بنیاد پر ہر اس

---

(۱) ترمذي، باب ما جاء في فضل التوبة والاستغفار، (۵۱۷/۹-۵۱۸). اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن کثیر نے کہا اس کو نسائی نے صحیح کہا ہے۔ "تفسير ابن كثير" (۳۶۹/۳).

(۲) "التذكرة" قرطبی، (ص۷۰۶). و"تفسير الالوسي" (۶۳/۸).

(۳) "مسند الامام احمد" (۱۷/۹-۱۸) (ح۶۱۶۰) تحقیق احمد شاکر کی ... اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔ اور يغرغر، کا معنی یہ کہ اس کی روح اس کے حلق میں نہ پہنچی، ... "النهاية في غريب الحديث" (۳۶۰/۳) و "شرح مسند احمد" (۱۸/۹).

شخص کی توبہ جس نے اس کا مشاہدہ کیا ہو یا اس کا مشاہدہ کرنے والے کی طرح ہو جب تک زندہ رہے مردود ہو جانا چاہئے، کیونکہ اس شخص کا اللہ تعالیٰ' اس نبی ﷺ اور اس کے وعدہ کے متعلق جاننا یقینی ہو چکا ہے پھر جب دنیا کے ایام اس قدر دراز ہو جائیں کہ لوگ ماضی میں رونما ہونے والے اس امر عظیم کو بھول جائیں اور یہ چیز بہت ہی کم ان کا موضوع گفتگو بنتی ہو جس کی وجہ سے یہ خبر خاص ہو جائے یا اس کا تواتر منقطع ہو جائے تو اس وقت جو شخص اسلام لائے یا توبہ کرے تو وہ قبولیت سے نوازا جائے گا - واللہ اعلم۔ (۱)

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ اس کے بعد شمس وقمر کو روشنی اور نور کا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر وہ لوگوں پر طلوع وغروب ہوں گے اور عبداللہ بن عمرو کی وہ روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ لوگ مغرب سے طلوع شمس کے بعد ایک سو بیس سال تک باقی رہیں گے۔

اور حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''توبہ تو طلوع کے موقع پر چیخ کے رونما ہونے تک قبول نہ ہوگی، پھر بہت سارے لوگ اس میں ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ جو شخص اس وقت اسلام لائے گا یا توبہ کرے گا پھر ہلاک ہو جائے گا، اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور جو شخص اس کے بعد توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہوگی''۔ (۲)

ان تمام کا جواب یہ ہے کہ نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آفتاب کے مغرب سے طلوع ہو جانے کے بعد نہ تو توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی کافر کا اسلام مقبول ہوگا کیونکہ نصوص نے اس نشانی کا مشاہدہ کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ہے۔

اور اس کی تائید طبری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عائشہؓ کے واسطے سے مروی ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ جب پہلی نشانی ظاہر ہو جائے گی تو قلم ایک طرف ڈال

---

(۱) ''تفسیر القرطبی'' (۱۴۶/۷-۱۴۷)، و''التذکرۃ'' (ص ۷۰۶).

(۲) ''التذکرۃ'' (ص ۷۰۵-۷۰۶).

دیئے جائیں گے اور نگران کار فرشتوں کو روک لیا جائے گا اور لوگوں کے جسم ان کے اعمال کی گواہی دیں گے"۔ (۱)

پہلی نشانی سے مراد وہاں آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور جو نشانیاں اس کے طلوع ہونے سے قبل ظاہر ہوں گی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان اوقات میں توبہ اور ایمان مقبول ہوتے رہیں گے۔

اور طبری ہی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے: "توبہ کی بساط اس وقت تک بچھی رہے گی جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو چکا ہو"۔ (۲)

وروی الامام مسلم عن ابی موسی: قال: قال رسول الله ﷺ: "ان الله یبسط یده باللیل لیتوب مسیء النهار، ویبسط یده بالنهار لیتوب مسیء اللیل، حتی تطلع الشمس من مغربها"۔ (۳)

امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ رات میں اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کے خطا کار توبہ کر لیں اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کے خطار کار توبہ کر لیں (یہ سلسلہ جاری رہے گا) یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے"۔

یہاں نبی ﷺ نے قبولیت توبہ کی غایت و انتہا مغرب سے آفتاب کے طلوع ہونے کو قرار دیا ہے۔

---

(۱) "تفسیر الطبری" (۱۰۳/۸)۔ ابن حجر نے اس کی سند صحیح کہا ہے اگر چہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے۔ "فتح الباری" (۳۵۵/۱۱)۔

(۲) "تفسیر الطبری" (۱۰۱/۸)۔ ابن حجر نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ "فتح الباری" (۳۵۵/۱۱)۔

(۳) "صحیح مسلم" کتاب التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب وان تکررت الذنوب والتوبة، (۷۶/۱۷)۔

حافظ ابن حجر نے بہت سی احادیث کا تذکرہ فرمایا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قیامت تک باب توبہ مقفل ہی رہے گا، پھر فرمایا یہ ایسے آثار ہیں جن میں سے بعض بعض کی تقویت کا باعث ہیں اور یہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ جب آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا اور اس کے بعد نہیں کھلے گا اور یہ چیز روز طلوع کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یوم قیامت تک دراز ہوگی''۔(۱)

اور امام قرطبی کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے، اور عمران بن حصین کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۲)

اور رہی یہ حدیث کہ شمس وقمر کی روشنی اور نور کا لباس پہنایا جائے گا''.....الخ

تو امام قرطبی نے اس کی سند کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے اور اگر اس کے ثبوت کو فرض بھی کر لیا جائے تو ان دونوں کا اپنی سابقہ حالت پر لوٹنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا ہے کہ توبہ کا دروازہ دوبارہ کھول دیا گیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے بیان فرمایا کہ انہیں اس نزاعی معاملے میں ایک فیصلہ کن نص سے آگاہی حاصل ہوئی ہے اور وہ ہے عبداللہ بن عمرو کی وہ حدیث جس میں آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کا تذکرہ ہے اور اسی میں ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اس دن سے لے کر روز قیامت تک (یہی سلسلہ ہوگا کہ)'' **لا ینفع نفسا ایمانها لم تكن آمنت من قبل** '' **الآية**

کسی بھی ایسے شخص کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا''۔(۳)

---

(۱) ''فتح الباری''(۱۱/۳۵۴۔۳۵۵).

(۲) ''فتح الباری''(۱۱/۳۵۴).

(۳) ''فتح الباری''(۱۳/۸۸).اور حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور میں نے مستدرک حاکم میں متوقع مقامات پر اس کو تلاش کیا مگر مجھے یہ حدیث کہیں نظر نہیں آئی۔

آٹھویں فصل

دابہ (چوپایہ)

آخری زمانے میں قرب قیامت کی علامت کے طور پر دابۃ الارض کا ظہور کتاب وسنت سے ثابت ہے

اس کے ظہور کے دلائل

(الف) قرآن کریم کے دلائل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۝﴾ (النمل: ۸۲)

جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا (تو) ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں خروج دابہ کا تذکرہ آیا ہے جو اس وقت واقع ہوگا جب لوگوں کے اندر فساد پیدا ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کر دیں گے اور دین حق کو تبدیل کر ڈالیں گے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ نکالے گا جو ان لوگوں سے ان امور کے سلسلے میں گفتگو کرے گا۔(۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: '' وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ '' کا معنی علماء یہ بیان کرتے ہیں

(۱) ''تفسیر ابن کثیر''(۲۲۰/۶).

کہ فسق ومعصیت اور سرکشی میں غرق ہوجانے اور اللہ کی آیات سے اعراض کرنے ان میں غور وتدبر اوران کے فیصلے کی پابندی ترک کردینے اورنافرمانیوں میں اس حدتک غرق ہوجانے کی وجہ سے جس میں کوئی نصیحت سودمند نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی تذکیرانہیں بے راہ روی سے پھیر سکتی ہے توان پر وعید واجب ہوگئی۔اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب ان کی حالت یہ ہوجائے گی تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ نکالیں گے جوان سے گفتگو کرے گا یعنی یہ ایسا چوپایہ ہوگا جوعقل اورقوت گویائی رکھتا ہوگا جب کہ عادتاً چوپائے نہ تو گفتگو کر سکتے ہیں نہ ہی ان کے پاس عقل ہوتی ہے،ایسا کرکے اللہ تعالیٰ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نشانی ہے۔(۱)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: **وقع القول** یعنی وعید کے واجب ہونے کی حالت اس وقت پیدا ہوگی جب علماء گزر جائیں گے علم جاتا رہے گا اور قرآن اٹھالیا جائے گا۔

پھرفرماتے ہیں:''اس سے پہلے کے کہ اسے (یعنی قرآن کو) اٹھالیا جائے قرآن کی تلاوت کثرت سے کیا کرو''لوگوں نے کہا'(مان لیا کہ) یہ مصاحف اٹھالئے جائیں گے مگر لوگوں کے سینوں میں جوقرآن محفوظ ہے اس کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اسے راتوں رات لے جایا جائے گا پھرصبح کولوگ خالی ہوجائیں گے،اور **لا الہ الا اللّٰہ** تک بھول جائیں گے اور جاہلیت کی گفتگو اور رسم ورواج میں جا پڑیں گے،اور یہی وہ موقع ہوگا کہ جب وعید ان پر واجب ہوجائے گی''۔(۲)

(ب) سنت مطہرہ کے دلائل:

۱ــ روی الامام مسلم عن ابی هريرةؓ : قال:قال رسول الله ﷺ:"ثلاث اذا خرجن لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت

---

(۱) ''التذکرۃ''(ص ۶۹۷)

(۲) ''تفسیر القرطبی''(۲۳۴/۱۳).

من قبل او كسبت في ايما نها خيرا: طلوع الشمس من مغربها، والدجال، ودابة الارض۔" (۱)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تین چیزیں نکل آئیں گی تو کسی بھی ایسی شخصیت کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اپنے ایمان میں کسی خیر کا کام نہ کیا ہو: آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال اور دابۃ الارض۔''

۲- وله عن عبدالله بن عمروؓ: قال: حفظت من رسول الله ﷺ حديثا لم انسه بعد، سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ان اول الآيات خروجا طلوع الشمس من مغربها، وخروج الدابة على الناس ضحى، وايهما ما كانت قبل صاحبتها: فا لاخرى على اثرها قريبا۔" (۲)

اور امام مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ سے ایک ایسی حدیث یاد کی ہے جسے میں ابھی تک نہیں بھولا ہوں، میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''خروج (نکلنے یا ظاہر ہونے) کے اعتبار سے پہلی نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور لوگوں پر چاشت کے وقت دابہ (چوپائے) کا نکلنا ہے۔ اور ان دونوں میں سے پہلے جو ظاہر ہوگی تو دوسری اس کے پیچھے ہی بہت جلد آ جائے گی۔

۳- ومضى حديث حذيفة بن اسيد في ذكر اشراط الساعة الكبرى، فذكر منها الدابة، وفي رواية: "دابة الارض۔" (۳)

اور قیامت کی علامت کبری کے بیان میں حضرت حذیفہ بن اسید کی حدیث

---

(۱) ''صحیح مسلم'' كتاب الايمان، باب الزمن لا يقبل فيه الايمان، (۱۹۵/۲).

(۲) ''صحیح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذكر الدجال، (۱۸/۷۷-۷۸).

(۳) ''صحیح مسلم'' كتاب الفتن واشراط الساعة، (۱۸/۲۷-۲۸).

گزر چکی ہے جس میں دابہ کا بیان فرمایا ہے اور ایک روایت میں دابۃ الارض کے الفاظ آئے ہیں۔

٤ – وروى الامام احمد عن ابى امامةؓ يرفعه الى النبى ﷺ قال: "تخرج الدابة، فتسم الناس على خراطيمهم[1]، ثم يغمرون[2] فيكم حتى يشترى الرجل البعير، فيقول: ممن اشتريه؟ فيقول: من احد المخطيين."[3]

امام احمد نے حضرت ابو امامہؓ سے روایت کی ہے وہ نبی ﷺ سے مرفوعا بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "دابہ (چوپایہ) نکلے گا تو وہ لوگوں کے نتھنوں پر نشان لگائے گا، پھر تمہارے درمیان ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ ایک آدمی اونٹ خریدے گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ اونٹ کس سے خریدا ہے، تو وہ جواب دے گا ایک ایسے شخص سے جو نکیل زدوں میں سے ہے۔"

٥- وروى مسلم عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال: "بادروا بالاعمال ستا... (ونكر منها) دابة الارض."[4]

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ چیزوں کے آنے سے پہلے پہلے عمل کر گزرو........ (اور انہیں میں فرمایا) دابۃ الارض۔"

---

(١) الخرطوم، ناک، دوسرا قول ہے کہ مقدم انف کو کہتے ہیں۔ "لسان العرب" (١٧٣/١٢)

(٢) يغمرون، زیادہ، غمرہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کا ایک ہجوم ہو۔

(٣) "مسند الامام احمد" (٢٦٨/٥) ہیثمی نے اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، غیر عمر بن عبدالرحمٰن بن عطیہ جو ثقہ ہیں۔ "مجمع الزوائد" (٦/٨)۔ اور البانی نے صحیح کہا ہے "صحيح الجامع الصغير" (٣٧/٣) (ح٢٩٢٣)۔ و"سلسلة الاحاديث الصحيحة" (م١/٣١/٣) (ح٣٢٢)۔

(٤) "صحیح مسلم" باب فى بقية من احاديث الدجال، (٧٨١/١٨)۔

٦- وروى الامام احمد والترمذى عن ابى هريرة عن النبى ﷺ قال: " تخرج الدابة ومعها عصا موسى عليه السلام، وخاتم سليمان عليه السلام، فتخطم[1] الكافر - قال عفان[2] (احد رواة الحديث): انف الكافر - بالخاتم، وتجلو وجه[3] المؤمن بالعصا، حتى ان اهل الخوان[4] ليجتمعون على خوانهم، فيقول هذا: يامؤمن! ويقول هذا: يا كافر ".[5]

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا دابہ (چوپایہ) نکلے گا اور اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی چنانچہ وہ کافر کو نشان زد کردے گا۔ عفان (حدیث کے ایک راوی) فرماتے ہیں کہ کافر کی ناک پر انگوٹھی سے نشان لگائے گا اور مومن کے چہرے کو عصا سے چمکا دے گا یہاں تک کہ جب لوگ اپنے

---

(۱) تخطم الكافر، تسمہ کے معنی میں ہے۔

(۲) "لسان العرب" (۱۸۸/۱۲)، "ترتیب القاموس" (۷۹/۲-۸۰)، "النهاية في غريب الحديث" (۵۰/۲)۔ ابو عثمان، عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار البصری، ثقہ اور قابل حجت تھے کثیر الحدیث تھے ۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ "تهذيب التهذيب" (۲۳۰/۷-۲۳۴)۔

(۳) تجلو وجه المومن، "ترتيب القاموس" (۵۲۳/۱)، "تحفة الاحوذى" (۴۴/۹)۔

(۴) الخوان، دسترخوان، "النهاية في غريب الحديث" (۸۹/۲-۹۰)۔

(۵) "مسند الامام احمد" (۷۹/۱۵-۸۲) (۷۹۲۳)۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

"سنن الترمذى، ابو اب التفسير، سورة النحل، (۴۴/۹)۔ اور کہا حدیث حسن ہے و "مستدرك الحاكم" (۴۸۵/۴-۴۸۶)۔

اور البانی صاحب نے اس کو ضعیف کہا ہے، "ضعيف الجامع الصغير" (۲۶/۳) (ح ۳۴۱۲)۔ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہیں جو ان کے نزدیک ضعیف ہیں۔

لیکن شیخ احمد شاکر نے ان کو ثقہ کہا ہے "المسند" (۱۲۲/۲) (ح ۷۸۳)۔ علی بن زید، یہ ابن جدعان، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ ہم نے ان کی توثیق کی ہے اور حالانکہ وہ مختلف فیہ ہیں، اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور امام ترمذی نے بھی ان کی احادیث کو صحیح کہا ہے۔

دستر خوان کے گرد جمع ہوں گے تو یہ کہے گا اے مومن! اور یہ کہے گا: اے کافر!

دابۃ الارض کا تعلق چوپایوں کی کس جنس سے ہوگا؟

دابۃ الارض کی تعیین کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں ذیل میں ہم اہل علم کے چند اقوال درج کررہے ہیں:

اوّل: امام قرطبی فرماتے ہیں: "پہلا قول تو یہ ہے کہ وہ حضرت صالح کی اونٹنی کا بچہ ہوگا اور تمام اقوال میں سب سے راجح قول یہی ہے، واللہ اعلم۔ (۱)

انہوں نے اس قول کی تائید میں اس روایت کو پیش فرمایا ہے جسے ابو داؤد طیالسی نے حضرت حذیفہ بن اسید غفاری کے واسطے سے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دابہ کا تذکرہ فرمایا........ (پھر حدیث بیان فرمائی اور اسی میں ہے) وہ نہیں ہوشیار ہوں گے مگر اس وقت جب کہ وہ دابہ رکن اور مقام کے درمیان چیخ رہا ہوگا۔ (۲)

محل استشہاد حدیث میں آنے والا لفظ **ترغوا** ہے جو اونٹ کے آواز کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اونٹنی کو قتل کر دیا گیا تو بچہ بھاگ پڑا تھا اور اس کے لئے پتھر کا دہانہ کھل گیا تھا جس کے اندر وہ داخل ہوگیا تھا' پھر وہ دہانہ بند ہوگیا اور وہ ابھی تک اسی میں موجود ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے نکلنے کا وقت

---

(۱) "تفسیر القرطبی" (۲۳۵/۱۳)

(۲) "منحة المعبود ترتیب مسند الطیالسی" باب خروج الدابة "(۲۲۰/۲-۲۲۱) اور لفظ ترنو ہے ترغو نہیں۔ حاکم نے "المستدرک" (۴۸۴/۴) روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور یہ جس حدیث کی وضاحت کرتی ہے جس میں دابۃ الارض کا ذکر ہے اور اس کی تخریج نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی سند میں حاکم وطیالسی کے نزدیک طلحہ بن عمر الحضرمی ہیں' ابن معین نے کہا ہے کہ ان کے ضعیف ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ اور ذہبی نے "ذیل المستدرک" میں کہا ہے کہ احمد نے ان کو ترک کر دیا ہے اور ہیثمی نے کہا ہے کہ طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے اور طلحہ بن عمرو متروک ہیں۔ "مجمع الزوائد" (۷/۸)۔ و"تہذیب التہذیب" (۲۳/۵-۲۴)۔ اور اس کی حافظ ابن حجر نے تخریج کی ہے "المطالب العالیہ" میں (۳۴۳/۴-۳۴۴) اور لفظ **ترغو** کے بدلے **ترغق** ہے۔

آجائے۔"

پھر فرمایا: کس قدر پیاری بات کہی ہے جس نے یہ کہا ہے کہ

واذکر خروج فصیل ناقة صالح

یسم الوری بالکفر والایمان[1]

حضرت صالح کی اونٹنی کے بچے کے نکلنے کو یاد کرو جو مخلوق کو کفر اور ایمان سے نشان زد کرے گا تو امام قرطبی کا اس قول کو راجح قرار دینا محل نظر ہے کیونکہ انہوں نے جس حدیث کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا ہے اس کی سند میں ایک آدمی متروک ہے۔

نیز بعض کتب حدیث میں ترغوا کے بجائے تذلو اور تربو کے الفاظ آئے ہیں جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے۔

دوم : یہ وہی جساسہ ہے جس کا تذکرہ قصہ دجال کے ضمن میں تمیم داریؓ کی حدیث میں آیا ہے۔

یہ قول حضرت عمرو بن العاصؓ کی جانب منسوب ہے۔ [2]

حالانکہ حدیث تمیم میں ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ جساسہ ہی وہ دابہ ہے جو آخری زمانے میں نکلے گا اس میں تو بس اتنا ہی آیا ہے کہ ان کی ملاقات ایک ایسے چوپائے سے ہوئی جو بہت بالوں والا تھا چنانچہ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں۔

اسے جساسہ اس لئے کہا گیا کیونکہ وہ دجال کے لئے خبروں کی ٹوہ میں رہا کرتا تھا۔ [3]

---

(۱) "التذکرة" (ص۷۰۲)۔

(۲) "شرح النووی لمسلم" (۲۸/۱۸)۔

اور جنہوں نے کہا ہے کہ وہ جساسہ ہی ہے تو ان میں بیضاوی بھی ہیں" تفسیر بیضاوی" (۱۲۱/۴)۔

و"الاذاعة" (ص۱۷۳)۔ وکتاب"العقیدة الرکن الاول فی الاسلام" (ص۳۲۰)۔

(۳) "النهایة فی غریب الحدیث" (۲۷۲/۱)۔ و"شرح السنة" (۶۸/۱۵)۔

نیز جساسہ کے سلسلے میں ذکر ہونے والی وہ باتیں جن کے متعلق ہم گفتگو کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے پر انہیں زجر وتوبیخ کرے گا یہ سب باتیں اس حقیت کی وضاحت کرتی ہیں کہ یہ جساسہ نہیں ہوسکتا جو دجال تک خبریں پہنچاتا ہو۔ واللہ اعلم۔

سوم: یہ وہ اژدہا ہوگا جو دیوار کعبہ پر نگرانی کے لئے متعین تھا جسے عقاب نے اس وقت جھپٹ کر دور کر دیا تھا جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ ملتوی کیا تھا۔

اس قول کو قرطبی[1] نے کتاب النقاشؒ سے نقل کرتے ہوئے ابن عباس کی جانب منسوب کیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کی کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی ہے اور علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

چہارم: یہ دابہ ایک زبان آور انسان ہوگا جو اہل بدعت وکفر سے مناظرہ اور مجادلہ کرے گا تا کہ ان کی حجت ختم ہو جائے پھر جو شخص ہلاک ہونا چاہے وہ واضح دلیل کی موجودگی میں ہلاک ہو اور جو شخص جینا چاہے وہ بھی بصیرت کے ساتھ جئے۔

اس قول کا تذکرہ قرطبی نے فرمایا ہے اور یہ کہتے ہوئے اس کی تردید کردی کہ دابہ اگر اہل بدعت سے مناظرہ کرنے والا کوئی انسان ہوتا تو وہ کوئی خارق عادت نشانی اور قیامت کی دس علامات میں سے کوئی علامت نہ ہوتا۔ نیز اس صورت میں اہل ارض پر متعین اس عالم فاضل اور مناظر انسان کے تسمیہ میں عدول بھی پایا جاتا ہے کہ اس کا کوئی انسانی نام رکھنے یا عالم یا امام کہنے کے بجائے اسے چوپایہ سے موسوم کیا جارہا ہے یہ علما کی تعظیم اور فصحاء کی عادت سے بعید ہے۔[3]

پنجم: دابہ ہر اس چیز کا اسم جنس[4] ہے جو زمین پر چلتی یا رینگتی ہو اور یہ کوئی مخصوص اور

---

(۱) "تفسیر القرطبی" (۲۳۶/۱۳).

(۲) "تفسیر الشوکانی/فتح القدیر" (۱۵۱/۴).

(۳) "تفسیر القرطبی" (۲۳۶/۱۳_۲۳۷).

(۴) برزنجی، "الاشاعة" (ص ۱۷۷)۔

معین حیوان نہیں ہے جو عجائب و غرائب سے بھرا پڑا ہو، اور شاید اس سے مراد وہ خطرناک جراثیم ہیں جو انسان کی صحت کو تباہ و برباد کردیتے ہیں چنانچہ یہ زخمی اور قتل کریں گے اور ان کا زخمی کرنا اور تکلیف پہنچانا ہی لوگوں کے لئے اگر ان کے پاس سمجھنے والے دل اور نصیحت آموزوہ کلمات ہوں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف لوٹانے کا سبب بن جائیں تو ان کے اوپر حجت پوری کردیں گے اور حقیقت یہی ہے کہ زبان حال زبان قال سے زیادہ بلیغ ہوا کرتی ہے کیونکہ تکلیم کے معنی میں سے ایک معنی زخمی کرنا بھی ہوتا ہے۔

اور یہ ابوعبیہ کی رائے ہے جس کا اظہار انہوں نے ابن کثیر کی **النهاية / الفتن والملاحم** [1] پر اپنی تعلیق میں کیا ہے۔ اور یہ رائے حقیقت سے بہت دور ہے، کیونکہ:

(أ) جراثیم کا وجود قدیم زمانے سے ہے اسی طرح بیماریاں لوگوں کے جسموں، کھیتوں اور چوپائیوں کو تباہ کرتی رہی ہیں [2] جبکہ وہ دابہ جس کا تعلق قیامت کی نشانیوں میں سے ہے ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے۔

(ب) جراثیم اکثر خالی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتے جبکہ دابہ کے متعلق کسی نے بھی نے یہ نہیں کہا ہے کہ وہ دکھائی نہ دے گا' بلکہ نبی ﷺ نے اس کے احوال کا تذکرہ اس انداز میں فرمایا ہے کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ اسے دیکھیں گے۔ چنانچہ آپ نے بیان فرمایا کہ اس کے ہاتھ میں موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ ان کے علاوہ بھی دیگر اوصاف ہیں جن کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

(ج) یہ دابہ لوگوں کے چہروں پر ایمان اور کفر کی علامت بنائے گا چنانچہ مومن کے چہروں کو روشن کردے گا اور کافر کی ناک پر نشان بنائے گا جب کہ جراثیم ایسا کچھ بھی نہیں کرتے۔

---

(١) (١٩٠/١، ١٩٩) تحقیق محمد فہیم ابوعبیہ۔

(٢) ''اتحاف الجماعة'' (٣٠٦/٢-٣٠٧)

(د) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس قول پر ابھارنے والی چیز وہ بہت سے مختلف اقوال ہیں جو دابہ کی صفت میں بیان کئے گئے ہیں،(۱) لیکن اللہ کی قدرت بہت عظیم ہے اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہوا انہیں تسلیم کر لینا واجب ہے۔

مزید یہ کہ لفظ کو ظاہری معنی پر محمول کرنے سے کونسی چیز مانع ہے اور ہم اس وقت تک جواز کا سہارا نہیں لیتے جب تک کہ حقیقت مشکل اور دشوار نہ ہو جائے۔ بالخصوص جب کہ یہ قول اقوال مفسرین کے مخالف بھی ہیں' کیونکہ انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دابہ بشر کے امور معتادہ کے برخلاف ہوگا' اسی لئے اس کا شمار خوارق عادات میں سے ہوگا جیسا کہ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ایک ایسا معاملہ ہے جو خارق عادت ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ یہ دونوں قریب قریب وقت میں نکلیں گے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

"اول الآيات خروجا طلوع الشمس من مغربها، وخروج الدابة على الناس ضحى، وايهما ما كانت قبل صاحبتها؛ فالاخرى على اثرها قريبا۔"(۲)

خروج کے اعتبار سے پہلی نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور چوپائے کا چاشت کے وقت لوگوں پر نکلنا ہے اور ان میں سے جو بھی دوسرے سے پہلے ظاہر ہو جائے گا تو دوسرا اس کے پیچھے ہی بہت جلد ظاہر ہو جائے گا۔

---

(۱) اس دابہ کی صفات کے بارے میں مفسرین نے بہت سارے اقوال کو ذکر کیا ہے۔ اور ان میں بعض آثار کتب اشراط الساعۃ میں بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

وهذه بعض الكتب التي تعرضت لذلك، "تفسیر القرطبی" (۱۳/۲۳۵۔۲۳۶) و"التذکرۃ" (ص ۶۹۹)، و"تفسیر ابن کثیر" (۶/۲۲۰۔۲۲۳)۔ و"النهاية / الفتن والملاحم" (۱/۱۶۲۔۲۶۳) و"تفسير الشوكاني" (۴/۱۵۱۔۱۵۳)، و"لوامع الانوار" (۲/۱۴۶۔۱۴۷)، و"الاشاعة" (ص ۱۷۴۔۱۷۵)، و"تحفة الاحوذي" (۶/۴۱۳۔۴۱۴)۔

(۲) مسلم، (۱۸/۷۷۔۷۸)۔

حاصل یہ ہے کہ جس چیز پر ایمان لانا واجب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخری زمانے میں لوگوں کی خاطر زمین سے ایک ایسا چوپایہ نکالے گا جو ان سے گفتگو کرے گا اور اس کی گفتگو ان کے لئے اس بات کی نشانی بن جائے گی کہ وہ لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلانے کی بنا پر وعید کے مستحق ہیں' چنانچہ جب دابہ نکلے گا تو لوگ اس بات کو سمجھ اور جان جائیں گے کہ وہ ایک خارق عادت چیز ہے جس سے قرب قیامت کا پتہ چلتا ہے جب کہ وہ اس سے پہلے نہ تو اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہوں گے اور نہ ہی یوم موعود کی تصدیق کرتے ہوں گے۔

اور اس بات کی تائید کہ یہ دابہ لوگوں سے گفتگو کرے گا اور انہیں ایسے الفاظ میں خطاب کرے گا جنہیں وہ سنیں اور سمجھیں گے ان آیات سے ہوتی ہے جن کا تذکرہ سورہ نمل میں کیا ہے، اس سورت میں کئی ایسے مناظر اور باتیں ہیں جو حشرات، پرندوں جن اور سلیمان علیہ السلام کے درمیان ہوتی ہیں، چنانچہ دابہ کا ذکر اور اس کا لوگوں سے گفتگو کرنا اس سورت کے مناظر سے عمومی مناسبت رکھتا ہے۔ (۱)

احمد شاکرؒ فرماتے ہیں: ''آیت عربی الفاظ میں صریح ہے کہ وہ دابہ ہوگا اور دابہ کا معنی عرب کی زبان میں معروف اور واضح ہے، جو کسی تاویل کا محتاج نہیں ہے۔ اور اس (چوپایہ) نشانی کے خروج کے متعلق صحاح وغیرہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں ان میں یہ بھی وضاحت ہے کہ وہ آخری زمانے میں نکلے گا، اور اس کی صفات کے بیان میں کچھ ایسے آثار بھی آئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب نہیں ہیں جو اپنے رب کی طرف سے پہنچانے والے اور اس کی کتاب کی آیات کی وضاحت کرنے والے ہیں لہٰذا ان کے چھوڑ دینے میں ہمارے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دوسری طرف ہمارے معاصرین میں اسلام کی جانب منسوب ہونے والے کچھ ایسے لوگ ہیں جن میں منکر اقوال اور باطل رائے کی خوب پذیرائی ہوتی ہے، یہ وہ لوگ

---

(۱) ''فی ظلال القرآن''(۲۶۶۷/۵)۔

ہیں جو غیب پر ایمان نہیں رکھنا چاہتے۔ یہ لوگ صرف ان مادی حدود تک ٹھہر جانا چاہتے ہیں جنہیں ان کے معلمین اور قائدین نے متعین کر دیا ہے، یہ یورپ کے اباحیت زدہ اور بت پرست اور وہ ملحد ہیں جو ہر طرح کے دین اور اخلاق سے عاری ہو چکے ہیں، یہ ان چیزوں پر ایمان نہیں لا سکے جن پر ہم ایمان لائے ہیں اور صریح طور سے اس کا انکار بھی نہیں کر سکتے لہٰذا مبہم قسم کی گفتگو اور گھما پھرا کر باتیں کرتے ہیں، پھر تاویلیں کرتے ہیں اور کلام کو اس کے صحیح اور اصلی معنی سے نکال دیتے ہیں جو زبان عرب میں متعین ہے اور اسے رموز اور معمول کے مشابہ کر ڈالتے ہیں کیونکہ درحقیقت ان کے دلوں میں انکار پوشیدہ ہوتا ہے۔(۱)

دابہ کے خروج کا مقام:

دابہ کے مقام خروج کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱- وہ مکہ مکرمہ کی سب سے عظیم مسجد سے نکلے گا۔

اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے طبرانی نے ''الاوسط'' میں حضرت حذیفہ بن اسید کے واسطے سے بیان کیا ہے، میرا خیال ہے کہ اسے مرفوعاً بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''دابہ کا خروج سب سے عظیم مسجد سے ہوگا اور یکایک زمین چلتی ہوئی محسوس ہونے لگے گی، اور لوگ ابھی اسی کیفیت میں ہوں گے کہ اس میں شگاف پڑ جائے گا۔''(۲)

ابن عیینہ فرماتے ہیں:(۳) یہ اس وقت نکلے گا جب امام اور وہ اس لئے پہلے جائے

---

(۱) احمد شاکر، مسند احمد کی شرح، (۸۲/۱۵)۔

(۲) ''مجمع الزوائد'' (۸/۷۔۸)۔

(۳) ابن عیینہ، امام حافظ ابو محمد سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی الکوفی، محدث حرم تھے ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے، اور زہری اور ان کے طبقہ سے علم حاصل کیا اور شافعی، احمد بن حنبل، ابن معین اور ان کے طبقہ سے روایت کیا ہے۔ اور ائمہ ان سے حجت پکڑنے میں متفق ہیں، ان کے حافظہ اور امانت دار ہونے =

گا تا کہ لوگوں کو اس بات کی خبر دے سکے کہ دابہ ابھی نکلا نہیں ہے"۔(۱)

۲- اس کا خروج تین مرتبہ ہوگا ایک مرتبہ تو وہ محض صحراؤں میں نکلے گا اور پھر پوشیدہ ہو جائے گا پھر کچھ دیہاتوں میں نکلے گا، پھر مسجد حرام میں اس کا ظہور ہوگا۔(۲)

مذکورہ اقوال کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں جن کی اکثریت اسی کے گرد گھومتی ہے کہ اس کا خروج حرم مکی(۳) سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے بارے میں بہتر جاننے والا ہے۔

دابہ کا کام:

جب یہ عظیم دابہ نکلے گا تو مومن اور کافر کو نشان لگائے گا۔

مومن کی حالت تو یہ ہوگی کہ اس کا چہرہ روشن ہو کر چمکنے لگے گا جو اس کے ایمان کی علامت ہوگی، جبکہ کافر کی ناک نشان زد ہو جائے گی جو کہ اس کے کفر کی علامت ہوگی۔ **والعیاذ باللہ۔**

= کی وجہ سے ائمہ ان سے حجت پکڑنے میں متفق ہیں' اور انہوں نے ستر حج کئے تھے' امام شافعی نے کہا ہے کہ مالک و سفیان نہ ہوتے تو حجاز کا علم چلا جاتا' اور فرمایا کہ جس قدر علم کے وسائل سفیان کے اندر تھے میں نے اور کسی کے اندر نہیں دیکھے' اور فتویٰ کے سلسلے میں ان سے زیادہ توقف کرنے والا بھی کسی کو نہیں پایا۔ ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ **تذکرة الحفاظ** (۱/۲۶۲-۲۶۵)، و **تهذیب التهذیب** (۴/۱۱۷-۱۲۲)، و "**الخلاصة**" (ص۱۴۵-۱۴۶)

(۱) "مجمع الزوائد" (۸/۷-۸) اور ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۲) حاکم کے نزدیک حذیفہ بن اسید کی روایت میں ہے: وہ تین مرتبہ نکلے گا' اور طویل حدیث کو ذکر کیا پھر کہا یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پر ہے اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ "**تلخیصه المستدرك**" (۴/۴۸۴-۴۸۵) اور طبرانی اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے' اور اس میں ہے کہ وہ تین مرتبہ نکلے گا' وہ اقصیٰ یمن سے نکلے گا' پھر مکہ کے قریب سے نکلے گا' پھر وہ مسجد حرام سے رکن اسود اور باب بنی مخزوم کے درمیان سے نکلے گا۔ لیکن اس کی سند میں طلحہ بن عمرو حضرمی ہیں جو ضعیف ہیں اور اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۳) "**التذكرة**" (ص۶۹۷-۶۹۸)، و "**الاشاعة**" (ص۱۷۶-۱۷۷)، و **لوامع الانوار**" (۲/۱۴۴-۱۴۶)

اور آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان آیا ہے: "**اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم**" (النمل:۸۲)

ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا۔

اس تکلیم کے معنی کے سلسلے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔

۱- بعض کا قول یہ ہے کہ ان سے گفتگو کرے گا یعنی انہیں مخاطب کرے گا اور ابی بن کعبؓ کی قرات (**تنبئهم**) اسی پر دلالت کرتی ہے۔

۲- اور بعض کا قول یہ ہے کہ انہیں زخمی کر دے گا اور اس کی تائید (**تكلمهم**) کی قرأت سے ہوتی ہے جو تا کے فتحہ اور کاف کے سکون کے ساتھ الکلم سے آئی ہے، جس کے معنی زخمی کرنے کے ہوتے ہیں، اور یہ قرأت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ انہیں نشان لگا دے گا۔ (۱)

اور حضرت ابوامامہؓ کی یہ حدیث بھی مذکورہ قول کی شاہد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "دابہ نکلے گا تو وہ لوگوں کے نتھنوں پر نشان لگائے گا"۔ (۲)

اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ یہ سب کام کرے گا یعنی مخاطب بھی کرے گا اور نشان بھی لگائے گا اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ عمدہ قول ہے اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (۳)

اور وہ ان سے جو گفتگو کرے گا وہ یہ ہوگی "**ان الناس كانوا بآياتنا لايوقنون**" "لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے" یہ معنی ان لوگوں کی قرأت کی بنیاد پر ہے جنہوں نے (ان) کے ہمزہ کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ انہیں اس بات کی خبر دے گا کہ لوگ اللہ کی آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ یہ عام قرأۃ کوفہ اور بعض بصرہ

---

(۱) "تفسیر القرطبی" (۲۳۷/۱۱).و"تفسیر ابن کثیر" (۲۲۰/۲).
و"تفسیر الشوکانی" (۱۵۲/۴).

(۲) امام احمد نے روایت کیا اور اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۳) "تفسیر ابن کثیر" (۲۲۰/۲).

کی قراۃ ہے۔

مگر عام قرائے بصرہ ،حجاز و شام (ان) کے ہمزہ کو کسرہ کے ساتھ استعناف کی بنیاد پر پڑھتے ہیں، اوراس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایسی گفتگو کرے گا جو ان کے لئے تکلیف دہ ہوگی، یا پھر دین اسلام کے علاوہ باقی تمام ادیان کے باطل ہونے کی باتیں کرے گا۔(۱)

ابن جریر فرماتے ہیں:''درست بات اس سلسلے میں یہی ہے کہ یہ دو قرأتیں ہیں جو معنی کے اعتبار سے قریب قریب ہیں اور عالمی قرأت میں رائج ہیں''۔(۲)



(۱) ''تفسیر الطبری ''(۱۶/۲۰).و''تفسیر القرطبی ''(۱۳/۲۳۷-۲۳۸).و''تفسیر الشوکانی''(۴/۱۵۲).

(۲) ''تفسری الطبری''(۱۶/۲۰).

نویں فصل

وہ آگ جو لوگوں کو جمع کرے گی

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بہت بڑی آگ کا نکلنا بھی ہے اور یہ قیامت کی علامات کبری میں سے آخری اور قیام قیامت کا اعلان کرنے والی پہلی نشانی ہے۔

اس کے خروج کا مقام:

روایات میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ اس آگ کا خروج یمن سے یا قعر عدن[1] سے ہوگا۔ اور حضر موت کے سمندر سے نکلے گی جیسا کہ دوسری روایات میں آیا ہے۔

اس آگ کے مقام خروج کی وضاحت کرنے والی چند احادیث پیش خدمت ہیں اور یہی احادیث اس کے ظہور پر دلالت بھی کرتی ہیں۔

۱ — جاء فی حدیث حذیفة بن اسید فی ذکر اشراط الساعة الکبری قوله ﷺ: " وآخر ذلك نار تخرج من الیمن، تطرد الناس الی محشرهم ".[2]

قیامت کی علامات کبری کے بیان میں حضرت حذیفہ بن اسید کی حدیث میں نبی ﷺ کا یہ قول ہے کہ "ان میں سب سے آخری نشانی ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانکے گی" اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

---

(۱) عدن، یمن میں جزیرہ عربیہ کے جنوب میں ایک مشہور شہر ہے، جو حضر موت پر واقع ہے، جس کا آج کل نام بحر عربی ہے۔ "النهایة فی غریب الحدیث" (۱۹۲/۳).

(۲) "صحیح مسلم" کتاب الفتن واشراط الساعة، (۲۷/۱۸۔۲۹).

٢ – وفی روایة له عن حذیفة ایضا: ونار تخرج من قعرة عدن ترحل الناس" (١)

اور انہیں کی ایک روایت میں حضرت حذیفہؓ سے بھی مروی ہے کہ ''اور ایک آگ ہوگی جو قعر عدن سے نکلے گی لوگوں کو کوچ کرائے گی''۔

٣ – وروی الامام احمد والترمذی عن ابن عمر: قال: قال رسول اللهﷺ: "ستخرج نار من حضر موت او من بحر حضر موت، قبل یوم القیامة، تحشر الناس"۔ (٢)

امام احمد اور ترمذی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''روز قیامت سے قبل حضر موت یا بحر حضر موت سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانکے گی۔''

٤ – وروی الامام البخاری عن انسؓ ان عبدالله بن سلام لما اسلم سأل النبیﷺ عن مسائل، ومنها: ما اول اشراط الساعة؟ فقال النبیﷺ: "اما اول اشراط الساعة: فنار تحشر الناس من المشرق الی المغرب"۔ (٣)

امام بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام جب اسلام لائے تھے تو انہوں نے نبیﷺ سے چند مسائل دریافت کئے تھے اور انہی میں سے ایک سوال یہ تھا کہ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ تو نبیﷺ نے

---

(١) ''صحیح مسلم'' کتاب الفتن واشراط الساعة، (١٨/٢٧-٢٩)۔

(٢) ''مسند الامام احمد'' (٧/١٣٣)۔ (ح ٥١٤٦)۔ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔
''الترمذی'' (٦/٤٦٣-٤٦٤)۔ البانی نے صحیح کہا ہے۔'' صحیح الجامع الصغیر'' (٣/٢٠٣) (ح ٣٦٠٣)

(٣) ''صحیح بخاری'' کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته، (٦/٣٦٢)۔ (ح ٣٣٢٩)۔

فرمایا: ”رہی قیامت کی پہلی نشانی تو وہ ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب ہانکے گی۔

اور دونوں قسم کی روایات جن میں سے بعض میں یہ آیا ہے کہ یہ آگ قیامت کی علامات کبریٰ کی آخری نشانی ہوگی اور دوسری روایات میں آیا ہے کہ یہ پہلی نشانی ہوگی ان میں تطبیق کی، حسب ذیل ہے:

اس کا آخری ہونا ان نشانیوں کے اعتبار سے ہے جو حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں اس کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور اس کی اولیت اس اعتبار سے ہے کہ وہ ان نشانیوں میں سے سب سے پہلے ہوگی جس کے بعد امور دنیا میں سے کچھ بھی نہ بچے گا۔ بلکہ ان نشانیوں کی انتہا پر صور پھونک دیا جائے گا، بخلاف ان نشانیوں کے جو اس کے ساتھ حضرت حذیفہ کی حدیث میں آئی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک نشانی کے بعد دنیا کے امور میں سے کچھ چیزیں باقی رہ جاتی ہیں۔(۱)

البتہ بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ اس آگ کا خروج یمن سے ہوگا اور بعض دوسری روایات میں آتا ہے کہ وہ آگ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب ہانکے گی تو اس کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) ان روایات کے درمیان تطبیق اس طرح سے ممکن ہے کہ آگ کا قعر عدن سے نکلنا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب ہانکے گی کیونکہ اس کے خروج کی ابتداء قعرِ عدن سے ہوگی مگر خروج کے بعد وہ تمام روئے زمین پر پھیل جائے گی اور لوگوں کو مشرق سے مغرب کی جانب ہانکنے سے مراد حشر کی تعمیم ہے (یعنی وہ عمومی طور پر لوگوں کو ہانکے گی) نہ کہ مشرق اور مغرب کی خصوصیت۔(۲)

---

(۱) ”فتح الباری“(۸۲/۱۳).

(۲) ”فتح الباری“(۸۲/۱۳).

(۲) جب یہ آگ پھیل جائے گی تو اس کے ہانکنے کی ابتداء اہل مشرق سے ہوگی اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ فتنوں کی ابتداء ہمیشہ مشرق سے ہوتی ہے اور مغرب کو اس لئے انتہا مقرر کیا گیا ہے کہ شام کا علاقہ مشرق کی نسبت سے مغرب کی طرف واقع ہے۔

۳- اس بات کا احتمال پایا جاتا ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں مذکورہ آگ اس وقت پھیل جانے والے فتنوں کے متعلق کنایہ ہو جو بہت بڑا اثر پیدا کردیں گے اور ایسے بھڑک اٹھیں گے جیسے آگ بھڑکتی ہے اور اس کی ابتداء مشرق کی جانب سے ہوگی ، یہاں تک کہ اس کا بیشتر حصہ ویران ہو جائے گا اور لوگ مشرق کی جانب سے بھاگ کر شام اور مصر میں جمع ہو جائیں گے ، اور یہ دونوں علاقے مغرب کی جہت میں ہیں جیسا کہ چنگیز خان اور اس کے بعد کے ادوار میں بار ہا دیکھا گیا ہے البتہ وہ جس کا تذکرہ حضرت حذیفہ بن اسید اور حضرت ابن عمر کی احادیث میں کیا گیا ہے وہ حقیقی آگ ہوگی۔[1]- واللہ اعلم-

اس کے حشر (جمع کرنے) کی کیفیت:

جب یہ عظیم آگ یمن سے ظاہر ہوگی تو روئے زمین پر پھیل جائے گی اور لوگوں کو ارض محشر کی جانب ہانکے گی ، اور جو لوگ جمع کئے جائیں گے ان کی تین جماعتیں ہوں گی۔

اوّل: وہ جماعت جو خوشی خوشی کھاتے پہنتے اور سوار ہوتے ہوئے جائے گی۔

دوم: وہ جماعت جس کے افراد کبھی تو پیدل چلیں گے اور کبھی سوار ہو کر وہ ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہوں گے۔ جیسا کہ آگے حدیث آ رہی ہے کہ دو ایک اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر... یہاں تک کہ فرمایا: '' اور دس آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوں گے اس لئے کہ ان دنوں سواری کی قلت ہوگی۔

تیسری جماعت: آگ انہیں اس طرح جمع کرے گی کہ پیچھے سے انہیں گھیر لے گی اور ہر جانب سے انہیں ارض محشر کی جانب ہانکے گی اور جو شخص پیچھے رہ جائے گا اسے

---

(۱) '' فتح الباری '' (۱۱/۳۷۸)۔

آگ کھا جائے گی۔[1]

یہ آگ لوگوں کو کس طرح جمع کرے گی اس کا بیان حسب ذیل احادیث میں آیا ہے:

۱ — روی الشیخان عن ابی هريرة عن النبی ﷺ: قال: "يحشر الناس على ثلاث طرائق: راغبين، وراهبين، واثنان على بعير، وثلاثة على بعير، واربعة على بعير، وعشرة على بعير، ويحشر بقيتهم النار: تقيل معهم حيث قالوا، وتبيت معهم حيث باتوا، وتصبح معهم حيث اصبحوا، وتمسى معهم حيث امسوا".[2]

شیخین نے حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطے سے نبی ﷺ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو تین طرح سے جمع کیا جائے گا خوشی خوشی جانے والے ،گھبراہٹ کا شکار لوگ اور دو ایک اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی، انہیں کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے اور انہیں کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے، اور انہیں کے ساتھ صبح کرے گی جہاں وہ صبح کریں گے، اور انہیں کے ساتھ شام کرے گی جہاں وہ شام کریں گے۔

۲ — وعن عبدالله بن عمروؓ: قال: قال رسول الله ﷺ: "تبعث نار على اهل المشرق، فتحشرهم الى المغرب: تبيت معهم حيث باتوا، وتقيل معهم حيث قالوا، يكون لها ما سقط منهم، وتخلف وتسوقهم سوق الجمل الكسير".[3]

---

(۱) "النهاية / الفتن والملاحم" (۱/۲۳۰-۲۳۱).

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الرقاق، باب الحشر، (۱۱/۳۷۷).(ح ۶۵۲۲)، و"صحیح مسلم" کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، (۱۷/۱۹۴-۱۹۵).

(۳) طبرانی "الکبیر" و"الاوسط" اور اس کے رجال ثقہ ہیں، "مجمع الزوائد" (۸/۱۲). اور حاکم نے اسے "المستدرک" (۴/۵۴۸) میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی اور ذہبی نے تصحیح پر ان کی موافقت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے مشرق پر ایک آگ اٹھے گی پھر وہ انہیں مغرب کی جانب جمع کرے گی، انہیں کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور انہیں کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے، اور جو کچھ ان سے گر جائے گا وہ اسی کا حصہ ہوگا وہ ان کے پیچھے رہے گی اور انہیں ایسے ہانکے گی جیسے ٹوٹے (تھکے) ہوئے اونٹ کو ہانکا جاتا ہے''۔

۳— وعن حذيفة بن اسيدؓ : قال: قام ابو ذرؓ ، فقال يا بني غفار! قولوا ولا تختلفوا: فان الصادق المصدوق ﷺ حدثني "ان الناس يحشرون ثلاثة افواج: فوج راكبين طاعمين كاسين، وفوج يمشون ويسعون، وفوج تسحبهم الملائكة على وجوههم وتحشرهم الى النار". فقال قائل منهم: هذا ان قد عرفنا هما، فما بال الذين يمشون ويسعون؟ قال: يلقى الله الآفة على الظهر حتى لا يبقى ظهر، حتى ان الرجل ليكون له الحديقة المعجبة، فيعطيها بالشارف [1] ذات القتب [2]: فلا يقدر عليها". [3]

---

(۱) الشارف، ناقه مسن او الهرمه، ''لسان العرب'' (۹/۷۳)۔

(۲) القتب، ناقہ عاملہ کو کہتے ہیں۔ ''لسان العرب'' (۱/۶۶۰-۶۶۱)۔

(۳) ''مسند الامام احمد'' (۵/ ۱۶۴-۱۶۵)۔ و''سنن نسائی'' کتاب الجنائز، باب البعث، (۴/۱۱۶-۱۱۷)۔ و''مستدرک الحاکم'' (۴/ ۵۶۴)۔ اور حاکم نے کہا ولید بن جمیع تک یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین اس کی تخریج نہیں کی۔

''تلخيصه للمستدرك'' میں ذہبی نے کہا ہے کہ ولید سے مسلم نے متابعتاً روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی ان سے دلیل پکڑی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نسائی کی سند کے رجال ثقہ ہیں، اور اس میں ولید بن جمیع ہیں جن کی ابن معین وعجلی نے توثیق کی ہے، اور امام احمد وابو داؤد نے کہا ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ابو حاتم نے صالح الحدیث کہا ہے اور ابن حجر نے صدوق کہا ہے۔ ''میزان الاعتدال'' (۴/۳۳۷)۔ و''تهذيب التهذيب'' (۱۱/۱۳۸-۱۳۹) و''تقريب التهذيب'' (۲/۳۳۳)۔

حضرت حذیفہ بن اسیدؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا: اے بنی غفار! تم بولو لیکن اختلاف نہ کرو، کیونکہ صادق اور مصدوق ﷺ نے مجھ سے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کو تین جماعتوں میں جمع کیا جائے گا: ایک جماعت تو ان لوگوں کی ہوگی جو سوار ہوں گے کھاتے اور پہنتے ہوئے جائیں گے، اور ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جو پیدل چلیں گے اور بھاگتے ہوئے جائیں گے۔ اور ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جنہیں فرشتے چہروں کے بل گھسیٹیں گے اور ان کو آگ کی طرف جمع کریں گے، تو ان (بنی غفار) میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ دونوں جماعتیں تو ہماری سمجھ میں آ گئیں مگر ان لوگوں کا ماجرا کیا ہے جو پیدل چلیں گے اور بھاگیں گے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سواریوں پر آفت ڈال دے گا یہاں تک کہ کوئی سواری باقی نہیں رہ جائے گی اور حالت یہ ہو جائے گی کہ ایک شخص جس کے پاس بڑا پسندیدہ باغ ہوگا وہ اسے ایک بوجھ ڈھونے والی اونٹنی کے بدلے دینے پر تیار ہو جائے گا مگر اسے حاصل نہیں کر سکے گا۔

ارضِ محشر:

آخری زمانے میں لوگ شام کی طرف جمع کیے جائیں گے اور یہی زمین محشر ہوگی جیسا کہ صحیح احادیث سے پتہ چلتا ہے۔

(۱) خروج نار کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ملک شام کو اپنا مسکن بنا لینا۔ (۱)

(۲) امام احمد نے حضرت حکیم بن معاویہ بہزی کے واسطے سے ان کے والد سے روایت کی ہے (پھر انہوں نے پوری حدیث بیان فرمائی اور اسی میں نبی ﷺ کا یہ

---

(۱) امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

ارشاد ہے کہ ''یہیں تم کو جمع کیا جائے گا، یہیں تم کو جمع کیا جائے گا، یہیں تم کو جمع کیا جائے گا) (تین مرتبہ)، سواری پر اور پیدل اور تمہارے چہروں کے بل''
ابن ابی بکیر[1] فرماتے ہیں: پھر اپنے ہاتھ سے شام کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا' اسی کی جانب تمہیں جمع کیا جائے گا۔[2]

(۳) ترمذی کی ایک روایت میں بواسطہ ان کے والد بواسطہ ان کے دادا مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں کہاں کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہاں (اور شام کی جانب اشارہ فرمایا)''۔[3]

(۴) امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی لوگ حضرت ابراہیم کے مقام ہجرت کی جانب سمٹ آئیں گے، روئے زمین پر صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، ان کی زمین انہیں باہر پھینک دے گی انہیں اللہ کی ذات ڈرائے گی، آگ انہیں بندروں اور سوروں کے ساتھ جمع کرے گی، انہیں کے ساتھ رات گزارے گی جب وہ رات گزاریں گے' انہیں کے ساتھ قیلولہ کرے گی جب وہ قیلولہ کریں گے اور جو ان میں سے پیچھے رہ جائے گا آگ اسے کھا جائے گی''۔[4]

---

(۱) ابوذکریا یحیٰ بن ابی بکیر، ان کا نام نسر اسدی الکرمانی الکوفی ہے، ثقہ ہیں ۲۰۸ یا ۲۰۹ھ میں وفات پائی۔ ''تهذيب الكمال'' (۱۴۹۱/۳)، و''تهذيب التهذيب'' (۱۹۰/۱۱)۔

(۲) ''مسند احمد'' (۴۴۶/۴۔۴۴۷)۔

(۳) ''الترمذی'' (۴۳۴/۶۔۴۳۵) اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کی تخریج ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور اس کی سند قوی ہے۔ ''فتح الباری'' (۳۸۰/۱۱)۔

(۴) ''مسند الامام احمد'' (۹۹/۱۱)۔ (ح ۶۸۷۱)۔ احمد شاکر نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔
و''سنن ابی داؤد'' (۱۵۸/۷)۔ (ح ۲۴۶۵)۔ ابن حجر نے کہا کہ اس کی تخریج احمد نے کی ہے اور سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ''فتح الباری'' (۳۸۰/۱۱)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ابن عیینہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے آیا ہے کہ جو شخص اس بارے میں شک کرے کہ محشر یہاں یعنی شام میں ہے تو وہ سورہ حشر کا ابتدائی حصہ پڑھے۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سب نکلو ان لوگوں نے دریافت کیا کس طرف؟ آپ نے فرمایا ارض محشر کی جانب۔"(۱)

ملک شام کے ارض محشر ہونے کا سبب یہ ہے کہ جب آخری زمانے میں فتنے واقع ہوں گے تو ملک شام ہی امن اور ایمان کا مرکز ہوگا۔

اور اس کی فضیلت کے سلسلے میں اور وہاں سکونت اختیار کرنے کے سلسلے میں بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں۔

انہی میں سے ایک روایت وہ ہے جسے امام احمد نے حضرت ابو درداء کے واسطے سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دوران جب کہ میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ کتاب کا ستون میرے سر کے نیچے سے اٹھالیا گیا ہے تو میں نے یہ سمجھا کہ اسے لے جایا جائے گا چنانچہ میں نے اپنی آنکھ اسے کے پیچھے لگا دی پھر اسے شام کی طرف لے جایا گیا، آگاہ ہو جاؤ کہ جب فتنے واقع ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا"۔ (۲)

طبرانی نے حضرت عبداللہ بن حوالہؓ کے واسطے سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب مجھے راتوں رات سیر کرائی گئی تو میں نے ایک سفید کھمبا دیکھا جو ایک جھنڈے کے مانند تھا جسے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے' میں نے پوچھا کہ تم کیا اٹھائے ہوئے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کتاب کا ستون ہے، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اسے شام میں رکھیں"۔ (۳)

---

(۱) "فتح الباری" (۳۸۰/۱۱) و"تفسیر ابن کثیر" (۸۴/۸۔۸۵)۔

(۲) "مسند الامام احمد" (۱۹۸/۵۔۱۹۹)۔ ابن حجر نے کہا کہ احمد، یعقوب بن سفیان اور طبرانی نے اس کی تخریج کی ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔ "فتح الباری" (۴۰۲/۱۲۔۴۰۳)۔

(۳) "فتح الباری" (۴۰۳/۱۲)۔ اور حافظ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

ابو داؤد نے اپنی سند کو حضرت عبداللہ بن حوالہؓ تک پہنچاتے ہوئے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ تم فوج درفوج ہو جاؤ گے ایک لشکر شام میں ہوگا ایک یمن میں اور ایک عراق میں ابن حوالہ نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے مشورہ دیجئے کہ اگر وہ وقت مجھ پر آجائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا تم شام کی سکونت اختیار کر لینا کیونکہ وہ اللہ کی زمین میں سب سے بہتر مقام ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنے سب سے بہتر بندوں کو اس کی جانب انتخاب کر کے لائے گا اور اگر تم ایسا نہ کرو تو تم یمن کی سکونت اختیار کرو اور اس کے تالابوں سے پانی پینا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری خاطر شام اور اس کے باشندوں کا ذمہ لیا ہے۔" (۱)

اور رسول اللہ ﷺ نے شام کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے جیسا کہ صحیح میں ابن عمرؓ سے ثابت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اللهم بارکنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا." (۲)

اے اللہ تو ہمارے شام میں برکت عطا فرما، اے اللہ تو ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ملک شام ہی میں ہوگا اور دجال کے ساتھ قتل کی خاطر مومنوں کے ساتھ ان کا اجتماع بھی وہیں ہوگا' جبکہ ابوعبیہ نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ سرزمین شام ارض محشر ہوگی، وہ کہتے ہیں کہ جس کلام سے ارض محشر کی تحدید ہوتی ہے اس کی کوئی بھی دلیل کتاب وسنت یا اجماع میں نہیں پائی جاتی ہے بلکہ قرآن میں ایسی بات پائی جاتی ہے جس سے اس کی تردید

---

(۱) "سنن ابی داؤد" (۷/۱۶۰-۱۶۱) (ح ۲۴۶٦).

اور حدیث صحیح ہے۔" صحیح الجامع الصغیر" (۳/۲۱۴-۲۱۵) (ح ۳۵۵۳).

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ: "الفتنة من قبل المشرق" (۱۳/۴۵).

ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ" (ابراهيم: ٤٨)

تو اس وقت سرزمین شام کہاں ہوگی؟(۱)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں بہت سارے دلائل ہیں کہ سرزمین شام ہی ارض محشر ہوگی' جیسا کہ ان کا بیان ہو چکا ہے۔

اور اس بات پر آمادہ کرنے والی چیز ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ حشر آخرت میں ہوگا دنیا میں نہیں لہٰذا آنے والی بحث میں اس کی وضاحت آرہی ہے کہ یہ حشر دنیا ہی میں ہوگا جیسا کہ صحیح دلائل سے پتہ چلتا ہے۔

یہ حشر دنیا میں ہوگا:

احادیث میں مذکور ہے کہ یہ حشر دنیا ہی میں ہوگا اور اس سے وہ حشر مراد نہیں ہے جو قبروں سے دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد ہوگا امام قرطبی نے بیان فرمایا ہے کہ حشر کا معنیٰ ہوتا ہے جمع کرنا، اور یہ چار طرح سے ہوگا: دو حشر دنیا میں ہوں گے اور دو حشر آخرت میں:

دنیا کے حشر:

اول: نضیر کا ملک شام کی جانب جلا وطن کرنا۔

دوم: قیامت سے قبل ملک شام کی جانب لوگوں کا جمع کرنا اور یہ اسی آگ کے ذریعہ ہوگا جس کا تذکرہ احادیث میں کیا گیا ہے۔(۲)

جمہور علماء کا اسی بات پر اجماع ہے کہ یہ حشر دنیا ہی میں ہوگا جیسا کہ قرطبی ابن کثیر اور ابن حجر رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے اور نصوص بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

---

(۱) "النهاية / الفتن والملاحم" (۲۵۷/۱) تعلیق محمد فہیم ابوعبیہ۔

(۱) "تفسير القرطبي" (۱۸/۲-۳)، "التذكرة" (ص ۱۹۸-۱۹۹)۔

اور بعض علماء جیسے کہ غزالی (۱) اور حلیمی (۲) وغیرہ اس بات کی جانب گئے ہیں کہ یہ حشر دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں ہوگا۔ (۳)

حافظ ابن حجر نے بیان فرمایا ہے کہ مصابیح شارحین نے اسے قبروں کے نکلنے کے بعد والے حشر پر محمول کیا ہے اور انہوں نے متعدد امور کو اپنی حجت بنایا ہے۔

(۱) شریعت کے عرف میں جب حشر کا اطلاق کیا جاتا ہے تو جب تک کہ کوئی خصوصی دلیل نہ موجود ہو اس وقت تک قبروں سے نکل کر جمع ہونا ہی مراد ہوتا ہے۔

(۲) خبر میں یہ تقسیم شام کی جانب حشر کے سلسلے میں درست نہیں ہے کیونکہ مہاجر کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے کسی چیز کی رغبت ہو یا کوئی خوف ہو یا دونوں صفات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہوں۔

(۳) ذکر کردہ طریقہ کے مطابق باقی لوگوں کا حشر اور آگ کا انہیں اس جہت کی جانب بھگانا اور ان کے ساتھ اس طرح لگے رہنا کہ کسی طرح جدا نہ ہو یہ ایسا قول ہے جس کے متعلق کوئی دلیل قرآن وسنت سے نہیں آئی ہے اور ہمیں یہ اختیار نہیں ہے کہ بغیر کسی دلیل کے دنیا میں اہل شقاوت پر آگ کے مسلط ہونے کا حکم لگائیں۔

(۴) احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی حسن احادیث میں واقع ہوا ہے اور بیہقی نے بسند دیگر علی بن زید بواسطہ عوس ابن ابی عوس بواسطہ ابو ہریرہؓ ان الفاظ میں روایت کی ہے:

---

(۱) ''فتح الباری'' (۳۷۹/۱۱)، و''التذکرۃ'' (ص۱۹۹)۔

(۲) حافظ ابوعبداللہ الحسین بن الحسن بن محمد بن حلیم الجرجانی، شافعی فقیہ تھے بخاری میں مسند قضاء پر فائز ہوئے، خراسان کے شہروں کی جانب کثرت سے سفر کیا تھا، ان کے مصنفات میں سے ہے: ''المنھاج فی شعب الایمان'' اور حلیمی کی وفات ۴۰۳ھ میں ہوائی ۶۵ سال کی عمر پائی تھی۔

''المنھاج فی شعب الایمان'' (۱۳/۱۔۱۹)، و''التذکرۃ الحفاظ'' (۱۰۳۰/۳) و''شذرات الذھب'' (۱۶۷/۳۔۱۶۸)۔ (۳) المنھاج فی شعب الایمان (۴۴۲/۱)

تین آدمی سواریوں پر اور تین آدمی اپنے قدموں پر اور تین اپنے چہروں کے بل''
اور یہ تقسیم جو اس خبر میں پائی جاتی ہے تو یہ سورہ واقعہ کی اس آیت کے موافق ہے جس میں
اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے:

"وَكُنْتُمْ اَزْوَاجاً ثَلاثَةً"[1] (الواقعہ: ۷)

ان کے دلائل کا ملخص جواب حسب ذیل ہے

(۱) اس بات کی دلیل موجود ہے کہ یہ حشر دنیا میں ہوگا اور اس سلسلے کی احادیث میں گزر چکا ہے۔

(۲) سورہ واقعہ کی آیات میں تقسیم مذکور سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ وہی تقسیم ہو جو حدیث میں مذکور ہے کیونکہ حدیث میں جو کچھ آیا ہے وہ اس لئے آیا ہے تاکہ فتنوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے چنانچہ جو شخص موقع سے فائدہ اٹھا لے گا وہ تو اسی وقت روانہ ہو جائے گا جب کہ سواریوں کی سہولت ہوگی، اور زادراہ آسانی سے فراہم ہو جائے گی اسے اچھے مستقبل کی خوشی ہوگی اور اپنے پیچھے جن حالات کو چھوڑے جا رہا ہوگا ان کے بارے میں ان سے خوف لاحق رہا ہوگا، اور یہ حدیث میں مذکور پہلی قسم کے لوگ ہوں گے اور جو لوگ ٹال مٹول سے کام لیتے رہیں گے یہاں تک کہ سواریوں میں قلت واقع ہو جائے تو انہیں شراکت داری کی راہ اختیار کرنی ہی پڑے گی اور یہ دوسری قسم کے لوگ ہوں گے اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جنہیں آگ بھگائے گی اور فرشتے انہیں کھینچیں گے۔

(۳) احادیث کے شواہد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آگ سے مراد آخرت کی آگ نہیں بلکہ وہ آگ ہوگی جو دنیا ہی میں نکلے گی جس کے خروج کے متعلق نبی ﷺ نے آگاہی دی تھی اور اس کے عمل کی کیفیت کا بیان احادیث مذکورہ میں فرما دیا تھا۔

---

(۱) ''فتح الباری''(۳۸۰/۱۱)۔

(۴) علی بن زید کی جس روایت پر انہوں نے اعتراض کیا ہے (جس کی توثیق میں اختلاف بھی ہے) وہ ان احادیث کے مخالف نہیں ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے یہ حشر دنیا ہی میں ہوگا' اور امام احمد[1] کے یہاں مذکور علی بن زید کی حدیث میں واقع ہوا ہے کہ وہ لوگ اپنے چہروں کے ذریعہ ہر بلندی اور کانٹے سے بچیں گے جب کہ قیامت کے دن موقف کی زمین ہموار زمین ہوگی اس میں کوئی کجی، یا ٹیلہ یا اونچی جگہ یا کانٹا نہ ہوگا۔[2]

امام نووی بیان کرتے ہیں کہ علماء نے فرمایا یہ حشر قیامت سے پہلے اور صور پھونکے جانے سے پہلے دنیا کے آخر میں ہوگا، اس کی دلیل نبی ﷺ کا یہ قول ہے کہ "ان میں سے باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی، انہیں کے ساتھ رات گزارے گی اور قیلولہ کرے گی اور شام کرے گی"۔[3]

خروج نار کے سلسلے میں ذکر ہونے والی احادیث کا ذکر کرنے کے بعد اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے کہ یہ حشر دنیا ہی میں ہوگا حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: "یہ قیاسات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حشر دنیا کے آخر میں موجود لوگوں کا حشر ہوگا جو دنیا کے مختلف گوشوں سے محشر کے مقام پر جمع کئے جائیں گے اور یہ جگہ سرزمین شام ہوگی' تو یہ تمام چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ امر آخری زمانے میں واقع ہوگا جب کہ کھانا پینا اور سوار ہونا خریدی ہوئی اونٹنی پر ہوگا۔ اور ان میں سے پیچھے رہ جانے والوں کو آگ ہلاک کردے گی اور اگر یہ واقعہ نفخۂ بعث کے بعد رونما ہوتا تو موت باقی نہ ہوتی، نہ سواری ہوتی جسے خریدا جاتا، اور نہ میدانوں میں کھانا، پینا، اور پہننا ہوتا۔[4]

---

(۱) "مسند الامام احمد" (۳۶۵/۱۶) (ح ۸۰۴۳) تحقیق احمد شاکر کی ہے اور انہوں نے اس کی سند کو حسن کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے علی بن زید بن جدعان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ "فتح الباری" (۳۸۱/۱۱)۔ (۲) "فتح الباری" (۳۸۰/۱۱۔۳۸۱)۔

(۳) "شرح النووی لمسلم" (۱۹۴/۱۷۔۱۹۵)۔

(۴) "النهاية / الفتن والملاحم" (۳۲۰/۱۔۳۲۱)۔

اب رہا آخرت کا حشر تو احادیث میں آیا ہے کہ مومن و کافر سارے لوگوں کو ننگے پیر اور ننگے بدن غیر مختون اور اصلی رنگت میں جمع کیا جائے گا:

"ففی الصحیح عن ابن عباس؛ قال: قام فینا النبی ﷺ، فقال: "انکم محشورون حفاة عراة غرلا [1]: "کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُہٗ" (الانبیاء:١٠٤)، وان اول الخلق یکسی یوم القیامة ابراهیم الخلیل." [2]

چنانچہ صحیح میں ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: "تم سب کو ننگے پیر اور ننگے بدن اور غیر مختون جمع کیا جائے گا۔ "کما بدأنا اول خلق نعیده"۔

اور قیامت کے دن سب سے پہلے جسے کپڑا پہنایا جائے گا وہ ابراہیم خلیل اللہ ہوں گے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "جو لوگ موت کے بعد ننگے پیر، ننگے بدن اٹھائے جائیں گے ان کے پاس باغات کہاں سے آئیں گے کہ وہ انہیں اونٹنیوں کے بدلے دے دے۔ [3]

چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ حشر قیامت سے پہلے دنیا ہی میں واقع ہوگا، اور جو شخص اس کے خلاف رائے رکھتا ہو وہ حق کی مخالفت پر آمادہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) غرلا، اس کی جمع اغرل ہے، ختنہ کرتے وقت جو چمڑا کاٹ دیا جاتا ہے اس کو غرلا کہتے ہیں۔

"النهایة فی غریب الحدیث" (٣/٣٦٢). و"فتح الباری" (١١/٣٨٤).

بهما، بہیم کی جمع ہے جو اصل میں اپنے علاوہ کسی رنگ سے مخلط ہی نہ ہوتی ہو۔ اور معنی یہ ہے کہ عاہات و اعراض میں سے کوئی چیز نہ ہو جو دنیا کے اندر ہوتی ہے۔

"النهایة فی غریب الحدیث" (١/١٦٧).

(۲) "صحیح بخاری" کتاب الرقاق، باب الحشر، (١١/٣٧٧).

(۳) "فتح الباری" (١١/٣٨٢).

خاتمہ

اور یہ بحث کے چند اہم نتائج پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہیں:

(۱) علامات قیامت پر ایمان رکھنے کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے، جس پر ایمان رکھے بغیر کسی مسلم کے ایمان کی تکمیل نہیں ہو سکتی ہے۔

(۲) علامات قیامت پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا حصہ ہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ سے جو بھی خبریں ثابت ہیں خواہ وہ متواتر ہوں یا آحاد۔ ان سب پر ایمان لانا اور انہیں قبول کرنا واجب ہے، اور انہیں رد کر دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ عقائد صحیح حدیث سے ثابت ہوتے ہیں خواہ اس حدیث کا تعلق آحاد ہی سے ہو۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو گزشتہ اور آئندہ رونما ہونے والے واقعات کی خبر دے رکھی ہے، اور آپ کی خبروں میں علامات قیامت کو وافر حصہ ملا ہے۔

(۵) قیامت کا علم ان امور میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص رکھا ہے، اور اس کی اطلاع نہ تو کسی مقرب فرشتے کو دی ہے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو۔

(۶) عمر دنیا کی تجدید میں کوئی بھی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔

(۷) قیامت کی علامات صغریٰ میں سے زیادہ تر نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں اور تھوڑی ہی نشانیاں ایسی ہیں جو باقی رہ گئی ہیں۔

(۸) قیامت کے علامات صغریٰ کے ظہور سے مراد ظہور کلی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پوری علامت کا ظہور اس قدر مستحکم ہو جائے کہ اس کا مقابل نادراً ہی نظر آئے۔

(۹) کسی چیز کے علامات قیامت میں سے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ممنوع ہے بلکہ علامات قیامت حرام، واجب، مباح اور خیر و شر سب پر مشتمل ہوتی ہیں۔

(۱۰) قیامت کی علامات کبری میں سے ابھی تک کوئی بھی علامت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔

(۱۱) جب قیامت علامات کبری میں سے پہلی نشانی ظاہر ہو جائے گی تو دوسری نشانیاں اس طرح پے در پے ظاہر ہوں گی جیسے لڑی میں پروئے ہوئے دانے ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔

(۱۲) قیامت کی نشانیوں میں سے جو کچھ ظاہر ہو چکی ہیں وہ نبی ﷺ کا معجزہ اور آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہیں کیونکہ آپ نے جس طرح مختلف اشیاء کے واقع ہونے کی خبر دے رکھی ہے وہ اسی طرح واقع ہوئی ہیں۔

(۱۳) علامات قیامت میں سے بہت سی نشانیوں کا ظاہر ہونا اس عالم کی ویرانی کی دلیل ہے اوران سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی انتہا قریب آچکی ہے، یہ نشانیاں موت کی ان علامات کی طرح ہیں جو مرنے والے پر ظاہر ہوتی ہیں۔

(۱۴) توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا ہے جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا، اور جب آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو یہ دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو جائے گا۔

(۱۵) آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ قیامت قائم ہو گی بلکہ اس کے بعد بھی دنیا کے کچھ امور بیع وشراء وغیرہ ہوں گے۔

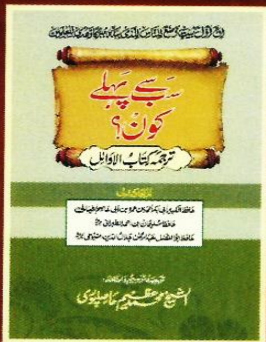
(۱۶) قیامت کی علامات کبری میں سب سے آخری نشانی اس آگ کا نکلنا ہے جو لوگوں کو شام کی طرف جمع کرے گی اور یہ حشر قیامت سے پہلے دینا ہی میں واقع ہوگا۔

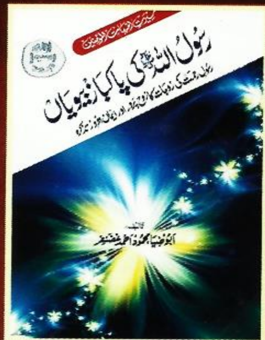
۱۷- قیامت بدترین لوگوں پر ہی قائم ہوگی۔

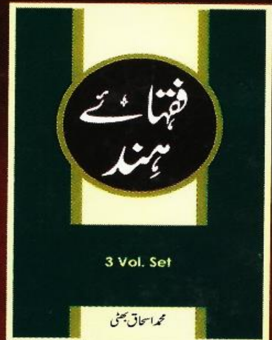
ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

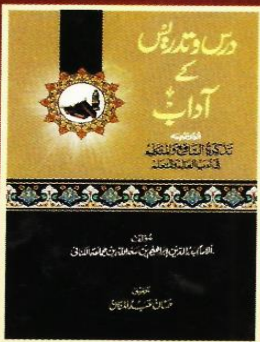
والحمد لله رب العالمين وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا۔

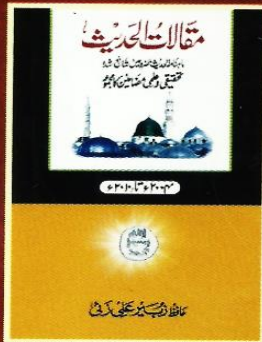
۱۷/محرم الحرام ۱۴۲۴ھ ۲۱/۳/۲۰۰۳ء

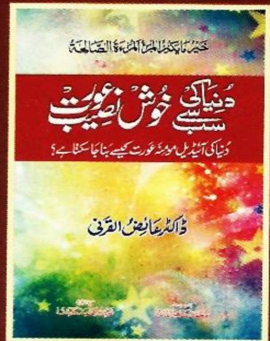












اریب پبلیکیشنز
Rs.260
Areeb Publications
1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)
Ph : 23284740, 23282550 , E-mail : apd1542@gmail.com